مکمل و مدلل

مسائل رفعت قاسمی جدید

قرآن وحدیث کی روشنی میں
حضراتِ مفتیانِ کرام دارالعلوم دیوبند
کی تصدیق وتائید کے ساتھ

مسائل عمرہ

مسائل
حج برائے خواتین

مسائل میت

مؤلف
مولانا محمد رفعت قاسمی
مدرس دارالعلوم دیوبند

حامد کتب خانہ کراچی
0333-9596150



مکمل و مدلل

مسائلِ حج برائے خواتین

قرآن وسنت کی روشنی میں

دارالعلوم دیوبند کے حضرات مفتیان کرام کے تصدیق کے ساتھ

تالیف

حضرت مولانا محمد رفعت صاحب قاسمی

مفتی ومدرس دارالعلوم دیوبند

ناشر

وحیدی کتب خانہ

میونسپل کابلی پلازہ قصہ خوانی بازار پشاور

نام کتاب: مکمل ومدلل مسائلِ حج برائے خواتین

تالیف: حضرت مولانا محمد رفعت صاحب قاسمی مفتی ومدرس دار العلوم دیو بند

کمپوزنگ: دار الترجمہ وکمپوزنگ سنٹر (زیر نگرانی ابوبلال برہان الدین صدیقی)

تصحیح ونظر ثانی: مولانا لطف الرحمٰن صاحب

زیر نگرانی وسٹنگ: برہان الدین صدیقی فاضل جامعہ دار العلوم کراچی ووفاق المدارس ملتان وخریج مرکزی دار القراء مدنی مسجد نمک منڈی پشاور، ایم اے عربی پشاور یونیورسٹی

اشاعت اول: جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ

ناشر: وحیدی کتب خانہ پشاور

استدعا: اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے کتابت، طباعت، تصحیح اور جلد سازی کے تمام مراحل میں پوری احتیاط کی گئی ہے لیکن پھر بھی انسان کمزور ہے اگر اس احتیاط کے باوجود بھی کوئی غلطی نظر آئے تو مطلع فرمائیں انشاء اللہ آئندہ ایڈیشن میں اصلاح کیا جائے گا۔

منجانب: عبدالوہاب وحیدی کتب خانہ پشاور

دیگر ملنے کے پتے

کراچی: اسلامی کتب خانہ بالمقابل علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
: مکتبہ علمیہ سلام کتب مارکیٹ بنوری ٹاؤن کراچی
: کتب خانہ اشرفیہ قاسم سنٹر اردو بازار کراچی
: زم زم پبلشرز اردو بازار کراچی
: مکتبہ عمر فاروق شاہ فیصل کالونی کراچی
: مکتبہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی جامعہ فاروقیہ کراچی

راولپنڈی: کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی
کوئٹہ: مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ بلوچستان
پشاور: حافظ کتب خانہ محلہ جنگی پشاور
: معراج کتب خانہ قصہ خوانی بازار پشاور

لاہور: مکتبہ رحمانیہ لاہور
: المیزان اردو بازار لاہور
صوابی: تاج کتب خانہ صوابی
اکوڑہ خٹک: مکتبہ علمیہ اکوڑہ خٹک
: مکتبہ رشیدیہ اکوڑہ خٹک
بنیر: مکتبہ اسلامیہ سواڑی بنیر
سوات: کتب خانہ رشیدیہ منگورہ سوات
تیمر گرہ: اسلامی کتب خانہ تیمر گرہ
باجوڑ: مکتبۃ القرآن والسنۃ خار باجوڑ

فہرست مضامین



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتساب

میں

اپنی اس کاوش

"مکمل و مدلل مسائل حج برائے خواتین"

کو پیار و ممتا سے بھری بہن مرحومہ کے نام منسوب

کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ جن کی وفات ٢٦/محرم

الحرام/١٤٢٩ھ/ بمطابق/٤ فروری/٢٠٠٨ء کو ہوئی۔ ان کے لئے خواتین

سے ایصال ثواب اور بلندی درجات کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

خداوند عالم ان کے ساتھ رحمت و مغفرت، عفو و درگزر

اور اپنے خاص کرم و فضل کا معاملہ فرمائے۔

(آمین)

(محمد رفعت قاسمی)

عرضِ مؤلف

نحمدهٗ ونصلی علٰی رسوله الکریم:

احقر کی مرتب کردہ کتاب ''مکمل ومدلل مسائل حج'' میں عورتوں اور مردوں کے ضروری مسائل آگئے تھے لیکن احباب وقارئین کے مشورہ پر کہ عورتیں ضخیم کتاب سے کیسے استفادہ کریں گی، اس لئے اس میں ہی سے اس کتاب ''مسائل حج برائے خواتین'' میں عورتوں کے مسائل الگ کردیئے ہیں مثلاً عورتوں کے لئے محرم کی شرط کیوں ہے؟ محرم کس کو کہتے ہیں اور کون کون محرم ہوسکتا ہے، بغیر محرم کے حج کے لئے جانا، حج کے لئے تنہا عورتوں کا سفر کرنا، عورتوں کا احرام کیسا ہو اور کتنا ہو، حج کے دوران عورتوں کی بے احتیاطیاں، عورتیں حج کیسے کریں، ایام حج میں حیض ونفاس کے پیش آنے پر اس کے ضروری مسائل اور عورت احرام سے نکلنے کے لئے کتنے بال کاٹے، عورتوں کے ساتھ چھوٹے بچوں کے بھی حج سے متعلق ضروری مسائل۔

غرض یہ کہ گھر سے لے کر دوران حج وعمرہ اور گھر واپسی تک الحمد للہ تمام ہی ضروری مسائل یکجا کردیئے ہیں۔

﴿رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّکَ أَنتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ﴾

طالبِ دعاء

محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ

خادم دار العلوم دیوبند

۵ ذی قعدہ / ۱۴۲۹ھ

بمطابق / ۵ نومبر / ۲۰۰۸ء شب جمعہ۔

تقریظ

فقیہ النفس مولانا مفتی سعید احمد صاحب مدظلہٗ
شیخ الحدیث وصدر المدرسین دار العلوم دیوبند

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلوٰةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى عَبْدِهٖ وَرَسُوْلِه الكريْم محمَّدرحمة لِّلْعالميْن وعَلٰى آلِهٖ واصحابِهٖ اجْمَعِيْن: امابعد!۔

مجھے خوشی ہے کہ برادرمکرم جناب مولانا قاری محمد رفعت صاحب استاذ دارالعلوم دیوبند نے ’’حج برائے خواتین‘‘ کے مفصل احکام مرتب فرمائے ہیں موصوف ماشاء اللہ موفق ہیں، متعدد کتابیں ان کے قلم سے وجود میں آکر قبولیت عام وخواص حاصل کرچکی ہیں۔

اس لئے امید کامل ہے کہ یہ کتاب ’’مکمل حج برائے خواتین‘‘ بھی اس ہی انداز کی ہوگی بلکہ اس سے بہتر ہوگی کیونکہ آدمی ہرآنے والے دن میں ترقی کے منازل طے کرتا ہے اورخوبیوں کی طرف بڑھتا ہے۔ دعاء کرتا ہوں کہ ان کی یہ کتاب بھی بارگاہِ خداوندی میں قبولیت کا شرف حاصل کرے اور امت کواس سے فیض پہنچے۔ (آمین)

کتبہ: سعید احمد عفا اللہ عنہ پالن پوری

خادم الحدیث دار العلوم دیوبند

....

ارشادگرامی

مولانا مفتی محمود صاحب بلندشہری مفتی دارالعلوم دیو بند

الحمدلله الذی وفق من شاء من عباده من المؤمنین
والمؤمنات لاتمام الحج والعمرة من العبادات
والصلوٰة والسلام علی عبده سیدنا ونبیا محمد
الذی بین المناسک والأخر من احکام الدین
وعلی اٰله وصحبه الذین قاموا بالدین القویم
وعلی من تبعهم باحسان الٰی یوم الدین وبعد !

شریعت مقدسہ کے احکام کی بجا آوری میں جو کچھ غفلت ہو رہی ہے وہ بالکل ظاہر ہے یہی وجہ ہے کہ مسلمان ہر دن گرتے ہی چلے جا رہے ہیں، اللہ پاک جمیع اہل اسلام کو فہم سلیم سے نواز کر ذلت وپستی سے نجات عطا فرمائے۔ بالخصوص حج وعمرہ جیسی اہم عبادات میں تو کوتاہیاں بہت عام ہوتی جا رہی ہیں، دنیا کے چپہ چپہ سے ضیوف الرحمٰن زائرین کرام کی بہت بڑی تعداد حرمین شریفین میں پہنچتی ہے مگر جو ثمرات وبرکات ہونے چاہئیں وہ بالکل نہ ہونے کے درجہ میں ہوتے جا رہے ہیں اس میں یہی خاص طور پر خواتین کی طرف سے ہونے والی کوتاہیاں تو بسا اوقات حج وعمرہ اوران کی روح کو بالکل ہی فنا کر دیتی ہیں اگر اصلاح کی طرف سے غفلت بڑھتی رہی تو اندیشہ ہے کہ یہ سیلاب خطرہ کے نشان سے دیکھتے ہی دیکھتے اوپر نہ ہو جائے خدا کرے ماں بہنوں کا حج وعمرہ صحیح

ادا ہو نیز فوائد وبرکات سے مالا مال ہو کر واپس اپنے گھروں کو لوٹیں اس کے لئے یہ کتاب ''مکمل ومدلل حج برائے خواتین'' انشاء اللہ مشعل راہ ثابت ہوگی۔ میں نے اس کتاب کو از اول تا آخر دیکھا مؤلف کتاب نے ماشاء اللہ نہایت عمدہ طریق پر احکام حج وعمرہ نیز دیگر بہت سے ضروری اور اہم امور کو جمع کر دیا ہے، سفر حج کا ارادہ ہوتے ہی اگر خواتین اسلام اس کتاب کو مطالعہ میں رکھا کریں بار بار سننے سنانے کا اہتمام کرتی رہا کریں اور دیگر مستورات کو سنانے کا معمول بنالیں تو انشاء اللہ اس کے ثمرات وبرکات اور فوائد کو وہ خود مشاہدہ کریں گی، بلکہ مسلمان مردوں کو بھی مطالعہ کرنا سننا سنانا اور اپنے اپنے گھروں میں خواتین سے متعلق ہدایات کو بتلاتے رہنا فوائد کثیرہ سے خالی نہ ہوگا اگر مردوں نے اس طرف توجہ کی اور حکمت وبصیرت سے ماں بہنوں کو سمجھایا تو انشاء اللہ کتاب کو ''مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید'' کا مصداق پائیں گے۔ (فقط)

ہذا ما کتبہ

احقر الزمن

العبد محمود حسن بلند شہری غفر اللہ لہٗ ولوالدیہ واحسن الیہما والیہ

خادم التدریس والافتاء جامعہ دار العلوم دیوبند

....

رائے گرامی

مولانا مفتی زین الاسلام صاحب قاسمی

نائب مفتی دارالعلوم دیوبند

باسمہٖ تعالیٰ: حامداً ومصلیا ومسلماً!

گرامی قدر! رفیق محترم مولانا قاری محمد رفعت صاحب قاسمی دام فیضہ وعم نفعہ کی کتاب ''مسائل حج برائے خواتین'' کو احقر نے حرفاً حرفاً پڑھا اچھا خلاصہ مسائل کا عورتوں کے لئے تیار کیا گیا ہے، انشاء اللہ خواتین کو اس سے بہت سہولت حاصل ہوگی اور ان کی بڑی الجھنیں اس کتاب سے دور ہوجائیں گی۔ دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مجموعہ کو بھی مفید ومقبول بنائے اور مولانا موصوف کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ (آمین)

خاکپائے درویشاں

زین الاسلام قاسمی

۲۹/۱۱/۱۴۲۹ھ۔

....

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الۡبَيۡتِ مَنِ اسۡتَطَاعَ اِلَيۡهِ سَبِيۡلًا ۚ وَمَنۡ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِىٌّ عَنِ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴾۔

ترجمہ:۔ ''اور اللہ کا حق ہے لوگوں پر حج کرنا اس گھر کا جو شخص قدرت رکھتا ہو اس کی طرف راہ چلنے کی اور جو نہ مانے تو پھر اللہ پرواہ نہیں رکھتا جہان کے لوگوں کی''۔

حج بیت اللہ کا فرض ہونا

آیت میں بیت اللہ کی تیسری خصوصیت یہ بیان فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق پر بیت اللہ کا حج کرنا لازم وواجب قرار دیا ہے بشرطیکہ وہ بیت اللہ تک پہنچنے کی قدرت واستطاعت رکھتے ہوں، قدرت واستطاعت کی تفصیل یہ ہے کہ اس کے پاس ضروریات اصلیہ سے فاضل اتنا مال ہو جس سے وہ بیت اللہ تک آنے جانے اور وہاں کے قیام کا خرچہ برداشت کر سکے اور اپنی واپسی تک ان اہل وعیال کا بندوبست کر سکے جن کا نفقہ اس کے ذمہ واجب ہے نیز ہاتھ پاؤں اور آنکھوں سے معذور نہ ہو کیونکہ ایسے معذور کو تو اپنے وطن میں چلنا پھرنا بھی مشکل ہے، وہاں جانے اور ارکان حج ادا کرنے پر کیسے قدرت ہوگی، اسی طرح عورت کے لئے چونکہ بغیر محرم کے سفر کرنا شرعاً جائز نہیں۔ اس لئے وہ حج پر قادر اس وقت سمجھی جائے گی جب کہ اس کے ساتھ کوئی محرم حج کرنے والا ہو خواہ محرم اپنے خرچ سے حج کر رہا ہو یا یہ عورت اس کا خرچ بھی برداشت کرے، اسی طرح وہاں تک پہنچنے کے لئے راستہ کا مامون ہونا بھی استطاعت کا ایک جز ہے، اگر راستہ میں بدامنی ہو، جان مال کا قوی خطرہ ہو تو حج کی استطاعت نہیں سمجھی جائے گی۔

لفظ حج کے لغوی معنی قصد کرنے کے ہیں اور شرعی معنی کی ضروری تفصیل تو خود قرآن کریم نے بیان فرمائی کہ طواف کعبہ اور وقوف مزدلفہ وغیرہ ہیں اور باقی تفصیلات رسول کریم ﷺ نے اپنے زبانی ارشادات اور علمی بیانات کے ذریعہ واضح فرمادی ہیں۔

اس آیت میں حج بیت اللہ کے فرض ہونے کا اعلان فرمانے کے بعد آخر میں فرمایا: ﴿وَمَن كَفَرَ فَإِنَّ اللهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِيْنَ﴾۔ یعنی جو شخص منکر ہوتو اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے تمام جہان والوں سے، اس میں وہ شخص تو داخل ہے ہی جو صراحۃً فریضۂ حج کا منکر ہو، حج کو فرض نہ سمجھے، اس کا دائرہ اسلام سے خارج ہونا و کافر ہونا تو ظاہر ہے، اس پر ومن کفر کا لفظ صراحۃً صادق ہے اور جو شخص عقیدہ کے طور پر فرض سمجھتا ہے، لیکن باوجود استطاعت وقدرت کے حج نہیں کرتا وہ بھی ایک حیثیت سے منکر ہی ہے، اس پر لفظ ومن کفر کا اطلاق تہدید اور تاکید کے لئے ہے کہ یہ شخص کافروں جیسے عمل میں مبتلا ہے جیسے کافر و منکر حج نہیں کرتے یہ بھی ایسا ہی ہے، اسی لئے فقہائے کرام رحمہم اللہ نے فرمایا کہ آیت کے اس جملہ میں ان لوگوں کے لئے سخت وعید ہے جو باوجود قدرت واستطاعت کے حج نہیں کرتے کہ وہ اپنے اس عمل سے کافروں کی طرح ہو گئے۔ العیاذ باللہ۔
(معارف القرآن/ ج ۲/ص ۱۲۲)

فضائل و مسائلِ حج

حج اسلام کا عظیم الشان رکن ہے۔ اسلام کی تکمیل کا اعلان حجۃ الوداع کے موقع پر ہوا اور حج ہی سے ارکان اسلام کی تکمیل ہوتی ہے۔ احادیث طیبہ میں حج وعمرہ کے فضائل بہت کثرت سے ارشاد فرمائے گئے ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ ''جس نے محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے حج کیا پھر اس میں نہ کوئی فحش بات کی اور نہ نافرمانی کی وہ ایسا پاک وصاف ہو کر آتا ہے جیسا ولادت کے دن تھا''۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ سب سے افضل عمل کونسا ہے؟ فرمایا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔ عرض کیا گیا اس کے بعد، فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔ عرض کیا گیا اس کے بعد، فرمایا: ''حج مبرور'' ایک عمرہ کے بعد دوسرا عمرہ درمیانی عرصہ کے گناہوں کا کفارہ ہے۔'' اور حج مبرور کی جزا جنت کے سوا کچھ اور ہو ہی نہیں سکتی''۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ: ''پے در پے حج وعمرے کیا کرو۔ کیونکہ یہ دونوں فقر اور گناہوں سے اس طرح صاف کر دیتے ہیں جیسے بھٹی لوہے اور سونے چاندی کے میل کو صاف کر دیتی ہے اور حج مبرور کا ثواب صرف جنت ہے''۔

حج عشقِ الٰہی کا مظہر ہے اور بیت اللہ شریف مرکز تجلیات الٰہی ہے۔ اس لئے بیت اللہ شریف کی زیارت اور آنحضرت ﷺ کی بارگاہِ عالی میں حاضری ہر مؤمن کی دلی تمنا ہے۔ اگر کسی کے دل میں یہ آرزو چٹکیاں نہیں لیتیں تو سمجھنا چاہئے کہ اس کے ایمان کی جڑیں خشک ہیں۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ ''جو شخص بیت اللہ تک پہنچنے کے لئے زاد وراحلہ رکھتا تھا اس کے باوجود اس نے حج نہیں کیا تو اس کے حق میں کوئی فرق نہیں پڑتا کہ وہ یہودی ونصرانی ہو کر مرے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ ''جس شخص کو حج کرنے سے نہ کوئی ظاہری حاجت مانع تھی، نہ سلطان، نہ بیماری کا عذر تھا تو اسے اختیار ہے کہ خواہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر۔ (مشکوٰۃ/ ج۱/ص۲۱۱)

حاجی صاحبان کے قافلے گھر سے رخصت ہوتے ہیں تو پھولوں کے ہار پہنانا پہننا گویا حج کا لازمہ ہے کہ اس کے بغیر حاجی کا جانا ہی معیوب ہے۔ چلتے وقت جو خشیت وتقویٰ، حقوق کی ادائیگی، معاملات کی صفائی اور سفر شروع کرنے کے آداب کا اہتمام ہونا چاہئے اس کا دور دور تک کہیں نشان نظر نہیں آتا۔ گویا سفر مبارک کا آغاز ہی آداب کے بغیر محض نمود ونمائش اور ریاکاری کے ماحول میں ہوتا ہے۔

قرآن کریم میں حج کے سلسلہ میں جو اہم ہدایت دی گئی ہے وہ یہ ہے: ''حج کے دوران نہ فحش کلامی ہو، نہ حکم عدولی اور نہ لڑائی جھگڑا''۔

اور احادیث طیبہ میں بھی حج مقبول کی علامت یہ ہی بتائی گئی ہے کہ وہ ''فحش کلامی اور نافرمانی سے پاک ہو''۔ لیکن حاجی صاحبان میں بہت کم لوگ ایسے ہیں جو ان ہدایات کو پیش نظر رکھتے ہوں اور اپنے حج کو غارت ہونے سے بچاتے ہوں، حاجی

صاحبان کی یہ حالت دیکھ کر ایسی اذیت ہوتی ہے جس کے اظہار کے لئے موزوں الفاظ نہیں ملتے۔

اسی طرح سفرِ حج کے دوران عورتوں کی بے حجابی بھی عام ہے۔ بہت سے مردوں کے ساتھ عورتیں بھی دورانِ سفر ننگے سر نظر آتی ہیں۔ اور غضب یہ ہے کہ بہت سی عورتیں شرعی محرم کے بغیر سفرِ حج پر جاتی ہیں۔ اور جھوٹ موٹ کسی کو محرم لکھوا دیتی ہیں۔ اس سے جو گندگی پھیلتی ہے وہ ''اگر گویم زباں سوزد'' (اگر کہوں تو زبان جل جائے) کی مصداق ہے۔

جہاں تک اس ارشاد کا تعلق ہے کہ حج کے دوران لڑائی جھگڑا نہیں ہونا چاہئے، اس کا منشا یہ ہے کہ اس سفر میں چونکہ ہجوم بہت ہوتا ہے اور سفر بھی طویل ہوتا ہے، اس لئے دورانِ سفر ایک دوسرے سے ناگواریوں کا پیش آنا اور آپس کے جذبات میں تصادم کا ہونا یقینی ہے۔ اور سفر کی ناگواریوں کو برداشت کرنا اور لوگوں کی اذیتوں پر برافروختہ نہ ہونا بلکہ تحمل سے کام لینا ہی اس سفر کی سب سے بڑی کرامت ہے۔ اس کا حل یہ ہی ہوسکتا ہے کہ ہر حاجی اپنے رفقاء (ساتھی) کے جذبات کا احترام کرے دوسرے کی طرف سے اپنے آئینہ دل کو صاف وشفاف رکھے اور اس راستہ میں جو ناگواری پیش آئے اسے خندہ پیشانی سے برداشت کرے۔ خود اس کا پورا اہتمام کرے کہ اس کی طرف سے کسی کو ذرا بھی اذیت نہ پہنچے اور دوسروں سے جو اذیت اس کو پہنچے اس پر کسی ردِ عمل کا اظہار نہ کرے۔ دوسروں کے لئے اپنے جذبات کی قربانی دینا اس سفر مبارک کی سب سے بڑی سوغات ہے اور اس دولت کے حصول کے لئے بڑے مجاہدہ وریاضت اور بلند حوصلہ کی ضرورت ہے۔

چونکہ آپ محبوب حقیقی کے راستہ میں نکلے ہوئے ہیں اس لئے آپ کے اس مقدس سفر کا ایک ایک لمحہ قیمتی ہے اور شیطان آپ کے اوقات ضائع کرنے کی کوشش کرے گا۔

جس طرح سفرِ حج کے لئے ساز وسامان اور ضروریات سفر مہیا کرنے کا اہتمام کیا جاتا ہے اس سے کہیں بڑھ کر حج کے احکام ومسائل سیکھنے کا اہتمام ہونا چاہئے۔ اور اگر سفر سے پہلے اس کا موقع نہیں ملا تو کم از کم سفر کے دوران اس کا اہتمام کرلیا جائے، کسی عالم سے ہر موقع کے مسائل پوچھ پوچھ کر ان پر عمل کیا جائے۔

اس مبارک سفر کے دوران تمام گناہوں سے پرہیز کرے اور عمر بھر کے لئے گناہوں سے بچنے کا عزم کرے اور اس کے لئے حق تعالیٰ شانہٗ سے خصوصی دعائیں بھی مانگے۔ یہ بات خوب اچھی طرح ذہن میں رہنی چاہئے کہ حج مقبول کی علامت ہی یہ ہے کہ حج کے بعد آدمی کی زندگی میں انقلاب آجائے۔ جو شخص حج کے بعد بھی بدستور فرائض کا چھوڑنے والا اور ناجائز کاموں کا مرتکب ہے اس کا حج مقبول نہیں۔ آپ کا زیادہ سے زیادہ وقت حرم شریف میں گزرنا چاہئے اور سوائے بہت زیادہ ضرورت کے بازاروں کا گشت قطعاً نہیں ہونا چاہئے۔ دنیا کا ساز وسامان آپ کو مہنگا سستا، اچھا برا، اپنے وطن میں بھی مل سکتا ہے لیکن حرم شریف میں میسر آنے والی سعادتیں آپ کو کسی دوسری جگہ میسر نہیں آئیں گی۔ وہاں خریداری کا اہتمام نہ کریں۔

نیز چونکہ حج کے موقع پر اطراف واکناف سے مختلف مسالک کے لوگ جمع ہوتے ہیں، اس لئے کسی کو کوئی عمل کرتا ہوا دیکھ کر وہ عمل شروع نہ کردیں۔ بلکہ یہ تحقیق کرلیں کہ آیا یہ عمل آپ کے حنفی مسلک کے مطابق صحیح بھی ہے یا نہیں؟ مثلاً یہاں ایک مسئلہ ذکر کرتا ہوں۔

نمازِ فجر سے بعد شراق تک اور نمازِ عصر کے بعد غروب آفتاب تک دوگانہ طواف پڑھنے کی اجازت نہیں۔ اسی طرح مکروہ اوقات میں بھی اس کی اجازت نہیں۔ لیکن بہت سے لوگ دوسروں کی دیکھا دیکھی پڑھتے رہتے ہیں۔ الغرض صرف لوگوں کی دیکھا دیکھی کوئی کام نہ کریں۔ بلکہ اہل علم سے مسائل کی خوب تحقیق کرلیا کریں۔ (آپ کے مسائل اوران کا حل/ ج ۴/ ہکذا معارف القرآن / ج ۱/ ومعارف الحدیث/ ج ۴/ کتاب

الحج۔ الترغیب والترہیب۔ ومظاہر حق جدید۔ علم الفقہ/ ج ۵/ کتاب، الفقہ علی المذاہب الاربعۃ/ ج ۱/ کتاب الحج وفضائل حج)

سفرِ حج سے پہلے کے اہم کام

مسئلہ:۔ حج کا سفر ہر اعتبار سے بہت مبارک سفر ہے، اس مبارک سفر اور حج مبرور پر بڑے بڑے وعدے ہیں، حاجی ایسے مبارک اور مقدس مقامات پر پہنچتا ہے جہاں دعاؤں کی قبولیت کے وعدے ہیں لہٰذا سفرِ حج سے پہلے اپنے رشتہ داروں اور متعلقین سے جن سے ملنا اور ایک دوسرے سے دعاؤں کی درخواست کرنا جائز ہے، خاص کر ان رشتہ داروں اور متعلقین سے جن سے بات چیت بند ہو اور آپس میں رنجش اور کدورت ہو ان سے مل کر معافی مانگ لینا اور دلوں کو صاف کر لینا بہت ضروری ہے، اسی طرح اگر کسی کا حق باقی ہے، کسی پر ظلم کیا ہو، قرض لیا ہو اور ابھی تک ادا نہ کر سکا ہو سفرِ حج سے پہلے پہلے اس کا حق ادا کر دینا یا اس انتظام کر دینا یا اس سے مہلت لے کر اس کو اطمینان دلانا ضروری ہے تاکہ اس مبارک سفر کی برکتیں پوری طرح حاصل کر سکے، جس قدر دل کی صفائی کے ساتھ اور حقوق العباد ادا کر کے حرمین شریفین کی حاضری ممنوعات ومکروہات سے بچتے ہوئے اور تمام آداب کی رعایت کرتے ہوئے ہوگی تو انشاء اللہ وہاں کی برکتیں خوب حاصل ہوں گی۔

فضائلِ حج میں ہے ''اپنے سب پچھلے گناہوں سے توبہ اور کسی کا مال ظلم سے لے کر رکھا ہو اس کو واپس کرے اور کسی قسم کا کسی پر ظلم کیا ہو تو اس سے معاف کرائے'' اور جن لوگوں سے اکثر سابقہ پڑتا رہتا ہو ان سے کہا سنا معاف کرائے، اگر کچھ قرض اپنے ذمہ واجب ہو تو اس کو ادا کرے یا ادائیگی کا کوئی انتظام کرے۔

علماء نے لکھا ہے جس شخص پر ظلم کر رکھا ہو یا اس کا کوئی حق اپنے ذمہ ہو تو وہ بمنزلہ ایک قرض خواہ کے ہے جو اس سے یہ کہتا ہے تو کہاں جا رہا ہے؟ کیا تو اس حالت میں شہنشاہ کے دربار میں حاضری کا ارادہ کرتا ہے کہ تو اس کا مجرم ہے، اس کے حکم کو ضائع

کررہا ہے، حکم عدولی کی حالت میں حاضر ہورہا ہے، نہیں ڈرتا کہ وہ تجھ کو مردود کر کے واپس کردے اگر تو قبولیت کا خواہشمند ہے تو اس ظلم سے توبہ کر کے حاضر ہو، اس کا مطیع وفرمانبردار بن کر پہنچ ورنہ تیرا یہ سفر ابتداء کے اعتبار سے مشقت ہی مشقت ہے اور انتہاء کے اعتبار سے مردود ہونے کے قابل ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ/ ج ۱۰/ص ۱۸۰)

مسئلہ:۔ سفر حج میں جانے سے پہلے اپنی نیت خالص اللہ تعالیٰ اور ثواب آخرت کے لئے کریں۔

مسئلہ:۔ جس کسی کا مالی حق آپ کے ذمہ ہے اگر وہ مرگیا ہے تو اس کے وارثوں کو ادا کریں یا ان سے معاف کرائیں۔ اور اگر اصحاب حق بہت زیادہ ہیں اور ان کے پتہ وغیرہ معلوم نہیں تو جس قدر مالی حق ان کا آپ کے ذمہ ہے ان کی طرف سے صدقہ کردیں اور اگر ہاتھ یا زبان سے ان کو تکلیف پہنچائی تھی تو ان کے لئے کثرت سے دعائے مغفرت کرتے رہیں۔ انشاء اللہ حقوق کے وبال سے نجات ہو جائے گی۔

مسئلہ:۔ بالغ ہونے کے بعد قضا شدہ نماز، روزہ، زکوٰۃ، اتنی مقدار میں ہے جن کو سفر حج سے پہلے آپ پورا نہیں کرسکتے یا لوگوں کے حقوق اتنے زیادہ آپ کے ذمہ ہیں کہ ان سب سے معاف کرانا یا ادا کرنا اس وقت اختیار میں نہیں ہے تو ایسا کیجئے کہ ان سب فرائض وحقوق کی ادائیگی یا معاف کرانے کا پختہ عزم ابھی سے کرلیجئے اور جس قدر ادا کیا جاسکے اس کو ادا کردیجئے اور جو باقی رہ جائیں ان کے لئے ایک وصیت نامہ لکھئے اور اپنے کسی عزیز یا ہمدرد دوست کو وصی (ذمہ دار) بنادیجئے کہ اگر آپ زندگی میں ادا نہ کرسکیں تو آپ کے بعد وہ ادا کردیں۔

(احکام حج: مفتی محمد شفیع/ص ۲۳/ وہکذا کتاب الفقہ/ ج ۱/ص ۱۰۹۴)

حج میں خواتین کی بے احتیاطیاں

حج بیت اللہ الحرام، مسلمانوں کے لئے یہ فریضہ ادا کرنا گوناگوں برکتوں کا ذریعہ ہے اور حیرت انگیز نعمتوں کا وسیلہ ہے۔ باوجودیکہ سابقہ مشکلات ختم ہوگئیں اور بہت کچھ آسانیاں پیدا ہوگئیں۔ تاہم دور دراز کا سفر ہے، ہزاروں روپیہ خرچ ہوتا ہے۔

اکثر لوگوں کو زندگی میں ایک ہی مرتبہ جانا میسر ہوتا ہے اور اب بھی بہت کچھ مشکلات اٹھانا پڑتی ہے۔ ایسی صورت میں بے حد ضروری تھا کہ مسلمان اس فریضہ کی ادائیگی میں انتہائی احتیاط برتیں، مسائلِ حج سے کامل واقفیت حاصل کریں، اسی لئے ہر زبان میں مسائل واحکام حج سے متعلق چھوٹی بڑی کتابیں شائع ہوچکی ہیں تاکہ شرعی قانون کے مطابق صحیح طور پر حج ادا ہوسکے۔ لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ مخلوقِ خدا کا یہ عظیم انبوہ جو ملک (بلکہ دنیا) کے ہر گوشہ سے پہنچ رہا ہے، اکثر فرائض وواجبات سے بھی غافل ہے، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اتنا ہی نہیں کہ محظورات وممنوعات کا برابر ارتکاب ہوتا رہتا ہے بلکہ اور تمام گناہوں تک پہنچنے سے بچنے کا ذرا برابر بھی اہتمام نہیں ہوتا۔ نمازوں کے ادا کرنے میں تقصیر، جماعت کی پابندی میں کوتاہی حالانکہ ایک فرض نماز بھی حج سے بدرجہا اہمیت رکھتی ہے۔ اگر بغیر عذر شرعی کے ایک نماز بھی قضا کی تو حج قبول ہونے کی توقع مشکل ہوجاتی ہے سفر میں خصوصاً احرام باندھنے کے بعد بجائے تلبیہ کہنے اور ذکر اللہ کرنے کے عام طور پر غیبتیں کرتے ہیں، بکواس بکتے رہتے ہیں۔ نہ زبان پر قابو نہ نگاہ پر قابو، نہ ہاتھ پر، بلکہ بسا اوقات دیکھا گیا ہے کہ مسجد حرام میں بیٹھے ہوئے ہیں نماز کا انتظار ہو رہا ہے اور فضولیات بک رہے ہیں غیبت میں مبتلا ہیں، حالانکہ زندگی کے اس عظیم مرحلے پر پہنچ کر تو تمام اوقات عبادت میں ہوں، گناہوں سے پاک وصاف ہوکر ایسے واپس ہوں جیسے آج ہی ماں کے پیٹ سے ولادت ہوئی ہے، دنیا میں دوبارہ آئے ہیں۔

بعض حضرات مستحبات وآداب میں غلو کرتے ہیں لیکن فرائض وواجبات میں تقصیر (کوتاہی) کرتے رہتے ہیں اور دور حاضر کے اکثر حجاج کو دیکھ کر تو یہ شبہ ہوجاتا ہے کہ شاید کسی میلہ یا تماشا کے لئے اکٹھے ہوئے ہیں۔ عورتوں پر پردہ فرض ہے مگر حرمین شریفین میں پہنچ کر اکثر عورتیں بلکہ (۹۹) فیصد برقع پوش عورتیں بھی برقع پھینک کر بے حجاب ہوجاتی ہیں اور اس طرح گناہ کبیرہ کی مرتکب ہوتی ہیں، نہ صرف بے حجاب بلکہ بسا اوقات نیم عریاں لباس میں بیت اللہ کا طواف کرتی ہیں اور افسوس اس کا ہے کہ نہ شوہر

اور نہ ان کے محرم حضرات اس بے حجابی کو روکنے کی تدبیر کرتے ہیں نہ حکومت کی طرف سے اس پر کوئی پابندی عائد کی جاتی ہے، بے محابا مردوں کے درمیان گھستی ہیں۔ حجر اسود کو بوسہ دینے کے لئے مردوں کی بھیڑ میں جان بوجھ کر گھستی ہیں اور پھنستی ہیں، اجنبی مردوں کے ساتھ شدید وقبیح اختلاط میں مبتلا ہوتی ہیں، یہ سب حرام ہے گناہ کبیرہ ہے اور ایسا حج کہ جس میں اول سے اخیر تک محرمات اور کبائر سے احتراز نہ ہو سکے کیا توقع ہے کہ وہ حج قبول ہوگا۔ حج مبرور کے لئے جزائے جنت بے شک ہے لیکن حج مبرور کیسے ہوگا؟ نبی کریم ﷺ نے حج مبرور کے بارے میں بیان فرمایا کہ حج کرے اور اس میں کوئی بے حیائی کا کام نہ کرے، کوئی گناہ نہ کرے، تب گناہوں سے پاک وصاف ہوگا جیسے ماں کے پیٹ سے آج ہی پیدا ہوا ہے۔

پاکستان و ہندوستان کی بعض عورتیں مصر وشام وغیرہ بعض ملکوں کی عورتوں کو دیکھ کر کہ وہ بے پردہ ہیں خود بھی پردہ اٹھا دیتی ہیں اور حرم میں اسطرح آتی ہیں جیسے تمام مردان کے محرم ہیں یا وہ گھر کے صحن میں پھر رہی ہیں۔ لیکن یہ انتہائی حماقت ہے، اگر کوئی قوم کسی گناہ میں مبتلا ہے تو اس سے وہ گناہ جائز نہیں ہو جاتا پھر دیکھا گیا ہے کہ ان کی بے پردگی (یعنی چہرہ کا کھلا ہونا) ایک خاص سنجیدگی اور وقار کے ساتھ ہوتی ہیں۔ لباس بھی ان کا سر سے پاؤں تک باحجاب ہوتا ہے، پاؤں تک موزے ہوتے ہیں۔ لیکن پاکستانی عورتوں کا خصوصاً پنجاب وسندھ کی عورتوں کا لباس تو انتہائی بے حیائی کا ہوتا ہے تمام نسوانی اعضا نمایاں ہوتے ہیں، بے محابا سینہ تان کر چلتی ہیں اس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ عورتیں بھی اس بے حیائی کی وجہ سے معصیت وفسق میں مبتلا ہو جاتی ہیں اور ان کے شوہر بھی ان کی اس بے حجابی پر گنہگار ہوتے ہیں۔ کیونکہ وہ ان کو مطلع منع نہیں کرتے، کوئی اصلاح نہیں کرتے، نہ روکتے ہیں نہ ٹوکتے ہیں یہ تو کھلی بے حیائی اور بے غیرتی ہے۔

ان سب سے بڑھ کر ایک اور عام ابتلاء یہ ہے کہ تمام عورتیں پنج وقتہ نمازوں میں مردوں کی طرح حرم میں پہنچتی ہیں، باوجودیکہ عورتوں کے لئے دروازے بھی مخصوص

ہیں اور نماز پڑھنے کی جگہیں بھی متعین ہیں۔ مگر حج کے زمانہ میں چونکہ ازدحام بے حد ہوتا ہے، مستقل جگہ پر نہیں پہنچ پاتیں تو مردوں کے درمیان صفوں میں کھڑی ہو جاتی ہیں اور نماز پڑھنا شروع کر دیتی ہیں۔

مسجد حرام اور مسجد نبوی ﷺ کی نماز اور عورتیں

پہلی بات تو یہ ہے کہ جس طرح اپنے وطن میں عورتوں کا تنہا نماز گھروں میں پڑھنا افضل ہے اسی طرح مکہ و مدینہ میں بھی عورتوں کے لئے نماز گھروں میں تنہا بغیر جماعت کے پڑھنا افضل ہے اور مکہ و مدینہ میں نماز کا جو ثواب حرم اور مسجد نبوی کا ہوتا ہے وہ ان کو گھروں پر پڑھنے میں اس سے زیادہ ملتا ہے جو مسجد میں مردوں کو ملتا ہے، ایسی صورت میں حرمین شریفین میں عورتوں کو نماز گھروں میں پڑھنی چاہئے بالفرض کسی وقت بیت اللہ کے دیکھنے کی غرض سے یا طواف کرنے کی غرض سے مسجد حرام میں یا صلاۃ وسلام کی غرض سے مسجد نبوی میں آئیں اور نماز با جماعت پڑھ لیں تو ادا ہو جاتی ہے بشرطیکہ مردوں کے درمیان نہ کھڑی ہوں۔ ایک عورت اگر مردوں کے درمیان کھڑی ہو جاتی ہے تو تین مردوں کی نماز خراب ہو جاتی ہے دائیں بائیں جانب دو مردوں کی، اس کی محاذات (سیدھ میں) جو مرد کھڑا ہے اس کی بھی، تینوں کی نمازیں فاسد ہو گئیں۔

بالفرض بغیر کسی ارادے کے کوئی عورت اتفاقیہ طور پر عین نماز کے وقت صفوں کے درمیان پھنس جائے اور نکلنا دشوار ہو جائے یا طواف کرنے کے درمیان نماز کھڑی ہو جائے تو اس وقت اس کو خاموش بغیر نماز کے جہاں بھی ہو بیٹھ جانا چاہئے، نماز کی نیت ہرگز نہ کرے، ورنہ مردوں کی نماز بھی خراب ہوگی، جب امام فارغ ہو جائے تو پھر تنہا وہ وہیں نماز ادا کرے۔ عورتوں کو بیت اللہ کا طواف کرنے کے لئے بھی ایسے وقت میں جانا چاہئے جب نماز کا وقت نہ ہو۔ اس وقت نسبتاً بھیڑ بھی کم ہوتی ہے اور اگر اتفاقاً نماز کا وقت ہو جائے تو اذان ہوتے ہی جلدی جلدی طواف پورا کر کے یا طواف درمیان میں چھوڑ دیں تو جتنے شوط (چکر) رہ گئے وہ نماز کے بعد جہاں چھوڑے تھے وہیں سے

پورے کرلیں۔ یا اس طواف کو دوبارہ کرلیں۔

بہر حال گناہ سے بچنا بے حد ضروری ہے اور بھی بہت سی کوتاہیاں ہوتی رہتی ہیں لیکن ان سب میں نماز اور بے پردگی کا مسئلہ میرے خیال میں سب سے زیادہ اہم ہے۔

بہر حال حج ایک ایسا فریضہ ہے جو زندگی میں بار بار ادا کرنا بے حد مشکل ہے اس لئے چاہئے کہ مرد ہوں یا عورتیں انتہائی احتیاط کے ساتھ اس فریضہ کی ادائیگی سے سبکدوش ہوں۔

نیز یہ بھی خیال رہے کہ بعض عورتیں اپنے ملکوں میں بھی پردہ نہیں کرتیں اور گویا مستقل طور پر بے پردہ رہتی ہیں۔ بلاشبہ یہ گناہ عظیم ہے اور ایک فرض حکم کی خلاف ورزی ہے لیکن انہیں بھی حج بیت اللہ کے سفر میں تو چاہئے کہ گناہ عظیم سے بچیں۔ تاکہ یہ فریضہ تو صحیح طریقہ سے ادا ہو جائے۔ آج کل بہت سی عورتیں بغیر محرم کے سفر کرتی ہیں، یہ بھی حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔ جس عورت کا کوئی محرم نہ ہو اس پر حج فرض نہیں ہوتا بلکہ اگر محرم ہو بھی لیکن حج پر قادر نہ ہو یا یہ عورت اس کے مصارف برداشت کرنے کے قابل نہ ہو تب بھی فرض نہ ہوگا۔ انتہائی افسوس کا مقام ہے کہ حج بھی فرض نہ ہو اور پھر وہاں جا کر حج میں اتنی فروگزاشتیں بھی ہوں، جب شرعاً اس کے ذمہ حج فرض ہی نہیں ہے تو یہ حج کا سفر کیوں اختیار کیا جاتا ہے۔

نتیجہ یہ کہ حج بیت اللہ میں حجاج کرام سے اس قسم کی کوتاہیوں اور خلاف شرع حرکتوں کی وجہ سے ہی حج کی برکتیں ختم ہو جاتی ہیں اور باوجود حجاج کی کثرت کے امت جس مقام پر کھڑی ہے وہاں سے روز افزوں تنزلی میں جارہی ہے اگر اتنی کثرت سے حجاج کرام صحیح طریقہ پر یہ فریضہ ادا کرتے اور ہم سب کا حج بارگاہ قدس میں شرف قبول سے سرفراز ہوتا تو شاید دنیا کا نقشہ ہی بدل جاتا۔ حق تعالیٰ مسلمانوں کو صحیح فہم اور توفیق خیر نصیب فرمائے۔ (آمین) (محدث عصر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری نور اللہ مرقدہٗ)۔ (بشکریہ ندائے شاہی دسمبر/۲۰۰۴ء)

عورتوں کے لئے حج میں محرم کی شرط کیوں ہے؟

مسئلہ:۔ میں شرعی مسئلہ بتاتا ہوں" کیوں" کا جواب نہیں دیا کرتا۔ مگر آپ کے اطمینان کے لئے لکھتا ہوں کہ بغیر محرم کے عورت کو تین دن یا اس سے زیادہ کے سفر کی آنحضرت ﷺ نے ممانعت فرمائی ہے۔ کیونکہ ایسے طویل سفر میں اس کا اپنی عزت وعصمت کو بچانا ایک مستقل مسئلہ ہے اور اس ناکارہ کے علم میں ہے کہ بعض عورتیں محرم کے بغیر حج کو گئیں اور گندگی میں مبتلا ہو کر واپس آئیں علاوہ ازیں ایسے طویل سفر میں حوادث پیش آسکتے ہیں اور عورت کو اٹھانے، بٹھانے کی ضرورت پیش آسکتی ہے۔ اگر کوئی محرم ساتھ نہ ہوگا تو یہ دشواریاں پیش آئیں گی۔ (آپ کے مسائل / ج ۴/ص ۸۰)

تنبیہ: ۔خدا کے قانون کو محض اپنی رائے اور خواہش سے ٹھکرا دینا اور صرف ایک پہلو پر نظر کر کے دوسرے سارے پہلوؤں سے آنکھیں بند کر لینا دانشمندی نہیں ہے۔
(یعنی بغیر محرم کے حج کے لئے جانا) افسوس ہے کہ آج یہ مذاق عام ہو گیا ہے۔
(آپ کے مسائل / ج ۴/ص ۸۳)

محرم کسے کہتے ہیں؟

سوال:۔ میاں بیوی حج کے لئے جا رہے ہیں ان کے ساتھ بیوی کی بھتیجی، بھانجی یا بیوی کی سگی بہن جا سکتی ہے یا نہیں؟

جواب:۔ محرم وہ ہوتا ہے جس سے کبھی نکاح نہ ہو سکے بیوی کی بہن، بھانجی اور بھتیجی شوہر کے لئے نامحرم ہیں ان کے ساتھ جانا جائز نہیں۔ (آپ کے مسائل / ج ۴/ص ۷۹)

مسئلہ:۔ فروع والدین یعنی وہ مرد یا عورت جن کی پیدائش کے باپ یا ماں (بلا واسطہ یا بالواسطہ) ذریعہ ہوں جیسے بھائی، بہن، بھانجا، بھانجی، بھتیجا، بھتیجی اور ان کی اولاد جہاں تک نیچے کے درجہ کی ہو سب کے سب حرام ہیں۔
(فتاویٰ رحیمیہ / ج ۸/ص ۲۸۸/ وہکذا فتاویٰ عالمگیری اردو/ ج ۲/ص ۵/ وکتاب النکاح)

مسئلہ:۔تایا، چچاوغیرہ محرم ہیں۔(فتاویٰ رحیمیہ/ ج۱۰/ص۱۷۳)

مسئلہ:۔محرم سے مراد وہ شخص ہے جس کے ساتھ نکاح حرام ہے خواہ نسبت کی وجہ سے یا ازدواجی یادودھ کے رشتہ کی وجہ سے۔نیز محرم کا معتمد عاقل وبالغ ہونا بھی شرط ہے۔

(کتاب الفقہ/ ج۱/ص۱۰۳۶/وہکذا فتاویٰ رحیمیہ/ ج۱۰/ص۱۷۳/ ومعلم الحجاج/ص۸۴)

مسئلہ:۔عورت کے لئے اس کی بھانجی کا بیٹا محرم ہے ان کے درمیان نکاح حرام ہے تو وہ اس کے لئے محرم ہوا، عورت اپنی بھانجی کے بیٹے کے ساتھ حج کے لئے جاسکتی ہے اتنی احتیاط کی جائے کہ وہ فاسق وفاجر نہ ہو، فاسق وفاجر پر اطمینان نہیں ہوتا فقہاء کرام اس کے ساتھ سفر کرنے سے منع کرتے ہیں۔

(فتاویٰ رحیمیہ/ ج۸/ص۸۹/ بحوالہ شامی/ ج۱/ص۵۲۹)

مسئلہ:۔محرم کو بھی اسی وقت سفر میں ساتھ جانا جائز ہے جبکہ فتنہ وشہوت کا اندیشہ نہ ہو، اگر ظن غالب یہ ہے کہ سفر کرنے کی صورت میں خلوت (تنہائی) میں یا ضرورت کے وقت چھونے سے شہوت ہو جائے گی تو اس کو ساتھ جانا جائز نہیں ہے۔(معلم الحجاج/ص۹۷)

مسئلہ:۔داماد (سگی بیٹی کا شوہر) اپنی ساس کے لئے محرم ہے، ان میں ہمیشہ کے لئے نکاح حرام ہے لہٰذا ساس داماد کے ساتھ حج کو جاسکتی ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ/ ج۸/ص۲۸۸/ بحوالہ طحطاوی/ص۳۹۷)

مسئلہ:۔سوتیلی ساس اپنے سوتیلے داماد کے ساتھ سفر حج نہیں کرسکتی، کیونکہ سوتیلا داماد محرم نہیں ہے۔(فتاویٰ رحیمیہ/ ج۸/ص۳۰۸)

مسئلہ:۔آج کل فتنہ کا زمانہ ہے، سسرالی رشتہ سے احتیاط کی ضرورت ہے خصوصاً جبکہ جوان ہوں، معلم الحجاج میں ہے کہ اس زمانہ میں سسرالی رشتہ اور دودھ کے رشتہ (والے محرم کے ساتھ سفر کرنے) سے احتیاط کی ضرورت ہے، کیونکہ فتنہ کا زمانہ ہے، اس لئے ان لوگوں کے ساتھ حج نہ کیا جائے۔

(فتاویٰ رحیمیہ/ ج۸/ص۲۸۸/ بحوالہ شامی/ ج۱/ص۵۲۹/ وہکذا معلم الحجاج/ص۹۵)

مسئلہ:۔ عورت اپنے حقیقی بھتیجا کے ساتھ حج کو جاسکتی ہے لیکن شوہر کے بھتیجا کے ساتھ جانا جائز نہیں ہے، کیونکہ عورت کے لئے شوہر کا بھتیجا محرم نہیں ہے۔
(فتاویٰ رحیمیہ/ ج۸/ص ۳۰۷)

مسئلہ:۔ خنثیٰ مشکل کے لئے بھی (جس کی جنس معلوم نہ ہوسکے کہ مرد ہے یا عورت) محرم کا ساتھ ہونا شرط ہے۔ (معلم الحجاج/ص ۵۵)

مسئلہ:۔ ہوائی جہاز کے چند گھنٹوں کے سفر میں بھی عورت کے ساتھ محرم کا ہونا ضروری ہے کیونکہ سفر شرعی کے اڑتالیس میل پر احکام جاری ہو جاتے ہیں مثلاً نماز میں قصر وغیرہ۔
(فتاویٰ رحیمیہ/ ج۵/ص ۲۱۴)

بہنوئی کے ساتھ حج کرنا؟

مسئلہ:۔ بہنوئی کے ساتھ سفر کرنا شرعاً درست نہیں ہے۔

مسئلہ:۔ محرم وہ ہے جس سے نکاح کسی حال میں بھی جائز نہ ہو۔ سالی محرم نہیں ہے چنانچہ اگر (حج کے دوران) شوہر بیوی کو طلاق دیدے (اور عدت گزر جائے) یا بیوی کا انتقال ہوجائے تو سالی کے ساتھ نکاح ہوسکتا ہے اور نامحرم کو ساتھ لے جانے سے حاجی مجرم (گنہگار) بن جاتا ہے۔ (آپ کے مسائل/ ج۴/ص ۸۴)

منہ بولے بھائی کے ساتھ حج کرنا؟

سوال:۔ ایک لڑکی نے منہ بولے بھائی کے ساتھ حج کیا، کیا یہ اس کا محرم ہے، اس کے ساتھ نکاح جائز ہے؟

جواب:۔ کسی اجنبی آدمی کو بھائی بنانے سے وہ محرم نہیں بن جاتا، اس لئے اس سے نکاح جائز ہے عورت کا بغیر محرم کے سفر پر جانا گناہ ہے، حج تو ہوجائے گا لیکن عورت گنہگار ہوگی۔ منہ بولا بھائی محرم نہیں ہوتا اور اس کو محرم ظاہر کرنا غلط بیانی ہے۔
(آپ کے مسائل/ ج۴/ص ۸۵،۷۹)

شوہر کے سگے چچا وغیرہ کے ساتھ حج کرنا؟

مسئلہ:۔اگر آپ کی بیوی کی آپ کے چچا سے اور کوئی قرابت نہیں تو یہ دونوں ایک دوسرے کے لئے نامحرم ہیں اور آپ کے حقیقی چچا کے ساتھ حج پر جانا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ:۔عورت کا جیٹھ نامحرم ہے اور نامحرم کے ساتھ سفر پر جانا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ:۔بہن کا دیور محرم نہیں ہوتا اور محرم کے بغیر حج یا عمرہ کے لئے جانا جائز نہیں۔

مسئلہ:۔عورت اپنے دودھ شریک بھائی کے ساتھ حج کو جاسکتی ہے کیونکہ وہ محرم ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ/ ج۳/ص۱۸۹)

مسئلہ:۔عورت کا بیٹی کے سسر کے ساتھ حج کو جانا جائز نہیں ہے کیونکہ وہ محرم نہیں ہے۔

مسئلہ:۔ممانی شرعاً محرم نہیں، اس لئے وہ شوہر کے حقیقی بھانجے کے ساتھ حج پر نہیں جاسکتی۔

مسئلہ:۔عورت کا کسی ایسی عورت کے ساتھ سفر حج کرنا جس کا شوہر ساتھ ہو یا ایسی خاتون کے ساتھ جانا جن کے ساتھ ان کا محرم ہو جائز نہیں ہے۔(آپ کے مسائل/ ج۴/ص۸۶)

مسئلہ:۔پیر غیر محرم کے ساتھ عورت کو حج کا سفر جائز نہیں ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم/ ج۶/ص۵۴۰/ بحوالہ بحرالرائق/ ج۲/ص۳۸)

مسئلہ:۔عورت کے لئے دیور یا جیٹھ (شوہر کے سگے چھوٹے یا بڑے بھائی) محرم نہیں ہیں۔(فتاویٰ رحیمیہ/ ج۸/ص۳۰۷)

سفر بغیر محرم کے اور حج محرم کے ساتھ؟

سوال:۔اگر کوئی عورت حج کے لئے جائے، محرم ساتھ نہیں جاسکتا، مگر وطن سے سوار کرا سکتا ہے اور جدہ ائیر پورٹ پر اس کا بھائی موجود ہے تو ایسی عورت کے لئے کیا حکم ہے؟

جواب:۔وطن سے جدہ تک بغیر محرم کے سفر کرنے کا گناہ اس کے ذمہ بھی ہوگا۔ حج وعمرہ

ادا ہو جائے گا مگر آپ کا ہوائی جہاز کا سفر تنہا کرنا جائز نہیں ہے۔
(آپ کے مسائل/ ج ۴/ص ۸۰)

حج کرنے کے لئے غیر محرم کو محرم بنانا؟

سوال:۔ جو عورتیں غیر محرم کو محرم دکھا کر حج کرنے چلی جائیں ان کے لئے کیا حکم ہے؟
جواب:۔ محرم کے بغیر حج کا سفر جائز نہیں اور نامحرم کو محرم دکھا کر حج کا سفر کرنا دوہرا گناہ ہے لیکن اگر چلی جائے گی تو حج ہو جائے گا گو تنہا سفر کرنے کا گناہ ہوگا۔
(آپ کے مسائل/ ج ۴/ص ۸۲)

مسئلہ:۔ عورت چاہے کتنی ہی بوڑھی ہو اس کے لئے بلا محرم سفر حج حرام ہے، اگر چہ اس کے ساتھ دوسری عورتیں اپنے محارم کے ساتھ ہوں تو بھی جائز نہیں ہے، اگر مرتے دم تک محرم میسر نہ ہو تو حج بدل کی اس پر وصیت فرض ہے۔ (احسن الفتاویٰ/ ج ۴/ص ۵۲۳)

محرم کے بغیر بوڑھی عورت کا حج کرنا؟

مسئلہ:۔ عورت کا بغیر محرم کے سفر حج جائز نہیں، اگر چہ حج تو ہو جائے گا، لیکن اس ناجائز سفر کرنے کا گناہ الگ ہوگا۔ مگر چونکہ بوڑھی اماں کا سفر زیادہ فتنہ کا موجب نہیں، اس لئے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں ان کو رعایت مل جائے، تاہم بوڑھی اماں کو ناجائز سفر کرنے پر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرنا چاہئے۔ رہا یہ کہنا کہ ہزاروں عورتیں جن کا محرم نہیں ہوتا کیا وہ حج نہ کریں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ جب تک محرم میسر نہ ہو عورت پر حج فرض ہی نہیں ہوتا، اس لئے حج نہ کریں اور اگر حج کا بہت ہی شوق ہے محرم ملتا نہیں تو نکاح ثانی کرلیا کریں۔
(آپ کے مسائل/ ج ۴/ص ۴۷، ۸۳/ و ہکذا فی فتاویٰ رحیمیہ/ ج ۸/ص ۳۰۷/ وکفایت المفتی/ ج ۴/ص ۳۲۱)

....

ملازم کومحرم بنا کر حج کرنا؟

سوال:۔ میں اپنی مصروفیات کی بنا پر بیوی کے ساتھ حج پر نہیں جا سکتا، کیا میں اپنے ملازم کو محرم کی حیثیت سے بیوی کے ساتھ حج کے لئے بھیج سکتا ہوں؟

جواب:۔محرم ایسے رشتہ دار کو کہتے ہیں جس سے اس کے رشتہ کی وجہ سے نکاح جائز نہیں ہوتا جیسے عورت کا باپ، بھائی، بھتیجا، بھانجا۔ گھر کا ملازم محرم نہیں اور بغیر محرم کے حج پر جانا جائز نہیں ہے۔ آپ خود بھی گنہگار رہوں گے اور آپ کی بیگم اور ملازم بھی۔
(آپ کے مسائل/ ج ۴/ص ۸۶)

خود کو دوسرے کی بیوی ظاہر کر کے حج کرنا؟

سوال:۔ میرا مسئلہ دراصل کچھ یوں ہے کہ میرا نام محمد اکرام ہے میرے دوست کہ جس کا نام محمد اشرف ہے اب میرے دوست کا اپنے کفیل کے ساتھ جھگڑا ہو گیا۔ اس نے اپنی بیوی کو حج پر بلانا تھا، سو اس نے میرے نام پر اپنی بیوی کو حج پر بلایا یعنی اس نے نکاح نامہ پر بھی میرا نام لکھوایا اور کاغذی کارروائی میں وہ میری بیوی ہی بن کر یہاں آئی ہے اور میں ہی اس کو لینے کے لئے ایئر پورٹ گیا سکیورٹی والوں نے میرا اقامہ دیکھ کر میری بیوی جان کر اس کو باہر آنے دیا اور عورت اپنے اصل خاوند کے پاس ہے اس نے حج اپنے خاوند کے ساتھ کیا کیا یہ حج صحیح ہے؟

جواب:۔ فریضۂ حج تو اس محترمہ کا ادا ہو گیا مگر جعلسازی کے گناہ میں تینوں شریک ہیں، وہ دونوں میاں بیوی بھی اور آپ بھی۔ (آپ کے مسائل/ ج ۴/ص ۸۴)

بیوہ اور عدت والی عورت حج کیسے کرے؟

مسئلہ:۔ خاوند کا انتقال اگر ایسے وقت ہوا کہ حج کے وقت تک اس کی عدت پوری نہیں ہوتی

تو وہ عورت عدت پوری ہونے سے پہلے حج کا سفر نہ کرے۔(آپ کے مسائل/ج۴/ص۳۲/ وہکذا فتاویٰ دار العلوم/ج۶/ص۵۳۵/بحوالہ ردالمحتار/ج۲/ص۱۹۸/وفتاویٰ رحیمیہ/ج۵/ص۲۳۷)

مسئلہ:۔عورت عدت کی حالت میں اگر حج کرے گی تو حج ہو جائے گا لیکن گنہگار ہوگی۔ (معلم الحجاج/ص۸۶)

مسئلہ:۔عورت کو عدت کے دوران حج کے لئے جانا جائز نہیں ہے عدت گزر جانے کے بعد اگر محرم کے ساتھ جاسکتی ہو تو جائے اور اگر کوئی محرم میسر نہ آئے تو حج بدل کی وصیت کرے۔(فتاویٰ رحیمیہ/ج۸/ص۳۰۷)

حاملہ عورت کا حج؟

سوال:۔کیا حاملہ حج کر سکتی ہے؟ اگر کر سکتی ہے تو کیا وہ بچہ یا بچی جو اس کے پیٹ میں ہے اس کا بھی حج ہو گیا ہے یا نہیں؟

جواب:۔حاملہ عورت حج کر سکتی ہے۔ پیٹ کے بچے کا حج نہیں ہوتا۔ (آپ کے مسائل/ج۴/ص۳۴)

عورت کا متبنّٰی کے ساتھ حج کے لئے جانا؟

مسئلہ:۔عورت کو اپنے لے پالک (منہ بولا بیٹا، گود لیا ہوا) کے ساتھ یا ہمسایہ عورتوں کے ساتھ حج کے لئے جانا جائز نہیں ہے۔محرم نہ ملے تو حج بدل کرا دینا چاہئے، لیکن اس وقت کا حج بدل کرایا ہوا اس شرط کے ساتھ معتبر ہوگا کہ تمام عمر کوئی محرم نہ ملے اور اگر کسی وقت محرم مل گیا مثلاً نکاح کر لیا اور شوہر حج کے لئے ساتھ لے جانے پر راضی ہو گیا اور اس وقت بھی روپیہ بقدرِ حج عورت ومحرم موجود ہو یا بعد کو جمع ہو گیا تو حج دوبارہ کرنا پڑے گا۔(امداد الاحکام/ج۲/ص۱۵۷)

مسئلہ:۔وہ عورت جس نے بچپن سے کسی لڑکے کی پرورش کی اور اس کو اپنا متبنّٰی بیٹا بنایا ہے جب کہ بچہ عورت کو ماں اور عورت لڑکے کو بیٹا کہہ کر پکارتی ہو وہ لڑکا اس عورت کے حق

میں محرم نہیں ہے۔ اس کے ساتھ حج یا عمرہ کے لئے جانا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ متبنّٰی حقیقی بیٹا نہیں ہے۔ قرآن کریم کی سورۂ احزاب میں اس کی تفصیل موجود ہے۔
(آپ کے مسائل/ ج ۸/ص ۳۱۸)

حج کے لئے تنہا عورتوں کے قافلہ کا حکم؟

مسئلہ:۔ فطری اور قدرتی طور پر مرد کا میلان عورت کی طرف اور عورت کا مرد کی طرف ہوتا ہی ہے اور شیطان ملعون بھی معاصی میں مبتلا کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگاتا رہتا ہے۔ مشکوٰۃ شریف میں ص ۲۶۷/ کی حدیث میں ہے کہ ''مردوں کے حق میں عورتوں سے زیادہ ضرر رساں کوئی فتنہ نہیں''۔ من جملہ ضروریات شرعیہ کے ایک ضرورت حج کی ادائیگی بھی ہے جس کے لئے ضابطۂ شرعیہ اور فتنہ وفساد سے حفاظت کی ایک زائد احتیاطی تدبیر یہ ہے کہ عورت کے سفر میں محرم یا شوہر ساتھ ہو جو اس کی پورے طور پر حفاظت کر سکے ورنہ سفر حج کی بھی اجازت نہیں۔ اگر بغیر محرم کے جائے گی تو شرعی حکم کی خلاف ورزی کی وجہ سے گنہگار ہوگی۔ حالانکہ سفر میں عورتوں کی عصمت وناموس کی جس قدر حفاظت شوہر اور محرم کرسکتا ہے وہ عورتیں نہیں کرسکتیں، بلکہ خود وہ عورتیں بھی عصمت وپاکدامنی کی حفاظت کے لئے دوسروں کی محتاج ہیں۔

عورت کے حق میں محرم کی شرط اور ضرورت حج سے محرومی کا باعث نہیں بلکہ اس کی عصمت وناموس کی حفاظت وبدگمانی اور بدنامی اور تہمت سے بچانے کے لئے ہے جس کے بغیر عورت کی کوئی قیمت نہیں، لہٰذا عورتوں کو چاہئے کہ احکام شرعیہ کی قدر کریں اور شریعت کو اپنا محسن سمجھیں، رہا حج کو جانے کا معاملہ تو کوئی محرم نہ ملے تو شریعت حج بدل کی بھی اجازت دیتی ہے جس میں وہ پورے ثواب کی مستحب ہوگی اور مزید برآں شرعی حکم کی تابعداری کرنے والی اور مستحق اجر عظیم ہوگی۔ (فتاویٰ رحیمیہ/ ج ۸/ص ۳۲۱/ بحوالہ بخاری شریف/ ج ۱/ص ۴۴/ وابن ماجہ/ص ۲۹۷/ مسلم شریف/ ج ۱/ص ۴۳۴/ وہدایہ/ ج ۱/ص ۲۱۳)

حجاج کو رخصت کرنے کے لئے عورتوں کا جانا؟

مسئلہ:۔بعض جگہ یہ رواج ہے کہ حجاج کرام جب حج کے لئے جاتے ہیں تو اسٹیشن تک رخصت کرنے کے لئے عورتیں بھی جاتی ہیں۔اسٹیشن پر مرد اور عورتوں کا اختلاط ہوتا ہے، بے پردگی ہوتی ہے، یہ رسم مذموم اور بہت سی برائیوں پر مشتمل ہوتی ہے، لہٰذا قابلِ ترک ہے حج کے نام پر لوگوں نے عورتوں کا اجتماع اور اختلاط وغیرہ بہت سی ناجائز اور مکروہ رسومات ایجاد کر رکھی ہیں جو بجائے ثواب کے لعنت کی مستوجب بن رہی ہیں اس لئے اس رسم کو بالکل بند کر دینا چاہئے۔

(فتاویٰ رحیمیہ/ ج ۶ /ص ۴۰۴/ وہکذا فتاویٰ محمودیہ/ ج ۳/ص ۲۰۲)

عورت کا باریک دوپٹہ پہن کر حرمین شریفین میں آنا؟

مسئلہ:۔عورت کو ایسا کپڑا پہن کر باہر نکلنا حرام ہے جس سے بدن نظر آتا ہو یا سر کے بال نظر آتے ہوں۔

مسئلہ:۔ایسے باریک دوپٹہ میں نماز بھی نہیں ہوتی جس سے بال نظر آتے ہوں۔

مسئلہ:۔مکہ ومدینہ جا کر عام عورتیں مسجد میں جا کر جماعت کے ساتھ نماز پڑھتی ہیں اور مسجد نبوی ﷺ میں چالیس نمازیں پوری کرنا ضروری سمجھتی ہیں، یہ مسئلہ اچھی طرح یاد رکھنا چاہئے کہ حرمین شریفین میں نماز با جماعت کی فضیلت صرف مردوں کے لئے ہے عورتوں کو وہاں جا کر بھی اپنے گھر (قیام گاہ) میں نماز پڑھنے کا حکم ہے۔اور گھر میں نماز پڑھنا مسجد کی جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے افضل ہے۔

ذرا غور فرمائیں کہ آنحضرت ﷺ جب خود بنفس نفیس نماز پڑھا رہے تھے اسی وقت یہ فرما رہے تھے کہ ”عورت کا گھر میں نماز پڑھنا مسجد میں نماز جماعت کے ساتھ پڑھنے سے افضل ہے“۔جس نماز میں آنحضرت ﷺ امام وصحابہ کرامؓ مقتدی ہوں جب اس جماعت کے بجائے عورت کا گھر میں نماز پڑھنا افضل ہو تو آج کی جماعت عورت

کے لئے کیسے افضل ہو سکتی ہے؟ حاصل یہ کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ جا کر عورتوں کو اپنے اپنے گھروں میں نماز پڑھنی چاہئے اور یہ گھر کی نماز ان کے لئے حرمین شریفین کی نماز سے افضل ہے۔ حرم شریف میں طواف کے لئے آنا چاہئے لیکن مردوں کے ہجوم میں نہ گھسیں اور حجر اسود کا بوسہ لینے کی بھی کوشش (بھیڑ میں) نہ کریں ورنہ گنہگار ہوں گی، نیکی برباد گناہ لازم کا مضمون صادق آئے گا۔ (آپ کے مسائل/ ج ۴/ص ۱۱۹)

حج کے مبارک سفر میں عورتوں کے لئے پردہ؟

سوال:۔ حج کے موقع پر جب عورتوں سے کہا جاتا ہے پردہ کے لئے تو جواب یہ دیتی ہیں کہ اس مبارک سفر میں پردہ کی ضرورت نہیں ہے اور مجبوری بھی ہے، کیا حکم ہے پردہ کا؟

جواب:۔ احرام کی حالت میں عورت کو حکم ہے کہ کپڑا اس کے چہرہ کو نہ لگے لیکن اس حالت میں جہاں تک اپنے بس میں ہو نامحرموں سے پردہ کرنا ضروری ہے اور جب احرام نہ ہو تو چہرہ کا ڈھکنا لازم ہے۔ یہ غلط ہے کہ مکہ مکرمہ میں یا حج کے سفر میں پردہ ضروری نہیں۔ (آپ کے مسائل/ ج ۴/ص ۱۲۰/ وہکذا کتاب الفقہ/ ج ۱/ص ۱۵۴)

کیا لڑکی کا رخصتی سے پہلے حج ہو جائے گا؟

سوال:۔ ایک لڑکی کا نکاح ہو گیا ہے لیکن رخصتی نہیں ہوئی اور نہ ہی دونوں فریقوں کا دو سال تک رخصتی کا ارادہ ہے۔ لڑکا چاہتا ہے کہ وہ اپنے سعودی عرب کے قیام کے دوران اور رخصتی سے پہلے لڑکی کو اپنے ساتھ حج کروائے۔ تو کیا بغیر رخصتی کے لڑکی کو لڑکے کے ساتھ حج پر بھیجنا صحیح ہے؟

جواب:۔ لڑکا حج کرالے، دونوں کام ہو جائیں گے۔ رخصتی بھی اور حج بھی، جب نکاح ہو گیا تو دونوں میاں بیوی ہیں، رخصتی ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو۔

(آپ کے مسائل/ ج ۴/ص ۱۵۶)

مسئلہ:۔ اگر حج کی تیاری مکمل ہو جائے اور لڑکی کی منگنی (رشتہ) ہو جائے تو لڑکی اپنے

ماں باپ (یا محرم) کے ساتھ حج کے لئے جاسکتی ہے۔ (آپ کے مسائل/ ج ۴/ص ۳۳)

عورت پر حج کی فرضیت؟

سوال:۔ حج کیا مردوں پر فرض ہے یا عورتوں پر بھی؟

جواب:۔ عورت پر بھی حج فرض ہے جبکہ کوئی محرم میسر ہو اور اگر محرم میسر نہ ہو تو مرنے سے پہلے حج بدل کی وصیت کردے۔ (آپ کے مسائل/ ج ۴/ص ۳۳)

مسئلہ:۔ حج فرض کے لئے عورت کو اپنے شوہر سے اجازت لینا (جبکہ اس کے ساتھ کوئی محرم جارہا ہو) اور بیٹے کا باپ سے اجازت لینا ضروری نہیں ہے۔ (آپ کے مسائل/ ج ۴/ ص ۳۶/ وہکذا فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۴/ص ۵۲۸/ بحوالہ ردالمحتار/ ج ۱/ص ۲۰۰۔ وکتاب الفقہ/ ج ۱/ص ۳۲۱)

مسئلہ:۔ عورت پر حج اس وقت فرض ہوتا ہے کہ اس کے پاس اس قدر روپیہ ہو کہ دونوں کا خرچ اٹھا سکے یعنی اپنا خرچ اور محرم کا خرچ بھی اٹھا سکے۔

(فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۱/ص ۵۲۲/ بحوالہ عالمگیری/ ج ۱/ص ۲۰۳)

مسئلہ:۔ جس عورت کو اس کے شوہر یا لڑکے نے روپیہ دیا (تو وہ) اس روپیہ کی مالک ہوگئی اگر وہ روپیہ اتنا ہے کہ حج کے سفر کے لئے کافی ہے اور اس کے محرم کا خرچ بھی پورا ہو سکتا ہے تو اس عورت کے ذمہ حج فرض ہے اپنے محرم کے ساتھ حج کو جانا چاہئے۔

(فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۴/ص ۵۲۱/ بحوالہ ہدایۃ کتاب الحج/ ج ۱/ص ۲۱۵)

عورتوں کے پاس محرم کا خرچ نہ ہو تو؟

مسئلہ:۔ اگر عورت کے پاس بقدرِ ضرورت حج مال موجود ہو مگر ساتھ جانے کے لئے کوئی محرم نہیں ملتا یا ملتا ہے مگر وہ اپنا خرچ برداشت نہیں کرسکتا، اور عورت کے پاس اتنا مال نہیں کہ وہ اپنے خرچ کے علاوہ محرم کا خرچ بھی خود برداشت کرے تو اس عورت پر بھی لازم ہے کہ اپنی طرف سے حج بدل کرائے یا وصیت کرے کہ میرے مرنے کے بعد میری طرف سے میرے مال سے حج بدل کرادیا جائے۔ (احکام حج/ص ۱۸۸/ وہکذا امداد الفتاویٰ/ ج ۲/ص ۱۵۶)

عورتوں کے لئے مخصوص ہدایات

مندرجہ ذیلی مسائل میں عورتوں کا حکم مردوں سے بالکل الگ ہے۔

(۱) عورتوں کا احرام صرف اتنا ہے کہ وہ اپنا سر ڈھانک لیں اور چہرہ کھولے رکھیں۔

(۲) سلے ہوئے کپڑے عورتوں کے لئے منع نہیں ہیں۔

(۳) عورتیں تلبیہ آہستہ آواز سے پڑھیں۔

(۴) ناپاکی کی حالت یعنی حیض ونفاس میں دعاوتلبیہ پڑھ کراحرام باندھ لیں۔ نماز نہ پڑھیں۔

(۵) سر کے بالوں کوایک کپڑے سے باندھ لیں تاکہ کوئی بال ٹوٹ کرنہ گرجائے اور یہ کپڑا (رومال) صرف احتیاط کے لئے ہے (بعض حضرات اس کوعورت کا احرام سمجھتے ہیں جو صحیح نہیں ہے)۔

(۶) صفاومروہ کے درمیان سعی کے دوران ہرے کھمبوں یعنی ہری ٹیوب لائٹ کے درمیان دوڑنا عورتوں کے لئے مستون نہیں ہے۔

(۷) احرام کھولتے وقت بالوں کے آخر سے صرف انگلی کے ایک پوروے کے برابر بال کاٹ لینا کافی ہے۔

(۸) ناپاکی کی حالت میں طواف کے علاوہ حج کے تمام ارکان ادا کرسکتی ہے۔

(۹) ایام نحر یعنی دس، گیارہ، بارہ تاریخ میں پاکی کی حالت نہ ہوتو طوافِ زیارت کو پاک ہونے تک مؤخر کردیں ان پر کوئی جرمانہ نہ ہوگا۔

(۱۰) جدہ یا مکہ مکرمہ پہنچنے کے بعد شوہر یا محرم کا انتقال ہوجائے یا طلاق ہوجائے تواسی حالت میں حج کے ارکان ادا کرسکتی ہے۔

(۱۱) اگر عورتیں واپسی کے وقت ماہواری کے ایام میں مبتلا ہوجائیں توان سے طوافِ وداع معاف ہوجاتا ہے۔

(۱۲) اضطباع: یعنی احرام چادر داہنی بغل کے نیچے سے نکال کر بائیں کندھے پر ڈالنا

عورتوں کے لئے نہیں ہے۔

(۱۳) عورتوں کو رمی کرتے وقت ہاتھ اتنا اونچا نہ اٹھانا چاہئے کہ بغل نظر آئے۔

(۱۴) رمل: یعنی طواف کے شروع کے تین چکروں میں جھپٹ کر تیزی سے قدم نزدیک رکھ کر چلنا عورتوں کے لئے مسنون نہیں ہے، عورتیں اپنی ہی چال سے چلیں۔ (محمد رفعت قاسمی)

عورتوں کا احرام

مسئلہ:۔ عورتوں کا احرام اور حج بھی مردوں کی طرح ہے فرق یہ ہے کہ عورت کو سلے ہوئے کپڑے پہنے رہنا چاہئے سر کو بھی چھپانا چاہئے صرف چہرہ پر کپڑا نہ لگنا چاہئے چہرہ کھلا رہنا چاہئے۔

مسئلہ:۔ عورت کے لئے موزے دستانے پہننا جائز ہے، پہننا اولیٰ ہے، زیور بھی پہن سکتی ہے۔ (معلم الحجاج/ص۱۱۰)

مسئلہ:۔ حالتِ حیض ونفاس میں بھی احرام باندھ سکتی ہے مگر اس حالت میں دوگانہ یعنی دو رکعت نفل احرام نہ پڑھے۔ (احکام حج/ص۳۴/حضرت مفتی شفیعؒ)

مسئلہ:۔ عورت کو حیض ونفاس میں چونکہ نماز پڑھنی ناجائز ہے اس لئے غسل یا وضو کر کے قبلہ رو بیٹھ کر نیت کر کے تلبیہ پڑھ لینا چاہئے نماز نہ پڑھے۔ (معلم الحجاج/ص۱۰۶)

مسئلہ:۔ عورت کو سر ڈھانکنا واجب ہے اور منہ پر کپڑا لگانا منع ہے سر پر سے کپڑا اس طرح لٹکانا کہ چہرہ نہ لگے بہتر ہے اور سلے ہوئے کپڑے پہننے جائز ہیں۔

مسئلہ:۔ عورت کو چاہئے کہ احرام کی حالت میں سر پر چھوٹا سا رومال باندھے تاکہ سر نہ کھلے اور یہ سر پر رومال باندھنے کا حکم وجوبِ ستر کے لئے ہے یعنی سر کے بالوں کو چھپانے کے لئے ہے نہ کہ احرام کے لئے، کیونکہ عورت کے سر کا یہ (رومال) احرام نہیں ہے چنانچہ اگر سر کھلا رہے تو جنایت (دم وغیرہ) نہ ہوگی رومال باندھنا اجنبی مرد کے آگے واجب ہے اور سر کھولنا گناہ ہے۔

مسئلہ:۔عورت کیلئے سر کا رومال احرام میں داخل نہیں ہے پس اگر غسل کیلئے (یا وضو میں مسح کرنے کے لئے) کھولے تو جنایت لازم نہ ہوگی یہ اس لئے بھی ہے کہ بال ٹوٹنے سے محفوظ رہیں۔

مسئلہ:۔عورت کو حیض ونفاس میں تمام افعال کرنے جائز ہیں صرف طواف کرنا اور نماز پڑھنا منع ہے۔اگر احرام سے پہلے حیض آجائے تو غسل کر کے احرام باندھ کر سب افعال کرے مگر سعی وطواف ونماز نہ پڑھے۔

مسئلہ:۔عورت کو تلبیہ زور سے پڑھنا منع ہے، صرف اس قدر زور سے پڑھے کہ خود سن لے۔(معلم الحجاج/ص ۱۱۵)

مسئلہ:۔خنثیٰ مشکل یعنی جس شخص کا مرد یا عورت ہونا معلوم نہ ہو تمام احکام میں وہ مثل عورت کے ہے اس کو کسی اجنبی عورت یا مرد کے ساتھ تنہائی جائز نہیں ہے۔

(معلم الحجاج/ص ۲۲۹)

مسئلہ:۔عورت احرام کی حالت میں اگر ہتھیلی پر مہندی لگائے گی تو دم واجب ہوگا۔

(معلم الحجاج/ص ۲۲۹)

مسئلہ:۔احرام کی حالت میں روٹی پکاتے ہوئے کچھ بال جل گئے تو صدقہ دے اور اگر مرض کی وجہ سے گر گئے یا سوتے ہوئے جل گئے تو کچھ واجب نہیں ہے۔

(معلم الحجاج/ص ۲۳۹)

مسئلہ:۔عورتوں کو احرام باندھنے کے لئے کسی خاص قسم کا لباس پہننا لازم نہیں ہے، اس لئے خواتین احرام میں سلے ہوئے کپڑے بدستور پہنی رہیں، خواہ وہ کسی رنگ کے ہوں، ان کا احرام یہ ہے کہ وہ چہرہ کھلا رکھیں اور ہاتھوں میں دستانے نہ پہنیں یہی اولیٰ ہے البتہ غیر محرم مرد ہوں تو چہرہ پر کسی چیز سے اوٹ بھی کر سکتی ہیں اور کسی کپڑے سے ہاتھوں کو بھی چھپا سکتی ہیں۔(آپ کے مسائل/ج /ص ۸۹)

مسئلہ:۔عورت کے لئے افضل یہی ہے کہ حالت احرام میں موزے پہنے رہے کیونکہ اس

میں زیادہ پردہ ہے اور اگر اس کے کپڑے ڈھیلے اور تمام بدکو ڈھانکنے والے ہوں تو وہی کپڑے کافی ہیں۔

مسئلہ:۔عورت نے احرام کے وقت موزے پہنے تھے اور بعد میں اتار دیئے تو بھی کوئی حرج نہیں ہے جیسے کوئی شخص احرام کے وقت جوتے پہنتا ہے لیکن بعد میں اتار دیتا ہے تو کوئی حرج نہیں۔(حج بیت اللہ کے اہم فتاوی/ص ۲۴)

مسئلہ:۔احرام کے لئے غسل کرنا سنت مؤکدہ ہے، گو محض وضو کرلینا اصل سنت کے قائم مقام عمل ہے لیکن غسل کرنا افضل ہے اور یہ غسل ستھرائی کے پیش نظر ہوگا پاک ہونے کے لئے نہیں، لہٰذا حیض ونفاس کی حالت میں غسل کرنا چاہئے۔

مسئلہ:۔اگر پانی دستیاب نہ ہوتو غسل ساقط ہوجائے گا اس کے بجائے تیمم مشروع نہیں ہے، اس لئے کہ صفائی وستھرائی جو اس غسل کی غرض ہے وہ تیمم سے حاصل نہیں ہوتی۔
(کتاب الفقہ/ ج ۱/ص ۱۰۴۸)

مسئلہ:۔حالتِ احرام میں عقد نکاح جائز ہے کیونکہ احرام باندھنا عورت کو عقد نکاح کی صلاحیت سے مانع نہیں، البتہ ہم بستری ممنوع ہے۔(کتاب الفقہ/ ج ۱/ص ۱۰۵۳)

مسئلہ:۔حالت احرام میں ہم بستری کی طرح وہ حرکات جن سے اس کی خواہش پیدا ہوتی ہے وہ بھی حرام ہیں مثلاً بوسہ لینا، بدن سے بدن ملانا۔(کتاب الفقہ/ ج ۱/ص ۱۰۵۳)

کیا عورتوں کو احرام میں چہرہ کھلا رکھنا چاہئے؟

مسئلہ:۔یہ صحیح ہے کہ احرام کی حالت میں چہرے کو ڈھکنا جائز نہیں۔لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ احرام کی حالت میں عورت کو پردہ کی چھوٹ ہوگئی، نہیں! بلکہ جہاں تک ممکن ہو پردہ ضروری ہے یا تو سر پر کوئی چھجا (ہیٹ، ٹوپ) سا لگایا جائے اور اس کے اوپر سے کپڑا اس طرح ڈالا جائے کہ پردہ ہوجائے مگر کپڑا چہرہ کو نہ لگے یا عورت اپنے ہاتھ میں پنکھا وغیرہ رکھے (جہاں مردوں کا سامنا ہو) اسے چہرہ کے آگے کرلیا جائے، اس میں شبہ نہیں کہ حج کے طویل اور پُرہجوم سفر میں عورت کے لئے پردہ کی پابندی بڑی مشکل ہے

لیکن جہاں تک ہوسکے پردہ کا اہتمام کرنا ضروری ہے اور جو اپنے بس سے باہر ہو تو اللہ تعالیٰ معاف فرمائیں گے۔ (آپ کے مسائل/ج ۴/ص ۸۸)

مسئلہ:۔ اگر کسی عورت کے احرام کی حالت میں چہرہ پر برقع کا نقاب ہوا سے اڑ کر پڑے یا سوتے میں چادر وغیرہ تو ایک گھنٹہ سے کم ہو تو جزاء اس کی نصف صاع صدقہ واجب ہے اور اگر بار بار پڑتا رہے تو ایک مٹھی صدقہ کردے۔ (احسن الفتاویٰ/ج ۴/ص ۵۳۵)

عورت کا احرام کے اوپر سے مسح کرنا؟

سوال:۔ آج کل دیکھا گیا ہے کہ عورتیں جو احرام باندھتی ہیں تو بال بالکل ڈھک جاتے ہیں اور اس کے سر کے اوپر سے بار بار اتارنا عورتوں کے لئے مشکل ہوتا ہے تو کیا سر کا مسح اسی کپڑے کے اوپر ٹھیک ہے؟

جواب:۔ عورتیں جو سر کے اوپر رومال (کپڑا) باندھتی ہیں اس کا احرام سے کوئی تعلق نہیں، یہ رومالی صرف اس لئے باندھی جاتی ہے کہ بال بکھریں اور ٹوٹے نہیں۔ عورتوں کو اس رومال پر مسح کرنا صحیح نہیں بلکہ رومال اتار کر سر پر مسح کرنا لازم ہے۔ اگر رومال ہی پر مسح کیا سر پر مسح نہیں کیا تو نہ وضو ہوگا، نہ نماز ہوگی، نہ طواف ہوگا، نہ حج ہوگا، نہ عمرہ۔ کیونکہ یہ افعال بغیر وضو جائز نہیں اور سر پر مسح کرنا فرض ہے بغیر مسح کے وضو نہیں ہوتا۔

(آپ کے مسائل/ج ۴/ص ۹۰)

مسئلہ:۔ عورتیں احرام میں سر پر رومال باندھنا ضروری سمجھتیں ہیں اور اس کو احرام سمجھتی ہیں، یہ جہالت ہے، غیر محرم سے سر اور چہرہ کا پردہ فرض ہے اور بالوں کی حفاظت کے لئے سر پر رومال باندھنا بھی فی نفسہٖ جائز ہے۔ (احسن الفتاویٰ/ج ۴/ص ۵۶۶)

عورتوں کے لئے حج کے ضروری مسائل

سوال:۔ میرا حج کا ارادہ ہے مگر بہت پریشان ہوں کہ اگر حج کے دوران خاص ایام شروع ہوجائیں تو کیا کرنا چاہئے اور مسجد نبوی ﷺ میں چالیس نمازوں کا کیا حکم ہے؟

جواب:۔آپ کی پریشانی مسئلہ نہ معلوم ہونے کی وجہ سے ہے۔ حج کے افعال میں سوائے بیت اللہ شریف کے طواف کے کوئی چیز ایسی نہیں جس میں عورتوں کے خاص ایام رکاوٹ ہوں اگر حج یا عمرہ کا احرام باندھنے سے پہلے ایام شروع ہوجائیں تو عورت غسل یا وضو کرکے حج کا احرام باندھ لے، احرام باندھنے کے بعد جو دو رکعتیں پڑھی جاتی ہے وہ نہ پڑھے۔ حاجی کے لئے مکہ مکرمہ پہنچ کر پہلا طواف (جسے طواف قدوم کہا جاتا ہے) سنت ہے، اگر عورت خاص ایام میں ہوتو یہ طواف چھوڑ دے منٰی جانے سے پہلے اگر پاک ہو جائے تو طواف کرلے ورنہ ضرورت نہیں اور نہ اس پر کوئی کفارہ لازم ہے۔

دوسرا طواف دس تاریخ کو کیا جاتا ہے جس کو طواف زیارت کہتے ہیں یہ حج کا فرض ہے، اگر عورت اس دوران خاص ایام میں ہوتو طواف میں تاخیر کرے پاک ہونے کے بعد طواف کرے۔ تیسرا طواف مکہ مکرمہ سے رخصت ہونے کے وقت کیا جاتا ہے یہ واجب ہے۔ لیکن اگر اس دوران عورت خاص ایام میں ہوتو اس طواف کو بھی چھوڑ دے اس سے یہ واجب بھی ساقط ہوجاتا ہے باقی منٰی عرفات مزدلفہ میں جو مناسک ادا کئے جاتے ہیں ان کے لئے عورت کا پاک ہونا کوئی شرط نہیں ہے۔

اور اگر عورت نے عمرہ کا احرام باندھا تھا تو پاک ہونے تک عمرہ کا طواف وسعی نہ کرے اور اگر اس صورت میں اس کو عمرہ کے افعال ادا کرنے کا موقع نہ ملا کہ (حج کے لئے) منٰی کی روانگی کا وقت آگیا تو عمرہ کا احرام کھول کر حج کا احرام باندھ لے یعنی بغیر نفل پڑھے وضو کرکے حج کے احرام کی نیت کرلے اور یہ عمرہ کا جو احرام توڑ دیا تھا اس کی جگہ بعد میں عمرہ کرلے۔

مسجد نبوی ﷺ میں چالیس نمازیں پڑھنا مردوں کے لئے مستحب ہے، عورتوں کے لئے نہیں، عورتوں کے لئے مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ میں بھی مسجد کے بجائے اپنے گھر (قیام گاہ) میں نماز پڑھنا افضل ہے۔

(آپ کے مسائل/ج ۴/ص ۱۱۸/ وہکذا فی فتاویٰ دارالعلوم/ج ۶/ص ۵۴۶)

مسئلہ:۔اگرعورت کواحرام کی حالت میں حیض یانفاس آجائے توعورت پاکی کاانتظار کرے گی، پاک ہونے کے بعدطواف اورسعی کرے گی اور بال کٹوا کرعمرہ پورا کرلے گی اوراگرعمرہ کے بعدآیایا آٹھویں ذی الحجہ کااحرام باندھنے کے بعدحیض یانفاس آجائے توحج کے تمام اعمال ادا کرے گی،وقوف عرفہ،وقوف مزدلفہ،کنکریاں مارنا،تلبیہ وذکرِالٰہی سب کچھ کرے گی۔

اوراگرحج کے طواف وسعی کے بعدحیض یانفاس آجائے توطوافِ وداع ساقط ہوجائے گا،کیونکہ حائضہ ونفاس والی عورت پرطوافِ وداع نہیں ہے۔

(حج بیت اللہ کے اہم فتاویٰ/ص ۵۲)

مسئلہ:۔عورتیں حیض یانفاس کی حالت میں ہوں توحج کے تمام اعمال انجام دیں صرف طواف بیت اللہ اورسعی صفاومروہ نہ کریں،طواف اس لئے نہ کریں کہ طواف کے لئے پاکی شرط ہےاورسعی اس لئے نہ کریں کہ سعی طواف کے بغیرنہیں ہوتی۔

(آپ کے مسائل/ج ۴/ص ۸۹)

مسئلہ:۔عورتوں کے لئے اس حال میں حجراسود کوچومنا بالکل حرام ہے جبکہ اجنبی مردوں کے ساتھ جسم لگنے کااحتمال ہو۔(احسن الفتاویٰ/ج ۴/ص ۸۹)

مسئلہ:۔حضورﷺ کے روضۂ مبارک کے سامنے حاضری کے لئے دھکابازی خصوصاً عورتوں کاغیرمحرم کے ہجوم میں داخل ہوناحرام ہے۔ایسی حالت میں دور سے درودوسلام پڑھیں۔(احسن الفتاویٰ/ج ۴/ص ۵٦۸)

عرفات میں حائضہ کاآیت کریمہ وغیرہ پڑھنا؟

مسئلہ:۔عورت حیض یانفاس کی حالت میں قرآن مجیدکی کوئی بھی آیت تلاوت کی نیت سے نہیں پڑھ سکتی، البتہ قرآن مجیدکی وہ آیت یاسورت جس میں دعایااللہ کی حمدوثناہو۔ دعااورذکرکی نیت سے پڑھناچاہےتوپڑھ سکتی ہے۔

مسئلہ:۔عورت حیض یانفاس سے ہواورجس (مردیاعورت) پرنہاناواجب ہواس کو

مسجد میں جانا بیت اللہ شریف کا طواف کرنا اور قرآن شریف پڑھنا اور اس کو چھونا درست نہیں ہے۔

مسئلہ:۔اگر الحمد کی پوری سورت (سورۂ فاتحہ) دعا کی نیت سے پڑھے اور دعائیں جو قرآن شریف میں آئی ہیں ان کو دعا کی نیت سے پڑھے تلاوت کے ارادہ سے نہ پڑھے تو درست ہے، اس میں کچھ گناہ نہیں ہے جیسے یہ دعا: ''رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ'' اور ''رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِن نَّسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا'' آخر تک جو سورۂ بقرہ کے اخیر میں ہے یا اور کوئی دعا جو قرآن شریف میں آئی ہو دعا کی نیت سے سب کا پڑھنا درست ہے لہٰذا مذکورہ صورت میں عورت حالت حیض ونفاس میں میدان عرفات میں ذکر اور دعا کی نیت سے سورۂ اخلاص (قل ھو اللہ احد ذکر کی نیت سے پڑھ سکتی ہے)۔تلاوت کی نیت سے نہ پڑھے۔(فتاویٰ رحیمیہ/ج۹/ص ۱۱۸)

(آیت کریمہ ﴿لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنتُ مِنَ الظَّالِمِينَ﴾ بھی ذکر کی نیت سے پڑھ سکتی ہے البتہ قرآنی دعاؤں کے حروف کو نہ چھوئے ذکر کے طور پر زبانی پڑھے)۔(محمد رفعت قاسمی)

مسئلہ:۔وقوفِ عرفات کے لئے پاک ہونا بھی شرط نہیں ہے، اگر کوئی عورت حیض یا نفاس کی وجہ سے ناپاکی کی حالت میں ہو تو اس حالت میں وقوف عرفات درست ہو جائے گا۔(احکام حج/ص ۶۵/ وہکذا فی معلم الحجاج/ص ۱۶۳)

طواف کے دوران اگر بالغ ہو جائے؟

سوال:۔ایک لڑکی نے اپنے والدین کے ساتھ عمرہ کا طواف کیا اور پھر سعی کی اور سعی کے بعد لڑکی نے اپنی والدہ کو حیض کے شروع ہونے کی اطلاع کی۔ماں نے اس سے دریافت کیا یہ کب سے شروع ہوا؟ تو اس نے بتایا کی طواف کے دوران شروع ہوا۔گویا حالت حیض میں اس نے پورا یا طواف کا اکثر حصہ ادا کیا پھر اسی حالت میں سعی بھی کی اس کے لئے کیا حکم ہے؟

جواب:۔لڑکی کو چاہئے تھا کہ عمرہ کا احرام نہ کھولتی بلکہ پاک ہونے کے بعد دوبارہ طواف وسعی کرتی بہرحال چونکہ اس نے احرام نابالغی کی حالت میں باندھا تھا، اس لئے اس پر دم جنایت نہیں ہے مناسک ملا علی قاری میں ہے کہ: ''اگر بچہ نے ممنوعات احرام میں سے کسی بھی چیز کا ارتکاب کیا تو اس کے ذمہ کچھ نہیں'' خواہ یہ ارتکاب بلوغ کے بعد ہو، کیونکہ وہ اس سے پہلے مکلف نہیں تھا۔(آپ کے مسائل/ج۴/ص۱۱۵)

مسئلہ:۔حرمین شریفین میں نماز پڑھنے کے لئے عورتوں کا ماہواری کو روکنے کے لئے دوائی استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔(آپ کے مسائل/ج۱/ص۱۰۹)

مسئلہ:۔عورت کو ایام حیض میں سعی کو طواف سے پہلے کرنا صحیح نہیں، پاک ہونے کے بعد طواف وسعی کر کے احرام کھولے۔اس وقت تک احرام میں رہے۔

(آپ کے مسائل/ج۱/ص۱۰۹)

مسئلہ:۔اگر دوران طواف عورت کو حیض آجائے تو طواف کو وہیں روک دے اور جب حیض سے پاک ہوجائے تو نئے سرے سے طواف کا اعادہ کرے۔(ایضاح المناسک/ص۱۲۱)

مسئلہ:۔عورت حیض سے ایسے وقت میں پاک ہوئی کہ بارہویں تاریخ کے آفتاب غروب ہونے میں اتنی دیر ہے کہ غسل کر کے مسجد میں جا کر پورا طواف یا صرف چار چکر کرسکتی ہے اور اس نے نہیں کیا تو دم واجب ہوگا اور اتنا وقت نہ ہو تو کچھ واجب نہیں ہے۔

(معلم الحجاج/ص۱۸۰)

مسئلہ:۔عورت جانتی ہے کہ حیض عنقریب آنے والا ہے اور ابھی حیض آنے میں اتنا وقت باقی ہے کہ پورا طواف یا چار پھیرے کرسکتی ہے، لیکن نہیں کیا اور حیض آگیا پھر ایام نحر گزرنے کے بعد پاک ہوئی تو دم واجب ہوگا اور اگر چار پھیرے نہیں کرسکتی تو کچھ واجب نہیں ہوگا۔(معلم الحجاج/ص۱۸۰/ وھکذا فی منتخبات نظام الفتاویٰ/ج۱/ص۱۵۶)

عورت احرام سے نکلنے کے لئے کتنے بال کاٹے؟

سوال:۔حج میں مرد قربانی کے بعد سر منڈاتے ہیں اور عورت اپنے سر کے بال کتنے کاٹے

اور یہ کہ سر کے نیچے کے بال کاٹے جائیں یا پیشانی کے بال بھی کاٹے جاسکتے ہیں؟
جواب:۔ایک انگلی کے برابر یعنی ایک انگلی کی تہائی مقدار تمام سر کے بال کاٹ دے۔(فتاویٰ محمودیہ/ج ۱/ص ۲۰۷)

(عورت اپنے تمام سر کے بالوں کو مٹھی میں پکڑ کر نیچے سے انگلی کے ایک پورے کے برابر بال خود کاٹ لے یا کسی دوسری عورت سے یا کسی محرم سے کٹوالے اور جتنے بھی عمرے کرے گی اتنی ہی مرتبہ اتنے بال کاٹنا ضروری ہیں اور اتنے ہی حج کے موقع پر کاٹے جائیں گے)۔(محمد رفعت قاسمی)

طوافِ زیارت کے وقت حیض آجائے تو؟

سوال:۔اگر کسی عورت کی بارہ ذی الحجہ کی فلائٹ ہے اور وہ اپنے خاص ایام میں ہے تو کیا وہ طواف زیارت (حج کا طواف) ترک کر کے وطن آجائے اور دم دیدے یا کوئی مانع چیز مثلاً دوائی وغیرہ استعمال کر کے طواف ادا کرے؟

جواب:۔طوافِ زیارت حج کا رکن عظیم ہے۔ جب تک طواف زیارت نہ کیا جائے میاں بیوی ایک دوسرے کے لئے حلال نہیں ہوتے بلکہ اس معاملہ میں احرام بدستور باقی رہتا ہے، اس لئے خواتین کو ہرگز طواف زیارت ترک نہیں کرنا چاہئے بلکہ پرواز چھوڑ دینی چاہئے۔

مسئلہ:۔اگر کوئی شخص اس طواف کے بغیر وطن واپس آگیا تو اس پر لازم ہے کہ نیا احرام باندھے بغیر واپس مکہ مکرمہ جائے اور جا کر طواف زیارت کرے جب تک نہیں کرے گا میاں بیوی کے تعلق کے حق میں احرام رہے گا اور اس کا حج بھی نہیں ہوتا اور اس کا کوئی بدل بھی نہیں، دم دینے سے کام نہیں چلے گا واپس جا کر طواف کرنا ضروری ہوگا۔(تاخیر کی وجہ سے مرد پر دم بھی واجب ہوگا) جو خواتین ان دنوں ناپاک ہوں ان کو چاہئے کہ اپنا سفر ملتوی کر دیں اور جب تک پاک ہو کر طواف نہیں کر لیتیں مکہ مکرمہ سے واپس نہ جائیں۔اگر کوئی تدبیر ایام کے روکنے کی ہوسکتی ہے تو پہلے سے اس کا اختیار کرنا

جائز ہے۔ (آپ کے مسائل/ ج ۴/ص ۱۴۷)

مسئلہ:۔اگرعورت کے لئے مانع حیض دوا کا استعمال مضر نہ ہوعورت اسے برداشت کرسکتی ہواوراس کا تجربہ بھی ہوتو حیض کوروکنے کی دوا کے استعمال کی صورت بھی اختیار کی جاسکتی ہے۔(فتاویٰ رحیمیہ/ ج ۸/ص ۲۷۹/ وج ۶/ص ۴۰۴/ وہکذا حج بیت اللہ کے اہم فتاویٰ/ص ۵۳)

مسئلہ:۔اگرعورت حیض کی وجہ سے طواف زیارت اس کے وقت میں نہ کر سکے تو دم واجب نہ ہوگا پاک ہونے کے بعد طواف زیارت کرے۔(معلم الحجاج/ص ۱۸۰)

مسئلہ:۔اگرطواف کے دوران وضوٹوٹ جائے تو اسی جگہ طواف کا سلسلہ روک دینالازم ہے اوروضوکر کے وہاں سے طواف کی تکمیل کی جاسکتی ہے، لیکن بہتر یہ ہی ہے کہ نئے سرے سے طواف کا اعادہ کیا جائے۔(سعی میں وضوکی شرط نہیں ہے)۔

(اوجزالمناسک/ ۵۳۰)

مجبوری کے وقت حیض کی حالت میں طوافِ زیارت کرنا؟

سوال:۔آج کل حج کے سفر میں آمدورفت کی تاریخ پہلے ہی سے متعین ہوتی ہے تبدیل کرانا مشکل ہوتا ہےاورکافی پریشانی ہوتی ہےتو کیاایسی مجبوری کی حالت میں عورت حیض کی حالت میں طواف زیارت کرسکتی ہے یانہیں؟

جواب:۔حیض کی حالت میں حج کا رکن عظیم ''طواف زیارت'' کرنا بہت سنگین گناہ ہے، حدث اکبر یعنی ناپاکی کی حالت میں مسجد حرام میں داخل ہونا پڑے گااورکافی وقت وہاں گزارنا ہوگا، جبکہ اس حالت میں مسجد میں داخل ہونا ہی حرام ہےتو اس حالت میں بیت اللہ شریف میں داخل ہونااورطواف زیارت جیسے اہم رکن کوادا کرنا کیسے گوارہ کیاجاسکتا ہے؟

لہٰذا پاک ہونے کے بعد ہی طواف زیارت کرنے کی کوشش کرے۔آج کل جہازوں کی کثرت ہے، کوشش کرنے پر کامیابی ہوسکتی ہے، معلم اورذمہ دارلوگوں سے مل کربھی اس کا حل نکل سکتا ہے، ناممکن نہیں ہے۔اگروہاں ٹھہرنے میں اخراجات میں تنگی کا

اندیشہ ہے تو کسی سے قرض لے کر یا چندہ کر کے یہاں تک کہ رقم ختم ہونے کی صورت میں زکوٰۃ کی رقم لے کر بھی انتظام کرنا جائز ہوگا یہ سب امور حیض کی حالت میں طواف زیارت کرنے سے اہون (آسان) ہیں، سہولت پسندی اور سستی سے ہرگز کام نہ لیا جائے۔

اگر مسئلہ نہ جاننے کی وجہ سے ایسی صورت میں طواف کرلیا گیا تو حکماً حج پورا ہو جائے گا اور احرام سے بھی پوری طرح عورت حلال ہو جاتی ہے لیکن پورا اونٹ یا گائے پوری ذبح کرنا لازم ہوگا، باقی شرعاً جان بوجھ کر ایسی حالت میں طواف کرنے کا حکم یا فتویٰ نہیں دیا جائے گا۔

اور ارادۃً (جان بوجھ کر) ایسی صورت میں یہ کام کرنا اور بعد میں جزاء اس کی دے کر سبکدوش ہو جائیں ہرگز ہرگز جائز نہیں۔ نہ یہ گناہ فدیہ سے معاف ہو سکتا ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ/ ج ۸/ص ۲۸۰)

سخت مجبوری میں گنجائش کی ایک شکل

ایک اور مسئلہ خاص طور پر خواتین سے متعلق ہے وہ یہ کہ اگر ایام نحر میں (دس، گیارہ، بارہ ذی الحجہ میں) کسی عورت کو ناپاکی کی بناء پر طواف زیارت کا موقع نہ مل سکے اور بعد میں اتنے روز ٹھہرنے کا بھی نظم نہ ہو کہ وہ پاک ہونے کے بعد طواف زیارت کر کے وطن لوٹ سکے اور ایسی ناگزیر مشکل سامنے آجائے کہ پاکی کے ساتھ اس سفر میں طواف کا موقع ہی نہ رہے تو اس میں شرعی گنجائش فقہاء نے دی ہے۔ اس بارے میں بھی مذکورہ فقہی اجتماع منعقدہ ذی قعدہ/ ۱۴۲۷ھ/ نے مندرجہ ذیل تجویز بکمال احتیاط منظور کی ہے۔

اگر طواف زیات سے قبل کسی عورت کو حیض آجائے تو اس پر ایسی تدابیر اختیار کرنا ضروری ہے جس سے وہ پاک ہونے کے بعد طواف زیارت کر کے ہی مکہ مکرمہ سے واپس ہو سکے جیسے ٹکٹ اور ویزے کی تاریخ بڑھانا۔ یا حج کمیٹی سے روانگی کو مؤخر کرانا وغیرہ اور اگر کوئی ایسی صورت ممکن نہ ہو سکے اور دوبارہ وطن سے واپسی بھی مشکل ہو اور وہ

حالت حیض ہی میں طواف زیارت کرے تو اگرچہ وہ گنہگار ہوگی لیکن اس کا یہ طواف زیارت شرعاً معتبر ہوجائے گا اور وہ پوری طرح حلال ہوجائے گی یعنی احرام کی پابندیاں ختم ہوجائیں گی، مگر اس پر ایک بدنہ یعنی بڑے جانور (گائے یا اونٹ) کی قربانی جنایت میں لازم ہوگی اور اگر قربانی نہیں کی جاسکتی اور وہ کسی بھی موقع پر طواف زیارت کا اعادہ کرلے بدنہ کا وجوب اس سے ساقط ہوجائے گا۔

(ندائے شاہی/ص ۱۷۶/ جنوری/ ۲۰۰۱ء/ حج وزیارت نمبر)۔

(اس مسئلہ کی تفصیل دیکھئے منتخبات نظام الفتاویٰ/ ج ۱/ص ۱۰۷/ وشامی/ ج ۲/ ص ۲۰۶/ وزبدۃ المناسک/ص ۱۸۵)۔

(دونوں فتویٰ آپ کے سامنے موجود ہیں احتیاط پہلے میں ہیں لیکن عمل کرنے میں سہولت دوسرے فتویٰ میں ہے۔ محمد رفعت قاسمی)

طواف کی سات قسمیں اوران کا حکم

مسئلہ:۔ حالت جنابت (ناپاکی) یا حالت حیض ونفاس میں اگر طواف کیا جائے گا تو طواف کی ساتوں قسموں کا حکم مندرجہ ذیل ہے۔

(۱) طواف زیارت کیا جائے تو جنبی حائضہ اور نفساء پر جرمانہ میں ایک گائے پوری یا ایک اونٹ کی قربانی واجب ہوگی جو حدود حرم میں لازم ہوگی اور اگر ایسی حالت میں تین یا اس سے زیادہ طواف کے چکر کئے تو دم (ایک بکرا، گائے یا اونٹ کا ساتواں حصہ) لازم ہوگا اور اگر پاکی کے بعد طواف کا اعادہ کرلیا جائے گا تو جرمانہ ختم ہوجائے گا۔

(۲) طواف عمرہ: اگر حالت حیض یا نفاس یا جنابت میں طواف عمرہ کریں تو جرمانہ میں ایک دم یعنی بکری کی قربانی لازم ہوگی اور اگر پاک ہونے کے بعد اعادہ کریں تو جرمانہ ختم ہوجائے گا۔

(۳) طواف وداع: حائضہ ونفساء پر یہ طواف معاف ہے ان پر یہ طواف واجب نہیں ہے اور اگر حالت جنابت میں طواف وداع کیا جائے گا تو جرمانہ میں ایک قربانی

لازم ہوگی اوراعادہ کرنے سے جرمانہ معاف ہوجائے گا۔

(۴) نذر کا طواف: طواف نذر (جس نے طواف کرنے کی نذر کی ہووہ) واجب ہے لہٰذا اگر حالت حیض یانفاس یا جنابت کی حالت میں طواف نذر کیا جائے گا تو جرمانہ میں ایک دم دینا ہوگا اور پاکی کی حالت میں اعادہ کرنے سے وہ جرمانہ معاف ہوجائے گا۔

(۵) طواف قدوم: حالت جنابت وحیض ونفاس میں طواف قدوم کرنے سے جرمانہ میں دم واجب ہوگا اور پاک ہونے کے بعد اعادہ کرنے سے جرمانہ ساقط ہوجائے گا۔

(۶) طواف نفل (۷) طواف تحیۃ: ان دونوں کا حکم یہ ہے کہ حالت جنابت یا حالت حیض ونفاس میں کیا جائے گا تو ان میں دم دینا واجب ہوجائے گا اور اعادہ کی صورت میں دم ساقط ہوجائے گا۔ کیونکہ طواف نفل بھی طواف قدوم کی طرح ہے۔

(ندائے شاہی حج وزیارت نمبر/ص ۱۵۷/ جنوری ۲۰۰۱ء/ بحوالہ غنیۃ المناسک/ ۲۴۷)

طوافِ وداع کے موقع پر حیض آجانا؟

مسئلہ:۔ حائضہ عورت اگر مکہ کی آبادی سے نکلنے سے پہلے پاک ہوجائے تو اس کو لوٹ کر طواف وداع کرنا واجب ہے (جبکہ لوٹنا اپنے اختیار میں ہو) اگر آبادی سے نکلنے کے بعد پاک ہوتو واجب نہیں لیکن اگر میقات سے گزرنے سے پہلے کسی وجہ سے واپس آئے گی تو یہ طواف واجب ہوگا۔ (معلم الحجاج/ص ۹۰)

مسئلہ:۔ عورت حج سے واپسی کے وقت حائضہ ہوجائے اور طواف وداع نہ کرسکے اور وہاں پر نہ ٹھہر سکتی ہو اور شوہر (یا محرم) کے ساتھ آجائے اور طواف وداع نہ کرسکے تو اس پر دم لازم نہ ہوگا۔ حائضہ عورت پر طواف وداع واجب نہیں، اگر موقع ہو تو پاک ہونے کے بعد طواف وداع کرکے واپس ہونا افضل ہے اور یہ طواف وداع کا حکم ہے۔ طواف زیارت کا حکم اور ہے (جو پہلے گذر چکا)۔ (فتاویٰ رحیمیہ/ ج ۸/ص ۲۸۹)

مسئلہ:۔ اہل حرم، اہل حل، اہل میقات اور حائضہ، نفساء، مجنون اور نابالغ پر طواف وداع واجب نہیں ہے۔ (معلم الحجاج/ص ۲۰۷)

مسئلہ:۔حیض ونفاس والی عورت طواف وداع نہ کرے بلکہ حدود مسجد سے باہر باہر دعا مانگ کر رخصت ہو جائے۔(معلم الحجاج/ص ۲۰۷)

عورتوں کے لئے سر منڈانے کی ممانعت کیوں؟

حضرت علیؓ اور حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کو اپنا سر منڈانے سے منع فرمایا ہے۔(مشکوٰۃ شریف حدیث/۲۶۵۳)

حضرت ابن عباسؓ سے یہ حدیث مروی ہے کہ عورتوں پر حلق نہیں ہے۔عورتوں پر صرف بال ترشوانا ہے۔(حدیث/۲۶۵۴)

تشریح:۔عورتوں کے لئے احرام کھولتے وقت سر منڈوانا دو وجہوں سے ممنوع ہے ایک یہ کہ اس سے عورت کی شکل بدنما ہو جاتی ہے اور مثلہ یعنی صورت بگاڑنا مطلقاً منع ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اس سے عورت مرد کی ہم شکل بن جاتی ہے عورتوں کے لئے مردوں کی شکل اختیار کرنا مطلقاً منع ہے۔(رحمۃ اللہ والواسعۃ/ ج ۴/ص ۲۴۸)

ایک ضروری ہدایت

حج کمیٹی کی طرف سے لازمی رہائش اسکیم کے تحت عمارتوں میں جو کمرے الاٹ کئے جاتے ہیں ان میں ایک ہی کمرہ میں کئی فیملیوں کو محرم وغیرہ کا لحاظ کئے بغیر ٹھہرایا جاتا ہے یہ بہت ہی تکلیف دہ اور خطرناک بات ہے۔اس لئے اولاً یہ کوشش کرنی چاہئے کہ عورتوں اور مردوں کے کمرے الگ الگ ہو جائیں۔اگر آپس میں حاجی اس طرح کی بات طے کرلیں تو اس میں کوئی مشکل بھی نہیں ہے۔

لیکن اگر یہ صورت نہ ہو سکے تو کم از کم ایک ہی کمرہ میں رہ کر چادر وغیرہ سے پردے ڈال لینا چاہئے تاکہ کسی حد تک رکاوٹ ہو جائے اور حج کے مبارک سفر میں بدنظری اور بے حیائی سے حفاظت ہو سکے۔

انتہائی افسوس کا مقام ہے کہ عام طور پر حجاج اس کا بالکل خیال نہیں رکھتے اور ان

قیام گاہوں میں اجنبی مرد و عورت اس طرح بے تکلف رہتے ہیں گویا وہ آپس میں گے (محرم) رشتہ داروں اور بسا اوقات اجنبی مرد و عورت کے درمیان خلوت کی نوبت بھی آجاتی ہے جو قطعاً حرام ہے حتی الامکان ایسی بے احتیاطیوں سے بچنا لازم ہے نیز عورت اپنے سر کے بالوں کو بھی غیر محرم کی نظر سے بچائے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو محفوظ رکھے۔ (آمین)۔ (محمد رفعت قاسمی)

عورتوں کا احرام؟

خواتین احرام کے لئے سلے ہوئے کپڑے نہیں اتاریں گی بلکہ ان کا احرام صرف یہ ہے کہ وہ اپنا سر ڈھانک لیں اور چہرہ کھولے رکھیں۔ (آج کل ایک خاص قسم کے کپڑے کو جسے عورتیں سر کے بالوں پر باندھتی ہیں خواتین نے اسے احرام کا نام دے رکھا ہے اس کی کوئی اصل نہیں، اس کپڑے یا رومال کا نام احرام نہیں)۔

☆ احرام کی تیاری کے بعد اگر مکروہ وقت نہ ہو تو دو رکعت نماز نفل احرام کی نیت سے پڑھیں۔ بہتر ہے کہ پہلی رکعت میں سورۂ کافرون اور دوسری رکعت میں سورۂ اخلاص پڑھی جائے۔

☆ اگر اس وقت خواتین ناپاکی کے ایام میں ہوں تو نماز نہ پڑھیں بلکہ ویسے ہی احرام کی نیت کر کے تلبیہ پڑھ لیں۔

☆ مرد حضرات نماز سے فارغ ہو کر سر سے چادر ہٹالیں اور اس کے بعد حج کی تینوں قسموں (افراد، قران اور تمتع) میں سے جس قسم کا ارادہ ہو اس کی نیت کریں۔ مثلاً اگر افراد کا ارادہ ہو تو اس طرح کہیں: ''اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْحَجَّ فَیَسِّرْهُ لِیْ وَتَقَبَّلْهُ مِنِّیْ ''۔ (اے اللہ! میں حج کا ارادہ کرتا ہوں، اسے میرے لئے آسان کیجئے اور قبول فرمائیے)۔

اور اگر حج قران کا ارادہ ہو تو یوں کہیں: ''اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَیَسِّرْهُمَا لِیْ وَتَقَبَّلْهُمَا مِنِّیْ ''۔ (اے اللہ! میں حج اور عمرہ دونوں اکٹھا کرنا چاہتا

ہوں، ان کو میرے لئے آسان فرما دیجئے اور قبول فرمالیجئے) اور اگر حج تمتع کا ارادہ ہے تو یوں کہے: **اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْعُمْرَةَ فَیَسِّرْهَا لِیْ وَتَقَبَّلْهَا مِنِّیْ** ۔ (اے اللہ! میں عمرہ کرنا چاہتا ہوں اس کو سہل کر دیجئے اور قبول فرمالیجئے) آج کل اکثر لوگ حج تمتع کرتے ہیں، اس میں سہولت ہے۔

☆ اس کے بعد مرد بلند آواز سے اور عورتیں آہستہ آواز سے تین مرتبہ تلبیہ پڑھیں۔ تلبیہ کے الفاظ یہ ہے: **"لبیک اللهم لبیک، لبیک لاشریک لک لبیک، ان الحمد والنعمة لک والملک، لاشریک لک"**۔ (حاضر ہوں اے اللہ میں حاضر ہوں، حاضر ہوں آپ کا کوئی شریک نہیں ہے۔ میں حاضر ہوں، ساری تعریفیں اور سب نعمتیں صرف آپ ہی کے لئے ہیں اور ساری بادشاہی بھی آپ ہی کے اختیار میں ہے، آپ کا کوئی شریک نہیں)۔

☆ نیت کے ساتھ تلبیہ کہنے کے بعد اب باقاعدہ محرم بن گئے اور احرام کی ساری پابندیاں شروع ہو گئیں۔ یاد رہے کہ احرام کرنے کے لئے نہ صرف نیت کافی ہے اور نہ ہی صرف تلبیہ بلکہ تلبیہ اور نیت ایک ساتھ ہونا شرط ہے۔

☆ تلبیہ کے بعد جو چاہے دعا مانگیں یہ دعا مانگنی مستحب ہے: **"اللهم انی اسئلک رضاک والجنة واعوذبک من غضبک والنار"**۔

(اے اللہ! میں آپ کی خوشنودی اور جنت کا طلب گار ہوں اور آپ کے غصے اور دوزخ سے پناہ چاہتا ہوں)۔

☆ احرام شروع ہونے کے بعد بہت سی چیزیں جو پہلے سے حلال تھیں وہ بھی حرام ہو جاتی ہے مثلاً خوشبو لگانا، بدن کی ہیئت پر سلا ہوا لباس پہننا، بال یا ناخن کاٹنا، سر یا منہ کو ڈھانکنا، جوں مارنا، شکار کرنا، بیوی سے جماع کرنا یا بے حیائی کی باتیں کرنا وغیرہ۔

☆ حج تمتع کی صورت میں مکہ معظمہ پہنچ کر طواف شروع کرنے سے پہلے تلبیہ پڑھنا بند کر دیا جائے اور حج افراد اور حج قران میں یہ تلبیہ ۱۰ ذی الحجہ کو جمرہ عقبہ (جسے بڑا شیطان

بھی کہا جاتا ہے) کی رمی تک جاری رہے گا اور جب تک بھی تلبیہ کا حکم باقی رہے کثرت سے اور پورے ذوق شوق سے تلبیہ پڑھنے کو جاری رکھا جائے اور پڑھتے وقت اس کے معنی کا ضرور استحضار رکھیں اور یہ تصور کریں کہ ایک عاشق بے نوا اپنے مہربان آقا کے دربار میں کھنچا چلا جارہا ہے۔

بیت اللہ میں حاضری

☆ مکہ معظمہ پہنچنے اور رہائش وغیرہ کے متعلق انتظامات مکمل ہونے اور فی الجملہ یکسوئی میسر آنے پر اب حرم شریف میں حاضری کے لئے تیار ہو جایئے۔

☆ بیت اللہ شریف پر نظر پڑتے ہی خوب دلجمعی اور گریہ وزاری کے ساتھ دعا کریں۔ یہ قبولیت کا موقع ہے۔

☆ اگر آپ نے حج افراد کا احرام باندھا ہے تو بیت اللہ میں حاضری کے بعد فوراً طواف قدوم کریں اور اگر حج تمتع یا حج قران کا احرام ہو تو جاتے ہی اولاً طواف عمرہ کریں، حج تمتع کرنے والے کے لئے طواف قدوم کا حکم نہیں اور حج قران کرنے والا عمرہ کے بعد طواف قدوم کرے گا۔

☆ تمتع کرنے والا شخص طواف کے پہلے تین چکروں میں رمل (چھوٹ کر چلنا) اور ساتوں چکروں میں اضطباع (احرام کی چادر کو داہنی بغل سے نکال کر بائیں کندھے پر ڈالنا) کرے گا۔ اور اس کے بعد عمرہ کی تکمیل کے لئے صفا و مروہ کے درمیان سعی کرے گا۔ حج قران کرنے والا بھی اسی طرح ارکان عمرہ ادا کرے گا۔

☆ اور حج افراد کرنے والا اگر طواف قدوم کے بعد ہی حج والی سعی کرنا چاہے تو اسے بھی طواف قدوم میں رمل اور اضطباع کرنا پڑے گا۔ واضح رہے کہ رمل اور اضطباع مردوں کے لئے ہر اس طواف میں مسنون ہے جس کے بعد سعی کا ارادہ ہو۔

☆ عورتوں کے لئے رمل اور اضطباع کا حکم بالکل نہیں (بعض عورتیں طواف میں

مردوں کی طرح رمل کرتی (جھپٹ کر چلتی) ہیں یہ صحیح نہیں اس سے احتراز کریں۔

☆　طواف کی ابتداء وانتہاء حجر اسود کے استلام (بوسہ لینے) سے ہوتی ہے۔ حجر اسود کے سامنے فرش پر پورے مطاف میں ایک کالی پٹی بنی ہوئی ہے، اس پٹی کے قریب جا کر اس طرح کھڑے ہوں کہ حجر اسود دائیں جانب ہو پھر طواف کی نیت اس طرح کریں کہ ''اے اللہ میں تیرے مقدس گھر کے سات چکروں کے طواف کی نیت کرتی ہوں، خالص تیری رضا اور خوشنودی کے لئے، لہٰذا اسے میرے لئے آسان کر کے قبول فرما''۔

☆　نیت کرنے کے بعد دائیں طرف چلیں اور حجر اسود کے بالکل سامنے آجائیں یعنی چہرہ اور سینہ حجر اسود کی طرف کر کے کالی پٹی پر کھڑے ہو جائیں اور پھر نماز کی طرح ہاتھ اٹھائے ہوئے ''بسم اللہ اکبر وللہ الحمد'' پڑھیں اور ہاتھ گرا دیں۔

☆　اس کے بعد حجر اسود کا استلام کریں، اس کی صورت یہ ہے کہ اگر حجر اسود تک پہنچنے کا موقع مل جائے تو اپنا منہ دونوں ہاتھوں کے بیچ میں اس طرح رکھیں جیسے نماز میں سجدے میں رکھا جاتا ہے اور نرمی کے ساتھ بوسہ دیں اور اگر بھیڑ کی وجہ سے حجر اسود تک نہ پہنچ سکیں تو پھر کالی پٹی پر کھڑے کھڑے دور سے دونوں ہتھیلیاں حجر اسود کی طرف اس خیال سے کریں کہ وہ حجر اسود پر رکھی ہوئی ہیں پھر ان ہاتھوں کو چوم لیں۔ استلام کے وقت یہ کلمات پڑھیں: ''اللّٰہ اکبر لاالٰہ الااللّٰہ والصلوٰۃ والسلام علی رسول اللہ''۔

دور سے استلام کرنے میں بھی اتنا ہی ثواب ملتا ہے جتنا قریب سے بوسہ لینے میں اس لئے زیادہ بھیڑ میں جانے کی کوشش نہ کریں، خاص کر خواتین حتی الامکان غیر مردوں کے ساتھ اختلاط سے بچنے کا اہتمام کریں۔

☆　استلام کرنے کے بعد فوراً اپنا چہرہ سینہ اور قدم حجر اسود کے بائیں طرف کر کے چلنا شروع کر دیں اور چکر کے دوران رخ بیت اللہ شریف کی طرف نہ کریں بلکہ نظر نیچے کئے ہوئے گولائی میں چلتی رہیں۔

☆　اور جب ایک چکر پورا ہو جائے اور دوبارہ کالی پٹی پر پہنچیں تو پھر چہرہ اور سینہ حجر اسود کی طرف کر کے استلام کریں اور فوراً اپنی ہیئت پر آجائیں، اسی طرح ساتوں چکر پورے کریں۔

☆　طواف کے ساتوں چکروں میں باوضو رہنا ضروری ہے۔ اگر پہلے چار چکروں کے دوران وضوٹوٹ جائے تو وضو کر کے طواف از سر نو کرنا ہوگا اور اگر چار چکروں کے بعد ٹوٹا ہے تو اختیار ہے چاہے تو وضو کر کے بقیہ چکروں کو پورا کر لے یا از سر نو طواف کرے۔

☆　طواف کے دوران ذکر واذکار، تسبیحات، دینی گفتگو اور جو بھی دعا یاد ہو وہ کی جاسکتی ہے۔ متعین دعائیں پڑھنا ہی ضروری نہیں۔ اور جو دعا بھی پڑھی اتنی آہستہ پڑھیں کہ دوسروں کی عبادت میں خلل نہ پڑے۔ آج کل جو طواف میں گروپ بنا کر اور چیخ چیخ کر دعائیں پڑھی جاتی ہیں یہ طریقہ قطعاً غلط ہے۔

☆　طواف کے سات چکر پورے ہونے پر دو رکعت نماز واجب الطواف پڑھنا ضروری ہے ہاں اگر مکروہ وقت ہو تو طواف کرتے رہیں اور مکروہ وقت گذرنے کے بعد سب طوافوں کی الگ الگ نمازیں تو تیب وار پڑھ لیں۔

☆　طواف کے دوران نمازیوں کے آگے سے گزرنا منع نہیں اور طواف کے علاوہ حالت میں بہتر ہے کہ نمازی کے عین سامنے سے نہ گزریں بلکہ کم از کم سجدے کے مقام کے آگے سے گزریں۔

☆　طواف کی نماز مقام ابراہیمؑ کے سامنے پڑھنا مسنون ہے۔ پہلی رکعت میں سورۂ کافروں اور دوسری رکعت میں سورۂ اخلاص پڑھی جائے اور مقام ابراہیم میں بھیڑ کی وجہ سے جگہ نہ ملے تو کہیں بھی طواف کی نماز پڑھی جاسکتی ہے۔

☆　طواف کے بعد ملتزم (جو حجر اسود اور بیت اللہ شریف کے دروازے کے درمیان تقریباً ڈھائی گز کا کعبہ کی دیوار کا حصہ ہے) سے لپٹ کر دعا مانگنا مستحب ہے۔ اور موقع

ملے تو اس جگہ سے لپٹ کر اپنا چہرہ اور پیٹ اور سینہ لگا کر مرد حضرات جو چاہیں دعا مانگیں۔ یہ دعا قبولیت کا خاص مقام ہے۔ البتہ اگر احرام کی حالت میں ہوں تو اس سے نہ لپٹیں کیونکہ اس جگہ پر خوشبو لگائی جاتی ہے جس کا احرام کی حالت میں بدن سے لگانا منع ہے۔

☆ طواف کے بعد زمزم پینا بھی مسنون ہے اور زمزم پیتے وقت جو دعا مانگی جائے وہ قبول ہوتی ہے۔ انشاء اللہ

صفا ومروہ کی سعی

☆ طواف کے بعد اگر سعی کرنی ہے تو حجر اسود کا استلام کر کے کالی پٹی کی سیدھ میں چلیں۔ اسی جانب کچھ فاصلہ پر صفا پہاڑی کا مقام ہے۔

☆ صفا پر بس اتنا چڑھیں جہاں سے بیت اللہ شریف نظر آئے زیادہ اوپر چڑھنا مکروہ ہے، یہاں اولاً قبلہ رخ ہو کر سعی کی نیت کریں پھر اس طرح ہاتھ اٹھائیں جس طرح دعا میں اٹھائے جاتے ہیں نماز کی تکبیر تحریمہ کی طرح کانوں تک نہ اٹھائیں جیسا کہ بہت سے ناواقف لوگ کرتے ہیں اور ہاتھ اٹھاتے ہوئے ذکر واذکار اور دعا میں مشغول ہوں یہ بھی دعا کی قبولیت کا مقام ہے۔

☆ پھر صفا سے مروہ کی طرف چلیں، مروہ پہنچ کر ایک چکر مکمل ہو جائے گا، مروہ میں بھی اسی طرح ہاتھ اٹھا کر ذکر واذکار میں مشغول ہو جیسے صفا پر کیا تھا۔

☆ صفا ومروہ کے درمیان جہاں ہری لائٹیں لگی ہوئی ہیں اس حصے میں مردوں کے لئے تیز چلنا مسنون ہے لیکن عورتیں اپنی ہیئت پر چلتی رہیں، وہ ہرگز نہ دوڑیں، سبز ہرے ستونوں کے درمیان یہ دعا پڑھنا منقول ہے: ''رب اغفر وارحم انک انت الاعز والاکرام''۔ (اے اللہ! بخشش اور رحمت سے نواز بیشک تو ہی سب پر غالب ہے اور سب سے زیادہ کرم کرنے والا ہے)۔

☆ سعی کے دوران اگر وضو باقی نہ رہے تو وضو کرنا لازم نہیں اگر وضو کر کے آئے تو ازسرنو سعی کی ضرورت نہ ہوگی بلکہ بس بقیہ چکر پورے کر لے خواہ شروع سعی میں وضو ٹوٹا

ہو یا بعد میں۔

☆ سعی سے فارغ ہوکر مسجد حرام میں کسی بھی جگہ دو رکعت نفل پڑھنا بھی مستحب ہے، یہ نماز سر منڈوانے سے پہلے پڑھی جائے گی۔

☆ واضح رہے کہ سعی صرف عمرہ یا حج کے ارکان کے ساتھ مشروع ہے۔ بلا عمرہ یا بلا حج نفلی سعی ثابت نہیں۔ بعض لوگ خواہ مخواہ سعی کرتے نظر آتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ نفلی طواف کی طرح سعی بھی ہوتی ہے یہ محض جہالت ہے۔

سر کے بال منڈوانا یا کتروایا

☆ سعی کی تکمیل کے بعد عمرہ کرنے والے (تمتع والے) حضرات سر حلق یا قصر کرا کر احرام کھول دیں گے۔

مسئلہ:۔ احرام کھولنے کیلئے شوہر اپنی بیوی کے باپ اپنی بیٹی کے بال انگلی کے پوروے کے برابر کاٹ سکتا ہے نیز یہ کام عورتیں آپس میں خود بھی کرسکتی ہیں۔

(آپ کے مسائل/ ج ۴/ص ۱۴۴)

☆ واضح رہے کہ حلق یا قصر کے بغیر احرام کی پابندیاں ختم نہیں ہوسکتیں اور حنفی مسلک میں کم از کم چوتھائی سر کا حلق یا قصر لازم ہے اور پورے سر کا حلق یا قصر سنت ہے، مردوں کے لئے اور عورتیں انگلی کے پوروے کے برابر بال کاٹیں۔

☆ عمرہ کرنے والا یا حج کرنے والا جب سب ارکان ادا کر چکے اور صرف حلق یا قصر باقی رہ جائے تو اپنے بال خود بھی کاٹ سکتا ہے اور اپنے جیسے دوسرے محرم کے بال بھی بنا سکتا ہے لیکن بال کے کاٹنے سے پہلے ناخن وغیرہ نہ کاٹے ورنہ دم لازم ہوجائے گا۔

عمرہ کے بعد مکہ معظّمہ میں قیام

☆ عمرہ کی تکمیل کے بعد تمتع والا حاجی حلال ہوجاتا ہے اب مکہ معظمہ کے قیام کو

غنیمت خیال کریں اور زیادہ سے زیادہ طواف، حرم میں نماز باجماعت اور تلاوت واذکار کا اہتمام رکھیں، یہاں ہر نیکی کا ثواب ایک لاکھ گنا ملتا ہے۔

☆ اگر چاہیں تو اس درمیان زمانہ میں آپ نفلی عمرے بھی کر سکتے ہیں ایسی صورت میں حدود حرم سے باہر تنعیم (مسجد عائشہؓ) یا جعرانہ وغیرہ جا کر احرام باندھنا ہوگا۔

منیٰ کے لئے روانگی

☆ یوم الترویہ یعنی آٹھویں ذی الحجہ کی رات ہی سے منیٰ کی روانگی شروع ہو جاتی ہے۔اس لئے آپ (۷) ذی الحجہ کی شام ہی سے احرام وغیرہ کی تیاریاں مکمل کرلیں تاکہ معلم کی بسوں کے نظام کے مطابق آپ منیٰ جا سکیں۔ کیونکہ واقف اور نا تجربہ کار لوگوں کے لئے معلم کی بسوں کے بغیر منیٰ کی قیام گاہ پر پہنچ پانا بہت ہی دشوار ہوتا ہے البتہ جو حضرات واقف کار ہیں وہ اطمینان سے آٹھویں تاریخ کی صبح کو فجر کی نماز کے بعد منیٰ روانہ ہوں۔

☆ حج کا احرام اگرچہ مکہ معظمہ میں اپنی قیام گاہ پر بھی باندھا جا سکتا ہے لیکن مسجد حرام میں جا کر نیت اور تلبیہ پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔

☆ جو حضرات طواف زیارت کے بعد کی بھیڑ سے بچنا چاہیں وہ آج ہی ایک نفلی طواف (مع رمل واضطباع) کر کے حج کی سعی مقدم بھی کر سکتے ہیں اگر اس وقت سعی کرلی تو بعد میں سعی کی ضرورت نہ ہوگی۔

☆ منیٰ جاتے وقت ایک جوڑا کپڑا، لوٹا، چٹائی، چھتری اور پانی کا تھرمس اور کچھ کھانے کی خشک چیزیں (بسکٹ، نمکین وغیرہ) جیسے ضروری سامان لے لیں زیادہ بوجھ نہ لیں۔

☆ منیٰ میں آٹھویں تاریخ سے نویں تاریخ کی صبح تک مقیم رہ کر پانچ نمازیں ادا کرنا مسنون ہے۔

☆ منیٰ میں اب خیمے آگ پروف عمدہ بن گئے جن میں کولر کا بھی انتظام ہے مگر یہ

سب یکساں معلوم ہوتے ہیں، اس لئے حجاج کرام اپنے خیمے کی پہچان اچھی طرح کرلیں اور اپنے خیمے سے زیادہ دور نہ جائیں ورنہ گم ہوجانے کا قوی اندیشہ ہے اور اپنا تعارفی کارڈ ہر وقت ساتھ رکھیں۔

☆ خیموں میں مردوں اور عورتوں کا اختلاط نہ ہونے دیں۔ بلکہ درمیان میں چادر ڈال کر دونوں کے حصے الگ کر دیں یہ بہت ضروری ہے۔

☆ ذی الحجہ کی نویں تاریخ کی نماز فجر سے تیرہویں تاریخ کی عصر تک ہر فرض نماز کے بعد مردوں کے لئے بلند آواز سے اور عورتوں کے لئے آہستہ آواز سے ایک مرتبہ تکبیر تشریق (اللہ اکبر، اللہ اکر، لاالٰہ الااللہ و اللہ اکبر، اللہ اکبر و للہ الحمد) پڑھنا واجب ہے۔

عرفات کے میدان میں

☆ معلم کی بسیں رات ہی سے عرفات لے جانا شروع کر دیتی ہیں لیکن سنت یہی ہے کہ فجر پڑھ کر عرفات کے لئے روانہ ہوں۔

☆ عرفات جاتے وقت نہایت ذوق وشوق کے ساتھ تلبیہ کا ورد کریں اور عاشقانہ انداز وکیف ومستی کے عالم میں رحمت خداوندی کے امیدوار بن کر عرفات کا قصد کریں کیونکہ آج ہی کا دن پورے حج کا ماحصل ہے۔

☆ عرفات میں اگر اپنی جائے قیام کا پہلے سے پتہ لگایا جائے تو سہولت رہتی ہے کیونکہ بسا اوقات معلم کی بسیں ٹریفک کی مجبوریوں کی وجہ سے اتنی دیر کر دیتی ہیں کہ وقوف کا وقت بسوں میں بیٹھے بیٹھے ضائع ہونے لگتا ہے۔ اگر قیام گاہ کا پتہ پہلے سے معلوم ہو تو عرفات میں کہیں بھی اتر کر پیدل اپنی قیام گاہ پر پہنچ سکتے ہیں نیز منیٰ سے ٹیکسیوں کے ذریعے بھی آسکتے ہیں۔

☆ عرفہ کا وقوف جو فرض ہے وہ زوال کے بعد سے شروع ہوتا ہے۔ اس لئے زوال سے پہلے ہی پوری تیاری کرلیں تاکہ بعد میں کوئی وقت ضائع نہ ہو۔

☆ آج کے دن جولوگ مسجد نمرہ میں امام عرفات کے پیچھے نمازیں پڑھیں وہ تو ظہر اور عصر دونوں نمازیں ظہر کے وقت میں ادا کریں گے مگر جو حضرات اپنے اپنے خیموں میں انفرادی یا اجتماعی نمازیں پڑھیں ان کے لئے دونوں نمازیں اپنے اپنے وقت میں پڑھنی ضروری ہیں۔ اگر وہ ظہر کے وقت میں عصر پڑھ لیں گے تو ان کی عصر ادا نہ ہوگی۔

اس مسئلہ کا خاص خیال رکھیں کیونکہ بہت سے لوگ منظم طریقہ پر سب ہی لوگوں کو ایک ہی وقت میں جمع بین الصلوٰتین کی تلقین کرتے ہیں حنفی حضرات کو ان کی تلقین پر عمل کی ہرگز اجازت نہیں ہے۔

☆ معلوم ہوا ہے کہ آج کل امام عرفات نجد سے تشریف لاتے ہیں اور وہ مسافر رہتے ہیں اور عرفات میں ظہر اور عصر کی نمازیں قصر پڑھاتے ہیں لہٰذا جو حجاج آج کے دن مسافر ہیں وہ تو امام صاحب کے ساتھ ہی سلام پھیر دیں اور جو حجاج مقیم ہیں (یعنی حج سے پندرہ دن قبل سے مکہ معظمہ میں مقیم ہیں) وہ دونوں نمازوں میں امام صاحب کے سلام پھیرنے کے بعد اپنی دو رکعتیں پوری کر لیں۔

☆ غروبِ آفتاب تک عرفات میں قیام کرنا واجب ہے۔

☆ وقوف عرفات کا پورا وقت دعا، ذکر، تلبیہ اور دیگر عبادات میں گذاریں۔ البتہ جولوگ امام عرفات کے ساتھ جمع بین الصلوٰتین کر چکے ہیں وہ اب کوئی نماز نہ پڑھیں اور خیموں میں رہنے والے حضرات ظہر سے عصر کے درمیان جتنی چاہیں نمازیں پڑھ سکتے ہیں آج کے قیمتی لمحات سستی میں ہرگز ضائع نہ کریں۔ غروب سے کافی پہلے ہی معلم کے آدمی حاجیوں کو بسوں میں بٹھانا شروع کر دیتے ہیں۔ اگر بس میں بیٹھ بھی جائیں تو ذکر واذکار اور دعا سے غافل نہ ہوں۔ یہ بسیں غروب سے پہلے عرفات سے نہیں نکل سکتیں، اس لئے اپنی سیٹوں پر بیٹھے بیٹھے دعا، تلبیہ اور اذکار میں مشغول رہیں۔ (عرفات سے غروب سے پہلے نکلنے پر دم ہے)۔

☆ سورج غروب ہونے اور رات آجانے کے باوجود عرفات میں مغرب کی نماز ادا نہیں کی جائے گی۔

مزدلفہ کوروانگی

☆ سورج غروب ہونے کے بعد عرفات سے مزدلفہ کوروانگی ہوگی اب جب بھی آپ مزدلفہ پہنچیں تو عشاء کے وقت میں مغرب اور عشاء دونوں نمازیں ایک ساتھ پڑھیں۔ان دونوں نمازوں کا جمع کر کے پڑھنا سب پرضروری ہے خواہ اکیلے نماز پڑھیں یاامام کے ساتھ۔

☆ مزدلفہ کی یہ رات بہت ہی متبرک ہے۔بعض علماء نے اسے شب قدر سے بھی افضل بتایا ہے اس لئے رات میں تکان کے باوجودعبادت کرنا بہت زیادہ ثواب کا باعث ہے اسے محض سوکرضائع نہ کریں، مزدلفہ میں عام طور پر کھلے آسمان کے نیچے اپنی اپنی چٹائیوں پررات گذاری جاتی ہے نیز بہت کچھ انتظامات کے باوجود پانی وغیرہ کی قلت کا سامنا ہوتا ہے، اس لئے بہتر ہے کہ عرفات ہی سے پانی وغیرہ کا انتظام کرلیں۔اور کچھ کھانے پینے کی اشیاء بھی ہمراہ لے لیں۔

☆ حنفیہ کے نزدیک وقوف مزدلفہ کا اصل واجب وقت ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کی صبح صادق سے طلوع آفتاب کے درمیان ہے اس لئے اول وقت فجر کی نماز پڑھ کر جتنی دیرہو سکے مزدلفہ کا وقوف کریں اور الحاح وزاری کے ساتھ دعا میں مشغول رہیں۔

☆ مزدلفہ میں قبلہ تعین کی آسان شکل یہ ہے کہ بیت اللہ شریف کے قریب ایک پہاڑی پر بہت بڑا ٹاور لگا ہوا ہے اس پرسفید لائٹ جلتی بجھتی رہتی ہے۔یہ مکہ معظمہ کے اردگردمیلوں سے نظر آتی ہے۔رات کے وقت قبلہ معلوم کرنے کی یہ آسان صورت ہے مزدلفہ میں آپ جس مقام پر بھی ہیں اس لائٹ کودیکھ کرقبلہ کا تعین کرلیں۔

مسئلہ:۔سات کنکریاں پہلے دن دس تاریخ کوصرف جمرہ عقبٰی پرماری جاتی ہیں اور باقی گیارہ بارہ کواکیس اکیس کنکریاں تینوں جمرات یعنی ہرایک پرسات سات ماری جاتی ہیں۔(معلم الحجاج/ص ۱۶۸)

☆ مزدلفہ میں شیطان کی رمی کے لئے چنے کے دانے کے بقدر کنکریاں جمع کر لیں اور اگر ناپاکی کا یقین ہو تو انہیں پانی سے دھو کر پاک کر لیں۔

مزدلفہ سے واپسی

☆ ۱۰/ ذی الحجہ کو وقوف مزدلفہ کے بعد منٰی کے لئے روانگی ہوگی۔

☆ اگر ہمت اور طاقت ہو اور منٰی میں اپنی جائے قیام کا صحیح پتہ معلوم ہو اور ضعیف خواتین وغیرہ ساتھ نہ ہوں تو مزدلفہ سے منٰی کے لئے بسوں سے سفر کرنے کے بجائے پیدل آنے میں زیادہ سہولت ہے اس سے آپ کا وقت کافی بچ جائے گا۔

دوبارہ منٰی میں

☆ منٰی پہنچ کر سب سے پہلا عمل آخری جمرہ (بڑے شیطان) کو کنکری مارنا ہے۔

آج کل صبح کے وقت انتہائی ہوشربا اژدھام ہوتا ہے اس بھیڑ میں کمزوروں اور خواتین کا کام نہیں۔ بسا اوقات جان تک کا خطرہ ہو جاتا ہے اس لئے زیادہ شوق میں آکر جان کو خطرہ میں نہ ڈالیں بلکہ منٰی پہنچ کر اولاً اپنی قیام گاہ پر آرام کریں۔ اور دوپہر یا اس کے بعد اطمینان سے جا کر رمی کریں، بالخصوص ضعفاء اور خواتین کو اس کا خیال رکھنا چاہئے۔

☆ اگر صرف حج کا احرام ہو تو رمی کے بعد حلق یا قصر کرا کر احرام کھول دیں اور خواتین کے لئے حلق جائز نہیں وہ صرف اتنا کریں کہ چوٹی کے سرے سے انگلی کے پوروں کے برابر اپنے بال کاٹ لیں۔

☆ اگر قران یا تمتع کا احرام ہے تو پہلے واجب قربانی کریں اس کے بعد سر منڈوائیں۔

☆ حنفیہ کے نزدیک مفتی بہ قول کے مطابق قارن اور متمتع کے لئے رمی، قربانی اور حلق میں ترتیب واجب ہے اس لئے پوری کوشش کرنی چاہئے کہ یہ ترتیب قائم رہے لیکن

اگر کوئی شخص اپنے ضعف یا نئے سعودی قوانین یا کسی اور عذر کی بنا پر ترتیب قائم نہ رکھ سکے تو صاحبینؒ اور ائمہ ثلاثہ کے قول پر اس پر دم واجب نہ ہوگا۔

طوافِ زیارت

☆ قربانی اور حلق کے بعد طوافِ زیارت کے لئے مکہ معظمہ جائیں۔ یہ طواف فرض ہے اور ۱۰/ سے ۱۲/ ذی الحجہ کی غروب آفتاب تک کیا جا سکتا ہے۔

☆ جو عورت ناپاک ہو وہ اس وقت طواف زیارت نہ کرے بلکہ منیٰ ہی میں مقیم رہے اور بعد میں پاک ہونے پر طواف کرے۔ اس تاخیر سے اس پر کوئی جرمانہ نہ ہوگا۔ اگر پہلے حج کی سعی نہ کی ہو تو طواف زیارت کے بعد سعی کرنی ہوگی۔

☆ ایام منیٰ (۱۰/۱۱/۱۲/ ذی الحجہ) میں رات کا اکثر حصہ منیٰ میں گزارنا مسنون ہے۔

رمی جمار

☆ ۱۱/ اور ۱۲/ تاریخ کو زوال کے بعد تینوں جمرات کی رمی کی جائے گی اس میں بھی اول وقت بھیڑ میں جانے کی کوشش نہ کریں بلکہ اطمینان اور آرام کے ساتھ کچھ دیر کے بعد رمی کریں۔

☆ ان دونوں میں زوال سے قبل رمی جائز اور معتبر ہے۔ اس کا خیال رکھیں۔

☆ کمزور اور خواتین اگر رات میں رمی کریں تو ان پر کراہت نہیں ہے۔ لہٰذا جو لوگ رات کے وقت میں رمی کرنے پر قادر ہوں ان کی طرف سے دوسرے کی رمی درست نہ ہوگی۔ اس مسئلہ کا بھی خوب خیال رکھیں کیونکہ بہت سے لوگ حقیقی عذر کے بغیر رمی میں نیابت کرا دیتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی رمی معتبر نہیں ہوتی اور ان پر ترکِ رمی کی وجہ سے دم واجب ہو جاتا ہے۔

☆ کنکری اس طرح ماریں کہ وہ گول دائرہ کے اندر ہی گریں اس سے باہر نہ جائیں۔

☆ جمرہ عقبہ اور جمرہ وسطیٰ کے بعد قبلہ رو ہو کر دعا مانگنا مسنون ہے آخری جمرہ کے بعد دعا کا حکم نہیں ہے۔

☆ منٰی کے ایام خاص طور پر ذکر خداوندی کے دن ہیں۔ اس دوران عبادات کا خاص اہتمام رکھیں۔ اوردین کی اشاعت کی بھی فکر کریں۔

☆ ۱۲/ ذی الحجہ کوغروب آفتاب سے پہلے منٰی سے مکہ معظمہ کے لئے راونہ ہوجائیں۔

☆ اگر۱۳/ ذی الحجہ کی صبح صادق تک منٰی میں رک گئے تو (۱۳)ویں تاریخ کی رمی بھی واجب ہوجائے گی۔

مکہ معظّمہ میں واپسی اور طوافِ وداع

☆ مکہ معظّمہ واپس ہوکر جوحضرات فوراً وطن جانا چاہتے ہیں ان پر جانے سے پہلے طواف وداع کرنا واجب ہے۔ اگر بلا عذر اسے چھوڑ دیا تو دم لازم ہوجائے گا۔

☆ طواف زیارت کے بعد کیا گیا نفلی طواف بھی طواف وداع کے قائم مقام ہوجاتا ہے۔

☆ اگرکوئی شخص طوافِ وداع کئے بغیر میقات سے باہر چلا جائے تواس پر دم واجب ہوجائے گا اس دم سے بچنے کی صورت یہ ہے کہ دوبارہ عمرے کا احرام باندھ کرحرم میں آئے اوراولاً عمرہ کرے پھر طواف وداع کرے، صرف طواف وداع کے لئے باہر سے بلا احرام عمرہ آنا منع ہے اس مسئلہ کو اچھی طرح یاد رکھیں۔

☆ جوعورت واپسی کے وقت ناپاک ہواس کے لئے طواف وداع کے لئے رکنا لازم نہیں۔ وہ بلا طواف وداع کئے وطن لوٹ سکتی ہے۔

☆ مکہ معظّمہ میں جتنا بھی قیام نصیب ہواسے غنیمت سمجھیں اورزیادہ سے زیادہ طواف اورعمروں کا اہتمام رکھیں۔ زندگی میں یہ مواقع باربار نصیب نہیں ہوتے اورواپسی کے وقت نہایت حزن وملال کا اظہار کریں اور بیت اللہ کی جدائی پر گریہ وزاری کے ساتھ واپس ہوں۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے باربار ادب اورمقبول حاضری کی دولت سے نوازے۔ آمین یارب العالمین۔ (محمد رفعت قاسمی)

طریقۂ حج تمتع ایک نظر میں

(۱) میقات سے احرام باندھیں۔ (۲) مکہ آ کر طواف کریں۔
(یہ سات چکر ہیں جو حجر اسود سے شروع ہوں گے اور اسی پر ختم ہوں گے اس کے لئے وہاں فرش پر ایک موٹی سی لکیر ہوتی ہے اور دیوار پر اس کی سیدھ میں سبز رنگ کا راڈ)۔
طواف کے بعد دو رکعتیں واجب ہیں (مکروہ وقت میں فوراً نہ پڑھیں بلکہ مکروہ وقت ختم ہونے کے بعد پڑھیں) یہ دو رکعتیں کعبہ کی طرف منہ کر کے مقام ابراہیم کو سامنے لے کر کے پڑھیں۔ پھر زمزم پی کر سعی کے لئے جائیں۔ صفا سے شروع کریں مروہ تک ایک چکر، اسی طرح سات چکر لگائیں۔ اس کے بعد دو رکعت پڑھیں اور اب سر پر استرا پھرائیں (حلق کرائیں)۔ عورتیں صرف انگلی کے ایک پورے کے برابر بال کاٹیں۔
یہ عمرہ ہوا۔ اب احرام کھولو۔ اس طرح سے حج تمتع ہوگا۔ اب مکہ میں اپنے کپڑوں میں رہے گا۔ طواف کرتا رہے وہاں پر بڑی عبادت طواف ہی ہے جتنا وقت گزارے۔ یہاں تک کہ ذی الحجہ کی آٹھ تاریخ آجائے۔ ۸/ ذی الحجہ کو طواف کر کے سعی کرے اور منٰی جائے۔ (یہ سعی مقدم ہوگی)۔
۸/ ذی الحجہ سے منٰی میں ظہر سے لے کر ۹/ ذی الحجہ کو سورج نکل آئے تو وہاں عرفات کے لئے چلے۔ زوال سے پہلے عرفات پہنچے۔ وہاں کچھ دیر لیٹے بیٹھے۔ ظہر کا وقت آئے تو ظہر پڑھے۔ (اگر امام الحج کے پیچھے پڑھے تو ظہر اور عصر اکٹھے پڑھے گا پہلے ظہر پھر عصر اگر اپنے خیمہ میں ہو تو صرف ظہر پڑھے گا) پھر وقوف کرے۔ دعائیں پڑھے، کلمہ طیبہ، شہادت، تمجید، استغفار، جس قدر ہو سکے پڑھے، کھڑے ہو کر پڑھتا رہے، کھڑے کھڑے تھک جائے تو بیٹھ کر پڑھے۔
عصر کا وقت آئے تو عصر پڑھے۔ پھر غروب تک اسی طرح دعا اور ذکر میں مشغول رہے۔ یہاں تک کہ سورج غروب ہو جائے۔ غروب کے بعد وہاں سے مزدلفہ

کے لئے روانہ ہو جائے ابھی مغرب کی نماز نہ پڑھے۔ مزدلفہ میں مغرب اور عشاء اکٹھے ہی عشاء کے وقت میں پڑھ لے۔ پھر جی چاہے تو سو جائے۔ ویسے بیداری بھی بہتر ہے، اٹھ کر تسبیح، درود، استغفار میں مشغول ہو جائے۔ تہجد پڑھ لے حتیٰ کہ صبح صادق ہو جائے۔ فجر کی نماز غلس (اندھیرے میں) لیکن صبح صادق کے بعد پڑھ لے۔ یہاں وقوف کرے اور کھڑا ہو کر کچھ دیر دعا کرے یہ ۱۰/ ذی الحجہ آگئی۔ یہیں مزدلفہ سے کنکریاں اٹھائے (۴۹یا۷۰۔انچاس یا ستر) احتیاطاً کچھ زائد کنکریاں ساتھ رکھے۔ اور یہاں سے روانہ ہو کر واپس منیٰ آئے۔ جمرۂ عقبہ پر سات کنکریاں مارے۔ واپس آئے اور منیٰ میں ہی قربانی کرے سر منڈوائے۔ اب احرام کھولے کپڑے پہن کر مکہ آئے اب طواف زیارت کرے۔ یہ طواف رکن (فرض) ہے۔ طواف کے بعد واپس منیٰ آئے۔ رات کو وہیں رہے۔ صبح کو اٹھ کر یہ ۱۱/ ذی الحجہ ہے بعد زوال پہلے شیطان کو سات کنکریاں مار کر ایک طرف ہو کر دعا کرے۔ پھر دوسرے شیطان کو کنکریاں مار کر کچھ دور ہو کر ادا کرے۔ پھر تیسرے کو کنکری مارے اور دعا کئے بغیر واپس آئے۔ اب پھر منیٰ میں رات کو رہے۔ صبح کو یہ ۱۲/ ذی الحجہ کی صبح ہے پھر زوال کے بعد اسی طرح کنکریاں مارے رات کو پھر منیٰ میں ٹھہرنا چاہئے اور صبح ۱۳/ ذی الحجہ کو اسی طرح کنکریاں مار کر تب مکہ واپس آئے۔ اگر ۱۲/ کو ہی کنکریاں مار کر مکہ واپس جانا چاہے تو بھی جائز ہے مگر غروب سے قبل منیٰ سے نکلے۔ مکہ آئے حج مکمل ہو گیا۔

(بیان فرمودہ: حضرت مولانا اقدس مفتی محمود حسن گنگوہی مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند)۔

(ماہنامہ النور/ جنوری ۲۰۰۲ء)

....

مناسک حج ایک نظر میں

(نقشہ احکام حج صفحہ ٦٥ ؟ ؟ ؟ ؟ ؟ ؟ ؟

......

بچوں کا حج

حج بالغ ہونے کے بعد ہی فرض ہوتا ہے لیکن جس طرح بچے کا روزہ نماز صحیح ہے اسی طرح بچے کا حج بھی صحیح ہے چاہے وہ بچہ بالکل چھوٹا ہو اور عقل وتمیز رکھتا ہو یا اتنا بڑا ہو کہ عقل وتمیز والا ہو۔ مسلم شریف میں حضرت ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ ایک خاتون نبی کریم ﷺ کے پاس اپنے بچوں کو لے کر آئی اور پوچھا یا رسول اللہ ﷺ اس کا بھی حج ہے؟ ارشاد فرمایا جی ہاں اور تمہیں اجر ملے گا۔ اس حدیث شریف سے یہ معلوم ہوا کہ بچے کا حج صحیح ہے اور بچے کے حج کا اجر وثواب ماں باپ اور ولی کو بھی ملتا ہے۔

حضرت سائب بن یزیدؓ کا بیان ہے کہ میری عمر سات سال کی تھی جب میرے باپ نے مجھے ساتھ لے کر نبی کریم ﷺ کی معیت میں حج ادا کیا۔

بچے پر چونکہ حج فرض نہیں ہے اس لئے اس کا حج نفلی حج ہوگا اور بالغ ہونے کے بعد اگر اس پر حج فرض ہو جائے تو اسے فرض حج کی نیت سے دوبارہ حج ادا کرنا ہوگا۔

حج کرنے والا بچہ یا بچی اگر بہت ہی چھوٹی عمر کے ہیں اور عقل وتمیز نہیں رکھتے تو ان کے ماں باپ یا ولی ان کی طرف سے احرام کی نیت کریں مگر یہ احرام واجب نہیں ہے اگر احرام کی نیت نہ کریں جب بھی کوئی حرج نہیں ہے پھر ان کی طرف سے ولی ہی حج کے سارے افعال ادا کریں اور اس بچے یا بچی کو ان تمام باتوں سے بچائیں جن سے ایک احرام والا مرد اور عورت بچے رہتے ہیں۔ اور طواف میں ان کا جسم اور کپڑے پاک رکھنے کا اہتمام کریں۔ اگر کوئی خلاف احرام بات پیش آجائے تو بچے پر یا اس کی طرف سے ولی پر کوئی دم نہیں ہوگا۔ اور اگر بچہ یا بچی ہوشیار ہو، عقل وتمیز رکھتا ہو تو پھر ماں باپ یا ولی کی اجازت سے احرام باندھے وضو اور پاکی وناپاکی کا خیال رکھے اور ان تمام باتوں کا اہتمام کرے جس کا اہتمام ایک احرام والا مرد اور عورت کرتے ہیں۔

اور جو افعال بچہ بطور خود ادا نہ کرسکتا ہو جیسے رمی وغیرہ تو ولی اس کی طرف سے ادا کردے البتہ وقوف عرفہ، منٰی اور مزدلفہ میں رات گزارنا، طواف اور سعی وغیرہ وہ کرے اور اگر نہ کرسکتا ہو تو پھر ماں باپ یا ولی گود میں یا کندھے پر بٹھا کر طواف اور سعی کرائیں طواف اور سعی کراتے وقت اپنی اور بچے کے بھی نیت کرلیں تو دونوں کی طرف سے ادا ہو جائے گا۔ نیز اگر بچے سے کوئی خلاف احرام بات سرزد ہو جائے تو کوئی دم بچے پر یا بچہ کی طرف سے ولی پر نہیں ہوگا بچہ جو جو افعال کرے گا اس کا ثواب ملے گا۔ انشاء اللہ۔
(محمد رفعت قاسمی)

بچے کو ساتھ لے جانے سے کیا بالغ ہونے پر حج فرض ہو جائے گا؟

سوال:۔ بچہ کو حج کے لئے ساتھ لے جانا کیا مناسب نہیں ہے کیونکہ بیت اللہ کو دیکھنے سے حج فرض ہو جائے گا؟ اور بالغ ہونے پر مالدار نہ ہوا اور مر گیا تو کیا گنہگار ہوگا؟

جواب:۔ بچہ اگر حج کر کے چلا آئے تو بالغ ہونے کے بعد اس پر حج فرض نہیں ہوگا ہاں اگر بلوغ کے بعد مالدار بھی ہو جائے تو حج فرض ہو جائے گا مالداری کی وجہ سے ہوگا زیارت (دیکھنے) سابقہ کی وجہ سے نہ ہوگا۔ (امداد الاحکام/ ج ۲/ ص ۱۶۳)

مسئلہ:۔ بچوں کو ساتھ لے جانے سے بچوں کا بھی حج ادا ہو جاتا ہے اور ماں کو بھی اجر وثواب ملتا ہے اور جو افعال وہ خود نہ کرسکے ان کے ماں باپ (یا جس کے ساتھ بچہ ہو وہ) کردیں مثلاً ''لبیک'' ان کی طرف پکار دیں جس جگہ ''رمی'' کی جاتی ہے وہاں ان کی طرف سے رمی کردیں، ان کو گود میں لے کر طواف وغیرہ کرادیں، احرام باندھیں، اگر بچہ بہت چھوٹا ہو تو اس کو بالکل برہنہ کردینا (کپڑے اتار دینا) بھی کافی ہے۔
(الجواب المتین/ ص ۲۰/ میاں اصغر حسین صاحب)

(اگر بچہ کے کپڑے نہ بھی اتاریں جب بھی کوئی دم وغیرہ نہیں ہے، بچہ جتنے افعال کرے گا اتنے کا ہی ثواب ملے گا)۔ (محمد رفعت قاسمی)

بالغ اولاد کا حج؟

سوال:۔کوئی شخص اپنی بالغ لڑکی یا لڑکے کو حج کرائے تو کیا وہ حج نفل ہوگا؟

جواب:۔اگر رقم لڑکی یا لڑکے کی ملکیت کردی گئی تھی تو ان پر حج فرض بھی ہوگیا اوران کا حج بھی ادا ہوگیا۔ (آپ کے مسائل/ ج ۴/ص ۳۷)

مسئلہ:۔جس لڑکے نے باپ کی موجودگی میں باپ کے مال سے حج کیا، باپ کے انتقال کے بعد جب یہ لڑکا باپ کے مال کا وارث ہوا تو اگر پہلا حج بلوغ کے بعد ہوا تو حج فرض ادا ہوگیا دوبارہ حج فرض نہیں ہے۔

(فتاوی دارالعلوم/ ج ۴/ص ۵۳۰/ بحوالہ ردالمختار کتاب الحج/ ج ۲/ص ۲۰۱)

نابالغ کا حج؟

سوال:۔ میں حج کرنے کا ارادہ رکھتی ہوں میرے ساتھ دو بچے گیارہ سال اور تیرہ سال کے ہیں تو میرے نابالغ بچے ہیں ان کا فرض حج ہوگا یا نفل؟

جواب:۔نابالغ کا حج نفلی ہوتا ہے۔ بالغ ہونے کے بعد اگر ان کی استطاعت ہو تو ان پر حج فرض ہوگا۔ (آپ کے مسائل/ ج ۴/ص ۳۷)

مسئلہ:۔اگر لڑکے نے حج کیا اور وہ صاحب شعور ہے کہ اعمال حج کا مقصد جانتا ہو تو اس کا حج ہوجائے گا تاہم فریضۂ حج اس کے ذمہ سے ساقط نہ ہوگا۔ (کیونکہ وہ بالغ نہیں ہے)۔

مسئلہ:۔اگر کوئی لڑکا ذی شعور نہیں ہے اور ایام حج آگئے تو اس کا ولی اس کی جانب سے اعمال حج ادا کرنے کا ذمہ دار ہوگا۔ حدیث شریف میں ہے کہ "آپ ﷺ نے فرمایا

اگر بچے نے دس حج بھی کئے پھر بالغ ہوا تو اس پر لازم ہے کہ اسلامی حج ادا کرے''۔
(جب کہ استطاعت ہو)

مسئلہ:۔ منجملہ شرائطِ وجوبِ حج کے عاقل ہونا ہے لہٰذا مجنون (پاگل اگرچہ بالغ ہو) اس پر حج واجب نہیں ہے اور نہ اس کا حج کرنا صحیح ہوگا لہٰذا وہ اس بارے میں شعور بچہ کے مانند ہے۔

مسئلہ:۔ حج واجب ہونے کی ایک شرط ''آزاد'' ہونا ہے چنانچہ غلام پر حج واجب نہیں ہے۔ (کتاب الفقہ/ ج۱/ص ۱۰۳۵/ وہکذا فتاویٰ محمودیہ/ ج ۱۷/ص ۱۸۹)

مسئلہ:۔ باپ چھوٹے بے ماں کے بچے کو چھوڑ کر فریضۂ حج کو جا سکتا ہے۔ باپ کے جانے کے بعد بچے کے ولی تایا و چچا (ہیں وہ) پرورش کریں گے البتہ بچے کا خرچ باپ دے کر جائے۔ (فتاویٰ دار العلوم/ ج ۴/ص ۵۳۳)

مسئلہ:۔ کسی مجنون نے حج کا احرام باندھا اور وقوف عرفہ سے پہلے ہوش آ گیا اور جنون جاتا رہا تو اگر اس کے بعد دوبارہ احرام باندھ لیا تو حج ادا ہو جائے گا اور اگر دوبارہ احرام نہیں باندھا تو حج فرض ادا نہ ہوگا۔ (معلم الحجاج/ص ۷۷)

مسئلہ:۔ نابالغ کو بالغ ہونے اور مجنون کو اچھا ہونے کے بعد پھر حج کرنا ہوگا بشرطیکہ قدرت اور شرائط موجود ہوں۔

مسئلہ:۔ اگر احرام باندھنے کے بعد کوئی شخص مجنون ہو گیا یا احرام سے پہلے مجنون تھا مگر احرام کے وقت افاقہ ہو گیا اور احرام کی نیت کر کے تلبیہ پڑھ لیا اس کے بعد مجنون ہو گیا اور تمام افعالِ حج اس کو ساتھ لے کر اس کے ولی نے کرا دیئے تو اس کا فرض حج ادا ہو جائے گا البتہ طواف زیارت افاقہ ہونے کے بعد خود ادا کرنا ضروری ہے۔
(معلم الحجاج/ص ۸۸)

......

نابالغ بچوں کا احرام؟

نابالغ بچہ ہوشیار اور سمجھ دار ہے تو خود وہ احرام باندھنے اور افعال حج ادا کرے۔ اور بالغ کی طرح سب افعال کرے، اگر نا سمجھ اور چھوٹا بچہ ہے تو اس کا ولی اس کی طرف سے اس کا احرام باندھے۔ چھوٹا بچہ نا سمجھ اگر خود افعال ادا کرے یا خود احرام باندھے تو یہ افعال اور احرام صحیح نہیں ہونگے۔ البتہ سمجھدار بچہ اگر خود احرام باندھے اور افعال خود ادا کرے تو صحیح ہو جائیں گے۔

مسئلہ:۔ سمجھدار بچہ کی طرف سے ولی احرام نہیں باندھ سکتا۔

مسئلہ:۔ سمجھ دار بچہ جو افعال خود کر سکتا ہو خود کرے اور اگر خود نہ کر سکے تو اس کا ولی کر دے البتہ نمازِ طواف بچہ خود پڑھے ولی نہ پڑھے۔

مسئلہ:۔ سمجھدار بچہ خود طواف کرے اور نا سمجھ کو گود میں لے کر طواف کرائے اور یہ ہی حکم وقوفِ عرفات اور سعی و رمی وغیرہ کا ہے۔

مسئلہ:۔ ولی کو چاہئے کہ بچہ کو ممنوعات احرام سے بچائے اگر کوئی فعل ممنوع بچہ کرے گا تو اس کی جزا واجب نہ ہوگی نہ بچہ پر نہ ولی پر۔

مسئلہ:۔ بچہ کا احرام لازم نہیں ہوتا، بچہ اگر تمام افعال چھوڑ دے یا بعض چھوڑ دے تو اس پر کوئی جزا و قضا واجب نہیں ہوگی۔

مسئلہ:۔ ولی سب سے قریب جو ساتھ ہو وہ بچہ کے احرام باندھے مثلاً باپ بھائی اگر دونوں ساتھ ہوں تو باپ کو احرام باندھنا بہتر ہے۔ اگر بھائی وغیرہ باندھے تو بھی جائز ہے۔

مسئلہ:۔ مجنون کا حکم تمام احکام میں مثل نا سمجھ بچے کے ہے لیکن اگر کوئی شخص احرام باندھنے کے بعد مجنون ہوا ہے تو ممنوعات احرام کے ارتکاب سے اس پر جزاء لازم ہونے میں اختلاف ہے احتیاطاً جزا دیدے تو اچھا ہے حج اس کا بلا اختلاف صحیح ہو جائے گا۔

مسئلہ:۔اور اگر احرام سے پہلے سے مجنون تھا اور اس کے ولی نے اس کی طرف سے اس کے احرام باندھا اور پھر وہ ہوش میں آ گیا تو اگر اس نے ہوش میں آنے کے بعد خود دوبارہ باندھ کر افعالِ حج ادا کر لئے تو حج فرض ادا ہو جائے گا۔ (معلم الحجاج/ص ۱۹۰)

مسئلہ:۔کم عقل، مجنون، بچہ اور بے ہوش اگر بالکل رمی نہ کریں تو ان پر فدیہ واجب نہیں ہے۔ (معلم الحجاج/ص ۸۷)

خلاصۂ حج

اگر غور کیا جائے تو حج کے سفر کی حیثیت ایک تربیت اور ٹریننگ کورس کی ہے، ہر حاجی گویا کہ شریعت کی طرف سے قائم ہونے والے ایک تربیتی کیمپ میں حصہ لیتا ہے، اس کیمپ میں ہر شخص کو اپنی انانیت ختم کرنے اور زندگی کے ہر گوشہ میں خدائی حکم نافذ کرنے کی تربیت دی جاتی ہے، چنانچہ احرام شروع ہوتے ہی بہت سی حلال چیزیں بحکم خداوند ممنوع ہوجاتی ہیں، اور تلبیہ کی گردان کر کے (بار بار پڑھ کے) محرم یہ اعلان کرتا ہے کہ وہ اپنے دل ودماغ سے غیر اللہ کی حاکمیت کے فاسد خیال کو نکال چکا ہے، پھر بیت اللہ شریف کا طواف، صفا مروہ کے درمیان سعی، منٰی کی وادی میں حاضری، دیوانہ وار عرفہ کی طرف کوچ، عرفہ میں امام کے ساتھ عصر کی نماز ظہر کے وقت میں ادائیگی، پھر بارگاہ رب العزت میں الحاح وزاری کے ساتھ فریاد، اس کے بعد مزدلفہ میں جا کر مغرب کی نماز کی عشاء کے وقت ادائیگی اور دسویں تاریخ کو رمی جمار کرتے وقت اللہ تعالیٰ کی بڑائی کے ساتھ شیطان لعین سے بیزاری کا اظہار، پھر اللہ تعالیٰ کے لئے قربانی اور طواف زیارت، ان سب اعمال ومناسک کا ایک ایک جزیہ یاد دلاتا ہے کہ ہم اپنے ہر کام میں آزاد نہیں ہیں، بلکہ احکم الحاکمین کے احکامات کے پابند ہیں، اسی وجہ سے قرآن کریم میں جہاں حج کے احکامات کا ذکر ہے اس میں تقویٰ اور پرہیزگاری پر سب سے زیادہ زور دیا گیا ہے۔

خلاصہ یہ کہ جوحضرات سفرحج کی سعادت سے بہرہ ورہوتے ہیں انہیں خصوصیت کے ساتھ قدم قدم پر یہ ارشادات پیش نظر رکھنے چاہئیں، بلکہ انہیں تازندگی عمل میں لانے کا عہد کرلینا چاہئے۔

یہی چیز اصل میں حج کی روح ہے، علماء ومشائخ نے لکھا ہے کہ حج مقبول کی علامت یہ ہے کہ حج آدمی کی زندگی میں دینی انقلاب کا ذریعہ بن جائے کہ اگر پہلے حقوق اللہ یا حقوق العباد میں کسی قسم کی کوتاہی میں مبتلا تھا تو حج کے بعد اس سے یکسر تائب ہوجائے، اگر خدانخواستہ کسی طرف سے کینہ حسد یا بغض وعداوت دل میں تھی تو حج کے بعد اس کا دل آئینہ کی طرح صاف ہوجائے، اگر بے نمازی تھا تو نمازی بن جائے اگر سنتوں کی خلاف ورزی کرتا تھا تو حج کے بعد خلاف ورزی چھوڑ دے، وغیرہ وغیرہ۔ یہی وہ کسوٹی اور معیار ہے جس کی روشنی میں ہر عازم حج اپنے حج کے مقبول ہونے یا نہ ہونے کا اندازہ لگا سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سب کے حج کو قبولیت سے سرفراز فرمائیں اور امت کے ہر فرد کو کتاب وسنت سے وابستہ رہ کر ان پر عمل کی توفیق عنایت فرمائیں۔ (آمین)

"ختم شدہ"

﴿ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴾

طالب دعاء محمد رفعت قاسمی

خادم دارالعلوم دیوبند

۵ ذیقعدہ/۱۴۲۹ھ

بمطابق/۵ نومبر/۲۰۰۸ء شب جمعہ۔

مکمل ومدلل

مسائلِ میّت

قرآن وسنت کی روشنی میں

دار العلوم دیوبند کے حضرات مفتیان کرام کے تصدیق کے ساتھ

تالیف

حضرت مولانا محمد رفعت صاحب قاسمی

مفتی ومدرس دار العلوم دیوبند

ناشر

وحیدی کتب خانہ

میونسپل کابلی پلازہ قصہ خوانی بازار پشاور

نام کتاب: مکمل و مدلل مسائلِ میّت

تالیف: حضرت مولانا محمد رفعت صاحب قاسمی مفتی و مدرس دارالعلوم دیوبند

کمپوزنگ: دارالترجمہ وکمپوزنگ سنٹر (زیرنگرانی ابوبلال برہان الدین صدیقی)

تصحیح ونظرثانی: مولانا لطف الرحمٰن صاحب

زیرنگرانی وسٹنگ: برہان الدین صدیقی فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی ووفاق المدارس ملتان وخریج مرکزی دارالقراء مدنی مسجد نمک منڈی پشاور،ایم اے عربی پشاور یونیورسٹی

اشاعت اول: جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ

ناشر: وحیدی کتب خانہ پشاور

استدعا: اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے کتابت، طباعت، تصحیح اور جلد سازی کے تمام مراحل میں پوری احتیاط کی گئی ہے لیکن پھر بھی انسان کمزور ہے اگر اس احتیاط کے باوجود بھی کوئی غلطی نظر آئے تو مطلع فرمائیں انشاء اللہ آئندہ ایڈیشن میں اصلاح کیا جائے گا۔

منجانب: عبدالوہاب وحیدی کتب خانہ پشاور

دیگر ملنے کے پتے

فہرست مضامین



بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

انتساب

میں

اپنی اس کاوش

"مکمل و مدلل مسائل میت"

کو آدمؑ کے مقتول بیٹے "ہابیل"

کی طرف منسوب کرنے کی سعادت

حاصل کر رہا ہوں جنہوں نے حق کی خاطر

دنیا میں سب سے پہلے موت کا جام نوش فرمایا۔

﴿ قَالَ لَأَقْتُلَنَّكَ ، قَالَ إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ ﴾

محمد رفعت قاسمی

خادم دار العلوم دیوبند

۱۴/ شعبان المعظم ۱۴۲۹ھ

مطابق ۱۶/ اگست ۲۰۰۸ء بوقتِ شب

عرض مؤلف

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ وَحْدَهٗ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ لَّانَبِيَّ بَعْدَهٗ:

امابعد: غیر معمولی (مرض کے باعث) تاخیر کے بعد الحمد للہ اکیسویں کتاب ''مکمل ومدلل مسائل میت'' پیش خدمت ہے۔ جس میں مریض کی عیادت کے آداب وفضائل، موت کے وقت کے احکام ومسائل، مرنے کے بعد غسل، کفن، جنازہ اٹھانے وکندھا دینے کا مسنون طریقہ، عام قبرستان، وقف قبرستان، مخلوط قبرستان کے مسائل، نماز جنازہ کس کی پڑھی جائے امامت کا حق کس کو ہے اور کون نماز جنازہ پڑھا سکتا ہے؟

دفن کرنے کا مسنون طریقہ، بعد دفن کے مسائل، اہل میت کو کھانا کون دے؟ کتنے دن اور کون کھا سکتا ہے؟ ایصال ثواب کا مسنون طریقہ، مرنے کے بعد تعزیت حاضر ہوکر، فون، خط، جلسہ وغیرہ کے ذریعہ سے؟

نیز عورت کی عدت، مرنے والے کی نماز، روزہ، زکوۃ حج وغیرہ کے فدیہ کے مسائل غرض یہ کہ آثار موت سے لے کر ایصال ثواب اور زیارت قبور تک تقریباً تمام ہی ضروری مسائل ہیں اور یہ سب اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم نیز دار العلوم اور مفتیان دار العلوم دیو بند کا فیض وثمرہ ہے۔

اللہ تعالیٰ سابقہ کتابوں کی طرح اس کو بھی قبولیت کا درجہ عنایت فرما کر عند الموت اور بعد الموت اپنے خاص فضل وکرم عفو ودرگزر کا معاملہ فرمائے۔

﴿أَنتَ وَلِيِّيْ فِيْ الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ تَوَفَّنِيْ مُسْلِماً وَأَلْحِقْنِيْ بِالصَّالِحِيْنَ﴾

(آمین یارب العالمین)

محمد رفعت قاسمی خادم دار العلوم دیو بند

۱۴/شعبان المعظم ۱۴۲۹ھ

۱۶/ اگست ۲۰۰۸ء/ بوقت شب۔

تقریظ

فقیہ النفس مولانا مفتی سعید احمد صاحب مدظلہٗ
شیخ الحدیث وصدر المدرسین دارالعلوم دیوبند

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ والصَّلوٰۃ والسَّلام علیٰ عبدہٖ ورسولہٖ الکریم محمد رحمۃ للعالمین وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین: امابعد!

مجھے خوشی ہے کہ برادر مکرم جناب مولانا قاری محمد رفعت صاحب استاذ دارالعلوم دیوبند نے ''میت'' کے مفصل احکام مرتب فرمائے ہیں موصوف ماشاء اللہ موفق ہیں، متعدد کتابیں ان کے قلم سے وجود میں آکر قبولیت عوام وخواص میں حاصل کرچکی ہیں۔ اس لئے امید کامل ہے کہ یہ کتاب ''مکمل ومدلل مسائل میت'' بھی اس ہی انداز کی ہوگی بلکہ اس سے بہتر ہوگی کیونکہ آدمی ہرآنے والے دن میں ترقی کے منازل طے کرتا ہے اور خوبیوں کی طرف بڑھتا ہے۔

دعا کرتا ہوں کہ ان کی یہ کتاب بھی بارگاہِ خداوندی میں قبولیت کا شرف حاصل کرے اور امت کو اس سے فیض پہنچے۔ (آمین)

کتبہ: سعید احمد عفا اللہ عنہ پالن پوری
خادم الحدیث دارالعلوم دیوبند۔

ارشادِ گرامی قدر

مولانا مفتی محمود حسن صاحب بلند شہری مفتی دار العلوم دیوبند

الحمدللہ نحمدہٗ ونستعینہ ونعوذباللہ من شرور انفسنا ونشھد ان لاالٰہ الااللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ ونشھد ان سیدنا محمداً عبدہٗ ورسولہٗ ارسلہ اللہ تعالیٰ الاکافۃ الناس بشیراً ونذیراً وداعیاً الی اللہ باذنہٖ وسراجاً منیراً

امابعد! میت اوراس کے متعلقات کے شرعی احکام پر مشتمل کتاب (مسائل میت) کا مسودہ احقر نے حرفاً حرفاً دیکھا درحقیقت یہ عجالہ نافعہ عامۃ المسلمین بلکہ اہل علم حضرات کے لئے بھی بہترین تحفہ ہے کہ بیک وقت مستند حوالوں کے ساتھ یکجا شریعتِ مطہرہ کا حکم معلوم ہوجاتا ہے اصل کتب فتاویٰ وغیرہ کی طرف مراجعت کرنے میں بھی بہت سہولت ہوگئی اللہ پاک مؤلف کتاب (مولانا قاری محمد رفعت صاحب مدظلہٗ) اوران کے معاونین کو جزاء احسن عطا فرمائے سب کے حق میں کتاب کو ذخیرۂ آخرت بنائے اور قبولیت عامہ سے نوازتے ہوئے تمام فتنوں سے محفوظ رکھے۔ (آمین)

ہٰذا ما کتبہ احقر الزمن العبد محمود حسن بلند شہری
غفر اللہ لہٗ والوالدیہ واحسن الیہما والیہ
خادم التدریس والافتاء جامعہ دار العلوم دیوبند
١٠ ذی الحجہ ١٤٢٩ھ / یوم الثلثاء قبیل صلوٰۃ العصر۔

رائے گرامی

مولانا مفتی زین الاسلام صاحب قاسمی

حامداً و مصلیاً و مسلماً !

گرامی قدر! رفیق محترم مولانا قاری محمد رفعت صاحب قاسمی (دام فیضہ وعم نفعہ) اللہ تعالیٰ مولانا موصوف کو جزائے خیر عطاء فرمائے مولانا نے اپنے سلسلہ مطبوعات نمبر اکیس "کتاب مکمل ومدلل مسائل میت" دیگر کتابوں کی طرح اس مجموعہ میں بھی فقہ وفتاویٰ کی مستند کتابوں سے "میت" سے متعلق ہر طرح کے جزئیات یکجا کرائے ہیں، بعض جگہ مولانا موصوف نے چند سطری توضیحی فوائد بھی اپنے قلم سے رقم فرمادیئے ہیں۔

احقر نے اس مجموعہ کا من اولہٖ الیٰ آخرہٖ مطالعہ کیا ہے ہر مسئلہ معتمد حوالوں سے مزین ہے اس لئے اس کے مستند ہونے میں کوئی شبہ نہیں اور پورے وثوق کے ساتھ یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ ائمہ مساجد وعوام کے لئے بے حد مفید اور کارآمد کتاب ہے۔

دعا کرتا ہوں کہ یہ کتاب بھی بارگاہِ خداوندی میں قبولیت کا شرف حاصل کرے اور امت کو اس سے فیض پہنچے۔ (آمین)۔

خاکپائے درویشاں

زین الاسلام القاسمی

بیماری میں دواودعا کاحکم

جب کوئی مسلمان بیمار ہوتو اس کواوراس کے اعزاء کو چاہئے کہ وہ اس کے مرض کا علاج کرائیں اورکس ماہر حکیم وڈاکٹر وغیرہ سے رجوع کریں کیونکہ حدیث شریف میں آیاہے کہ ''تداووا عباداللہ فان اللہ تعالیٰ ماخلق داءً الاوقدخلق لہٗ دواءً الاالسام والھرم''۔(مشکوٰۃ شریف/ ج ا/ص ۳۸۸/ وابوداؤدشریف/ ج ۲/ص ۵۳۹)

ترجمہ:۔اللہ کے بندو! علاج کرو بیشک اللہ تعالیٰ نے جتنی بیماریاں پیدا کی ہیں ان کی دوابھی پیدا کی ہے مگر موت اور بڑھاپا۔

ایک اورحدیث شریف میں ہے ''لکل غم فرح ولکل داء دواءٌ''۔

ترجمہ:۔ہرغم کے لئے خوشی ہےاور ہر بیماری کی دوا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے جتنی بیماریاں پیدا کی ہیں ان کے ازالہ کے لئے ایسی دوائیں بھی بنائی ہیں جن میں ان امراض کے لئے شفا کی خاصیت رکھی ہے امراض کے معالجہ میں بہتر یہ ہے کہ اعتدال کوملحوظ رکھیں ماہر ہمدرد خداترس اورخلیق معالج سے رجوع کریں اورعلاج کوجلد جلد نہ بدلیں بلکہ ادویہ کا معقول اثر ہونے تک استواری کے ساتھ ایک ہی مشیر کی تدابیر پراکتفاء کریں پھر جہاں تک ممکن ہو علاج میں ایسی چیزوں اوردواؤں کونہ استعمال کیاجائے جوحرام وممنوع ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حرام وممنوع چیزوں میں شفاء نہیں رکھی ہے جیسا کہ حدیث شریف میں واردہوا ہے:

''ماجعال اللہ شفاء کم فیماحرم''۔(بخاری/ ج ۲/ص ۸۴۰)

حرام چیزوں میں اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے شفاء نہیں رکھی البتہ اگر کوئی ماہر حاذق حکیم وڈاکٹر ممنوع وحرام چیز کی نسبت یہ فیصلہ کردے کہ مریض کے لئے اس میں شفاء ہےاس کے بغیرعلاج ممکن نہیں تو شریعت نے اس صورت میں جان بچانے کی خاطر حرام وممنوع چیزں سے جان بچانے کی اجازت دی ہے تدابیرازآلہ مرض وعلاج کے ساتھ ہی مریض اوراس کے اعزاء ومتعلقین کوچاہئے کہ وہ اپنے معاصی (گناہوں) سے توبہ کریں اورکثرت سے استغفار پڑھیں تاکہ اللہ تعالیٰ سب پررحم فرمائے چنانچہ قرآن کریم میں ارشادہوا ہے:

﴿ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴾

اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو بے شک وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اور حدیث شریف میں ہے: ''توبوا الی اللّٰہ قبل ان تموتوا''۔(ابن ماجہ/ص ۸۷)۔

موت سے پہلے توبہ کرنے میں جلدی کرو کثرت معاصی، منہیات، اور محرمات کا ارتکاب اور حقوق تلفی بھی امراض کا سبب ہوتے ہیں اس لئے گناہوں سے توبہ واستغفار بیماری میں ضروری ہے حدیث شریف میں آیا ہے: لکل داء دواء ودواء الذنوب الاستغفار ۔ ہر بیماری کے لئے دوا ہے اور گناہوں کی دوا استغفار ہے یہ بھی یاد رکھنے کی بات ہے کہ بعض لوگ خطرناک امراض میں دوا اور دعاء کے نتائج سے مایوس ہوکر امور خلاف شرف اور منہیات ومحرمات میں مبتلا ہوجاتے ہیں مثلاً ٹوٹکا، خلاف شرع نذر ومنت، جنتر منتر، اور سحر وجادو وغیرہ اس قسم کی تدابیر نہ صرف حرام امور میں سے ہیں بلکہ مفید بھی نہیں، اس لئے مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ ناپائدار زندگی کے لئے اس قسم کے اعمال اور تدابیر سے دین وایمان کو تباہ وبرباد نہ کریں بلکہ اس کے بجائے انجام بخیر ہونے کی دعاء مانگیں اور بہتر یہ ہے کہ مرض کے زیادہ ہونے کی حالت میں مستحق لوگوں کو صدقہ وخیرات دیں، اور مساکین وفقراء کی دعائیں حاصل کریں۔

چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے: تداووا مریضکم بالصدقة ۔ اپنے بیماروں کا علاج صدقہ سے کرو۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے: لاترد البلاء الا الصدقة ۔ بلاؤں کو دور کردیتا ہے ویسے تو ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اپنی زندگی میں زاد آخرت کا خیال رکھے یہ فرض نہایت اہم ہونا چاہئے اس لئے کہ زندگی ناپائیدار ہے۔ صرف سانس کی آمدورفت پر حیات کا دارومدار ہے ممکن ہے کہ معمولی علت یا بیماری سانسوں کی آمدورفت کو ختم کردے اور دنیا ودین کی ساری امیدیں ختم ہوجائیں اس لئے ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ آخرت کا سامان کرے اور اگر بدقسمتی سے اس نے زندگی کے وسیع وغیر محدود مشاغل میں پھنس کر اس کی طرف توجہ نہ کی ہو تو بیماری کے ایام میں اگر ہوش وحواس باقی ہوں تو اپنی توجہ اسی جانب

منعطف کردے اگر انسان مالدار ہے تو غریب عزیزوں، رشتہ داروں، ہمسایوں اور درماندہ لوگوں کی مدد کرے اور نیک کاموں میں روپیہ خرچ کرے وارثوں کے حقوق کا خیال رکھے اور حسب حیثیت مصارف خیر میں حصہ لے کر حدیث شریف پر عمل کرے: **خیر المال ماانفق فی سبیل اللہ**۔ بہترین مال وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا جائے۔

بستر مرگ کا حکم

انسانی زندگی حوائج دنیا کی وجہ سے بڑی کشمکش میں رہتی ہے اور بعض اوقات مجبوریاں بغض وعداوت تک کو جائز کردیتی ہیں انسان پھر ایک مسلمان کے لئے شریعت نے جو حکم دیا ہے اگر کبھی ایسا اتفاق ہو کہ کسی عزیز، رشتہ دار، ہمسایہ، دوست یا کسی مسلمان سے شکر رنجی ہوجائے تو تین دن سے زیادہ قلب میں بغض وغداوت کو جگہ نہ دی جائے ورجس قدر ممکن ہو صلح کرلی جائے افسوس ہے کہ ہم نے منجملہ دیگر احکام شرع کے اس حکم کو بھی پس پشت ڈال دیا ہے اور اکثر افراد بغض وعداوت، غرور وتکبر، نمائش وریا اور نفرت وحقارت کے دلدادہ بنے ہوئے ہیں اگر زندگی کے مشاغل، خودغرضی کی لذت اور رشک ورقابت کے جذبات آرام وآسائش کے زمانے میں قلب سے ان امراض کے دور کردینے کا موقع نہ دیں تو انسان کو چاہئے کہ وہ موت کو قریب پاکر بیماری کے دنوں میں ان ناپاک چیزوں کو ضرور دل سے نکال ڈالے اور ہر اس شخص کی رضامندی وخوشنودی حاصل کرلینے کی جدوجہد کرے جس سے آرام وآسائش کے دور میں بیگاڑ ونفرت رہی ہے۔

اس سلسلہ میں مریض کا سب سے پہلا یہ فرض ہے کہ وہ اعزہ، رشتہ داروں، احباب، ہمسایوں، ملازموں اور عام مسلمان کی خوشنودی اور رضامندی حاصل کرے اور جس جس شخص سے اس کو رنج وعداوت یا بغض ہو اس سے اظہار معذرت کے بعد صفائی کرے اور مناسب طریقے پر ان سے معذرت خواہ ہو ایسی حالت میں جبکہ انسان بستر علالت یا مرگ پر پڑا ہو عام خوشنود اس کی زندگی کے بار کو بہت ہلکا کردیتی ہے اس کا مجروح پژمردہ قلب شگفتہ ہوجاتا ہے مرض میں تخفیف ہوجاتی ہے یا موت اس پر آسان ہوجاتی ہے اس کے ساتھ

ایک مسلمان کو بستر علالت پر پڑے پڑے اس امر پر بھی غور کرنا چاہئے کہ اس کے ہاتھوں سے کس کس کو اذیت و تکلیف پہنچی ہے اس نے زندگی کے مشاغل میں کس کس کی حق تلفی کی ہے جو اشخاص اس قسم کے اس کو یاد آئیں ان سے اپنے قصور کی معافی چاہے اور معافی چاہنے میں کوئی عار و شرمندگی محسوس نہ کرے اور اگر وسعت ہو تو ان کے نقصان کا معاوضہ دے جن لوگوں کا حق تلف کیا ہے ان کا حق ادا کرے اور اگر وسعت نہ ہو تو معاف کرائے کیونکہ شریعت نے مسلمانوں کو بتلایا ہے کہ حق تلفی بدترین گناہ ہے اور جب تک وہ لوگ جن کا حق تلف کیا گیا ہے وہ خود معاف نہ کریں اللہ تعالیٰ اس جرم کو معاف نہیں کرتا اس لئے ہر مسلمان کو چاہئے کہ کسی کا حق تلف نہ کرے اور اگر ایسا کوئی جرم ہو گیا تو زندگی ہی میں اس کو معاف کرالے تاکہ آخرت کی پرسش و پاداش سے محفوظ رہے ہم عہد کریں کہ انشاء اللہ آئندہ عبادات اور فرائض کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ اپنے معاملات کو بھی درست رکھیں گے اور خلق خدا کو نفع پہنچانے والے بنیں گے اور اپنی بقیہ زندگی کو شریعت کے مطابق گزاریں گے برائیوں سے توبہ کرتے ہوئے آئندہ مخلوق خدا کو ناحق تکلیف پہنچانے سے بچیں گے اور ہر اس عمل سے اپنے آپ کو دور رکھیں گے جس سے کسی انسان کو ناحق تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمارے دل سے کی ہوئی توبہ کو قبول فرما کر نیک لوگوں میں شامل فرمائے۔ (آمین)

(محمد رفعت قاسمی)

اسلام میں مریض کی عیادت

مریض کی عیادت و تسلی اور اس کی خدمت و ہمدردی کو رسول اللہ ﷺ نے اونچے درجہ کا نیک عمل اور ایک طرح کی مقبول ترین عبادت بتلایا ہے اور مختلف طریقوں سے اس کی ترغیب دی ہے۔ خود آپ ﷺ کا دستور اور معمول بھی تھا کہ مریضوں کی عیادت کے لئے تشریف لے جاتے، ان سے ایسی باتیں کرتے جن سے ان کو تسلی ہو جاتی اور ان کا غم ہلکا ہوتا، اللہ تعالیٰ کا نام اور اس کا کلام پڑھ کر مریض پر دم بھی فرماتے اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین فرماتے، چنانچہ آپ ﷺ کا ارشاد مبارک حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے نقل فرمایا: بھوکوں

کو کھانا کھلاؤ، بیماروں کو عیادت کرو اور جو لوگ ناحق قید کر دیئے گئے ہوں ان کی رہائی کی کوشش کرو۔ (صحیح بخاری)

حضرت ثوبان ﷺ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ: بندہ مؤمن جب اپنے صاحب ایمان بھائی کی عیادت کرتا ہے تو واپس آنے تک وہ گویا جنت کے باغ میں ہوتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس بندے نے کسی مریض کی عیادت کی تو اللہ تعالیٰ کا منادی آسمان سے پکارتا ہے کہ تو مبارک، اور عیادت کے لئے تیرا چلنا مبارک اور تو نے یہ عمل کر کے جنت میں اپنا گھر بنالیا۔
(معارف الحدیث/ ج ۳/ص ۴۴۷/ بحوالہ ابن ماجہ)

بیمار کی عیادت کرنا

جب کوئی شخص اپنے رشتہ دار یا دوستوں میں بیمار ہو تو اس کو دیکھنے کے لئے جانا اور اس کے حالات کو دریافت کرنا مستحب ہے، اسی کو عیادت کہتے ہیں۔

اور اگر بیمار کے اعزا وغیرہ میں کوئی اس کی خبر گیری کرنے والا نہ ہو تو ایسی حالت میں اس کی تیمارداری عام مسلمانوں پر جن کو اس کی حالت معلوم ہو فرض کفایہ ہے۔

عیادت کی فضیلت و تاکید اور اس کا ثواب احادیث میں بے حد وارد ہوا ہے مگر ہم اس کو زیادہ بیان کرنا نہیں چاہتے صرف دو تین حدیثیں مختصر بیان کئے دیتے ہیں۔

صحیح مسلم شریف کی حدیث میں ہے حق تعالیٰ قیامت میں فرمائے گا کہ اے میرے بندے میں تیرا پروردگار ہوں میں بیمار ہوا اور تو میری عیادت کو نہیں آیا بندہ عرض کرے گا خداوند تو عالم کا پروردگار ہے تیری عیادت کیسے ہو سکتی ہے یعنی تو بیمار نہیں ہو سکتا، ارشاد ہوگا کہ فلاں میرا بندہ بیمار ہوا اور تو نے اس کی عیادت نہیں کی، اگر تو اس کی عیادت کو جاتا تو مجھ کو اسی کے پاس پاتا۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص صبح کو بیمار کی عیادت کرے اس کے لئے

ستر (۷۰) ہزار فرشتے شام تک دعائے مغفرت کرتے ہیں اور جو شام کو کرے اس کے لئے ستر (۷۰) ہزار فرشتے استغفار کرتے ہیں، صبح تک۔ (سفر السعادات)

جو کوئی اپنے بھائی مسلمان کی عیادت کرے اس کو ایک باغ ملے گا جنت میں۔ (ترمذی شریف و بخاری شریف/ ج۱/ص ۱۶۵)

نبی کریم ﷺ نے اپنے برگزیدہ اصحاب کو یہ حکم دیا تھا کہ تم لوگ بیمار کی عیادت کیا کرو اور جنازہ کے ہمراہ جایا کرو۔ (صحیح بخاری شریف/علم الفقہ/ ج۱/ص ۱۸۳)

مسئلہ:۔ بغیر پیسے کے بیمار کے پاس یا قبر کے پاس ثواب کی نیت سے تلاوت کرنا شرعاً درست ہے، اجرت لے کر تلاوت کرنا حرام ہے، اجرت لینے اور دینے والے دونوں گنہگار ہیں اور ثواب حاصل نہیں ہوتا ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ/ ج۷/ص ۲۴۸)

عیادت کے آداب

عیادت کے آداب میں ہے کہ وضو کر کے محض ثواب اور حق تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے جائے اور جب بیماری کے پاس پہنچے تو اس کا حال پوچھے اور اس کی تسکین کرے اور اس کو تسلی دے اور اس کو صحت کا امیدوار کرے اور بیماری کے جو فضائل ثواب حدیث شریف میں وارد ہوئے ہیں ان کو بتائے اور اس کے لئے دعائے صحت کرے اور اپنے لئے بھی اس سے دعاء کی درخواست کرے۔ بیمار کے پاس زیادہ دیر تک نہ بیٹھے، ہاں اگر بیمار اس کے بیٹھنے سے خوش ہوتا ہو تو زیادہ دیر بیٹھنا بہتر ہے۔ (شرح سفر السعادات)

نبی کریم ﷺ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ جب کوئی آپ ﷺ کے دوستوں میں بیمار ہوتا آپ ﷺ اس کی عیادت کو تشریف لے جاتے اور مریض کے سرہانے بیٹھ جاتے اور اس کا حال پوچھتے اور فرماتے تم کو اپنی طبیعت کیسی معلوم ہوتی ہے اور تمہارا دل کسی چیز کو چاہتا ہے اگر کسی چیز کی وہ خواہش کرتا اور وہ چیز اس کے لئے مضر نہ ہوتی تو اس کے دینے کا حکم فرماتے اور اپنے سیدھے ہاتھ کو بیمار کے بدن پر رکھ کر اس کے لئے دعا فرماتے کبھی ان الفاظ سے۔

”اَللّٰھُمَّ رَبَّ النَّاسِ اَذْھِبِ الْبَاسَ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ لَاشِفَاءَ

اِلَّاشِفَاءُ کَ شِفَاءً لَایُغَادِرُ سُقْماً ''۔ اکثر تین مرتبہ دعاء فرماتے، اے اللہ اے تمام لوگوں کے پروردگار بیماری کو دور کر دے اور صحت عنایت فرما تو ہی صحت دینے والا ہے اور صحت وہی ہے جو تو عنایت فرمائے ایسی صحت دے کہ پھر کوئی بیماری باقی نہ رہے۔

نبی کریم ﷺ سے کافروں (غیر مسلموں) کی بھی عیادت منقول ہے۔ ایک جوان یہودی آپ کی خدمت کیا کرتا تھا جب بیمار ہوا تو آپ ﷺ اس کی عیادت کو تشریف لے گئے اور اس سے مسلمان ہو جانے کے لئے ارشاد فرمایا، اس کی خوش قسمتی کہ وہ مسلمان ہو گیا۔

جب آپ ﷺ کے چچا ابو طالب بیمار ہوئے جب کہ وہ مشرک تھے آپ ﷺ ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے ان سے بھی مسلمان ہونے کی درخواست فرمائی مگر کاتب ازل نے یہ سعادت ان کی قسمت میں نہ لکھی تھی لہٰذا وہ تعمیل ارشاد سے محروم رہے۔

اسی وجہ سے اکثر علماء کی یہ رائے ہے کہ عیادت حقوق اسلام میں سے نہیں بلکہ حقوق صحبت میں سے ہے کہ جس شخص سے ملاقات ہو اس کی عیادت مسنون ہے خواہ وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم۔ (شرح سفر السعادات/علم الفقہ / ج ۲/ص ۱۸۴)

مسئلہ:۔ مستحب ہے کہ مرنے والا اپنے حق میں اللہ تعالیٰ سے حسنِ ظن رکھے کیونکہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے: ''موت کے وقت چاہئے کہ انسان اپنے حق میں اللہ تعالیٰ سے اچھا گمان رکھے کہ وہ رحم فرمائے گا اور گناہ معاف کر دے گا''۔ اور بخاری و مسلم شریف میں ہے: ''کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے متعلق میرے بندہ کا جیسا گمان ہوگا (یعنی جیسی توقع رکھے گا) میں ویسا ہی معاملہ کروں گا۔ (کتاب الفقہ / ج ۱/ص ۸۰۹)

مسئلہ:۔ انتقال کے بعد میت کو ایسی جگہ رکھنے کا انتظام کیا جائے جہاں میت کے پاس لوگ رہ سکیں میت کو تنہا نہ رکھا جائے اگر اس کے پاس بیٹھنا مشکل ہو جیسا کہ ہسپتال وغیرہ میں تو دور بیٹھ کر تسبیح و تہلیل میں مشغول رہیں اور میت کے لئے دعائے مغفرت کرتے رہیں۔

(فتاویٰ رحیمیہ / ج ۵/ص ۱۱۶/ درمختار/ ج ۱/ص ۷۹۸)

مسئلہ:۔ کسی بھی میت کی خبر ملے یا کوئی بھی میت سامنے ملے مسلم ہو یا غیر مسلم اس کو دیکھ کر اپنی

موت کو یاد کرنا چاہئے جس کے لئے بہتر الفاظ یہ ہیں: ''انا للہ وانا الیہ راجعون ''.
(فتاویٰ محمودیہ/ ج ۲/ص ۴۱۴)

مسئلہ:۔ موت کے آثار ہونے پر بلند آواز سے کلمہ شہادت پڑھنا اسی طرح سورۂ یٰسین شریف پڑھنا اور روح نکل جانے پر بلند آواز پر آنکھیں میت کی بند کرنے والے شخص کا ''بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ '' پڑھنا کپڑے سے ڈھانک دینے کے بعد حاضرین کا تلاوت میں مشغول ہونا ثابت ہے۔ (فتاویٰ شامی مع ردالمختار/ ج ۳/ ۸۷ تا ۸۵/ واحسن الفتاویٰ/ ج ۴/ ص ۲۲۵/ وفتاویٰ ہندیہ/ ج ۱/ص ۱۵۷/طحطاوی علی مراقی الفلاح/ص ۳۰۸/ وکبیری/ص ۵۷۶/ وبہشتی زیور/ حصہ: ۲/ص ۵۲)

اسلام کا احسان عظیم

موت چونکہ یقیناً آنے والی ہے، اوراس کا کوئی وقت معلوم نہیں ہے، اس لئے مسلمان کو چاہئے کہ کسی وقت بھی اس سے غافل نہ ہو ہمیشہ اس کو یاد رکھے اور آخرت کے اس سفر کی تیاری کرتا ہے، خصوصاً بیمار ہو تو اپنی دینی وایمانی حالت کو درست کرنے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے تعلق کو صحیح کرنے کی زیادہ فکر کرے، اور دوسرے بھائی اس کی خدمت وہمدردی اوراس کا غم ہلکا کرنے اور جی بہلانے کی کوشش کریں، اللہ تعالیٰ کا نام اور کلام پڑھ کر اس پر دم اوراس کی صحت وشفا کے لئے دعا کریں، اوراس کے سامنے اجر وثواب کی باتیں اور اللہ کی شان رحمت کے خوش آئند تذکرے کریں، خصوصاً جب محسوس ہو کہ مریض بظاہر اچھا ہونے والا نہیں ہے اور سفر آخرت قریب ہے تو اس کے دل کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کرنے کی اور کلمہ ایمان کی یاد دہانی کی مناسب طریقے پر کوشش کریں۔

اور پھر جب موت آجائے تو اس کے اقارب صبر سے کام لیں، طبعی اور فطری رنج وغم کے باوجود موت کو اللہ تعالیٰ کا فیصلہ سمجھ کر وفادار بندے کی طرح اس کے سامنے سر تسلیم خم کردیں اوراس کے کرم سے اس صدمہ پر اجر وثواب کی امید رکھیں اوراس کی دعائیں کریں، اور زبانی اور عملی طور پر میت کے اقارب اور گھر والوں کی غم خواری اور ہمدردی کریں اوران کی

تسلی وتشفی اور غم ہلکا کرنے کی کوشش کر کے عند اللہ ماجور ہوں۔ (معارف الحدیث/ ج۳/ص ۴۳۵)

چونکہ اسلام کی مقدس شریعت میں اپنے دینی بھائیوں کے ساتھ عمدہ سلوک اور احسانات اور ہر قسم کی مراعات ایک جزو اعظم قرار دی گئی ہے اور شریعت نہیں چاہتی کہ اس دینی اخوت اور محبت کا سلسلہ موت سے منقطع ہو جائے اسی وجہ سے نبی کریم ﷺ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ جب کوئی مسلمان دنیا سے انتقال کرتا اس کے ساتھ وہ بہت احسان کرتے اور جو چیزیں اس کے لئے قبر اور قیامت میں مفید ہوتیں ان کی کوشش فرماتے اور اس کے اعزہ اور اقارب سے بھی بہت اچھا سلوک کرتے۔

یہی سبب ہے کہ جنازہ کی نماز جو درحقیقت میت کے لئے دعائے مغفرت ہے، مسلمانوں پر خدا کی طرف سے فرض کردی گئی ہے اور اس (میت) کو پاک وصاف کر کے ایک عمدہ اہتمام سے آخری منزل تک پہنچادینا ایک امر لازم کردیا گیا ہے درحقیقت میت کے حقوق کی رعایت اس کی بیماری سے آخری وقت تک بلکہ اس کے بعد بھی جیسی اسلام میں ہوتی ہے کسی اور مذہب میں اس کا ایک شمہ بھی نہیں اگر کسی کی چشم بصیرت روشن ہو وہ ان معاملات کو نہایت قدر کی نگاہوں سے دیکھنے کے قابل سمجھے گا۔ (علم الفقہ/ ص ۱۸۳)

موت کے وقت کے مسائل

مسئلہ:۔ تعامل سلف وتوارث خلف یہی ہے جس کو صاحب ہدایہ نے اختیار کیا ہے کہ موت کے آثار کے وقت مرنے والے کو چت لٹا کر چہرہ قبلہ کی طرف ہونا چاہئے کہ احادیث کی تصریحات اور علل فقہاء دونوں اسی کو مقتضی ہیں۔

اور داہنی کروٹ کی قید کسی حدیث واثر سے صراحتاً نہیں نکلتی پس اسلم طریقہ یہی ہے کہ توجہ قبلہ مع الاستلقاء (چت لٹا کر چہرہ قبلہ کی طرف) ہو یا پھر جس صورت میں سہولت ہو عمل کیا جائے دونوں میں سے کسی ایک کو بھی خلاف سنت نہیں کہا جا سکتا۔

(فتاوی دار العلوم/ ج۵/ص ۲۴۲/ وامداد الاحکام ۸۱۱)

اور یہ سب صورتیں اس وقت مسنون ہیں کہ مریض کو تکلیف نہ ہو اس کو تکلیف ہو

تو جس طرح مریض کو آرام ہو اسی طرح اس کو لیٹا رہنے دیں۔ (بحر الرائق)

مسئلہ:۔ میت یعنی مرنے والا بالغ ہو یا نابالغ بہرصورت نزع کے وقت سورۂ یٰسین سنانا مستحب ہے۔ (احسن الفتاویٰ / ج ۴/ص ۲۱۳/ رد المحتار/ ج ۱/ص ۷۹۷)

مسئلہ:۔ اس وقت یعنی مرنے والے کے قریب مستحب ہے کہ کوئی شخص عزہ یا احباب وغیرہ میں سے اس کو تلقین کرے یعنی اس کے سامنے بلند آواز سے کلمہ طیبہ پڑھا جائے تا کہ مریض اس کو سن کر خود بھی پڑھے اور اس بشارت کا مستحق ہو جائے جو صحیح احادیث میں وارد ہوئی ہے کہ جس کا آخری کلام: ''لا الٰہ الا اللّٰہ'' ہوگا وہ جنت میں داخل ہوگا، مگر مریض سے یہ نہ کہا جائے کہ تم بھی پڑھو کہیں شدت مرض یا بدحواسی کے سبب اس کے منہ سے انکار نکل جائے۔ سورۂ یٰسین کا ایسے مریض کے پاس پڑھنا مستحب ہے۔ حدیث میں ہے کہ جس مریض کے پاس سورۂ یٰسین پڑھی جائے اس کی موت خوشگوار ہو جاتی ہے، نیز قبر میں شادابی ہوگی قیامت میں تر و تازہ اٹھایا جائے گا۔ (کتاب الفقہ / ج ۱/ص ۸۰۹)

آخری وقت میں نیک اور پرہیز گار لوگوں کا موجود ہونا بہتر ہے ان کی برکت سے رحمت نازل ہوتی ہے۔ (عالمگیری)

مسئلہ:۔ آخری وقت میں مریض کے پاس کوئی خوشبودار چیز رکھ دینا یا آگ میں لوبان وغیرہ سلگا دینا مستحب ہے۔ جب اس کی روح بدن سے مفارقت کر جائے تو اس کی آنکھیں نہایت نرم اور آہستگی سے بند کر دی جائیں اور اس کا منہ کسی پاک کپڑے کی پٹی سے باندھ دیا جائے اس طرح کہ وہ پٹی ٹھوڑی کے نیچے رکھی جائے اور سر پر لے جا کر اس کے دونوں کنارے باندھ دیئے جائے اور اس کے اعضاء سیدھے کر دیئے جائیں اور جوڑ نرم کر دیئے جائیں اس طرح کہ ہر جوڑ اس کے منتہیٰ تک پہنچ کر کھینچ دیا جائے تا کہ صحیح حالت میں ہو جائے، اور اس کے بعد اس کے غسل تکفین اور نماز جنازہ سے جس قدر جلد ممکن ہو فراغت کر کے دفن کر دیا جائے۔ (علم الفقہ / ج ۲/ص ۱۸۵/ وامداد الاحکام/ ج ۱/ص ۱۴۲)

مسئلہ:۔ مرنے کے بعد پیر کے دونوں انگوٹھے ملا کر باندھ دو تا کہ ٹانگیں پھیل نہ جائیں پھر کوئی

چادراڑھادو۔ (بہشتی زیور/ ج ۲/ص ۵۱)

مسئلہ:۔مرنے والے کے پاس "لاالٰہ الااللّٰہ" کے ساتھ محمد رسول اللہ بھی کہہ دے تو کچھ حرج نہیں ہے اور اگر صرف "لاالٰہ الااللّٰہ" کی تلقین پر اکتفاء کرے تو یہ بھی جائز ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۲۴۴/ بحوالہ ردالمختار/ ج ۱/ص ۷۹۵/ وکتاب الفقہ/ ج ۱/ص ۸۰۸)

مسئلہ:۔جب وہ ایک مرتبہ کلمہ پڑھ لے تو چپ ہو جاؤ اور یہ کوشش نہ کرو کہ برابر کلمہ جاری رہے پڑھتے پڑھتے دم نکلے کیونکہ مطلب تو یہ ہے کہ سب سے آخری بات جو اس کے منہ سے نکلے وہ کلمہ ہونا چاہیے، ہاں اگر کلمہ پڑھنے کے بعد دنیا کی پھر کوئی بات چیت کر لے تو پھر کلمہ پڑھنے لگو جب وہ پڑھ لے تو خاموش ہو جاؤ۔ (بہشتی زیور/ ج ۲/ص ۵۱)

مسئلہ:۔حالتِ نزع میں مرنے والے کو پانی پلانا مستحب ہے کیونکہ نزع کے وقت پیاس کا غلبہ اور شدت ہوتی ہے اور صحابہ کرام سے بھی ثابت ہے۔(امدادالاحکام/ ج ۱/ص ۸۱۸)

مسئلہ:۔عورت کے جسم پر نزل کے وقت مہندی لگانا نہ مسنون ہے اور نہ درست بلکہ ناجائز ہے۔

مسئلہ:۔مرنے والے کے پاس کوئی ایسی بات نہ کرو کہ اس کا دل دنیا کی طرف مائل ہو جائے کیونکہ یہ وقت دنیا سے جدائی اور اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں حاضری کا وقت ہے۔(فتاویٰ دارالعلوم/ ج/ص ۲۹/ص ۲۴۵/ بحوالہ ردالمختار/ ج ۱/ص ۸۰۳/بہشتی زیور/ ج ۲/ص ۵۱/ کتاب الفقہ/ ج ۱/ص ۸۰۷)

کیا مرنے والے کو وصیت کرنا چاہیئے؟

سوال:۔آج کل کسی کے انتقال پر جو خرافات ورثہ کرتے ہیں، مثلاً رونمائی کی رسم وغیرہ کیا میت پر بھی اس کا گناہ ہوگا؟

جواب:۔موت پر بہت سے منکرات کا عام رواج ہو گیا ہے۔ مثلاً (۱): رونمائی یعنی چہرہ دکھانے کی رسم۔(۲): رونمائی کے لئے جنازہ کئی گھنٹے روکے رکھنا۔(۳):اعزہ واقارب کی خاطر نماز جنازہ میں تاخیر۔(۴): کثرتِ اجتماع کی غرض سے مسجد میں فرض جماعت کا انتظار۔(۵):میت کی تصویر لینا۔(۶):تصویر کی اخبارات میں اشاعت۔(۷):جنازہ

ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف منتقل کرنا۔ (۸): نمازِ جنازہ متعدد بار پڑھنا۔ (۹): غائبانہ نماز جنازہ ادا کرنا۔ (۱۰): عام قبرستان سے الگ مخصوص مکان میں دفن کرنا۔ (۱۱): قبر کے گرد چہار دیواری یا چبوترہ بنانا۔ (۱۲): ایصالِ ثواب کے لئے خلاف سنت اجتماع (۱۳): تعزیتی جلسے کرنا۔ (۱۴): میت کے مناقب میں غیر واقعی حالات کی اشاعت وغیرہ۔

آج کل ان منکرات کی وباء اس حد تک پھیل گئی ہے کہ علماء وصلحاء تک اس میں مبتلاء ہیں، بلکہ مشہور مذہبی رہنماؤں کے جنازوں میں ان منکرات کا ارتکاب کئی گنا زیادہ ہوتا ہے۔

ان حالات میں جس شخص کو یہ خطرہ ہو کہ اس کے انتقال پر اس کے ناعاقبت اندیش فکر آخرت سے غافل، دنیوی نام نمود کے بھوکے پسماندگان، نالائق معتقدین، ناخلف خلفاء اور دین کے روپ میں بے دین عناصر اس پر ایسے مظالم کریں گے اور مرنے کے بعد اس کو اس طرح رسوا کریں گے، تو اس پر وصیت کرنا واجب ہے کہ انتقال پر ایسے محظورات وممنوعات شرعیہ ہرگز نہ ہونے دیئے جائیں بلکہ تجہیز وتکفین، نماز جنازہ اور ایصال ثواب وغیرہ جملہ امور سنت کے مطابق ادا کئے جائیں۔

اگر ایسی وصیت نہ کی تو سخت گنہگار ہوگا اور عذاب کا مستحق ہوگا، صحیح بخاری کی حدیث متعلق: تعذیب المیت ببکاء اہلہ علیہ کی مشہور توضیح یہ ہے کہ مرنے پر ارتکاب معصیت نوحہ کا علم ہوتے ہوئے جس نے اس سے نہ روکا، اور ایسی وصیت نہ کی اس کو عذاب ہوگا۔

وصیت میں ان منکرات کی تفصیل لکھ کر ان سے روکا جائے بالخصوص دینی رہنماؤں اور مقتدا حضرات پر اس وصیت کا وجوب اور زیادہ مؤکد ہے۔ (احسن الفتاویٰ / ج ۴ / ص ۲۳۲)

اچانک موت سے پناہ مانگنا

مسئلہ:۔ اچانک موت سے پناہ مانگی گئی ہے کیونکہ اس سے اکثر ادائے حقوق، توبہ، معافی وغیرہ کا موقع نہیں ملتا ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ / ج ۲ / ص ۳۹۷)

مرنے والے کی وصیت کا حکم

مسئلہ:۔زندگی اور حالت صحت میں اپنی جائیداد ومال کسی کو عطیہ دے کر قبضہ کرا کے مالک، مختار بنادے وہ شرعاً اور قانوناً مالک ہوجائے گا اور ہبہ معتبر ہوگا، اگر نیت ورثاء کی حق تلفی کی ہوگی تو سخت گنہگار ہوگا اور کوئی شرعی مجبوری ہوتو اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا ہے۔

جس مرض میں میت وفات پاجائے اس کو مرض الموت کہتے ہیں اور مرض الموت میں بخشش کرنا معتبر نہیں ہوتا، نیز وارث کے لئے وصیت جائز نہیں، البتہ غیر وارث کے لئے ثلث مال سے وصیت معتبر ہے۔(فتاویٰ رحیمیہ/ ج۲/ص۲۶۸)

رمضان المبارک میں موت آنے سے عذاب قبر

سوال:۔ماہِ رمضان میں گنہگار مسلمان کی موت ہوجائے تو عذاب قبر قیامت تک اس سے معاف ہے یا ماہِ رمضان تک؟

جواب:۔کافر سے صرف رمضان تک عذاب قبر مرتفع ہوتا ہے اور مسلمان گنہگار قیامت تک اَمن ہوجاتا ہے اور غیر رمضان میں مرنے والوں کا بھی یہی حکم ہے کہ کافر کو جمعہ کے دن اور رمضان میں عذاب نہیں ہوتا، اور عاصی مؤمن (گنہگار مسلمان) پر جب روز جمعہ یا رمضان آتا ہے تو اس سے قیامت تک عذاب مرتفع (اٹھالیا) ہوجاتا ہے۔

(احسن الفتاویٰ/ ج۴/ص۱۹۷/ بحوالہ ردالمحتار/ ج۱/ص۷۷۳)

اس کے تین جواب ہوسکتے ہیں:(۱) دوسری نصوص کے پیش نظر اس حدیث میں اجتناب عن الکبائر کی قید ہے۔(۲) بعض عصاۃ (گنہگار مؤمن) بلاحساب بھی جنت میں جائیں گے، جن کے لئے یہ سعادت مقدر ہے جمعہ کے روز صرف انہی کی موت واقع ہوتی ہے۔(۳) جمعہ کے روز موت سے صرف عذابِ قبر ہی معاف ہے، عذابِ آخرت نہیں، اور حدیث کا مطلب یہ ہے کہ برکت جمعہ کے سوائمل کی بدولت عذابِ قبر سے بچ گیا تو آئندہ منازل زیادہ سہل ہوں گی۔(احسن الفتاویٰ/ ج۴/ص۱۹۹)

خاص دنوں کی آمد پر قیدیوں کی قید میں تخفیف کا قانون دنیا میں بھی رائج ہے، اگر یوم جمعہ یا شب جمعہ کی عظمت کے پیش نظر اللہ تعالیٰ شرابیوں اور سودخوروں کی قید میں بھی تخفیف کردیں تو آپ کو، یا مجھے اس پر کیا اعتراض ہے؟

اور اگر یہ تخفیف اس قسم کے بڑے گنہگاروں کے حق میں نہ ہو تب بھی کوئی اشکال نہیں، حدیث شریف کا مدعا یہ ہے کہ جمع اور شب جمعہ کو عذاب قبر موقوف کردیا جتا ہے، رہا یہ کہ کن کن لوگوں کا عذاب موقوف کیا جاتا ہے؟ یہ اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔ (آپ کے مسائل اوران کا حل/ ج ۱/ص ۸۹)

مسئلہ:۔ عشرہ محرم میں مرنے والے کے لئے یہ نہیں آیا کہ دس دن تک عذاب قبر وغیرہ نہ ہوگا، البتہ رمضان المبارک میں اور جمعہ کے دن مرنے والے کے لئے یہ بشارت حدیث شریف میں آئی ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۳۶۹/ ردالمختار/ ج ۱/ص ۷۹۷)

شریعت میں میت کے غسل کی اہمیت

اللہ تعالیٰ کا جو بندہ اس دنیا سے رخصت ہوکر موت کے راستے دارآخرت کی طرف جاتا ہے اسلامی شریعت نے اس کو اعزاز واکرام کے ساتھ رخصت کرنے کا ایک خاص طریقہ مقرر کیا ہے جو نہایت ہی پاکیزہ، انتہائی خدا پرستانہ اور نہایت ہمدردانہ اور شریفانہ طریقہ ہے۔

حکم ہے کہ پہلے میت کو ٹھیک اس طرح غسل دیا جائے جس طرح کوئی زندہ آدمی پاکی اور پاکیزگی حاصل کرنے کے لئے نہاتا ہے اس غسل میں پاکی اور صفائی حاصل کرنے کے علاوہ غسل کے آداب کا پورا لحاظ رکھا جائے، غسل کے پانی میں وہ چیزیں شامل کی جائیں جو میل کچیل کو صاف کرنے کے لئے لوگ زندگی میں نہانے میں استعمال کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ آخر میں کافور جیسی خوشبو بھی پانی میں شامل کی جائے تاکہ میت کا جسم پاک صاف ہونے کے علاوہ معطر بھی ہوجائے پھر اچھے صاف ستھرے پاک کپڑوں میں کفنایا جائے لیکن اس سلسلہ میں اسراف سے بھی کام نہ کیا جائے اس کے بعد جماعت کے ساتھ نمازِ جنازہ

پڑھی جائے جس میں میت کے لئے مغفرت ورحمت کی دعا اہتمام اور خلوص سے کی جائے۔ پھر اکرام واحترام کے ساتھ بظاہر قبر کے حوالے اور فی الحقیقت اللہ تعالیٰ کے رحمت کے سپرد کر دیا جائے۔

زمین کی گود میں دے دیا جائے جس کے اجزاء سے اس کا جسم بنا اور پلا تھا اور جو ایک طرح سے گویا اس کی ماں تھی۔ پھر لوگ زبانی اور عملی طور پر میت کے اقارب اور گھر والوں کی غمخواری اور ہمدردی کریں۔ اور ان کی تسلی وتشفی اور غم ہلکا کرنے کی کوشش کریں۔
(معارف الحدیث/ ج۳/ص ۴۳۵)

مُردے کو غسل کیوں دیتے ہیں؟

مسئلہ:۔ مردے کو غسل دینے سے غرض اس کی نظافت اور اظہار حرمت وغیرہ ہے۔
(فتاویٰ دار العلوم/ ج ۵/ص ۲۵۲/ بحوالہ ردالمختار/ ج ۱/ص ۷۹۹/ باب صلوٰۃ الجنائز)

مسئلہ:۔ میت کو غسل دینے کی اصل یہ ہے کہ فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو غسل دیا تھا، اور آپ کو کہا تھا کہ تمہارے مردوں کے لئے یہ ہی طریقہ ہے۔ (درمختار/ ج ۱/ص ۸۳۷)

مسئلہ:۔ میت کو غسل دینا مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے (یعنی اگر کچھ لوگوں نے اس غسل کے فریضے کو انجام دے لیا تو دوسرے مسلمان اس سے بریٔ الذمہ ہو جائیں گے) اگر کوئی مردہ بے غسل دیئے دفن کر دیا گیا ہو، تمام مسلمان جن کو اس کی خبر ہوگی گنہگار ہوں گے۔

مسئلہ:۔ اگر میت کو بغیر غسل کے قبر میں رکھ دیا گیا ہو، مگر ابھی تک مٹی نہ ڈال گئی ہو تو اس کو قبر سے نکال کر غسل دینا ضروری ہے، ہاں اگر مٹی ڈال چکے ہیں تو پھر نہ نکالنا چاہئے۔
(بحرالرائق/ علم الفقہ/ ج ۱/ص ۸۷)

غسل کی شرعی حیثیت

مسئلہ:۔ مردے کو غسل دینا زندوں پر فرض کفایہ ہے۔ یعنی اگر کچھ لوگوں نے اس فریضے کو انجام دے لیا تو دوسرے اشخاص اس سے بریٔ الذمہ ہو جائیں گے اور غسل دینا مردہ کو

ایک بار فرض ہے۔ بایں طور کہ تمام بدن پر پانی پہنچ جائے اور تین بار پانی بہانا سنت ہے۔
(کتاب الفقہ/ ج۱/ص ۸۱۱)

میت کو غسل دینے کی اُجرت لینا؟

مسئلہ:۔ میت کو غسل دینے کی اجرت جائز نہیں ہے اس لئے کہ میت کو غسل دینا اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض ہے۔ پھر اس پر اجرت کیسی؟۔ ہاں اگر چند اشخاص غسل دینے والے موجود ہوں تو پھر اجرت جائز ہے کیونکہ ایسی صورت میں کسی خاص شخص پر مردہ کا غسل دینا فرض ہے۔ (علم الفقہ/ ج ۲/ص ۸۷/ وفتاویٰ محمودیہ/ ج ۲/ص ۴۱۶)

مسئلہ:۔ اگر سوائے ایک شخص کو دوسرا کوئی بھی نہلانے والا نہ ہو تو اس کو اجرت لینا جائز نہیں ہے، اس لئے کہ اس پر نہلانا میت کا فرض عین ہے، اور اگر دوسرے بھی نہلانے والے ہوں تو اجرت جائز ہے، مگر یہ فریضہ میت کے رشتہ داروں کو خود، ادا کرنا چاہئے۔ اپنے عزیز کو خود غسل نہ دینا اور دوسروں کے سپرد کرنا انتہائی بے مروتی، بے غیرتی اور دلیل کبر ہے یعنی بڑائی، غرور اور تکبر کی دلیل ہے۔ (احسن الفتاویٰ/ ج ۴/ص ۴۱۸/ بحوالہ ردالمختار/ ج۱/ص ۸۰۴)

مسئلہ:۔ عام طور پر یہ مشہور ہے کہ ہر مسلمان پر اپنی زندگی میں سات میتوں کو غسل دینا فرض ہے، یہ غلط ہے، میت کو غسل دینا فرض کفایہ ہے، اگر کچھ لوگ اس کام کو کرلیں تو سب کی طرف سے فرض ادا ہو جائے گا، ہر مسلمان کے ذمہ فرض نہیں رہتا۔
(آپ کے مسائل/ ج ۳/ص ۱۱۹)

میت کو غسل دینے سے پہلے کیا کرنا چاہئے؟

مسئلہ:۔ جس کا وقت آگیا ہے اس کے مرجانے کے بعد مستحب یہ ہے کہ ایک بڑی دھجی لے کر یعنی پاک کپڑا لے کر مرنے والے کا ڈھاٹا (منہ سے لے کر سر تک) باندھ دیا جائے تا کہ منہ کھلا ہوا نہ رہ جائے اور اس پر گرہ لگادی جائے اور آہستہ آہستہ اس کے اعضاء کو درست کردیا جائے۔ اور اگر زمین پر اس کی موت واقع ہوئی تو اس کو اٹھا کر کسی چیز پر لٹادیا جائے

(تا کہ منتقل کر دینے میں آسانی رہے) اور جس لباس میں دم نکلا ہے اسے اتار کر ایسے کپڑے سے ڈھانک دیا جائے جس سے کچھ نظر نہ آئے۔

جنازہ کی تیاری میں اتنا انتظار واجب ہے کہ موت کا یقین ہو جائے جب موت کا یقین ہو جائے تو اب جنازہ کی تیاری اور دفن میں جلدی کرنی چاہئے اور لوگوں کو موت کی خبر سے آگاہ کرنا مستحب ہے۔ (کتاب الفقہ/ ج۱/ص ۸۱۱)

غسل کا سامان

(۱) غسل دینے کے لئے پانی کے برتن حسب ضرورت اگر چہ گھر کے استعمال شدہ ہوں لیکن پاک ہوں۔

(۲) لوٹا، یا پانی نکالنے کا مگا ایک عدد اگر چہ مستعمل ہو۔

(۳) غسل کا تختہ ایک عدد اکثر مساجد میں رہتا ہے، یا کوئی اور تختہ جس پر میت کو لٹا کر غسل دیا جا سکے، فراہم کر لیا جائے۔

(۴) استنجے کے ڈھیلے تین عدد یا پانچ عدد۔

(۵) بیری کے تھوڑے سے پتے (اگر مل جائیں)۔

(۶) لوبان، ایک تولہ (دس گرام)۔

(۷) عطر کی شیشی (تقریباً چار ماشہ)۔(۸)۔پاک صاف روئی تھوڑی سی۔

(۹) گل خیرو، ایک چھٹانک، اور اگر یہ نہ ملے تو نہانے کا صابن بھی کافی ہے۔

(۱۰) کافور پانچ گرام۔

(۱۱) پاک تہبند دو عدد، گھر میں موجود نہ ہوں تو بالغ مرد و عورت کے لئے سوا میٹر لمبا کپڑا (عورت کے لئے ڈیڑھ میٹر، رنگین کپڑا زیادہ مناسب ہے، کیونکہ رنگین میں غسل کے وقت پوشیدہ حصہ نمایاں نہیں ہوتا ہے)۔

(۱۲) دو عدد کسی پاک صاف موٹے کپڑے کی تھیلیاں سی کر اتنی بڑی بنالیں کہ غسل دینے والے کا ہاتھ اس میں پہنچ جائے تا کہ کلائی تک آسانی سے آجائے، یہی تھیلیاں

دستانوں کے طور پر استعمال ہوں گی۔ ایک تھیلی کے لئے کپڑا تقریباً چھ گرہ لمبا اور تین گرہ چوڑا کافی ہے (یعنی پچیس سینٹی میٹر)۔ (احکام میت/ص ۲۵)

مسئلہ:۔ میت کے غسل میں بیری کے پتوں کے ڈالنے سے مردہ کا میل کچیل صاف ہو جاتا ہے اور اس کی وجہ سے مردہ جلدی بگڑتا نہیں ہے اور بدن پر کافور ملنے کی وجہ سے موذی جانور پاس نہیں آتے۔ (مظاہر حق جدید/ ج ۲/ص ۴۰۶)

مردے کو غسل دینے کی شرطیں

مسئلہ:۔ (۱): میت کے غسل کا فرض ہونا چند شرطوں پر موقوف ہے، ایک یہ کہ وہ مسلمان ہو، کافر کو غسل دینا فرض نہیں ہے۔

(۲) دوسری شرط یہ ہے کہ وہ اسقاط شدہ یا کچا بچہ نہ ہو کیونکہ اسقاط شدہ بچے کو غسل دینا فرض نہیں ہے۔

(۳) تیسری شرط یہ ہے کہ جب تک میت کے جسم کا بیشتر حصہ یا نصف حصہ مع سر کے نہ پایا جائے، اس کو غسل دینا فرض نہیں ہے۔ اگر (اتنا) نہ پایا جائے تو غسل دینا مکروہ ہے۔

(۴) چوتھی شرط یہ ہے کہ وہ میت شہید نہ ہو جسے اللہ کا نام بلند کرنے پر قتل کر دیا گیا ہو (جیسا کہ شہید کے بیان میں آرہا ہے) کیونکہ آنحضرت ﷺ نے اُحد کے شہداء کے متعلق فرمایا تھا، ''انہیں غسل نہ دو، ان کا ہر زخم یا خون قیامت کے دن مشک کی طرح مہکتا ہوگا''۔

مسئلہ:۔ اگر پانی دستیاب نہ ہونے یا نہلانے کے قابل نہ ہونے کے باعث میت کو غسل دینا دشوار ہو تو اس کی بجائے تیمم کرایا جائے گا۔ مثلاً کوئی شخص جل کر مر گیا اور یہ اندیشہ ہے کہ غسل دیتے وقت جسم کو ملا گیا یا بغیر ملے ہی پانی بہایا گیا تو مردہ کا جسم بگڑ جائے گا، تو جسم نہ دھونا چاہئے، ہاں اگر پانی بہانے سے یعنی مردہ پر پانی ڈالنے سے جسم بگڑے یا بکھرنے کا اندیشہ نہ ہو تو تیمم نہ کیا جائے گا، بلکہ بغیر ملے ہی پانی بہا کر غسل دیا جائے۔ (کتاب الفقہ/ ج ۱/ص ۸۱۳)

مسئلہ:۔ اگر میت پھولنے کی وجہ سے ہاتھ لگانے کے قابل نہ ہو، یعنی ہاتھ لگانے سے پھٹ جانے کا اندیشہ ہو تو صرف میت پر پانی بہا دینا کافی ہے۔ کیونکہ ملنا وغیرہ ضروری نہیں ہے

اوراگرصرف پیٹ پھول گیا کہ اس پر پانی بہانا بھی ممکن نہ ہوتو باقی بدن کودھوکر یعنی اس پر پانی بہاکر پیٹ پرصرف مسح کر دیا جائے، جیسا کہ زندہ کے لئے غسل اور وضو میں حکم ہے۔

(امدادالاحکام/ ج۱/ص ۸۲۶)

(جس طرح وضواور غسل میں عام معذور کے لئے حکم ہے کہ جو عضو تکلیف زدہ، یا پٹی، پلاسٹر وغیرہ کا ہے تو اس پر مسح کرلیا جائے، اور باقی کو دھولیا جائے۔ رفعت قاسمی غفرلہٗ)

مسئلہ:۔ جو شخص دیوار کے نیچے دب کر یا آگ میں جل کر مرجائے، غسل تو اس کو بھی دیا جائے گا، اوراگر غسل دینے سے کھال وغیرہ کے گرجانے کا یا کوئی اور خدشہ ہوتو تیمم کرادیا جائے (جب کہ غسل دینا ممکن نہ ہو)۔ (فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۲۷۴)

مسئلہ:۔اور میت کو تیمم کرانے کا یہ طریقہ ہے کہ تیمم کرانے والا دومرتبہ پاک مٹی پر اپنا ہاتھ مارکر ایک بار تو میت کے منہ کومل دے اور اس کے بعد دوسری بار مٹی پر ہاتھ مارکر ہاتھوں کو کہنیوں تک میت کے مل دے۔ یعنی اپنے ہاتھ سے تیمم کرائے۔ (امدادالاحکام/ ج۱/ص ۸۲۵)

مردہ کو غسل جو چاہے دے یا متعین شخص؟

سوال:۔میت کو غسل دینے والا مقرر (متعین) ہونا چاہئے یا عام آدمی دے سکتا ہے؟

جواب:۔ ہرایک واقف شخص غسل دے سکتا ہے، اور بہتر یہ ہے کہ وہ شخص غسل دے جو کچھ بھی غسل دینے کی اجرت، عوض میں نہ لے اور مردے کو غسل دینے والے پر، غسل کرنا ضروری نہیں ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۲۵۳/ بحوالہ ردالمختار/ ج۱/ص ۸۰۴/ وکتاب الفقہ/ ج۱/ ۸۲۰)

مسئلہ:۔ مرنے والے کو اس قسم کی وصیت کرنا کہ فلاں شخص غسل دے، فلاں دفن کرے، فلاں نماز پڑھائے اور فلاں جگہ دفنایا جائے، شرعاً معتبر نہیں ہے۔ یہ امور میت کے اختیار میں نہیں ہیں۔ یہ ورثاء کا حق ہیں، ورثاء جو بہتر ہو، اس پر عمل کریں۔

(فتاویٰ رحیمیہ/ ج ۵/ص ۱۰۳/ بحوالہ ردالمختار/ ج۱/ص ۸۲۴)

مسئلہ:۔ نابالغ لڑکے اور نابالغہ لڑکی کو عورت اور مرد دونوں غسل دے سکتے ہیں۔

(علم الفقہ/ ج۱/ص ۱۸۸)

مسئلہ:۔ اگر کوئی ناپاک شخص یا وہ شخص جس کو میت کا دیکھنا جائز نہ تھا، میت کو غسل دے تب بھی غسل صحیح ہو جائے گا، اگرچہ مکروہ ہوگا۔ (علم الفقہ / ج ۱/ص ۸۸)

لڑکی کو غسل کون دے؟

سوال:۔ اگر نابالغہ لڑکی مرجائے اور وہاں کوئی عورت نہ ہو تو کیا اس کا شوہر (جس سے اس کا نکاح ہو چکا تھا بچپن میں، مگر رخصتی نہیں ہوئی تھی) یا کوئی محرم اس کو غسل دے سکتا ہے یا نہیں؟

جواب:۔ نابالغہ لڑکی اگر غیر مراہقہ ہے (یعنی بہت ہی کم سن ہے) تو اس کو ہر ایک مرد اور عورت غسل دے سکتا ہے اور مراہقہ کا حکم اس بارہ میں مثل بالغہ کے ہے اور بالغہ عورت کو سوائے عورتوں کے اور کوئی غسل نہیں دے سکتا، شوہر بھی غسل نہیں دے سکتا بلکہ اگر کوئی محرم موجود ہے تو وہ اس عورت کا تیمم کرادے اور اگر کوئی محرم نہ ہو تو غیر محرم اپنے ہاتھوں پر کپڑا لپیٹ کر تیمم کرادے، اور کفن پہنا کر نماز پڑھ کر دفن کردیں۔

(فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۱۴۶/ بحوالہ ردالمختار/ ج ۱/ص ۸۰۶)

مسئلہ:۔ کسی صغیرالسن (یعنی بچہ) کی موت ہو جائے تو عورت کا اس کو غسل دینا جائز ہے اور اگر بچی ہو تو مرد اس کو غسل دے سکتا ہے۔ (کتاب الفقہ / ج ۱/ص ۸۱۶)

جنبی (ناپاک) مرجائے تو کیا ایک غسل کافی ہے؟

سوال:۔ جنبی یعنی جس پر غسل واجب ہو، اگر وہ مرجائے تو کیا اس کے لئے ایک غسل کافی ہے یا جنابت کا غسل دے کر دوبارہ غسل میت دیا جائے؟۔

جواب:۔ حالتِ جنابت میں مرجانے سے تو غسل میں کچھ تفاوت نہ ہوگا۔ جیسا کہ دیگر اموات کو غسل دیا جاتا ہے، اسی طرح میت جنبی کو غسل دیا جائے گا۔ اور یہی حکم حالتِ حیض ونفاس والی عورت کے غسل میں ہے یعنی صرف ایک ہی غسل عام میت کے غسل کی طرح ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۲۴۷/ بحوالہ ردالمختار/ ج ۱/ص ۸۰۳/ باب صلوٰۃ الجنائز)

مجبوری میں شوہر اپنی بیوی کو غسل دے سکتا ہے یا نہیں؟

سوال:۔زید اپنی مردہ بیوی کو (جبکہ کوئی عورت وہاں پر موجود نہ ہو) غسل دے سکتا ہے یا نہیں؟

جواب:۔شامی میں ہے کہ مرد اپنی مردہ عورت کو تیمم کرادے، اپنے ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر مگر غسل نہ دے، کیونکہ عورت کو غسل عورت ہی دے سکتی ہے، مرد اگرچہ محرم ہو۔(باپ بھائی وغیرہ جن سے نکاح جائز نہیں) تب بھی تیمم ہی کرادے۔

(فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۲۵۵/ شامی/ ج ۱/ص ۸۰۳)

مسئلہ:۔عورت اپنے شوہر کو (جبکہ کوئی مرد نہ ہو) غسل دے سکتی ہے، لیکن شوہر اپنی بیوی کو غسل نہیں دے سکتا، البتہ چہرہ دیکھنے کی اجازت ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۱/ص ۲۴۸/ بحوالہ ردالمختار/ ج ۱/ص ۸۰۳)

علامی شامی علیہ الرحمۃ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا حضرت فاطمہؓ کو غسل دینے کا قصہ نقل فرمایا ہے مگر شرح مجمع سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہؓ کو حضرت ام ایمنؓ نے غسل دیا تھا، حضرت علیؓ کو غاسل کہنا مجازاً ہے کہ انہوں نے سامان غسل مہیا فرمایا تھا۔

باقی بچوں کا اپنی ماں کو بوسہ دینا (پیار کرنا) اور چومنا اس بحث سے خارج ہے اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔ کیونکہ ماں اپنے بچوں کی محرمہ ہے اور بچوں کو اپنی ماں کو ہاتھ لگانا اور چومنا منع نہیں ہے۔ اسی طرح ماں باپ کو اپنی اولاد کے ساتھ یہ معاملہ کرنا درست ہے (بیان وغیرہ کر کے رونا پیٹنا منع ہے) بہر حال شوہر کو کسی طرح بھی افعال مذکورہ اپنی مردہ بیوی کے ساتھ درست نہیں ہیں۔ (فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۲۵۶)

مسئلہ:۔عورت کے مرنے کے بعد اس کا شوہر اس سے اجنبی ہو جاتا ہے اور علاقہ نکاح منقطع ہو جاتا ہے۔ اس لئے شوہر کا غسل دینا اور ہاتھ لگانا فقہاء نے ممنوع لکھا ہے، لیکن دیکھنا اور جنازہ کو اٹھانا درست ہے، اور قبر میں اتارنا بھی ضرورت کے وقت درست ہے کیونکہ قبر میں اتارنے میں کفن حائل ہوتا ہے، لہٰذا کفن کے اوپر کو ہاتھ لگانا ضرورت کے وقت درست ہے

یعنی جبکہ کوئی محرم موجود نہ ہو اور اگر محرم موجود ہو تو وہ ہی قبر میں اتارے۔
(فتاویٰ دار العلوم/ ج ۵/ ص ۲۵۳/ بحوالہ ردالمحتار/ ج ۱/ ص ۸۰۳/ باب صلوٰۃ الجنازہ)
مسئلہ:۔مردہ کو غسل دینے والا ایسا شخص ہونا چاہئے جس کو میت کا دیکھنا جائز ہو، عورت کو مرد اور مرد کو عورت کا غسل دینا جائز نہیں ہے ہاں منکوحہ عورت اپنے شوہر کو (جبکہ کوئی مرد غسل دینے والا نہ ہو) غسل دے سکتی ہے، اس لئے کہ وہ عدت کے زمانہ تک اس کے نکاح میں سمجھی جائے گی، بخلاف شوہر کے کہ وہ عورت کے مرتے ہی اس کے نکاح سے علیحدہ سمجھا جائے گا، اوراس کو اپنی بیوی کو غسل دینا جائز نہیں ہوگا۔ (علم الفقہ/ ج ۱/ ص ۱۸۷/ فتاویٰ محمودیہ/ ج ۲/ ص ۴۱۶/ ودر مختار/ ج ۱/ ص ۸۲۴/ وکتاب الفقہ/ ج ۱/ ص ۸۱۳/ فتاویٰ رحیمیہ/ ج ۵/ ص ۱۰۶/ وامداد الاحکام/ ج ۱/ ص ۸۲۳/ واحسن الفتاویٰ/ ج ۴/ ص ۲۱۵)
مسئلہ:۔کوئی عورت ایسی جگہ مر جائے جہاں پر کوئی دوسری عورت نہ ہو جو اس کو غسل دے سکتے تو اگر کوئی مرد محرم نہ ہو تو غیر محرم اپنے ہاتھوں میں کپڑا لپیٹ کر اس کو تیمم کرادے۔
مسئلہ:۔اسی طرح کوئی مرد ایسی جگہ پر مر جائے جہاں پر کوئی مرد غسل دینے والا نہ ہو تو اس کو محرم عورت بغیر کپڑا لپیٹے ہوئے اور اگر غیر محرم ہو تو اپنے ہاتھ میں کپڑا لپیٹ کر تیمم کرادے۔
(علم الفقہ/ ج ۱/ ص ۱۸۸/ وکتاب الفقہ/ ج ۱/ ص ۸۱۴)

جہاں پر عورت کو غسل دینے والی کوئی عورت نہ ملے؟

مسئلہ:۔اگر کوئی عورت ایسی جگہ وفات پائے جہاں پر کوئی اور دوسری عورت نہیں ہے جو غسل دے سکے، اور اس کا محرم (جس سے نکاح حرام ہے) کوئی مرد موجود ہو تو وہ میت کا کہنیوں تک تیمم کرائے۔ اگر محرم نہ ہو تو غیر محرم اجنبی مرد اپنے ہاتھوں پر کچھ کپڑا (وغیرہ) لپیٹ کر اسی طرح تیمم کرادے، لیکن میت کی کہنیوں پر نظر ڈالنے سے آنکھیں بند رکھے، خاوند کے لئے بھی اجنبی کی مانند حکم ہے، لیکن کہنیوں کے دیکھنے سے آنکھوں کے بند کرنے کا وہ مکلف نہ ہوگا۔ اس حکم میں جوان اور عمر رسیدہ دونوں شامل ہیں۔
مسئلہ:۔اگر کوئی مرد ایسی جگہ وفات پا جائے کہ جہاں پر عورتوں کے سوا کوئی مرد نہ ہو اور بیوی

بھی نہ ہو تو چاہئے کہ کسی بے نفس معصوم طبع عورت کو میت کے غسل کا طریقہ جاننے والی عورتیں سکھادیں اور پھر وہ ہی غسل دے اور اگر ایسی بے نفس عورت موجود نہ ہو تو وہی عورتیں کہنیوں تک اس میت کا تیمم کرادیں (اپنے ہاتھوں پر کپڑا وغیرہ لپیٹ کر) اور پردہ کی جگہ دیکھنے سے اپنی آنکھیں بند رکھیں۔ (کتاب الفقہ / ج۱/ص ۸۱۵/ آپ کے مسائل / ج۳/ص۱۰۰)

مخنث میت کے غسل کی تفصیل

سوال:۔ اگر خنثیٰ مشکل مر جائے تو اس کو مرد غسل دے یا عورتیں؟

جواب:۔ جہاں تک ہو سکے خنثیٰ کو سب احکام میں مرد یا عورت کے حکم میں شمار کیا جائے گا۔ اگر اس میں علامات مرد کی زیادہ ہوں مثلاً داڑھی نکل آئے یا مرد کی پیشاب گاہ کی طرح پیشاب گاہ ہو یا اس سے کسی عورت کو حمل ہو گیا ہو، تو اس کو مرد سمجھا جائے گا، اور اگر عورت کی علامات زیادہ ہوں۔ مثلاً حاملہ ہو گئی یا پستان ظاہر ہو گئے یا حیض آنے لگے یا عورت کی پیشاب گاہ جیسی پیشاب گاہ ہو تو اس کو عورت شمار کریں گے اور اگر دونوں جگہ سے پیشاب کرتا ہو تو جہاں سے پہلے نکلتا ہو، اسی کا اعتبار ہوگا، اور اگر حالت مشتبہ ہو کہ کسی وجہ سے مرد یا عورت ہونے کو ترجیح نہ دے سکیں تو اس کو خنثیٰ مشکل کہتے ہیں۔ (یعنی مشکل میں ڈالنے والا کہ معلوم نہ ہو سکے کہ مرد ہے یا عورت؟) اگر خنثیٰ مشکل چار سالہ ہے یا اس سے کم عمر کا ہو تو اس کو عورت بھی غسل دے سکتی ہے، مرد بھی، اور اگر چار سال سے زائد ہو تو نہ مرد غسل دے اور نہ عورتیں بلکہ اس کو تیمم کرایا جائے گا۔ (احسن الفتاویٰ/ ج۴/ص۲۲۱/ بحوالہ ردالمحتار/ ج۱/ ص ۸۰۶، ۸۰۷، ۳/ کشف الاسرار/ ج۱/ص ۴۱/ وفتاویٰ دارالعلوم/ ج۵/ص ۲۵۲)

مسئلہ:۔ خنثیٰ مشکل یعنی جس کی جنس کا تعین نہ کیا جا سکے جو مکلّف یا بالغ ہونے کے قریب ہو، وہ کسی میت مرد یا عورت کو غسل نہ دے، اور نہ کوئی مرد یا عورت اس کو غسل دے ہاں اپنے ہاتھوں پر کپڑا وغیرہ لپیٹ کر اس کو تیمم کرادیں۔ (کتاب الفقہ / ج۱/ص ۸۱۶)

مسئلہ:۔ خنثیٰ مشکل میت کو غسل نہ دیا جائے بلکہ تیمم کرا کر کفن پانچ کپڑوں میں عورتوں کی

طرح دیا جائے مگر ریشم نہ ہو اور نہ زعفران کا رنگا ہو۔

(فتاوی رحیمیہ/ ج ۳/ ص ۱۰۱/ فتاوی سراجیہ/ ج ۱/ ص ۲۲/ بحوالہ شامی/ ج ۱/ ص ۳۰۹)

مسئلہ:۔ خنثیٰ نابالغ بچہ کی شناخت جس کی نہیں ہوسکتی کہ لڑکا ہے یا لڑکی تو اس کی نماز جنازہ میں اختیار ہے چاہے لڑکے والی دعاء پڑھیں یا لڑکی والی۔ (احسن الفتاوی/ ص ۲۰۲)

جذامی یعنی برص کے مریض کو غسل کون دے؟

مسئلہ:۔ جس کو جذام کا مرض ہو، اس کے مرنے پر اگر اس کو ہاتھ لگا کر غسل دینا دشوار ہو تو اس پر (مرد میت پر مرد اور عورت پر عورت) لوٹے وغیرہ سے پانی بہا دیا جائے، اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو ہاتھ پر تھیلی وغیرہ باندھ کر صرف تیمم کرا دیا جائے۔

(فتاوی محمودیہ/ ج ۴/ ص ۲۸۵/ فتاوی دار العلوم/ ج ۵/ ص ۲۵۵)

شیعہ کو غسل دینا؟

سوال:۔ اگر شیعہ مر جائے اور کوئی شیعہ نہ ہو تو کیا مسلمان اس کو غسل دے سکتے ہیں؟

جواب:۔ اس کو مسلمان غسل دے کر دفن کر دیں، مگر غسل، کفن اور دفن سنت کے مطابق نہ کریں، بلکہ اس پر پانی بہا کر کپڑے میں لپیٹ کر گڑھے میں ڈال کر مٹی ڈال دیں۔

(احسن الفتاوی/ ج ۴/ ص ۲۳۱)

پانی میں ڈوبنے والے کو غسل دینا؟

مسئلہ:۔ اگر کوئی شخص دریا میں ڈوب کر مر گیا ہو تو وہ جس وقت نکالا جائے، اس کو غسل دینا فرض ہے۔ پانی میں ڈوبنا غسل کے لئے کافی نہ ہوگا، اس لئے کہ میت کا غسل دینا زندوں پر فرض ہے اور ڈوبنے میں کوئی ان کا فعل نہیں ہوا، ہاں اگر نکالتے وقت غسل کی نیت سے میت کو تین غوطے پانی میں (حرکت) دے دیں تو غسل ہو جائے گا، اسی طرح اگر میت کے اوپر بارش برس جائے یا اور کسی طرح پانی پہنچ جائے تب بھی غسل دینا فرض رہے گا۔

(علم الفقہ/ ج ۲/ ص ۱۸۸/ فتاوی رحیمیہ/ ج ۵/ ص ۹۴ و ص ۱۰۵/ مظاہر حق/ ج ۲/ ص ۲۱۴/ بحر الرائق/ ج ۱/ ص ۱۷۴/ فتاوی قاضی خان/ ج ۱/ ص ۸۹/ امداد الفتاوی/ ج ۱/ ص ۳۷۷)

سیلاب میں مرنے والے کو غسل دینا؟

مسئلہ:۔ سیلاب سے جو لاشیں مسلمانوں کی ملیں ان کو غسل دینا فرض ہے، بغیر غسل کے بھی نماز جنازہ صحیح ہو جائے گی، مگر غسل نہ دینے والے گنہگار ہوں گے، صحت نماز کے لئے سیلاب کا غسل کافی ہے۔ (احسن الفتاویٰ/ ج ۴/ص ۲۲۷)

مسئلہ:۔ سیلاب میں جو لاشیں پائی جائیں، اگر میت میں مسلمان کی کوئی علامت پائی جائے تو اس کو مسلمان سمجھا جائے گا، اور اگر کوئی علامت نہ ہو تو دار الاسلام ہونے کی وجہ سے اس کو مسلمان قرار دیا جائے گا، اس لئے غسل دے کر نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔
(احسن الفتاویٰ/ ج ۴/ص ۲۲۶/ بحوالہ ردالمختار/ ج ۱/ص ۸۰۵)

کافر اور مسلمانوں کی نعشیں مل جائیں تو غسل کا حکم؟

مسئلہ:۔ اگر مسلمانوں کی نعشیں کافروں کی نعشیں میں مل جائیں اور کوئی تمیز، علامت نہ باقی رہے تو ان سب کو غسل دیا جائے گا، اور اگر تمیز باقی ہو تو مسلمانوں کی نعشیں علیحدہ کر لی جائیں اور صرف انہی کو غسل دیا جائے، کافروں کی نعشوں کو غسل نہ دیا جائے۔
(علم الفقہ / ج ۲/ص ۱۸۸/ و احسن الفتاویٰ/ ج ۴/ص ۲۲۶)

مسئلہ:۔ اگر کسی مسلمان کا کوئی عزیز کافر ہو اور وہ مر جائے تو اس کی نعش اس کے کسی ہم مذہب کو دے دی جائے، اور اگر اس کا کوئی ہم مذہب نہ ہو، یا وہ لینا قبول نہ کریں تو بوجہ مجبوری وہ مسلمان اس کافر، رشتہ دار کو غسل دے، مگر مسنون طریقے سے نہیں، یعنی اس کو وضو نہ کرائے، نہ سر صاف کیا جائے اور نہ کافور وغیرہ اس کے بدن پر ملا جائے اور نہ نماز جنازہ پڑھی جائے۔
(علم الفقہ / ج ۲/ص ۱۸۸)

مسئلہ:۔ اور اگر مردہ کافر ہے اور مسلمان ولی کے سوا کوئی اس کا ولی نہیں ہے تو مسلمان ولی اس میت پر پانی بہادے، یعنی اس کے غسل میں کوئی مسنون اہتمام نہ ہو۔ (کشف الاسرار/ ج ۱/ص ۴۱)

باغی اور مرتد کو غسل دینا؟

مسئلہ:۔ باغی لوگ یا ڈاکو اگر مارے جائیں تو ان مردوں کو غسل نہ دیا جائے، بشرطیکہ عین لڑائی کے وقت مارے گئے ہوں۔ (یہ ان کی غلط حرکت کی وجہ سے ہے تاکہ دوسروں کو عبرت ہو)۔

مسئلہ:۔ مرتد (اسلام سے پھر جانے والا) اگر مر جائے اس کو بھی غسل نہ دیا جائے اور اگر اس کے مذہب والے اس کی نعش کو مانگیں تو ان کو نعش نہ دی جائے۔ (علم الفقہ / ج ۲/ص ۲۰۴)

شہید کو غسل دینا؟

مسئلہ:۔ جس شہید میں شہادت کی سب شرائط پائی جائیں، اس کو غسل نہ دیا جائے اور نہ اس کا خون جسم سے صاف کیا جائے، اور اگر کسی شہید میں سب شرائط نہ پائی جائیں تو غسل بھی دیا جائے گا اور نیا کفن بھی پہنایا جائے گا۔ (علم الفقہ / ج ۲/ص ۲۰۵)

خودکش کرنے والے کو غسل دینا؟

مسئلہ:۔ خودکش کرنے والے کو بھی غسل دیا جائے گا اور نماز جنازہ بھی اس پر پڑھی جائے گی، البتہ حاکم وقت، خطیب یا اور کوئی بڑا آدمی نماز جنازہ نہ پڑھائے بلکہ کوئی عام مسلمان نماز پڑھادے۔ (نماز مسنون/ص ۷۲۵)

(بڑا عالم یا کوئی بڑی شخصیت اس کی نماز جنازہ پڑھ تو سکتے ہیں لیکن خود جنازہ نہ پڑھائیں تاکہ لوگوں کو عبرت ہو، اس غلط حرکت پر)۔ (محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

پیدائش کے وقت زندگی کے آثار ہوں تو غسل کا حکم؟

مسئلہ:۔ بچہ کے بدن کا اکثر حصہ باہر آنے تک آثار زندگی کے باقی رہیں یعنی سر کی طرف سے پیدا ہو تو سینہ تک اور اگر پاؤں کی طرف سے پیدا ہوا تو ناف تک نکلے، اس وقت تک آثار حیات باقی رہیں تو بچہ زندہ شمار ہوگا اور مسنون طریقہ سے اس کی تجہیز و تکفین (غسل وغیرہ)

کی جائے گی اور نماز جنازہ پڑھ کر دفن کیا جائے گا، اور اگر اکثر حصہ باہر نکلنے سے پہلے مرجائے تو وہ مردہ شمار ہوگا، اس کو دھو کر (بغیر غسل کے) پاک کپڑے میں لپیٹ کر بلا نماز جنازہ کے دفن کر دیا جائے۔

(فتاویٰ رحیمیہ/ ج۵/ص۹۶/ بحوالہ شامی/ ج۱/ص۸۳۰/ وعلم الفقہ/ ج۲/ص۱۸۸)

مسئلہ:۔ جو بچہ زندہ پیدا ہو پھر تھوڑی ہی دیر میں مر گیا یا فوراً پیدا ہوتے ہی مر گیا تو اس کو بھی سنت طریقے سے غسل دیا جائے اور کفنا کر نماز پڑھی جائے۔(بہشتی زیور/ ج۲/ص۵۵)

مردہ پیدا ہونے والے بچے کے غسل کا حکم؟

مسئلہ:۔ اسقاط کی صورت میں اگر کوئی عضو بن گیا ہو مگر پورا جسم نہ بنا ہو تو اس پر پانی بہا کر کپڑا لپیٹ کر کہیں بھی دفن کر کے زمین ہموار کر دی جائے، اور کفن دفن میں مسنون طریقے کی رعایت نہیں کی جائے گی اور اگر پورا جسم بن چکا ہو تو غسل، کفن، دفن بطریق مسنون میں اختلاف ہے، بطریق مسنون کا قول احوط اور دوسرا الیسر ہے۔ نماز جنازہ نہ پڑھی جائے، البتہ پیدا ہونے کے بعد مرا تو نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی اور سنت کے مطابق قبرستان میں دفن کیا جائے گا۔(احسن الفتاویٰ/ ج۴/ص۲۰۶)

مسئلہ:۔ جو بچہ ماں کے پیٹ سے ہی مرا ہوا پیدا ہو۔ پیدا ہوتے وقت زندگی کی کوئی علامت نہیں پائی گئی، اس کو بھی مسنون طریقے سے غسل دو، لیکن مسنون کفن نہ دو بلکہ کسی ایک پاک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دو۔(بہشتی زیور/ ج۲/ص۵۵)

مردہ بچہ کو نرس کے دیئے ہوئے غسل کا حکم؟

سوال:۔ ہمارے یہاں پر زچگی (وضع حمل) ہسپتالوں میں ہوتی ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بچہ مردہ پیدا ہوتا ہے تو اس مردہ بچہ کو ہسپتال میں نرس تیار (غسل و کفن) کر دیتی ہے، اور اس کو براہ راست قبرستان میں دفنا دیا جاتا ہے، گھر پر اسے غسل نہیں دیا جاتا، کیا حکم ہے؟۔

جواب:۔ غیر مسلم کے ہاتھوں سے دیا گیا غسل، غسل کے حکم میں تو آتا ہے، اس لئے کہ غسل

دینے والے کا مکلف ہونا شرط نہیں ہے۔ (شامی/ ج۱/ص ۸۰۵)

مگر اس میں دو خرابیاں ہیں:۔

(۱) غیر مسلم کے ہاتھوں دیا گیا غسل، سنت کے مطابق نہیں ہے۔

(۲) مسلم کی تجہیز و تکفین و تدفین مسلمانوں پر لازم ہے، اس کی ذمہ داری ان پر رہ جاتی ہے، لہٰذا مسلمانوں کے ہاتھوں مسنون طریقہ کے مطابق غسل دیا جانا ضروری ہے چاہے وہ ہسپتال میں ہو یا گھر میں۔ (فتاویٰ رحیمیہ/ ج۱/ص ۲۷۳)

جس کو غسل میت دینا نہ آتا ہو، اگر وہ غسل دے؟

مسئلہ:۔ جسے غسل دینا نہ آئے اگر وہ غسل دے دے تو اس پر کچھ گناہ نہیں ہے، لیکن جہاں تک ہو سکے میت کو غسل اس شخص سے دلانا چاہئے جو طریق سنت کے موافق میت کو غسل دے۔
(فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۲۴۹)

مسئلہ:۔ بہتر یہ ہے کہ میت کو نہلانے والا مردہ کا کوئی عزیز ہو اور اگر عزیز و اقارب غسل دینا نہ جانتا ہو تو متقی نیک پرہیز گار آدمی غسل دے۔ (علم الفقہ / ج۱/ص ۱۸۸)

مسئلہ:۔ بے نمازی میت کو غسل دے سکتا ہے مگر بہتر یہ ہے کہ نمازی آدمی اور پابند شریعت غسل دے۔ (فتاویٰ محمودیہ/ ج ۲/ص ۳۹۳/ فتاویٰ دارالعلوم/ ۵/ص ۲۵۰)

مسئلہ:۔ جو حیض یا نفاس والی عورت ہو، وہ مردہ کو غسل نہ دے کیونکہ یہ مکروہ ہے۔
(بہشتی زیور/ ج ۲/ص ۶۱/علم الفقہ / ج ۲/ص ۶۴)

(اور اگر کوئی عورت ان کے علاوہ غسل دینے والی نہ ہو تو مجبوری میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، دے سکتی ہے۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

مسئلہ:۔ بہتر یہ ہے کہ جس جگہ میت کو غسل دیا جائے وہاں پر غسل دینے والے شخص کے یا جو غسل دینے کے کام میں شریک ہوں، ان کے علاوہ کوئی دوسرا شخص نہ جائے اور غسل دینے والے اگر اس میت میں کوئی عمدہ بات دیکھیں تو لوگوں سے بیان کر دیں اور اگر کوئی بری بات دیکھیں تو کسی پر ظاہر نہ کریں، ہاں اگر میت کوئی مشہور بدعتی کی ہو اور اس میں کوئی بری بات

دیکھیں تو ظاہر کر دیں تا کہ اور لوگوں کو عبرت ہو اور اس بدعت کے کرنے سے باز رہیں۔
(علم الفقہ / ج ۱/ ص ۱۸۶/ بحوالہ بحر و عالمگیری)

غسل کے وقت میت کے کپڑے کو پاک کرنا؟

مسئلہ:۔ میت کو غسل دینے کے وقت جو کپڑا میت کی ناف سے لے کر گھٹنوں تک ڈالا جاتا ہے، پہلی مرتبہ میت کی جب نجاست دور کی گئی تو وہ پانی کپڑے کو بھی لگا تو اب وہی کپڑا پاک کر کے رکھ لیں یا دوسرا پاک کپڑا لیں۔ (امداد الفتاویٰ۔ باب الجنائز/ ج ۱/ ص ۷۳۱)
(تین مرتبہ کپڑے پر پانی ڈال دیا جائے پاک ہو جائے، اگر دوسرا کپڑا ہو تو وہ لے لیں)۔

مردہ عورت کو غسل دینے میں ستر کی حد کیا ہے؟

سوال:۔ مردہ عورت کو نہلاتے وقت اس کے پورے بدن پر کپڑا ڈالنا ضروری ہے یا مرد کی طرح صرف ناف سے گھٹنوں تک چھپانا کافی ہے؟۔
جواب:۔ عورت کو عورت سے اس قدر پردہ ہے جتنا مرد کو مرد سے، اس لئے عورت کو (اگر عورت ہی غسل دے تو) نہلاتے وقت صرف ناف سے زانو تک کپڑا ڈالنا کافی ہے۔
(احسن الفتاویٰ/ ج ۴/ ص ۲۳۷/ بحوالہ رد المختار/ ج ۱/ ص ۸۰۰)

مردے کے پوشیدہ حصے کو دیکھنا یا ہاتھ لگانا؟

مسئلہ:۔ مردہ کو ستر کا ڈھکنا واجب ہے لہٰذا نہلانے والے کو یا کسی اور شخص کو دیکھنا حلال نہیں ہے۔ اسی طرح اسے ہاتھ لگانا بھی حلال نہیں ہے، لہٰذا غسل دینے والے پر واجب ہے کہ وہ اپنے ہاتھوں پر کپڑا وغیرہ لپیٹ کر اس کے ساتھ مقام ستر کو دھوئے۔ (ناف سے گھٹنوں تک کا حصہ ستر کہلاتا ہے) رہا باقی جسم تو اس کو ہاتھ پر کپڑا لپیٹے بغیر دھونا درست ہے۔
ستر خفیف (عضو مخصوص کے علاوہ حصہ) کو ہاتھ لگانا حرام نہیں ہے حنفیہ کے نزدیک لیکن اس کو ڈھانک کر رکھنا اور ہاتھ نہ لگانا ہی مطلوب ہے۔ ستر غلیظ کو ہاتھ لگانا حرام

ہے۔(کتاب الفقہ/ ج ا/ص ۸۱۳)

(یعنی عضو مخصوص کو کسی کپڑے یا دستانے وغیرہ کے بغیر ہاتھ لگانا حرام ہے اور عضو مخصوص کے علاوہ ناف سے گھٹنوں تک کا حصہ ستر خفیف ہے)

غسل میں میت ڈھیلے سے استنجاء کرانا؟

مسئلہ:۔کتب فقہ میں میت کے لئے استنجاء کا حکم تو مصرح ہے، اس لئے ڈھیلے کے استعمال کی صراحت اگر نہ بھی ملے تو بھی چونکہ استنجاء کا مسنون طریقہ یہی ہے کہ ڈھیلے کے بعد پانی استعمال کیا جاتا ہے اور اس اطلاق میں میت بھی شامل ہے، لہٰذا اس کے لئے بھی ڈھیلے کا استعمال مسنون ہے۔(احسن الفتاویٰ/ ج ۴/ص ۲۲۹)

مسئلہ:۔میت کو غسل دینے میں اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ پہلے (اپنے ہاتھوں میں کپڑا یا دستانے وغیرہ پہن کر) ڈھیلے سے صفائی کی جائے یعنی استنجاء کرایا جائے پھر پانی سے دھویا جائے۔

(فتاویٰ محمودیہ/ ج ۴/ص ۲۸۴)

ناخن پالش چھڑائے بغیر غسل میت؟

سوال:۔ایک بہن کو ناخن پالش لگانے کی عادت تھی، اس کے انتقال کے بعد جب اس کو غسل دیا گیا تو اس کا خیال نہ رہا، غسل دینے کے بعد پتہ چلا کہ ناخن پالش رہ گئی، تو دوبارہ غسل دینا چاہئے یا نہیں؟

جواب:۔پالش چھڑا کر ناخن دھو دینا کافی ہے، پورے غسل کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔ پالش چھڑا کر ناخن دھونا فرض تھا، بغیر چھڑائے غسل صحیح نہیں ہوا، اس لئے نماز جنازہ بھی نہ ہوئی۔(جبکہ ناخن پالش نہ چھڑائی گئی ہو)۔(احسن الفتاویٰ/ ج ۴/ص ۲۲۷)

مسئلہ:۔ناخن پالش والی میت کی پالش صاف کر کے غسل دیں ورنہ اس کا غسل صحیح نہ ہوگا۔

(آپ کے مسائل/ ج ۳/ص ۷۵)

حائضہ میت کے منہ میں پانی ڈالنا؟

مسئلہ:۔حاجت جنابت میں یا حیض ونفاس میں موت واقع ہو جائے تو بھی غسل دیتے وقت منہ اور ناک میں پانی ڈالنا درست نہیں ہے۔البتہ دانتوں اور ناک میں تر کپڑا پھیر دیا جائے تو بہتر ہے،ضروری نہیں ہے۔(احسن الفتاویٰ/ج۴/ص۲۳۸/بحوالہ درمختار/ج۱/ص۸۰۱)

میت کے منہ میں مصنوعی دانت رہ جائیں؟

مسئلہ:۔اگر میت کے منہ میں مصنوعی دانتوں کا نکالنا مشکل ہو،اور زیادہ محنت کرنے میں میت کی بے حرمتی ہوتو منہ کے اندر ہی چھوڑ دیئے جائیں غسل اور دفن میں کوئی مخدور نہیں ہے (کوئی حرج نہیں ہے)۔

مال کی حرمت سے میت کی حرمت زیادہ ہے۔

(احسن الفتاویٰ/ج۳/ص۲۴۱/بحوالہ ردالمختار/ج۱/ص۸۴۰/آپ کے مسائل/ج۳/ص۷۷)

مسئلہ:۔میت کی آنکھوں میں سرمہ لگانا اور سر مین کنگھا کرنا درست نہیں ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم/ج۵/ص۲۴۸/بحوالہ ردالمختار/ج۱)

مسئلہ:۔میت کے بالوں میں کنگھی نہ کی جائے اور ناخن یا بال اس کے نہ کاٹے جائیں اور نہ ہی مونچھیں کتری جائیں،ہاں اگر کوئی ناخن ازخود ٹوٹ جائے تو اس کو علیحدہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔(علم الفقہ/ج۱/ص۱۸۸)

مسئلہ:۔میت کے بال،مونچھ کاتراشنا،نیز بغل اور زیرناف کے بالوں کا دور کرنا مکروہ ہے۔مطلوب شرع میں یہ ہے کہ جس طرح وفات ہوئی،اسی حال میں دفن کیا جائے اگر میت کے جسم سے مذکورہ چیزوں میں سے کوئی چیز ازخود گر جائے تو اس کو بھی کفن میں رکھ کر ساتھ ہی دفن کردیا جائے۔(کتاب الفقہ/ج۱/ص۸۲۰)

غسل کے وقت آنحضرت ﷺ کے پاؤں کس طرف تھے؟

مسئلہ:۔ یہ امر کہیں منقول نہیں ہے کہ غسل کے وقت آنحضرت ﷺ کے پاؤں کس طرف تھے اور سر مبارک کس طرف۔ لیکن آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد خانہ کعبہ کے بارے میں کہ ''یہ تمہارا قبلہ ہے زندگی میں اور مرنے کے بعد''۔ اس طرف مشیر ہے کہ جیسے قبر میں میت کو رکھا جاتا ہے، اسی طرح غسل کے وقت لٹا دیا جائے، جیسا کہ اب معمول ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم/ ج ۵ ص ۲۵۲/ رد المختار/ ج ۱/ ص ۷۹۹/ فتاویٰ محمودیہ/ ج ۹/ ص ۱۶۳)

مسئلہ:۔ میت کے غسل کے وقت جس طرح چاہیں (مناسب ہو) میت کو لٹا دیں، یہ اصح ہے اور بعض نے یہ کہا ہے کہ قبلہ کی طرف منہ کر کے عرضاً لٹا دیں جیسا کہ قبر میں رکھا جاتا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ قبلہ کی طرف طولاً لٹا دیں، اس صورت میں پیر اور منہ قبلہ کی طرف ہوں گے۔ (امداد الاحکام/ ج ۱/ ص ۸۲۲/ آپ کے مسائل/ ج ۳/ ص ۹۸)

(دونوں صورتیں جائز ہیں، جس طرح بھی سہولت ہو میت کو غسل دینے میں لٹا سکتے ہیں، کیونکہ بعض جگہ غسل کی جگہ قبلہ رخ نہیں ہوتی اور چھوٹی بھی ہوتی ہے)۔

(محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

میت کے غسل کے لئے گھر کے برتنوں میں پانی گرم کرنا؟

مسئلہ:۔ میت کے غسل کے لئے گھر کے پاک برتنوں میں پانی گرم کرنے اور غسل دینے میں کچھ حرج نہیں ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم/ ج ۵/ ص ۲۴۹)

مسئلہ:۔ میت کو کورے یعنی نئے گھڑے (برتن وغیرہ) سے غسل دینا ضروری نہیں ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ/ ج ۱۰/ ص ۲۹۴)۔

(کوئی برتن ہو، پاک ہونا چاہئے۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

میت کو غسل دینے کے لئے کیسا پانی ہو؟

سوال:۔ یہ مشہور ہے کہ میت کے غسل دینے کے لئے پہلا پانی بیری کے پتوں کا جوشاندہ (پکایا ہوا) اور دوسرا پانی مع کافور کے اور تیسرا پانی خالص یعنی سادہ پانی ہو صحیح کیا ہے؟
جواب:۔ علامہ شامیؒ نے میت کے غسل کے بارہ میں یہ تفصیل بیان کی ہے کہ پہلے سادہ پانی سے غسل دیا جائے پھر بیری کے پتوں کا پکایا پانی پھر کافور کا ملا ہوا پانی ڈالا جائے اور فتح القدیر سے نقل کیا ہے کہ اولیٰ یہ ہے کہ اول دو مرتبہ بیری کے پتوں کا پکا ہوا پانی اور تیسرا کافور کا ملا ہوا پانی۔ (فتاویٰ دار العلوم/ ج ۵/ ص ۲۵۵/ بحوالہ رد المختار/ ج ۱/ ص ۸۰۲/ باب الجنائز)
مسئلہ:۔ میت کے غسل کے پانی میں کسی قسم کی نجاست کا اثر ہو اور غسل، کفن، دفن، کے بعد معلوم ہو تو میت پر اس کی وجہ سے مؤاخذہ نہیں ہے، وہ مجبور اور معذور ہے اور جس شخص سے بھی اس سلسلہ میں بے احتیاطی ہوئی ہو وہ توبہ واستغفار کرے اور میت کے لئے دعائے مغفرت کرے اور اس کو ثواب پہنچاتا رہے۔ (فتاویٰ دار العلوم/ ج ۵/ ص ۲۷۰)
(آج کل بیری کے پتوں کا ملنا ہر جگہ مشکل ہے۔ مقصد یہ ہے کہ جس چیز سے بھی میت کے میل کچیل وغیرہ کی صفائی اچھی طرح صاف ہو جائے، یا صابون وغیرہ استعمال کر لیا جائے، محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

غسل سے پہلے میت کو وضو کرانا؟

مسئلہ:۔ مستحب یہ ہے کہ میت کو اسی طرح وضو کرایا جائے جس طرح زندہ انسان نہانے کے وقت جنابت (ناپاکی) سے پاک ہونے کے لئے وضو کرتا ہے، اس وضو میں کلی کرانا اور ناک میں پانی ڈالنا نہیں ہے، لہٰذا میت کے غسل میں یہ دونوں باتیں نہ کی جائیں تاکہ پیٹ میں پانی جا کر خرابی پیدا نہ کرے، علاوہ ازیں ایسا کرنے میں دشواری بھی ہے۔ البتہ مستحب ہے کہ میت کو غسل دینے والا اپنی کلمہ شہادت کی انگلی اور انگوٹھے پر پاک کپڑا لپیٹ کر اس کو پانی سے تر کر لے پھر اس سے میت کے دانتوں اور مسوڑھوں اور نتھنوں کا مسح کرے، یعنی بھیگی ہوئی

کپڑے والی انگلی پھیر دے۔ اور یہ عمل کلی کرنے اور ناک میں ڈالنے کے قائم مقام ہے۔
(کتاب الفقہ/ ج۱/ص۸۲۰)

مسئلہ:۔نابالغ بچہ و بچی کو بھی موت کے غسل میں وضو کرانا چاہئے۔(احسن الفتاوی/ ج۴/ص۲۱۲)

مسئلہ:۔اگر میت کے غسل دینے کی کوئی جگہ الگ ہے کہ پانی کہیں الگ بہہ کر چلا جائے گا تو بہتر ہے ورنہ میت کے تختہ کے نیچے گڑھا کھود لیا جائے تاکہ سب پانی اس میں جمع ہو جائے اگر گڑھا نہ کھدوایا اور پانی سب گھر میں پھیلا تب بھی کوئی گناہ نہیں ہے۔ مقصد صرف یہ ہے کہ آنے جانے میں کسی کو تکلیف نہ ہو اور کوئی پھسل کر نہ گر پڑے. (بہشتی زیور/ ج۲/ص۵۲)

غسل میت کے مستحبات

مسئلہ:۔میت کے غسل میں چند امور مستحب ہیں۔ ایک تو یہ کہ تین بار غسل دیا جائے بایں طور کہ ہر بار میت کے پورے جسم پر پانی پہنچ جائے (جس کا طریقہ آگے بتایا جائے گا) ان تین میں سے پہلی دفعہ کا غسل فرض ہے اور اس کے بعد کے دو غسل سنت ہیں۔

اگر تین بار تمام جسم کو غسل دینے سے میت کا بدن صاف نہ ہو تو تین دفعہ سے زیادہ دھونا مستحب ہے تاکہ بدن صاف ہو جائے۔ اس کے لئے کوئی تعداد مقرر نہیں ہے، لیکن یہ مستحب ہے کہ غسل کی تعداد طاق ہو۔ چنانچہ اگر مثلاً چار بار دھونے سے مطلوبہ صفائی حاصل ہو جائے تو تب بھی پانچویں بار غسل دیا جائے، وغیرہ۔ (کتاب الفقہ/ ج۱/ص۸۱۷)

مسئلہ:۔دوسرا اَمر مستحب یہ ہے کہ آخری بار غسل کے پانی میں کافور وغیرہ خوشبو کی آمیزش کی جائے۔ ان میں کافور افضل ہے۔

آخری غسل کے علاوہ دوسرے غسل کے پانی میں بیری کے پتے یا کوئی اور چیز میل دور کرنے والی جیسے صابن وغیرہ سے ملا لیا جائے تاکہ صفائی حاصل ہو، اور میت کے غسل کے پانی میں خوشبو وغیرہ ڈالنا مستحب ہے، خواہ وہ میت احرام کے لباس میں ہو یا نہ ہو یہ اس لئے کہ انسان مردہ غیر مکلف ہوتا ہے، لہٰذا موت کے ساتھ ہی احرام بھی ختم ہو جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اس کا سر ڈھک دیا جاتا ہے۔ بخلاف اس حالت کے جب کہ وہ زندہ اور احرام کی

حالت میں ہو۔ یعنی احرام کی حالت میں تو سر بھی نہیں ڈھکا جاتا اور نہ ہی خوشبو وغیرہ کا استعمال ہوتا ہے۔ لیکن موت سے یہ سب پابندیاں ختم ہو جاتی ہیں۔ (کتاب الفقہ / ج۱/ص ۸۱۸)

مسئلہ:۔ امر مستحب ہے کہ میت کو ٹھنڈے پانی سے غسل دیا جائے، بجز اس حال کے جب کہ مجبوری ہو، مثلاً سخت سردی ہو یا میل کچیل دور کرنا ہو۔ اور حنفیہ کے نزدیک مردہ کے لئے گرم پانی افضل ہے۔ (کتاب الفقہ / ج۱/ص ۸۱۸)

مسئلہ:۔ چوتھا امر مستحب یہ ہے کہ غسل دینے کے بعد میت کے سر اور داڑھی میں خوشبو لگائی جائے، لیکن زعفران نہ ہو۔ اسی طرح جن اعضاء پر خوشبو لگانا مستحب ہے وہ اعضاء یہ ہیں: پیشانی، ناک، دونوں، ہتھیلیاں، دونوں گھٹنے اور دونوں پاؤں، نیز دونوں آنکھوں پر، دونوں کانوں اور دونوں بغلوں کے نیچے بھی لگائی جائے اور بہتر یہ ہے کہ یہ خوشبو کافور ہو۔

(کتاب الفقہ / ج۱/ص ۸۱۸)

مسئلہ:۔ پانچواں اَمر مستحب یہ ہے کہ میت کے قریب دھونی دی جائے اور دھونی دینا تین موقعوں پر مستحب ہے۔ ایک اس وقت جب میت کی جان قبض ہو رہی ہو۔ پس جب موت کا یقین ہو جائے تو اس کو اونچی جگہ پر جبکہ نیچے زمین پر لیٹا ہوا ہو، مثلاً تخت، پلنگ یا چبوترہ پر رکھا جائے اور اس جگہ رکھنے سے پہلے وہاں پر تین بار یا پانچ بار دھونی دی جائے۔

بایں طور کہ انگیٹھی یا دھونی کے برتن کو اس تخت وغیرہ کے اردگرد تین، پانچ یا سات بار پھیرا جائے اس سے زیادہ بار نہ پھیرا جائے۔ اس کے بعد میت کو اس پر رکھا جائے۔ دوسرے غسل دینے کے وقت دھونی کی انگیٹھی کو نہلانے کے تختے کے اردگرد اسی طرح پھیرا جائے۔ تیسرے کفن پہنانے کے وقت اسی طرح کیا جائے۔

مسئلہ:۔ چھٹا امر مستحب ہے کہ غسل دینے کے وقت میت کے تمام کپڑے، سوائے ستر (پوشیدہ حصہ کے) ڈھکنے والے کپڑے اُتار دیئے جائیں۔ (کتاب الفقہ / ج۱/ص ۸۱۹)۔

(یعنی ستر پر ایک پاک کپڑا ڈال کر غسل دیا جائے۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)۔

میت کے پاس غسل سے پہلے تلاوت کا حکم

سوال:۔میت کو غسل دینے سے پہلے اس کے پاس قرآن پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟۔
جواب:۔میت کو کپڑے سے ڈھانک دیا جائے تو اس کے پاس تلاوت میں کوئی حرج نہیں، ورنہ مکروہ ہے اور نہلانے کے بعد بہر صورت کوئی کراہت نہیں ہے۔

(احسن الفتاویٰ/ ج ۴/ص ۲۴۲)

مسئلہ:۔میت کو غسل دینے سے پہلے اس کے پاس (بغیر ڈھانکے) قرآن پاک کی تلاوت مکروہ اور منع ہے، البتہ تسبیح پڑھی جا سکتی ہے،(یا) دوسرے کمرہ میں دور بیٹھ کر تلاوت کرنا جائز ہے۔(فتاویٰ رحیمیہ/ ج ۳/ص ۹۲/نور الایضاح/ص ۱۳۳/فتاویٰ محمودیہ/ ج ۱۲/ص ۴۵/آپ کے مسائل/ ج ۳/ص ۹۷)

مسئلہ:۔حیض و نفاس والی عورت اور جس کو غسل کی حاجت (ناپاک) ہو، مردہ کے پاس نہ رہے (اولیٰ یہی ہے)۔(بہشتی زیور/ ج ۲/ص ۶۱/علم الفقہ/ ج ۲ص ۶۴)

میت کو غسل دینے کا مسنون و مستحب طریقہ

(۱)۔ حنفیہ کے نزدیک غسل دینے کے وقت میت کو کسی اونچی چیز مثلاً نہلانے کے پیڑے پر رکھا جائے۔ پھر غسل دیتے وقت تین بار یا پانچ بار یا سات بار دھونی دی جائے، بایں طور کہ دھونی کی انگیٹھی کو اتنی بار پیڑے کے گرد پھرایا جائے، جیسا کہ پہلے بتایا گیا۔ پھر میت کے تمام کپڑے سوا لباس ستر کے اتار دیئے جائیں اور مستحب یہ ہے کہ میت کے پاس غسل دینے والا یا اس کے معاون کے سوا اور کوئی نہ ہو۔ پھر غسل دینے والے کو چاہئے کہ اپنے ہاتھ پر (کپڑا یا دستانہ) دھجی لپیٹ لے اور اسے تر کر کے اگلی پچھلی شرمگاہوں کو دھوئے، یعنی استنجاء کرائے۔ پھر وضو کرائے اور وضو میں ابتداء چہرہ کو دھونے سے ہونی چاہئے۔ کیونکہ ہاتھ دھونے سے وضو کی ابتداء زندوں کے لئے، جو خود غسل کرتے ہیں، انہیں ضروری ہوتا ہے کہ پہلے ہاتھوں کو دھولیں۔ لیکن میت کو دوسرا شخص غسل کراتا ہے، اس لئے میت کے

غسل دینے میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کی بجائے دانتوں اور نتھنوں کو دھجی سے صاف کرنا ہوتا ہے، جیسا کہ پہلے بتایا گیا ہے۔ اس کے بعد میت کے سر اور داڑھی کے بالوں کو کسی میل کے کاٹنے والی چیز مثلاً صابن وغیرہ سے دھونا چاہئے۔ بال نہ ہوں تو صابن وغیرہ سے سر کو دھویا نہ جائے۔ پھر میت کو بائیں کروٹ لٹا دیا جائے، تاکہ پہلے دائیں پہلو کو دھویا جائے۔ پس دائیں پہلو پر پانی سر سے پاؤں کی طرف تین بار بہایا جائے، یہاں تک کہ نچلی طرف پانی بہہ جائے اور پیٹ دھونے کے لئے چہرے کے بل اوندھا نہ لٹایا جائے بلکہ پہلو کی جانب سے اس طرح بہایا جائے کہ پانی تمام جگہ پہنچ جائے۔ یہ پہلا غسل ہوا۔ اگر اس طرح تمام بدن پر پانی بہہ جائے تو فرض کفایہ ادا ہو گیا۔

اس کے بعد دو غسل اور دیئے جائیں تو سنت ادا ہو جائے گی۔ ان کا طریقہ یہ ہے کہ میت کو دوسری بار دائیں کروٹ لٹا دیا جائے اور پھر بائیں پہلو پر تین بار اسی طرح پانی ڈالا جائے، جیسا کہ پہلے بتایا گیا۔ پھر نہلانے والے کو چاہئے کہ میت کو بٹھائے اور اس کو اپنے سہارے پر رکھ کر آہستہ آہستہ اس کے پیٹ پر ہاتھ پھیرے اور اس طرح کرنے سے کچھ خارج ہو تو اس کو دھو ڈالے۔ یہ دوسرا غسل ہے۔ اس کے بعد میت کو بائیں کروٹ پر لٹا دیا جائے اور بطریق سابق پانی بہایا جائے۔ یہ تیسرا غسل ہو گیا۔ ابتدائی دو غسل گرم پانی سے اور میل کاٹنے والی شے جیسے بیری کے پتے اور صابن وغیرہ کے ساتھ دیئے جائیں۔ تیسرے غسل میں پانی کافور کا استعمال کیا جائے۔ اس کے بعد میت کے بدن کو پونچھ کر خشک کر لیا جائے اور اس پر خوشبو مل دی جائے جیسا کہ پہلے بتایا گیا۔

واضح ہو کہ غسل کے صحیح ہونے کے لئے نیت ضروری نہیں ہے۔ اسی طرح از روئے تحقیق فرض کفایہ کی ادائیگی کے لئے نیت کی شرط نہیں ہے، البتہ ادائے فرض کفایہ پر ثواب حاصل کرنے کیلئے نیت شرط ہے۔ (کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ/ ص۸۲۲/ ج۱ تفصیل ملاحظہ فرمائیں/ علم الفقہ/ ج۲/ ص۱۸۶/ فتاوی دار العلوم/ ج۵/ ص۲۴۵/ بحوالہ رد المحتار/ ج۱/ ص۸۰۳)

مسئلہ:۔ ایک مرتبہ مردہ کو غسل دینا فرض ہے اور تین مرتبہ مسنون ہے اور میت کو بغیر نیت کے

نہلانے سے بھی غسل ہو جاتا ہے اور وہ پاک ہو جاتا ہے۔ (درمختار/ ج۱/ص ۸۳۵)
مسئلہ:۔ اگر مردہ کا کوئی عضو خشک رہ گیا ہو اور کفن پہنانے کے بعد یاد آئے تو کفن کھول کر صرف اس عضو کو دھونا چاہئے (غسل لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے) ہاں اگر کوئی انگلی یا اس کے برابر کوئی حصہ خشک رہ جائے تو کفن پہنانے کے بعد یاد آنے پر دھونے کی ضرورت نہیں ہے۔ (درمختار/ ج۱/ص ۸۳۵)

غسل دینے کے بعد میت سے نجاست کا نکلنا؟

مسئلہ:۔ اگر میت کو غسل دینے کے بعد میت کے جسم سے نجاست خارج ہو، اس سے کوئی حرج نہیں ہے، خواہ اس کے کفن یا بدن کو لگ جائے، البتہ کفن پہنانے سے پہلے صفائی کے خیال سے اس کو دھو ڈالنا چاہئے۔ لیکن یہ امر نماز جنازہ کے صحیح ہونے کی شرط نہیں ہے۔

کفن پہنانے کے بعد نجاست خارج ہوئی تو اس کو دھونا نہیں چاہئے کیونکہ دھونے میں دشواری ہے اور حرج ہے۔ بخلاف اس صورت کے جب کہ کفن ہی نجاست سے آلودہ ہو، یعنی ناپاک کفن دیا گیا ہوگا تو نماز جنازہ درست نہ ہوگی۔ (کتاب الفقہ/ ج۱/ص ۸۲۱)
مسئلہ:۔ اگر میت کا پیٹ دبانے سے کوئی نجاست نکلے تو اس کو دھویا جائے گا (جبکہ غسل دیا جا رہا ہو) مگر اس کی وجہ سے وضو اور غسل دہرایا نہیں جائے گا۔ (درمختار/ ج۱/ص ۸۳۱)
مسئلہ:۔ اگر کفن پہنانے کے بعد میت سے نجاست نکلی ہے تو اس کو دھونا ضروری نہیں ہے، خواہ میت کے بدن پر ہو یا کفن پر، بغیر دھوئے نماز جنازہ صحیح ہے یہ حکم خود میت سے نکلنے والی نجاست کا ہے، خارجی نجاست کا دھونا ضروری ہے، بلا دھوئے نماز نہ ہوگی۔

(احسن الفتاویٰ/ ج۴/ص ۱۹۷/ بحوالہ ردالمحتار/ ج۱/ص ۸۱۲/ و کتاب الفقہ/ ج۱/ص ۸۱۱)

غسل میت کے متفرق مسائل

مسئلہ:۔ میت کو غسل دیتے وقت زخم سے اگر پٹی لگی ہو تو وہ اتاری جائے۔
(آپ کے مسائل/ ج۳/ص ۹۹)

مسئلہ:۔اگر میت کو غسل دے کر میت کو ایک رات گھر میں رکھا جائے تو دوسرے دن دوبارہ غسل دینے کی ضرورت نہیں ہے۔(آپ کے مسائل/ ج ۳/ص ۹۸)

مسئلہ:۔شوہر کو بیوی کے مرنے کے بعد صرف منہ دیکھنے کی اجازت ہے، ہاتھ لگانے کی نہیں، غسل دینا بھی شوہر کے لئے درست نہیں ہے، کاندھا دینا محرم اور غیر محرم سب کو درست ہے۔اگر ضرورت ہو تو قبر میں بھی اتار سکتا ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ/ ج ۲/ص ۲۱۵/ فتاویٰ رحیمیہ/ ج ۵/ص ۹۳)

مسئلہ:۔اگر کوئی میت نجاست حکمیہ سے طاہر نہ ہو، یعنی اس کو غسل نہ دیا گیا ہو، یا غسل کے ناممکن ہونے کی صورت میں تیمم نہ کرایا گیا ہو اس کی نماز جنازہ درست نہیں، ہاں اگر اس کا طاہر کرنا یعنی پاک کرنا ممکن نہ ہو مثلاً بغیر غسل یا بغیر تیمم کرائے ہوئے دفن کر چکے ہوں اور قبر پر مٹی بھی پڑ چکی ہو تو پھر اس کی نماز اس کی قبر پر اسی حالت میں پڑھنا جائز ہے۔

مسئلہ:۔اگر کسی میت پر بے غسل دیے تیمم کے نماز پڑھی گئی ہو اور وہ دفن کر دیا گیا ہو اور بعد دفن کے خیال آئے کہ اس کو غسل نہ دیا گیا تھا تو اس کی نماز دوبارہ اس کی قبر پر پڑھی جائے گی اس لئے کہ پہلی نماز صحیح نہیں ہوئی، ہاں اب چونکہ غسل ممکن نہیں ہے، لہٰذا نماز ہو جائے گی۔(علم الفقہ/۲/ص ۱۹۲)

(جب تک میت قبر میں پھٹ نہ گئی ہو، اس وقت تک نماز پڑھی جا سکتی ہے)۔

مسئلہ:۔اگر کسی آدمی کا صرف سر کہیں دیکھا جائے یعنی ملے تو اس کو غسل نہیں دیا جائے گا بلکہ یونہی دفن کر دیا جائے گا اور اگر کسی کا نصف سے زیادہ بدن ملے تو اس کو غسل دینا ضروری ہے خواہ سر کے ساتھ ملے یا بغیر سر کے، اور اگر نصف سے زیادہ نہ ہو بلکہ نصف ہو، اگر سر کے ساتھ ملے تو غسل دیا جائے گا ورنہ نہیں، اور اگر نصف سے کم ہو تو غسل نہ دیا جائے گا خواہ سر کے ساتھ ہو یا بغیر سر کے۔(بحر الرائق/ ج ۱/ص ۱۷۴/ فتاویٰ رحیمیہ/ ج ۱/ص ۸۹/ درمختار/ ج ۱/ص ۸۳۵/ شامی/ ج ۱/ص ۸۰۹)

مسئلہ:۔جب تک میت کے جسم کا بیشتر حصہ یا نصف حصہ مع سر کے نہ پایا جائے غسل دینا

ضروری نہیں ہے۔ (کتاب الفقہ / ج ۱/ص ۸۱۲)

مسئلہ:۔اگر پانی نہ ہونے کے سبب سے کسی میت کو تیمم کرایا گیا اور پھر پانی مل جائے تو پھر غسل دینا چاہئے۔

مسئلہ:۔ جب میت کو غسل دے چکیں اوراس کی تری کپڑے وغیرہ سے نچوڑ کر دور کردیں تو کفن پہنایا جائے۔ (علم الفقہ / ج ۲/ص ۱۸۹)

مسئلہ:۔مردہ کو غسل دینے کے بعد نہلانے والے کو غسل کر لینا بہتر (مستحب) ہے تاکہ میت کو غسل دینے کے دوران جو چھینٹیں وغیرہ پڑ گئی ہوں تو وہ دور ہو جائیں، اور نظافت وپاکیز گی حاصل ہو جائے۔ (احسن الفتاویٰ/ ج ۴/ص ۴۴۳/ آپ کے مسائل/ ج ۳/ص ۹۹/ مظاہر حق/ ج ۱/ص ۴۸۱)

مسئلہ:۔میت کو غسل دینا مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے، اگر کوئی میت بغیر غسل کے دفن کردی جائے تو تمام وہ مسلمان جن کو اس کی خبر ہوگی گنہگار رہوں گے۔

مسئلہ:۔اگر کسی میت کو بغیر غسل کے قبر میں رکھ دیا ہو مگر ابھی مٹی نہ ڈالی گئی ہو تو میت کو قبر سے نکال کر غسل دینا ضروری ہے ہاں اگر مٹی پڑ چکی ہو تو پھر نہ نکالنا چاہئے۔

(علم الفقہ / ج ۲/ص ۱۸۵)

مسئلہ:۔میت کے بالوں میں کنگھی نہ کی جائے اور ناخن یا بال اس کے نہ کاٹے جائیں، ہاں اگر کوئی ناخن ٹوٹ جائے تو اس کو علیحدہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(علم الفقہ / ج ۲/ص ۱۸۷/ وفتاویٰ دار العلوم/ ج ۵/ص ۲۴۸/ کتاب الفقہ / ج ۱/ص ۸۲۰)

مسئلہ:۔اگر پانی نہ ہونے کے سبب سے کسی میت کو تیمم کرایا گیا ہو اور پھر پانی مل جائے تو اس کو غسل دینا چاہئے۔ (علم الفقہ / ج ۲/ص ۱۰۹)

مسئلہ:۔میت کو غسل دینے کے پانی میں جو خوشبو وغیرہ کا ڈالنا مستحب ہے، خواہ مرنے والا احرام کے لباس میں ہو یا نہ ہو، اس لئے کہ انسان مردہ غیر مکلّف ہوتا ہے لہٰذا موت کے ساتھ ہی احرام بھی ختم ہو جاتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس کا سر ڈھکا جاتا ہے بخلاف اس حالت کے وہ زندہ اور احرام کی حالت میں ہو۔ (کتاب الفقہ / ج ۱/ص ۸۱۸)

مسئلہ:۔ مستحب یہ ہے کہ غسل دینے والا کوئی سنجیدہ ہو جو مکمل طور پر غسل دے، اگر کوئی بری بات میت میں دیکھے اس پر پردہ ڈالے (چھپائے) اور اگر اچھی بات دیکھے تو بیان کردے۔ (کتاب الفقہ/ ج۱/ص ۸۲۰)۔

(نیز آنکھوں میں سرمہ یا کاجل لگانا منع ہے)

مسئلہ:۔ بے نمازی غسل دے تو غسل ہو جائے گا مگر بہتر یہ ہے کہ نمازی آدمی اور پابند شریعت غسل دے۔ (فتاویٰ محمودیہ/ ج۲/ص ۳۹۳)

مسئلہ:۔ مستحب ہے کہ غسل دینے کے بعد میت کا بدن کپڑے سے خشک کردے تاکہ کفن نہ بھیگے۔ (کتاب الفقہ/ ج۲/ص ۸۲۰/علم الفقہ/ ج۲/ص ۱۸۹)

روح کا اپنے غسل وغیرہ کو دیکھا

حضرت ابن دینارؒ سے روایت ہے کہ جو شخص مرتا ہے اس کی روح ایک فرشتہ کے ہاتھ میں رہتی ہے، اپنے جسم کو دیکھتی ہے کہ کس طرح اس کو غسل دیا جارہا ہے اور کس طرح کفن دیتے ہیں، کیونکر لے کر چلتے ہیں، لاش ابھی غسل کے تختہ پر ہی ہوتی ہے کہ اس سے فرشتے کہتے ہیں کہ لوگ جو تیری تعریف کررہے ہیں، سن لے (کہ یہ بشارت اگلی نعمتوں کی تمہید ہے)۔ (شوقِ وطن/ص ۲۶/ احکام میت/ص ۲۵)

میت کو غسل کے بعد کفن کیسا دیا جائے؟

مسئلہ:۔ سب سے زیادہ پسندیدہ کفن وہ ہے جو سفید کپڑے کا ہو، خواہ وہ نیا ہو یا پرانا۔ ہر ایسا لباس جس کا پہننا مردوں کو زندگی میں مباح ہے، مرنے کے بعد اس کا کفن مباح ہے اور ہر ایسا لباس جس کا زندگی میں پہننا مکروہ ہے، اس کا کفن بھی مکروہ ہے، لہٰذا مردوں کو ریشم اور زرد رنگ اور زعفرانی رنگ وغیرہ کے کپڑے کا کفن مکروہ ہے۔ ہاں اگر اس کے علاوہ کوئی اور کپڑا مہیا نہ ہو سکے تو دوسری بات ہے، البتہ عورت کے لئے ایسے کپڑے کا کفن جائز ہے۔

(یعنی رنگین کفن بھی عورتوں کو دے سکتے ہیں)

اور مرد کے کفن کا ایسا کپڑا دیکھا جائے گا جیسا کہ وہ عیدین کی نماز کے لئے پہن کر جاتا ہے اور عورت کے لئے ایسا کپڑا دیکھا جائے گا کہ جو وہ ماں باپ کے گھر جانے کے لئے پہنتی ہے۔ (کتاب الفقہ/ ج ۱/ص ۸۲۹)

مسئلہ:۔ حدیث شریف میں ہے کہ ''جب تم میں کوئی اپنے بھائی کو کفن دے تو اچھا کفن دے''۔ (مشکوٰۃ/ ج ۱/ص ۱۴۳)

مسئلہ:۔ درمختار میں ہے کہ محبوب تر اور پسندیدہ تر کفن سفید ہے۔
(فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۲۶۴/ درمختار/ ج ۱/ص ۸۱۰)

مسئلہ:۔ کفن گراں قیمت کا بنانا مکروہ ہے اور گھٹیا (کم قیمت کے) کپڑے کا بھی نہ ہونا چاہئے۔ (علم الفقہ/ ج ۲/ص ۱۹۱)

مسئلہ:۔ میت کو غسل کے بعد کفنانا یعنی کفن پہنانا مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے، اگر کچھ لوگ اس کام کو انجام دے دیں تو سب بریٔ الذمہ ہو جائیں گے۔

مسئلہ:۔ کم سے کم کفن اتنا ہونا چاہئے کہ میت کا تمام بدن ڈھک جائے خواہ وہ مرد ہو یا عورت اگر اس سے کم ہو تو فرض کفایہ مسلمانوں کے ذمہ سے ادا نہ ہوگا۔ (کتاب الفقہ/ ج ۱/ص ۸۲۷)

(میت کے ترکہ میں سب سے پہلے اس کی تجہیز و تکفین کا خرچ لیا جائے مگر یہ کام سیدھے سادے طریقہ سے سنت کے مطابق کریں، اور کفن بھی میت کی حیثیت کے مطابق دیں، کپڑا سفید ہونا چاہئے، مگر ایسی قیمت کا کپڑا ہو جس قیمت کا کپڑا مرنے والا اکثر پہن کر گھر سے باہر نکلتا اور لوگوں سے ملتا تھا، بازار و مسجد و عید وغیرہ میں جاتا تھا، نہ اتنا کم قیمت کا گھٹیا کفن دیں جس سے مرنے والے کی تحقیر و تذلیل ہو، نہ اتنا بیش قیمت کا دیں کہ جس میں اسراف ہو اور قرض خواہوں یا وارثوں کے حقوق میں نقصان آئے۔ اگر نئے کپڑے کی گنجائش نہ ہو یا کوئی قریبی تعلق اور رشتہ دار کفن دینے والا نہ ہو تو ناپاک کپڑا بھی کفن میں کافی ہو سکتا ہے کیونکہ غزوۂ اُحد میں پرانی چادر استعمال کی گئی تھی)۔ (محمد رفعت قاسمی، غفرلہٗ)

کفن کس رنگ کا ہو؟

مسئلہ:۔ کفن کے لئے سفید کپڑا افضل ہے، اس کے علاوہ بھی جائز ہے اور جو رنگ اور کپڑا زندگی میں جائز ہے وہ کفن کے لئے بھی جائز ہے اور جو زندگی کی حالت میں ناجائز ہے وہ کفن کے لئے بھی ناجائز ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ/ ج ۷/ص ۲۲۴/ بحوالہ شامی/ ج ۱/ص ۵۸۰)

مسئلہ:۔ زیادہ بہتر تو کفن عورتوں کے لئے بھی سفید ہے لیکن رنگین بھی جائز ہے خواہ کل کفن رنگین ہو یا بعض۔ (امداد الفتاویٰ/ ج ۱/ص ۸۱۴)

مسئلہ:۔ لٹھے (کپڑے) میں اگر کوئی نجاست مادی وغیرہ نہیں ہے بلکہ پاک ہے اس کا کفن بھی جائز ہے اور اگر اس میں کوئی نجس شئے ہے تو اس کا کفن جائز نہیں اس کی تحقیق کر لی جائے۔ مردے کے جب کسی فعل کو اس میں (یعنی ناپاک کپڑے میں) دخل نہیں تو وہ بری الذمہ ہے۔ اگر میت نے وصیت کی تھی کہ ناپاک کپڑے کا کفن دیا جائے یا اس کو علم تھا کہ ناپاک کپڑے کا کفن دیا جائے گا پھر بھی جان بوجھ کر منع نہیں کیا وہ گنہگار ہوگا۔
(فتاویٰ محمودیہ/ ج ۷/ص ۲۲۶)

کفن کس کے ذمہ ہے؟

مسئلہ:۔ میت کا کفن اسی کے خالص ذاتی مال سے ہونا چاہئے جس کے ساتھ کسی غیر کا حق وابستہ نہ ہو، جیسے رہن کی صورت میں ہوتا ہے۔ اگر مرنے والے کا خالص مال موجود نہ ہو تو اس کا کفن اس شخص کے ذمہ ہے جس پر اس کی زندگی میں اس کا ضروری خرچہ واجب تھا۔
(کتاب الفقہ/ ج ۱/ص ۸۲۷)

مسئلہ:۔ میت کا کفن اس شخص کو بنانا چاہئے جو زندگی کی حالت میں اس کی کفالت کرتا تھا خواہ مرنے والا کچھ مال چھوڑ کر مرا ہو یا نہیں۔

مسئلہ:۔ خلاصہ یہ کہ جن لوگوں کا کھانا اور کپڑا زندگی میں جس شخص کے ذمے ہوگا اسی شخص کے ذمے مرنے کے بعد ان لوگوں کا کفن بھی ہوگا۔ (علم الفقہ/ ج ۲/ص ۱۹۱)

مسئلہ:۔ میت کا کوئی غیر مسلم دوست کفن کی قیمت دے تو کوئی خرابی نہیں ہے۔
(فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۲۵۰)

مسئلہ:۔ ایسا شخص موجود نہ ہو جس پر میت کا نفقہ (ضروری خرچہ) لازم ہے تو بیت المال سے کفن کا خرچہ حاصل کرنا چاہئے بشرطیکہ مسلمانوں کا بیت المال ہو، اور لینا بھی ممکن ہو، ورنہ صاحب مقدور مسلمانوں پر اس کا مہیا کرنا واجب ہے۔ اور اسی میں جنازہ کے دوسرے اخراجات وغیرہ بھی شامل ہیں مثلاً قبرستان تک لے جانا اور دفنانے کے مصارف وغیرہ۔
(کتاب الفقہ/ ج ۱/ص ۸۲۷)

عورت کا کفن کس کے ذمہ ہے؟

مسئلہ:۔ بیوی کا کفن مفتیٰ بہ قول کے مطابق شوہر کے ذمہ لازم ہے۔
(فتاویٰ محمودیہ/ ج ۲/ص ۴۲۴)

مسئلہ:۔ عورت کا کفن والدین کے ذمہ نہیں ہے شریعت کا یہ حکم نہیں ہے بلکہ خلاف شرع رواج ہے، شرعاً کفن دفن شوہر کے ذمہ ہے، اگر شوہر میں وسعت نہ ہو تو پھر عورت کے ترکہ سے کفن دیا جائے گا۔ (فتاویٰ محمودیہ/ ج ۲/ص ۳۷۷/ بحوالہ شامی/ ج ۱/ص ۵۸۱/ فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۲۸۵)

مسئلہ:۔ اگر میت کسی کی بیوی ہے اور اس کے ترکہ میں مال ہو جب بھی صاحب حیثیت خاوند پر اپنی بیوی کا کفن دینا واجب ہے۔ (کتاب الفقہ/ ج ۱/ص ۸۲۷)

(بعض جگہ لڑکی کے والدین یا بھائی وغیرہ کو کفن اور کھانے کے اخراجات وغیرہ کے دینے کو ضروری سمجھتے ہیں، شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ یہ غلط رسم و رواج ہے)۔
(محمد رفعت قاسمی، غفرلہٗ)

غیر مسلم رشتہ دار کی تجہیز و تکفین

مسئلہ:۔ شریعت کا حکم یہ ہے کہ مرد یا عورت اپنے قریب رشتہ دار والدین وغیرہ کو جو کفر پر مرے بطریق سنت تجہیز و تکفین نہ کرے بلکہ ناپاک کپڑے کی طرح دھو کر اور کپڑے

میں لپیٹ کر گڑھے میں ڈال دے۔ اگر وہ مرنے والا اپنے مذہب کے مطابق عمل کرنے کی وصیت کرے تو وصیت پر عمل نہ کرے۔

(فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۲۶۷/ بحوالہ ردالمحتار/ ج ۱/ص ۸۳۲/ فی حمل المیت)

مسئلہ:۔ مسلمان اپنے قریب رشتہ دار کافر (غیر مسلم) کو ضرورت کے وقت کفن دفن کرسکتا ہے اور شریک جنازہ ہوسکتا ہے لیکن بلاضرورت اچھا نہیں۔

مسئلہ:۔ اگر کوئی غیر مسلم کسی مسلمان کے جنازہ کے ساتھ جائے ملاقات وغیرہ کی وجہ سے تو اس کو روکا نہ جائے کہ اخلاق اہل اسلام سے یہ بعید ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۲۸۳/ بحوالہ ردالمحتار/ ج ۱/ص ۸۳۲)

تجہیز وتکفین میں اگر کوئی نقص رِہ جائے

مسئلہ:۔ میت کی تجہیز وتکفین اور غسل وغیرہ میں کسی قسم کی بے احتیاطی ہو یعنی مثلاً ناجائز قیمت کا کفن خریدا جائے یا غسل کے پانی میں کسی قسم کی نجاست ہو تو میت پر اس وجہ سے کچھ مواخذہ نہیں ہے وہ مجبور اور معذور ہے۔

اور جس سے بے احتیاطی ہوئی (دفن کر چکے ہوں) تو وہ توبہ واستغفار کرے اور میت کے لئے دعاء مغفرت کرے اور اس کو ثواب پہنچائے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿لَاتَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی﴾۔ (القرآن)۔ (فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۲۷۰)

کفن کے لئے چندہ کرنا

سوال:۔ کوئی مسافر آکر وفات پا گیا اس کی تجہیز وتکفین کے لئے چندہ کیا گیا اس میں سے کچھ رقم بچ گئی تو اس کا استعمال کیسے کیا جائے؟

جواب:۔ اگر یہ معلوم ہو کہ بقیہ رقم فلاں شخص نے دی ہے تو وہ رقم اسے سپرد کر دی جائے اور اگر معلوم نہیں کہ یہ بقیہ رقم کس نے دی ہے تو کسی دوسرے غریب کی تجہیز وتکفین میں استعمال کی جائے اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو وہ رقم کسی محتاج غریب کو صدقہ میں دے دی جائے۔

(فتاویٰ رحیمیہ/ ج ۱/ص ۳۷۲/ وفتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۲۶۸/ ردالمحتار/ ج ۱/ص ۸۱۳/ فی صلاۃ الجنائز)

مسئلہ:۔میت کی تجہیز و تکفین کے اخراجات اگر بالغ وارث نے اپنی جیب خاص یعنی اپنے مال سے کئے ہیں تو تجہیز و تکفین کا خرچ موافق سنت ترکہ میں سے لے سکتا ہے اور جو کچھ اس نے غریبوں اور برادری کے کھانا کھلانے وغیرہ میں صرف کیا ہے وہ ترکہ میں سے نہیں لے سکتا۔
(فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۱۷۲/ وبحوالہ سراجی/ص ۴)

کفن کی اقسام

مسئلہ:۔کفن کی تین قسمیں ہیں: (۱)۔کفن سنت۔(۲)۔کفن کفایہ۔(۳)۔اور کفن ضرورت، اب یہ تینوں قسم کے کفن یا تو مرد کے لئے ہوں گے یا عورت کے لئے۔

مرد اور عورت کے کفن سنت میں قمیص اور ازار اور چادر شامل ہیں۔قمیص گردن کی جڑ سے لے کر پیروں تک ہوتی ہے اور ازار ماتھے سے قدم تک ہوتی ہے اور چادر بھی۔اسی طرح عورت کے لئے ان کے علاوہ ایک اوڑھنی ہوگی جو سر اور چہرے کو ڈھکے اور ایک سینہ بند جو عورت کی چھاتیوں پر باندھا جائے، قمیص میں آستین نہیں ہوتی اور نہ دامن کے چاک ہوں، اور چادر سر اور پیر کی طرف سے بڑھی ہوئی ہونی چاہئے، تاکہ اسے سکیڑ کر اوپر نیچے سے باندھ دیا جائے تاکہ میت کے بدن کا کوئی حصہ نظر نہ آئے۔

اور یہ بھی جائز ہے کہ اگر کفن کھل جانے کا اندیشہ ہو تو اس کو درمیان میں کفن کے کپڑے کی فالتو دھجی (کترن وغیرہ) نکال کر اس سے باندھ دیا جائے۔

مسئلہ:۔عورت کے کفن کفایہ کے لئے ایک ازار اور ایک چادر مع اوڑھنی اور سینہ بند کے کافی ہے، قمیص کو چھوڑ دیا جائے، اس قدر کفن بھی بلا کراہت جائز ہے۔

مسئلہ:۔کفن ضرورت وہ ہے جو ضرورت کے وقت میسر ہو جائے خواہ وہ صرف ایک ستر عورت کے لئے کافی ہو (یعنی خواہ وہ صرف ایک ہی کپڑا پوشیدہ حصے کے لئے ہو)۔

مسئلہ:۔اگر اتنا بھی کپڑا کفن کے لئے مہیا نہ ہو سکے تو غسل دینے کے بعد "اذخر" (ہری گھاس وغیرہ) سے میت کو ڈھک دیا جائے اور دفن کے بعد قبر پر نماز جنازہ پڑھی جائے۔

مسئلہ:۔اگر میت کی لٹیں بڑی ہوں تو انہیں کرتے اور ازار کے درمیان رکھ دیا جائے۔

مسئلہ:۔ واضح ہو کہ اگر میت کا مال تھوڑا ہو اور وارثوں کی تعداد زیادہ ہو، یا میت مقروض ہو تو کفن کفایت پر اکتفا کرنا چاہیے۔ (کتاب الفقہ/ ج ۱/ص ۸۳۰)

مسئلہ:۔ پہلے کفن کو تین دفعہ یا پانچ دفعہ یا سات مرتبہ لوبان وغیرہ کی دھونی دے دو تب اس میں مردہ کو کفناؤ۔ (بہشتی زیور/ ج ۲/ص ۵۶/علم الفقہ/ص ۱۹۰)

کفن کے بند کا حکم

مسئلہ:۔ کفن پہنانے کے بعد میت کو تین گرہ کفن میں دی جاتی ہیں خواہ مرد ہو یا عورت، ا۔ سرہانے۔ ۲۔ کمر میں۔ ۳۔ پاؤں کی جانب۔ اور قبر میں اتارنے کے بعد میت کی تینوں گرہیں کھول دی جاتی ہیں یہ تین جگہ باندھنے سے یہ فائدہ ہے کہ جنازہ اٹھاتے اور لے جاتے وقت کفن نہ کھل جائے اور قبر میں رکھنے کے بعد یہ اندیشہ نہیں رہتا، اس لئے کھول دیتے ہیں، مرد و عورت سب کے ہی تینوں بند کھول دیئے جاتے ہیں۔ اگر کفن کھلنے کا اندیشہ ہو تو بند باندھنے کی بھی ضرورت نہیں۔

(کبیری شرح منیۃ/ ج ۱/ص ۵۳۸) تین بند باندھنے کو اسی کے ساتھ مقید کیا ہے، اور قبر میں رکھنے کے بعد بند کھولنے کا حکم حضورؐ نے حضرت سمرہؓ کو فرمایا ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ/ ج ۲/ ص ۴۱۵/ بحوالہ عالمگیری/ ج ۱/ص ۱۶۰/ وزیلعی/ ج ۱/ص ۲۳۸/ مجمع الانہر/ ج ۱/ص ۱۸۲/ وفتاویٰ دار العلوم/ ج ۵/ص ۲۶۱/ وامداد الفتاویٰ/ ج ۱/ص ۸۳۹/ وکفایت المفتی/ ج ۴/ص ۲۵)

کفن میں گریبان کس طرف کیا جائے؟

سوال:۔ مرد عورت کی کفنی میں گریبان کس طرف کیا جائے آگے یا پیچھے گردن کے؟

جواب:۔ مرد اور عورت کی کفنی میں اگر مساوات ہو تو اس میں بھی کچھ حرج نہیں ہے کیونکہ بہت سے فقہاء نے درع اور قمیص کو مترادف فرمایا ہے اور جن فقہاء نے ان میں فرق کیا ہے، تو اس سے بھی لزوم اس کا ثابت نہیں ہے بلکہ یہ امر عادت پر موقوف ہے۔

اب چونکہ عادت یہ ہے کہ مرد عورت دونوں کا شق گریبان سینہ پر ہوتا ہے اس لئے

دونوں کی کفنی میں یہ درست ہے اور اگر فرق مذکور کیا جائے تب کوئی حرج نہیں ہے۔ غرض یہ ہے کہ مرد کا گریبان آگے ہو اور عورت کا پیچھے یہ فرق لازم نہیں ہے۔
(فتاویٰ دار العلوم/ ج ۵/ ص ۲۶۰/ بحوالہ غنیۃ/ ص ۵۳۷)

کفن پر کلمہ طیبہ لکھنا

مسئلہ:۔ میت کے کفنی پر کلمہ شریف مٹی سے لکھنا اور میت کو قبر میں رکھنے کے بعد کچی اینٹ پر کلمہ شریف لکڑی سے لکھ کر میت کے سر کے پاس مغرب کی جانب رکھنا نیز مٹی کے چند چھوٹے چھوٹے ڈھیلوں پر "سورۂ اخلاص" پڑھ کر سب ڈھیلوں کو میت کے ساتھ لحد میں ڈالنا یہ امور خلاف شریعت ہیں اور ان کی کچھ اصل نہیں ہے اور ایسی رسوم کو چھوڑنا چاہئے۔ (فتاویٰ دار العلوم/ ج ۵/ ص ۳۸۱)
مسئلہ:۔ میت کی پیشانی پر شہادت والی انگلی سے بغیر سیاہی وغیرہ کے صرف انگلی کے اشارہ سے (پیشانی پر) "بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحیم" اور سینہ پر "لاالٰہ الااللہ محمدرسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم" لکھ دینے میں کچھ حرج نہیں ہے۔
(فتاویٰ دار العلوم/ ج ۵/ ص ۳۹۹/ بحوالہ رد المختار/ ج ۱/ ص ۸۴۷/ باب صلاۃ الجنائز)
مسئلہ:۔ مگر آج کل لوگوں کے عقیدہ کا فساد ظاہر ہے اس کو (یعنی بغیر روشنائی کے صرف اشارہ لکھنے کو) ضروری خیال کرتے ہیں اور ایسے امور سے معاصی (گناہ) پر جرأت کرنے لگتے ہیں، لہٰذا اس طریقے سے لکھنا بھی جائز نہیں ہے۔
(احسن الفتاویٰ/ ج ۱/ ص ۳۵۱/ وفتاویٰ رحیمیہ/ ج ۱/ ص ۳۹۸/ بحوالہ شامی/ ج ۱/ ص ۸۴۴)
مسئلہ:۔ مگر کسی صحیح حدیث شریف سے اس کا یعنی اشارہ سے لکھنے کا ثبوت نہیں ہے اس لئے اس کے مسنون یا مستحب ہونے کا خیال نہ رکھنا چاہئے۔ (علم الفقہ/ ج ۲/ ص ۲۰۸)

کفن وغیرہ پر خوشبو لگانا

مسئلہ:۔ میت کو کفنانے کے وقت حنوط جو پاک چند خوشبودار عطر وغیرہ اشیاء کا مرکب ہوتا ہے

وہ عورت کے سر کے بالوں میں اور مرد کے سر اور داڑھی کے بالوں میں لگایا جائے اور کافور اعضاء سجدہ پر یعنی پیشانی، ناک، ہتھیلیاں، گھٹنوں اور قدموں پر جو سجدہ کے وقت زمین سے لگتے ہیں اور یہ حکم مرد اور عورت دونوں کو شامل ہے۔ مرد کے لئے حنوط میں زعفران وغیرہ رنگین خوشبو کو شامل نہ کیا جائے، عورت کے لئے اجازت ہے۔

اور بعض کتب فقہ میں پورے جسم پر خوشبو لگانے کی اجازت ہے مگر ستر (ناف سے گھٹنہ تک حصہ) کو دیکھنے اور ہاتھ لگانے سے احتراز ضروری ہے۔

اس کی شکل یہ ہو سکتی ہے کہ کفن پھیلا کر اس پر حنوط (مرکب خوشبو) چھڑک دیا جائے اور اس پر میت کو لٹا کر کفن لپیٹ دیا جائے تا کہ سارا جسم معطر ہو جائے۔ اس طرح میت کے ستر کو ہاتھ لگنے اور نظر پڑنے سے حفاظت رہتی ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ/ ج ٦/ ص ٣٤٧/ بحوالہ الجوہرۃ النیرۃ/ ص ١٠٥)

کفن پر پھول ڈالنا

مسئلہ:۔ میت کے جنازہ پر پھولوں کی چادر ڈالنے کی کوئی اصل نہیں ہے آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہؓ تابعین وغیرہ کے قول وعمل سے یہ ثابت نہیں ہے، اگر یہ چیز میت کے لئے مفید ہوتی تو یہ حضرات اس سے دریغ نہ کرتے، لہٰذا جنازہ پر پھول کی چادر ڈالنا بدعت اور مکروہ تحریمی ہے۔

مسئلہ:۔ جنازہ پر پھولوں کی چادر ڈالنا بدعت ہے لہٰذا اس کی نماز جنازہ پڑھانے سے انکار کرنا درست ہے۔ (احسن الفتاویٰ/ ج ١/ ص ٣٧٨/ فتاویٰ رحیمیہ/ ج ٥/ ص ٩٨/ ومالا بدمنہ/ ص ١٣١)

عورت کے جنازہ پر سرخ چادر ڈالنا

سوال:۔ جو عورت خاوند والی مرتی ہے اس کے جنازہ پر ایک سرخ چادر ڈالتے ہیں اس جنازہ کی نماز پڑھنا کیسا ہے؟

جواب:۔ نماز جنازہ اس پر بھی درست ہے۔ سرخ چادر کی پابندی کہیں ثابت نہیں ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ/ ج ٢/ ص ٢٩٨)

مسئلہ:۔ مسنون کفن کے علاوہ مرداورعورت کے جنازہ پر (پلنگ کے اوپر) سفید چادر ڈال دینے میں کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ عام رواج ہے لیکن عورت کے جنازہ پر رنگدار کپڑا ڈالنا اچھانہیں ہے لیکن جبکہ وہ پاک ہے تو نماز پڑھنے کے وقت اس کے ساتھ نماز پڑھنا بھی جائز ہے نماز کے لئے اس کے اتارنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ بہتر یہ ہے کہ آئندہ رنگ دار کپڑا نہ ڈالا جائے کیونکہ مستحب یہ ہے کہ میت پر سفید کپڑا ہو۔

(فتاویٰ دارالعلوم/ ج۵/ص۲۶۱/ بحوالہ ردالمختار/ ج۱/ص۸۱۰/ باب الصلاۃ)

مسئلہ:۔ میت کو سایہ اس کے اعمال کا ہوتا ہے دھوپ کی وجہ سے چھتری وغیرہ کا سایہ کرنے کی میت کو ضرورت نہیں ہے اور یہ بدعت اور ناجائز ہے اور شال وغیرہ ڈالنا (خاص کر عورت کے جنازہ) میت پر رسوم کفار اور رسوم جاہلیت ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم/ ج۵/ص۴۱۰/ ومشکوۃ باب غسل المیت/ ج۱/ص۱۴۴)

مرد کا کفن

مرد کے کفن کے مسنون کپڑے تین ہیں:۔

(۱)　ازار سر سے پاؤں تک: تقریباً ڈھائی میٹر۔

(۲)　لفافہ (اسے چادر بھی کہتے ہیں) ازار سے لمبائی میں ۴ گرہ زیادہ تقریباً پونے تین میٹر۔

(۳)۔ کرتہ بغیر آستین اور بغیر کلی کا: (اسے قمیص یا کفنی بھی کہتے ہیں۔ گردن سے پاؤں تک۔ تقریباً ڈھائی یا پونے تین میٹر۔

عورت کا کفن

عورت کے کفن کے لئے مسنون کپڑے پانچ ہیں:۔

(۱)　ازار سر سے پاؤں تک۔ (مرد کی طرح)۔

(۲)　لفافہ ازار سے لمبائی میں ۴ گرہ زیادہ (مرد کی طرح)۔

(۳)　کرتہ بغیر آستین اور بغیر کلی کا: گردن سے پاؤں تک (مرد کی طرح)۔

(۴) سینہ بند بغل سے رانوں تک ہو تو زیادہ اچھا ہے ورنہ ناف تک بھی درست ہے، اور چوڑائی میں اتنا ہو کہ بندھ جائے۔ (تقریباً دو میٹر)

(۵) سر بند اسے اوڑھنی یا خمار بھی کہتے ہیں۔ تین ہاتھ لمبا، (تقریباً ڈیڑھ میٹر یا دو میٹر)۔

خلاصہ یہ کہ عورت کے کفن میں تین کپڑے تو بعینہٖ وہ ہیں جو مرد کے لئے ہوتے ہیں البتہ دو کپڑے زائد ہیں یعنی سینہ بند اور سر بند (اوڑھنی)۔ (بہشتی زیور / ج ۲ / ص ۵۶)

مسئلہ:۔ مرد کو تین عورت کو پانچ کپڑوں میں کفنانا مسنون ہے لیکن اگر مرد کو دو کپڑوں (ازار اور لفافہ) میں اور عورت کو تین کپڑوں (ازار، لفافہ، سر بند) میں کفنا دیا تو بھی درست ہے اور اتنا کفن بھی کافی ہے، اس سے کم کفن دینا مکروہ اور برا ہے، ہاں اگر کوئی مجبوری اور لاچاری ہو تو کم بھی درست ہے۔ (بہشتی زیور / ج ۲ / ص ۵۶ / احکام میت / ص ۵۵)

مسئلہ:۔ عورت کو پانچ کپڑوں میں کفنانا سنت ہے، ایک کرتہ، دوسرے ازار (تہبند) تیسرے سر بند (اوڑھنی) چوتھے چادر (پوٹ کی چادر) پانچویں سینہ بند۔

ازار سر سے لے کر پاؤں تک ہونا چاہئے اور چادر اس سے ایک ہاتھ بڑی ہو، اور کرتا گلے سے لے کر پاؤں تک ہو، لیکن نہ اس میں کلی ہو نہ آستین اور سر بند دوپٹہ تین ہاتھ لمبا ہو۔ اور سر بند چھاتیوں سے لے کر رانوں تک چوڑا ہو، اور اتنا لمبا ہو کہ بندھ جائے۔

مسئلہ:۔ عورت کا سینہ بند اگر چھاتیوں سے لے کر ناف تک ہو تب بھی درست ہے لیکن رانوں تک ہونا زیادہ اچھا ہے۔ (بہشتی زیور / ج ۲ / ص ۵۴ / بحوالہ بحر / ج ۱ / ص ۲۸۹)

بچوں کا کفن

مسئلہ:۔ اگر نابالغ لڑکا یا نابالغ لڑکی مر جائے جو ابھی جوان نہیں ہوئے لیکن جوانی کے قریب پہنچ گئے تھے لڑکے کے کفن میں تین کپڑے دینا اور لڑکی کے کفن میں پانچ کپڑے دینا سنت ہے، اگر لڑکی کو پانچ کے بجائے تین اور لڑکے کو تین کے بجائے دو ہی کپڑے دیئے جائیں تب بھی کافی ہے، غرض یہ کہ جو حکم بالغ مرد و عورت کا ہے وہی حکم نابالغ لڑکے اور لڑکی کا ہے،

بالغ مرد عورت کے لئے وہ حکم تاکیدی ہے اور نابالغ کے لئے بہتر ہے۔
(بہشتی زیور/ ج ۲/ص ۵۵/ وعلم الفقہ / ج ۲/ص ۹۰)
مسئلہ:۔ بالغ اور نابالغ محرم اور حلال سب کا کفن یکساں ہوتا ہے۔ (علم الفقہ / ج ۲/ص ۱۹۰)
مسئلہ:۔ جو بچہ یا بچی بہت کم عمری میں فوت ہو جائیں اگر مسنون کفن نہ دیں بلکہ بچہ کو صرف ایک اور بچی کو صرف دو کپڑے کفن میں دے دیئے جائیں تو بھی درست ہے اور نماز جنازہ وتدفین حسب دستور کی جائے۔ (احکام میت/ص ۵۰/علم الفقہ / ج ۲/ص ۱۹۱/ وکتاب الفقہ / ج ۱/ص ۸۴۸)
مسئلہ:۔ جو بچہ مرا ہوا پیدا ہو یا حمل ساقط ہو جائے اس کے لئے صرف (کفن) ایک کپڑے میں لپیٹ دینا کافی ہے مسنون کفن کی ضرورت نہیں ہے۔ (علم الفقہ / ج ۲/ص ۱۹۰)

حج میں مرنے والے کا کفن

مسئلہ:۔ جو شخص حج یا عمرہ کے لئے گیا ہو اور احرام کی حالت میں موت ہو جائے (عورت ومرد) تو اس کی تجہیز وتکفین اور غسل وغیرہ سب اسی طرح کئے جائیں گے جس طرح دوسرے عام لوگوں (یعنی عام مرنے والوں) کے لئے کئے جاتے ہیں کیونکہ موت سے اس کا احرام ختم ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اس کا سر ڈھکنا اور خوشبو لگانا وغیرہ سب اسی طرح ہوگا جس طرح عام مسلمانوں کا ہوتا ہے۔ (فتح الملہم / ج ۳/ص ۱۴۱/ شامی/ ج ۱/ص ۸۰۳)

کفن کے کپڑے میں سے جائے نماز نکالنا

مسئلہ:۔ جائے نماز کفن میں داخل نہیں ہے، اس کو کفن میں داخل نہ سمجھا جائے، باقی ولی میت وہ کپڑا جس کو دیدے وہ مالک ہو جائے گا، مگر اول تو اس کپڑے کو جائے نماز کے لئے رکھنے کی ضرورت نہیں ہے یعنی کفن کے کپڑے سے نکالنے کی ضرورت نہیں ہے اور اگر کسی نے غلطی سے نکال لیا تو اس کو مالک یعنی ولی خود رکھے یا کسی محتاج کو دیدے اگر ولی میت نے امام صاحب کو وہ کپڑا دے دیا اور امام نے اس سے کوئی کپڑا بنا کر پہنا اور نماز پڑھائی تو نماز اس کے پیچھے درست ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم/ ج ۵/ص ۲۶۳/ ج ۵/ص ۲۸۲)

مسئلہ:۔ کفن سے کپڑا بچا کر امام کے لئے مصلے بنانا غلط رسم اور نا جائز ہے اور یہ کفن کے مصارف میں داخل نہیں ہے۔ (احسن الفتاویٰ/ ج۱/ص ۳۷۹)

(کفن کی جو صراحت کتب فقہ اور حدیث شریف میں ہے اس میں جائے نماز کا کہیں ذکر نہیں اور کفن کا کپڑا خواہ کوئی بھی بنے، تیار کرے کپڑا پاک ہونا شرط ہے اور جو کپڑا بازار میں ملتا ہے وہ پاک ہے جب تک اس کے ناپاک ہونے کا علم نہ ہو پاک سمجھا جائے گا۔ محمد رفعت قاسمی)

کفنانے کا بیان

جب میت کو غسل دے چکو تو چار پائی بچھا کر تین دفعہ یا پانچ دفعہ یا سات دفعہ لوبان وغیرہ کی دھونی دو۔ پھر کفن کو چار پائی پر بچھا کر میت کو اس پر لٹادو۔ اور ناک کان اور منہ سے روئی جو غسل کے وقت رکھی گئی تھی نکال ڈالو۔ لیکن کفن بچھانے اور میت کو اس میں کفنانے کا طریقہ مرد وعورت کے لئے کچھ مختلف ہے، اس لئے یہاں اس کی تفصیل مرد وعورت کے لئے الگ الگ لکھی جاتی ہے۔

مرد کو کفنانے کا طریقہ

مرد کو کفنانے کا طریقہ یہ ہے کہ چار پائی پر پہلے لفافہ بچھا کر اس پر ازار بچھادو، پھر کرتہ (قمیص) کا نچلا نصف حصہ بچھاؤ اور اوپر کا باقی حصہ سمیٹ کر سرہانے کی طرف رکھ دو، پھر میت کو غسل کے تختہ سے آہستگی سے اٹھا کر اس بچھے ہوئے کفن پر لٹادو اور قمیص کا جو نصف حصہ سرہانے کی طرف رکھا تھا اس کو سر کی طرف الٹ دو کہ قمیص کا سوراخ (گریبان) گلے میں آجائے اور پیروں کی طرف بڑھادو، جب اس طرح قمیص (کرتہ) پہنا چکو تو غسل کے بعد جو تہہ بند میت کے بدن پر ڈالا گیا تھا وہ نکال دو اور اس کے سر اور داڑھی پر عطر وغیرہ کوئی خوشبو لگادو، یاد رہے کہ مرد کو زعفران نہیں لگانی چاہئے، پھر پیشانی، ناک اور دونوں ہتھیلیوں اور دونوں گھٹنوں اور دونوں پاؤں پر (کہ جن اعضاء پر آدمی سجدہ کرتا ہے) کافور مل دو۔

اس کے بعد ازار کا بایاں پلہ (کنارہ) میت کے اوپر لپیٹ دو، پھر دایاں لپیٹو، یعنی بایاں پلہ نیچے اور دایاں اوپر رہے، پھر لفافہ اسی طرح لپیٹو کہ بایاں پلہ نیچے اور دایاں اوپر رہے، پھر کپڑے کی دھجی (کتر) لے کر کفن کو سر اور پاؤں کی طرف سے باندھ دو اور بیچ میں سے کمر کے نیچے کو بھی ایک دھجی نکال کر باندھ دو تا کہ ہوا سے یا ہلنے جلنے سے کھل نہ جائے۔

عورت کو کفنانے کا طریقہ

عورت کے لئے پہلے لفافہ بچھا کر اس پر سینہ بند اور اس پر ازار بچھاؤ پھر قمیص کا نچلا حصہ بچھاؤ اور اوپر کا باقی حصہ سمیٹ کر سرہانے کی طرف رکھ دو، پھر میت کو غسل کے تختے سے آہستگی سے اٹھا کر اس بچھے ہوئے کفن پر لٹا دو اور قمیص کا جو نصف حصہ سرہانے کی طرف رکھا تھا اس کو سر کی طرف الٹ دو کہ قمیص کا سوراخ (گریبان) گلے میں آجائے اور پیروں کی طرف بڑھا دو، جب اس طرح قمیص پہنا چکو تو جو تہہ بند غسل کے بعد عورت کے بدن پر ڈالا گیا تھا وہ نکال دو، اور اس کے سر پر عطر وغیرہ کوئی خوشبو لگا دو، عورت کو زعفران بھی لگا سکتے ہیں پھر پیشانی، ناک اور دونوں ہتھیلیوں اور دونوں گھٹنوں اور دونوں پاؤں پر کافور مل دو، پھر سر کے بالوں کو دو حصے کر کے قمیص کے اوپر سینہ پر ڈال دو، ایک حصہ داہنی طرف اور دوسرا بائیں طرف، پھر سر بند اوڑھنی سر پر اور بالوں پر ڈال دو، ان کو باندھنا یا لپیٹنا نہیں چاہئے۔

اس کے بعد میت کو اوپر ازار اس طرح لپیٹو کہ بایاں پلہ (کنارہ) نیچے اور دایاں اوپر رہے، سر بند اس کے اندر آجائے گا، اس کے بعد سینہ بند، سینہ کے اوپر بغلوں سے نکال کر گھٹنوں تک دائیں بائیں سے باندھو، پھر لفافہ اسی طرح لپیٹو کہ بایاں پلہ نیچے اور دایاں اوپر رہے اس کے بعد دھجی (کتر) سے کفن کو سر اور پاؤں کی طرف سے باندھ دو۔ اور بیچ میں کمر کے نیچے کو بھی ایک بڑی دھجی نکال کر باندھ دو، تا کہ ہلنے جلنے سے کھل نہ جائے۔

مذکورہ بالا ترکیب سے سینہ بند ازار کے اوپر اور لفافہ کے اندر ہوگا لیکن اگر اس کو قمیص کے اوپر ازار سے پہلے باندھ دیا جائے تب بھی جائز ہے اور اگر تمام کپڑوں کے اوپر یعنی لفافہ سے بھی باہر اور اوپر باندھ دیں تو بھی درست ہے۔

مسئلہ:۔ بعض لوگ کفن پر بھی عطر لگاتے ہیں اور عطر کی پھریری میت کے کان میں رکھ دیتے ہیں یہ سب جہالت ہے جتنا شریعت میں آیا ہے اس سے زائد مت کرو۔
(احکام میت/ص ۷۵/علم الفقہ/ ج ۲/ص ۱۹۲/ وکتاب الفقہ/ ج ۱/ص ۸۸۵)

کفن کے مسائل

مسئلہ:۔ کفن پاک کپڑے کا دیا جاتا ہے اور غسل کے بعد میت پاک ہے لہٰذا آبِ زمزم کا میت پر (غسل کے بعد) اور کفن پر تبرک کے لئے چھڑکنا جائز ہے۔
(فتاویٰ محمودیہ/ ج ۷/ص ۲۳۳)

مسئلہ:۔ میت کو غسل دے کر کفناتے وقت اگر پاخانہ نکل جائے تو غسل نہ لوٹایا جائے صرف ناپاکی کو دھو دیا جائے (فتاویٰ دار العلوم ج ۵/ص ۲۶۷/ بحوالہ ردالمختار/ ج ۱/ص ۸۰۲)

مسئلہ:۔ کفن پر خوشبو لگانا مستحب ہے البتہ جو خوشبو مرد کے لئے حالت زندگی میں منع ہے (زعفران وغیرہ) اس کا کفن میں لگانا بھی منع ہے۔
(فتاویٰ محمودیہ/ ج ۲/ص ۳۹۹/ بحوالہ طحطاوی/ ج ۱۰/ص ۳۶۷)

مسئلہ:۔ میت کے سرمہ لگانا بھی زینت ہے جو کہ ناجائز ہے۔ (امداد الفتاویٰ/ ج ۱/ص ۷۱۲)

مسئلہ:۔ کلمہ لکھی ہوئی چادر میت پر ڈالنا کلمہ شریف اور آیاتِ قرآنیہ کے احترام کے خلاف ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ/ ج ۲/ص ۴۰۱)

مسئلہ:۔ جنازہ پر ایسی چادریں ڈالنا جن پر آیت قرآنیہ اور کلمات لکھے ہوئے ہوتے ہیں، اس کا کوئی ثبوت نہیں، اور اس میں بے ادبی کا خطرہ ہے اس لئے جائز نہیں ہے۔
(احسن الفتاویٰ/ ج ۴/ص ۲۳۰)

مسئلہ:۔ میت خواہ عالم ہو یا عام ہو بہر حال میت کے سر پر عمامہ باندھنا مکروہ اور بدعت ہے۔
(فتاویٰ دار العلوم/ ج ۵/ص ۲۶۰/ احسن الفتاویٰ/ ج ۴/ص ۲۰۶/ ردالمختار/ ج ۱/ص ۸۰۶)

مسئلہ:۔ حصول برکت کی غرض سے آبِ زمزم میں تر کر کے خشک کیا ہوا کپڑا کفن میں استعمال کر سکتے ہیں اس میں سوء ادب جیسی کوئی چیز نہیں ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ/ ج ۱/ص ۳۶۲)

مسئلہ:۔ میت کو کفناتے وقت دونوں ہاتھ پیٹ پر نہ رکھیں بلکہ دونوں ہاتھ سیدھے کر کے رانوں کے برابر کر دیئے جائیں۔

(فتاویٰ دار العلوم/ ج ۵/ص ۲۵۹/ بحوالہ رد المحتار/ باب صلاۃ الجنائز/ ج ۱/ص ۸۰۳)

مسئلہ:۔ زندگی میں اپنے لئے کفن اور قبر تیار کرانا جائز ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم/ ج ۵/ص ۲۵۷/ وعلم الفقہ/ ج ۲/ص ۲۰۸)

(کفن تو تیار رکھ سکتے ہیں لیکن وقف قبرستان میں قبر کے لئے جگہ نہیں گھیر سکتے۔)

(رفعت قاسمی غفرلہٗ)

مسئلہ:۔ چھوٹے لڑکوں اور لڑکیوں کا کفن بالغین کے موافق ہو تو بہتر ہے اور جائز یہ بھی ہے کہ (نابالغ کے لئے) ایک یا دو کپڑا ہو۔

(فتاویٰ دار العلوم/ ج ۵/ص ۲۵۷/ بحوالہ رد المحتار/ ج ۱/ص ۸۰۹)

مسئلہ:۔ میت کے پلنگ کے اوپر جو چادر ڈالی جاتی ہے اس میں تو عرض چوڑائی ملانے کے لئے سلائی کی جاسکتی ہے باقی پورا کفن بغیر سلا ہو، تہہ بند بھی بغیر سلا ہوا دیا جائے۔

(فتاویٰ دار العلوم/ ج ۵/ص ۲۷۱)

(اگر تہہ بند کا عرض ہو تو مجبوراً سی کر ڈبل عرض بنانا درست ہے۔ رفعت قاسمی)

مسئلہ:۔ عورت کے کفن میں سینہ بند لفافہ کے نیچے اور قمیص کے اوپر ہونا چاہئے یعنی لفافہ نظر میں سب سے اوپر رہے اس کے بعد سینہ بند اور اگر لفافہ کے اوپر رکھ دیا جائے تب بھی خرابی نہیں ہے جائز ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم/ ج ۵/ص ۲۵۸/ بحوالہ رد المحتار/ ج ۱/ص ۸۰۳)

کسی انسان کی قبر کھل جائے یا کسی وجہ سے اس کی نعش باہر آئے اور کفن نہ ہو تو اس کو بھی کفن مسنون دینا چاہئے بشرطیکہ وہ نعش پھٹی نہ ہو اور اگر پھٹ گئی ہو تو صرف کسی پاک کپڑے میں لپیٹ دینا کافی ہے۔ (علم الفقہ/ ج ۲/ص ۱۹۱)

مسئلہ:۔ کعبہ شریف کے غلاف کے ٹکڑے کا میت کے کفن میں رکھنا جائز ہے اور موجب برکات ہے اور کلمہ شریف لکھا ہوا غلاف کا ٹکڑا میت کی چھاتی پر رکھ کر دفن کرنا بھی اگرچہ

درست ہے مگر بہتر یہ ہے کہ میت کے سینہ پر غلافِ خانہ کعبہ کا ایسا ٹکڑا رکھا جائے جس پر کلمہ شریف نہ ہو۔ (فتاویٰ دار العلوم/ ج۵/ص ۲۶۵)

جنازہ کے لئے پلنگ کیسا ہو؟

سوال:۔ جنازہ کے لئے بھاری پلنگ رکھنا جس کو ہر شخص نہ اٹھا سکے جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ جواز میں تو کوئی کلام نہیں ہے مگر ہلکی چارپائی (پلنگ) رکھنا بہتر ہے جس کو سب لوگ (آسانی سے) اٹھا سکیں اور کندھا دے سکیں۔ (فتاویٰ دار العلوم/ ج۵/ص ۵۸۴)

مسئلہ:۔ بان وغیرہ سے بنی ہوئی چارپائی (پلنگ) پر جنازہ رکھ کر جنازہ جائز ہے اگر وہ ناپاک ہو تو پاک کپڑا بچھا کر مردہ کو رکھا جائے۔

(فتاویٰ دار العلوم/ ج۵/ص ۲۲۸/ وکفایت المفتی / ج۴/ص ۲۰۵)

مسئلہ:۔ مثل غیر مسلموں کے جنازہ مسلمان کو بانسوں کی سیڑھی ارتھی پر لے جانا درست نہیں ہے، مسلمان کے جنازہ کو عزت واحترام کے ساتھ لے جانا چاہئے اور میت کو سریر (پلنگ) پر لے جانے کا رواج آنحضرت ﷺ سے اب تک ہے اور جنازہ اسی تخت یا چارپائی کہتے ہیں جس پر میت ہو۔ (فتاویٰ دار العلوم/ ج۵/ص ۲۸۵/ بحوالہ رد المختار/ ج۱/ص ۷۹۵)

میت کے پلنگ پر گدہ بچھانا

مسئلہ:۔ میت کو جنازہ کے پلنگ میں رکھنے کے لئے گدے یا چٹائی کی ضرورت نہیں ہے، کفن کے ساتھ اٹھا کر جنازہ کے پلنگ میں اور جنازہ کے پلنگ میں سے قبر میں رکھ سکتے ہیں، اگر کبھی ضرورت معلوم ہو تو چادر، شطرنجی وغیرہ جو بھی موجود ہو اسے کام میں لے پھر اس کو اپنے استعمال میں بھی لے سکتا ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ/ ج۱/ص ۳۶۲)

(اس چادر وغیرہ کا خیرات کر دینا ضروری نہیں جو کہ مجبوراً جنازہ کے پلنگ پر میت کے نیچے بچھائی تھی)۔

مسئلہ:۔ میت کو غسل وکفن کے بعد تخت یا پلنگ پر رکھنا سنت ہے اس میں اکرام میت بھی ہے

اور یہ ضروری نہیں ہے کہ پلنگ معمول سے زیادہ اونچا ہو، تھوڑی سی بلندی سطح زمین سے کافی ہے۔ (امدادالاحکام/ ج۱/ص ۸۱۵)

(میت کو چارپائی یا تخت وغیرہ پر رکھ کر نماز جنازہ پڑھی جائے تو جائز ہے اس لئے کہ یہ دابہ یعنی جانور یا سواری یا آدمی کی جیسی اُٹھائی ہوئی جاندار چیز نہیں ہے اور چارپائی (پلنگ) پر میت کا ہونا حکماً زمین پر ہی ہونا ہے۔

آنحضرت ﷺ پر جب نماز جنازہ پڑھی گئی تھی آپ ﷺ کا جسد مبارک سریر پر تھا جو کہ زمین پر رکھا ہوا تھا۔ محمد رفعت قاسمی)

کفن پہنا کر کس طرح لٹایا جائے؟

سوال:۔ ہمارے یہاں مردہ کو کفن پہنا کر قبلہ کی جانب پیر اور مشرق کی جانب سر کر کے لٹایا جاتا ہے تو کیا یہ صحیح ہے؟

جواب:۔ مریض جو لیٹے لیٹے نماز ادا کرتا ہے اس کی نماز کا ایک طریقہ ہے کہ قبلہ کی طرف پیر کرے مگر گھٹنے کھڑے رکھے، اگر طاقت نہ ہو تو پیر پھیلا بھی سکتا ہے اور سر کے نیچے تکیہ وغیرہ رکھ کر ذرا اونچا کر دیا جائے تاکہ منہ قبلہ کی طرف ہو جائے اسی طرح قریب المرگ آدمی کو لٹانے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ جس طرح قبر میں قبلہ رُخ مردہ لٹایا جاتا ہے اسی طرح کروٹ سے لٹا دیا جائے اگر اس میں تکلیف ہوتی نظر آئے تو قبلہ کی طرف پیر پھیلا کر لٹا دیا جائے اور سر کے نیچے تکیہ وغیرہ رکھ کر اونچا کر دیا جائے تاکہ منہ قبلہ کی طرف ہو آسمان کی طرف نہ ہو۔

کفن پہناتے وقت اور پہنانے کے بعد شمالاً جنوباً لٹا دیا جائے اگر یہ شکل مشکل ہو تو شرقاً غرباً لٹا دیا جائے، قبلہ کی طرف پیر پھیلا کر لٹانا مناسب نہیں ہے اس لئے کہ اس میں سر اونچا نہیں کیا جاتا۔ (فتاویٰ رحیمیہ/ ج۵/ص ۱۱۱)

میت کے پلنگ کی چادر کا حکم

مسئلہ:۔ میت کے پلنگ کے اوپر جو چادر (کپڑا) ڈالی جاتی ہے وہ چادر ملک اولیاء میت کی

ہوتی ہے یعنی جس نے میت کو کفن دیا اور وہ چادر میت پر ڈالی وہ اس کی ہی ملک ہے اور یہ کہنا کہ یہ حق اس فقیر کا ہے جو جنازہ کے ساتھ گیا یا قبرستان میں مقیم ہے غلط ہے کسی خاص شخص کا اس میں کچھ حق نہیں ہے، مالک (کفن دینے والا) اس کو خود رکھے یا کسی کو بھی دے سکتا ہے۔

مسئلہ:۔ اگر اولیاء میت نے وہ چادر مسجد میں اس لئے بھیجی کہ کسی لاوارث میت کا کفن اسی سے کیا جائے تو اس چادر کو اسی کام کے لئے رکھا جائے اور اس کا خیال نہ کیا جائے کہ لاوارث کے انتظار میں کپڑے میں کیڑا لگ جائے گا یا گل جائے گا کیونکہ اس میں دینے والے کی نیت اور غرض کا اعتبار کیا جائے گا۔

اور اگر مالک نے وہ چادر کسی مسکین یا طالب علم کو دینے کے لئے دی ہے تو ویسا ہی کیا جائے۔ اپنی طرف سے کوئی امر خلاف امر ونیت مالک نہ کیا جائے، اگر مالک چادر نے کارپرداز مسجد (کمیٹی) کی رائے پر چھوڑ دیا ہے تو جیسا وہ مناسب سمجھے کرے، اس کے خلاف اجازت کسی دوسرے کو اس میں تصرف کرنا جائز نہیں ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۲۷۲)

مسئلہ:۔ میت کا جنازہ لے جاتے وقت میت کے پلنگ کے اوپر چادر ڈالنے میں تحسین میت اور اعزاز میت ہے اور حسب روایت فقہ اس کے ڈالنے میں کچھ حرج نہیں ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۲۷۰/ ردالمختار/ ج ۱/ص ۸۰۷)

(بعض جگہ میت کے پلنگ کے اوپر جو چادر (کپڑا) ڈالا جاتا ہے اس کو برا اور اس کے استعمال کو منحوس سمجھا جاتا ہے اس لئے میت کی قبر پر اس کو بچھا دیتے ہیں اور وہ خراب ہو جاتی ہے اور قبرستان میں ہوا وغیرہ سے اڑ کر ضائع ہو جاتی ہے، اس لئے کفن دینے والا اس کو خود استعمال میں لائے یا کسی ضرورت مند کو دیدے وہ اپنے کام میں لائے اس کے استعمال میں کوئی تکلف نہ ہونا چاہئے۔ محمد رفعت قاسمی)

مسئلہ:۔ وہ چادر جو پلنگ کے اوپر ڈالی جاتی ہے کفن میں داخل نہیں ہے غریب شخص اگر اس چادر کو خرید کر نہ ڈالے بلکہ اپنی یا کسی کی پاک چادر مستعار لے کر ڈال دے تب بھی کچھ حرج نہیں ہے، پھر وہ چادر جس کی ہے اس کو دے دی جائے، اگر اپنی ہے خود رکھے یا کسی غریب کو دیدے۔ (فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۲۶۶/ واحکام میت/ص ۵۷)

مرنے کے بعد بیوی کا منہ دیکھنا

سوال:۔ یہ بات مشہور ہے کہ بیوی کا جب انتقال ہو جائے تو خاوند نہ تو اپنی بیوی کا منہ دیکھ سکتا ہے اور نہ ہی اس کو ہاتھ لگا سکتا ہے خاوند غیر محرم بن جاتا ہے، صحیح کیا ہے؟

جواب:۔ بیوی کے انتقال کے بعد شوہر اس کا منہ دیکھ سکتا ہے، ہاتھ نہیں لگا سکتا، جنازہ کو کندھا دے سکتا ہے اور نماز جنازہ میں بھی شریک ہو سکتا ہے، عورت کو قبر میں اتارنے کیلئے اس کے محرم رشتہ دار ہونے چاہئیں اگر وہ نہ ہوں تو دوسرے لوگ اتاریں تو ان میں شوہر بھی شریک ہو سکتا ہے، یہ صحیح ہے کہ بیوی کے مرتے ہی دنیوی احکام کے اعتبار سے میاں بیوی کا رشتہ ختم ہو جاتا ہے اور شوہر کی حیثیت ایک لحاظ سے اجنبی کی ہو جاتی ہے۔ (آپ کے مسائل/ ج ۳/ص ۱۰۶/ وفتاوی محمودیہ/ ج ۲/ص ۳۷۷/ وشامی/ ج ۱/ص ۵۷۵/ فتاوی دارالعلوم/ ج ۵/ص ۲۷۸)

مسئلہ:۔ عورت کے مرنے سے خاوند کے تعلقات منقطع ہو جاتے ہیں اس لئے عورت کو غسل اور چھونا درست نہیں ہے مگر دیکھنے کی اجازت ہے اور مرد کے مرنے سے عورت کے تعلقات عدت تک منقطع نہیں ہوتے اس لئے عورت اپنے شوہر کو غسل دے سکتی ہے، (جبکہ کوئی مرد نہ ہو)۔ (فتاوی دارالعلوم/ ج ۵/ص ۲۷۸/ واحسن الفتاوی/ ج ۴/ص ۲۱۵/ بحوالہ ردالمختار/ ج ۱/ص ۸۰۲)

مسئلہ:۔ شوہر کے انتقال پر عورتوں کو چوڑیاں توڑ کر ضائع کرنا غلطی ہے اتار کر رکھ لیں جب عدت پوری ہو جائے تو پھر پہن لیں۔ (فتاوی محمودیہ/ ج ۲/ص ۴۰۸)

میت کے منہ دکھانے کی رسم

مسئلہ:۔ میت کے منہ دکھانے کی رسم میں مندرجہ ذیل مفاسد ہیں، اس لئے واجب الترک ہے۔

(۱)۔ بعض علاقوں میں میت کا منہ دیکھنے کو باعث اجر وثواب سمجھا جاتا ہے، حالانکہ شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں، لہٰذا اس کو ثواب سمجھنا بدعت ہے اور اگر ثواب نہ بھی سمجھے تو اس سے بدعت کی ترویج وتائید ہوتی ہے۔

(۲)۔ شرعی حکم یہ ہے کہ میت کو غسل دینے کے وقت اور کفنانے کے وقت کم سے کم آدمی

ہوں اور میت کے اقارب واحباب میں سے ہوں تا کہ میت میں خدانخواستہ کوئی عیب یا کوئی تغیر پیدا ہو جائے تو اس کا افشا نہ ہو، اور منہ دکھانے کی رسم شریعت کے اس حکم و حکمت کے خلاف ہے۔

(۳)۔ اگر میت کوئی مشہور شخصیت ہے تو اس کی منہ دکھائی کی رسم میں کئی گھنٹے صرف کئے جاتے ہیں حالانکہ میت کی تدفین میں تاخیر جائز نہیں۔

(۴)۔ منہ دکھائی کی رسم کا نتیجہ یہ ہے کہ میت کی تصویریں لے کر اخبارات میں شائع کی جاتی ہیں، جس میں تصویر کی لعنت وعذاب کے علاوہ میت کے چہرے میں تغیر کی اشاعت ہے جو حرام ہے۔ آج کل یہ قبیح رسم خواص علماء ومشائخ میں بھی رائج ہوگئی ہے، اس لئے اس سے احتراز کی وصیت کرنا واجب ہے، وصیت نہ کرنے کی صورت میں اس کا وبال وعذاب میت پر بھی ہوگا۔ (احسن الفتاویٰ/ ج ۴/ص ۲۴۰)

مسئلہ: غیر محرم عورتوں کو جیسا زندگی میں اجنبی مرد کا چہرہ دیکھنا ممنوع ہے مرنے کے بعد بھی ممنوع ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۲۶۷ بحوالہ مشکوٰۃ شریف ج ۱/ص ۲۶۹ باب النظر)

قبرستان میں میت کا منہ دکھانا

مسئلہ:۔ شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں، یہ اہتمام کہ بعض جگہ مردہ کو قبر میں رکھنے کے بعد کفن کھول کر چہرہ دکھلایا جاتا ہے، یہ بے اصل ہے شریعت میں اس کی کوئی تاکید نہیں، کفن کا بند لگا دینے کے بعد کھولنا مناسب نہیں کیونکہ بعض مرتبہ برزخ کے آثار شروع ہو جاتے ہیں جن کا اخفاء مقصود ہے۔

(البتہ کفن کے بند کھول دینے کی اجازت ہے قبر میں)۔

(فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۳۹۸ وص ۴۰۶/ فتاویٰ محمودیہ/ ج ۲/ص ۴۹۸/ وفتاویٰ رحیمیہ/ ج ۵/ص ۱۱۰)

غیر مسلموں کو میت کا چہرہ دکھانا

مسئلہ:۔ غیر مسلموں کو مؤمن مرد کا چہرہ نماز سے قبل دکھانا جائز ہے لیکن اگر زیادہ شر کا اندیشہ

ہوتو انکار کر دیا جائے یہی زیادہ احوط ہے چونکہ وہ وقت نزول رحمت کا ہے۔
(فتاویٰ محمودیہ/ ج ۷/ص ۲۳۴)

جنازہ اٹھا کر چلنے کے فضائل

حدیث شریف میں سیدنا ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو آدمی ایمان کی صفت کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے کسی مسلمان کے جنازہ کے ساتھ جائے اور اس وقت تک جنازہ کے ساتھ رہے جب تک اس پر نماز پڑھی جائے اور اس کے دفن سے فراغت ہو تو وہ ثواب کے دو قیراط لے کر واپس ہوگا، جن میں سے ہر قیراط احد پہاڑ کے برابر ہوگا اور جو آدمی صرف نماز جنازہ پڑھ کر واپس آجائے دفن ہونے تک، ساتھ نہ دے تو وہ ثواب کا (ایسا ہی) ایک قیراط لے کر واپس ہوگا۔
(ترمذی/ ج ۱/ص ۲۰۱/صحیح بخاری و مسلم باب الجنائز/ ج ۱/ص ۱۶۵/ وص/ ۱۷۵)

مسئلہ:۔ قبرستان دور ہے جنازہ کو کندھے پر لے جانا شاق ہے اس کا مقتضایہ ہے کہ جتنی دور شاق نہ ہو کندھوں پر لے جائیں اور جب شاق ہونے لگے تو سواری پر رکھ دیں۔
(امداد الفتاویٰ/ ج ۱/ص ۷۶۰)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنازہ کو تیز (عام رفتار سے کچھ تیز) لے جایا کرو، اگر وہ نیک ہے تو (قبر اس کے لئے) خیر ہے یعنی اچھی منزل ہے جہاں تم (تیز چل کے) اسے جلد پہنچا دو گے اور اگر اس کے سوا دوسری صورت (یعنی جنازہ نیک کا نہیں ہے) تو ایک برا بوجھ (تمہارے کندھوں پر) ہے (تم تیز چل کے جلدی) اس کو اپنے کندھوں سے اتار دو گے۔

حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص (جنازہ کی) چار پائی چاروں طرف سے اٹھالے یعنی چاروں طرف سے کندھا دے تو اس کے چالیس کبیرہ گناہ بخش دیئے جائیں گے۔
(ترمذی/ ج ۱/ص ۱۶۷)

مسئلہ:۔ میت اگر پڑوسی یا رشتہ دار یا کوئی نیک پرہیز گار شخص ہو تو اس کے جنازہ کے ساتھ جانا

نفل نماز پڑھنے سے افضل ہے۔ (بخاری شریف / ج۱/ص ۱۶۷)

ترمذی شریف کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ جنازہ کے ساتھ پیدل تشریف لے جاتے تھے اور جب تک جنازہ کندھوں سے اتارا نہ جاتا نہ بیٹھتے۔

آپ کا ارشاد مبارک ہے کہ: ''جب تم جنازہ میں آؤ تو جب تک اسے نہ رکھ دیا جائے مت بیٹھو'' جب آپ ﷺ جنازہ کے ساتھ جاتے تو پیدل چلتے اور فرماتے کہ میں سوار نہیں ہوتا جب کہ فرشتے پیدل جارہے ہوں، جب آپ دفن سے فارغ ہوجاتے تو کبھی پیدل واپس آتے اور کبھی سوار ہوکر، نیز آپ ﷺ کا معمول تھا کہ جب جنازہ کے ساتھ چلتے تو خاموش رہتے اور اپنے دل میں موت کے متعلق گفتگو فرماتے۔

(ترمذی شریف / ج۱/ص ۱۹۸/ و بخاری شریف / ج۱/ص ۱۷۵)

جنازہ اٹھانے سے پہلے فاتحہ پڑھنا؟

سوال:۔ ہمارے یہاں دستور ہے کہ میت کے گھر پر لوگ جمع ہوتے ہیں، جنازہ اٹھانے سے پہلے امام صاحب کھڑے ہوکر ''الفاتحہ'' کہہ کر جمع شدہ لوگوں سے پڑھواتے ہیں اور پھر بلند آواز سے دعا مانگتے ہیں کیا یہ دستور سنت کے مطابق ہے؟

جواب:۔ ہر ایک کو ذاتی طور پر دعا کرنے کی اجازت ہے، سب کو جمع ہوکر دعا مانگنے کا دستور آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہؓ نیز سلف صالحین کے عمل اور طریقہ کے خلاف ہے لہٰذا سوال میں جو طریقہ ذکر کیا گیا ہے وہ مکروہ ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ / ج۱/ص ۳۶۳/ بحوالہ عالمگیری / ج۵/ص ۳۱۹)

مسئلہ:۔ کبیری /ص ۵۴۸/ کی عبارت کا مقتضیٰ یہی ہے کہ ہر وہ شخص جو کہ جنازہ چالیس قدم اٹھا کر چلے گا اس کے چالیس گناہ معاف ہوں گے۔ (فتاویٰ محمودیہ / ج۳/ص ۴۲۰)

جنازہ اٹھاتے وقت حیلہ کرنا؟

سوال:۔ میت کو جنازہ گاہ میں لے جاتے وقت ایک قرآن شریف لے کر ایک دوسرے کے

ہاتھ پکڑ کر طواف کرتے ہیں اور اس کے بعد کچھ رقم ملا صاحب کو دی جاتی ہے یہ فعل، گناہ معاف کرانے کے لئے کیا جاتا ہے، کیا یہ صحیح ہے؟

جواب:۔ یہ طریقہ اسقاط معاصی (گناہ معاف کرانے) کا بے اصل ہے۔ بدعت اور ناجائز ہے، اگر ملا صاحب غریب اور مستحق ہیں تو ان کو خیرات دینا اور میت کو ثواب پہنچانا درست ہے اسی طرح دوسرے غرباء کو کھانا کھلانا، دینا، یا رقم نقد یا کپڑا یا کوئی اور چیز ایصالِ ثواب کی نیت سے دینا مستحسن ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ/ ج ۲/ص ۴۳۱)

(کتاب وسنت میں کہیں اس کا ثبوت نہیں ہے اور نہ فقہاء نے لکھا ہے بلکہ جو طریقہ آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرامؓ سے منقول ہے اس کے خلاف ہے اور قرآن کریم کی بے حرمتی بھی، اس کو چھوڑنا چاہئے۔ محمد رفعت قاسمی)

جنازہ کے ساتھ جہراً کلمہ طیبہ پڑھنا؟

سوال:۔ یہاں پر دستور ہے کہ میت کا جنازہ لے جاتے ہیں، تو ساتھ ساتھ بلند آواز سے کلمہ طیبہ کا ورد ضروری سمجھتے ہیں کیا کوئی اس کی اصل ہے؟

جواب:۔ جنازہ کے ساتھ جہراً کلمہ طیبہ پڑھنا بدعت ہے۔

(احسن الفتاویٰ/ ج ۱/ص ۳۳۸/ و فتاویٰ محمودیہ/ ج ۲/ص ۴۰۱/ و عالمگیری/ ج ۱/ص ۱۰۴)

مسئلہ:۔ جنازہ کے ساتھ ذکر خفی (آہستہ) کی اجازت ہے، زور سے پڑھنے کی اجازت نہیں، مکروہ ہے لہٰذا جنازہ کے آگے چند آدمیوں کا آواز ملا کر بلند آواز سے پڑھنے کا طریقہ خلاف سنت اور مکروہ تحریمی ہے، جنازہ کے ساتھ دل دل میں اللہ کا ذکر کیا جائے، جہراً ذکر کرنا مکروہ ہے کیونکہ جنازہ کی نماز بذاتہٖ اعلیٰ درجہ کی دعا ہے اس کے بعد دوسری اجتماعی دعا ثابت نہیں ہے چلتے چلتے فرادیٰ فرادیٰ کرنے میں مضائقہ نہیں۔

(فتاویٰ رحیمیہ/ ج ۶/ص ۱۹۴/ شامی/ ج ۱/ص ۸۳۸/ بحر الرائق/ ج ۲/ص ۱۹۲)

مسئلہ:۔ جنازہ کو خاموشی کے ساتھ لے جانے کا حکم ہے، حدیث شریف میں ہے کہ جنازہ

لے جاتے وقت خاموشی اختیار کرنا اللہ تعالیٰ کو پسندیدہ ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ/ ج ۸/ص ۱۸۵/ بحوالہ جامع الصغیر/ص ۷۵)

جنازہ کو سواری پر لے جانا؟

سوال:۔ ہمارے یہاں قبرستان شہر سے تین میل کے فاصلہ پر ہے، لوگ میت کو اٹھا کر اتنی دور پیدل نہیں لے جاسکتے ہیں تو کیا گاڑی وغیرہ میں رکھ کر سب لوگ پیچھے بیٹھ جائیں، یہ جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو گاڑی میں چار آدمی اٹھائے رکھیں یا نیچے رکھ دیں اور کتنا اونچا رکھیں؟

جواب:۔ جنازہ کے اٹھانے میں سنت یہ ہے کہ جنازہ کے چار پاؤں کو چار آدمی اٹھائے اور پلنگ کو مونڈھوں پر رکھیں، درمختار میں یہ طریقہ میت کے اٹھانے کا بیان کر کے فرمایا کہ پشت پر اٹھانا یا جانور کے اوپر رکھ کر لے جانا مکروہ ہے اور یہی حکم ہے گاڑی پر لے جانے کا بھی لیکن مجبوری اور ضرورت کے وقت ایسا کرنا درست ہے۔

مسئلہ:۔ جس وقت کوئی عذر نہ ہو تو مستحب و سنت یہ ہے کہ جنازہ کو چار آدمی اٹھا کر لے جائیں اور سواری وغیرہ پر لے جانا مکروہ ہے، لیکن اگر ضرورت اور عذر ہو جیسا کہ صورت سوال میں ہے کہ قبرستان بہت دور ہے اور پیدل چلنا جنازہ اٹھانے والوں کا اتنی دور دشوار ہے تو مجبوری کی حالت میں جو سوال میں درج ہے درست ہے، یعنی میت کو گاڑی کے اگلے حصہ میں رکھ لیا جائے اور سب لوگ پیچھے (جہاں جگہ ہو) بیٹھ جائیں یہ جائز ہے اور گاڑی میں رکھنے کے لئے چار آدمیوں کی کچھ قید نہیں ہے جتنے آدمی اٹھا کر رکھ دیں درست ہے لیکن گاڑی تک لے جانے والے اور اٹھانے والے جنازہ کے چار ہونے چاہئیں، اس لئے بہتر ہے کہ چار گاڑی میں رکھیں اور پھر جس وقت گاڑی سے اتار کر قبرستان تک لے جائیں تب بھی چار ہی آدمی (مذکورہ طریقہ سے) لے جائیں اور گاڑی میں رکھنے میں پھر اس کی ضرورت نہیں کہ قدموں سے اونچا رکھیں۔

(فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۲۷۳۔۲۷۴/ بحوالہ ردالمحتار/ ج ۱/ص ۸۳۳)

جنازہ دور کے راستہ سے یا قریب سے لے جائیں؟

مسئلہ:۔ حدیث ابوہریرہؓ "اسرعوا بالجنازة" کا مقتضیٰ یہ ہے کہ بلاضرورت ایسے دور دراز راستہ کے جنازہ کو لے جانا کہ جس میں دفن میں تاخیر لازم آئے اچھا نہیں ہے، اور مستحب کے خلاف ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم/ ج۵/ص ۲۸۰/ بحوالہ مشکوٰۃ/ ج۱/ص ۱۴۴/ وردالمختار/ ج۱/ص ۷۹۹)

مسئلہ:۔ جنازہ کو قریبی راستہ سے ہی لے جانا بہتر ہے، بلاعذر شرعی قریبی راستہ چھوڑ کر دور کا راستہ اختیار کرنا، اور جنازہ کا محلّہ محلّہ گشت کرانے کا رواج پسندیدہ نہیں ہے، میت کو اضطراب سے بچانا بھی مشکل ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ/ ج۶/ص ۳۶۸)

مسئلہ:۔ میت کے ساتھ قرآن شریف اس کی چارپائی پر رکھ کر قبرستان تک لے جانا خلاف سنت اور ناجائز ہے اس کو بالکل ترک کیا جائے۔ (فتاویٰ دارالعلوم/ ج۵/ص ۲۸۳)

(کتاب وسنت میں کہیں اس کا ثبوت نہیں ہے اور نہ فقہاء نے لکھا ہے بلکہ جو طریقہ آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرامؓ سے منقول ہے اس کے خلاف ہے اور قرآن کریم کی بے حرمتی بھی ہے اس کو چھوڑا جائے)۔ (محمد رفعت قاسمی)

مسئلہ:۔ جنازہ کے ساتھ ننگے سر نہیں جانا چاہئے کیونکہ یہ غیر مسلموں کا طریقہ ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ/ ج۲/ص ۴۲۱)

جنازہ لے جانے کی مزدوری؟

مسئلہ:۔ جنازہ اٹھانا عبادت ہے ہر شخص کو چاہئے کہ اس کی جانب سبقت کرے کیونکہ حضور ﷺ نے جنازہ اٹھایا ہے حضرت سعد بن معاذؓ کا جنازہ اٹھانا آپ ﷺ سے ثابت ہے لیکن اگر قبرستان اتنی دور ہو کہ ہمراہیوں کو وہاں تک جنازہ لے جانا دشوار ہو۔ تو اگر مزدوری پر ایسے اشخاص مل سکیں جو قبرستان جنازہ پہنچادیں تو بہتر ہے کہ مزدوروں کے ذریعے جنازہ کو لے جائیں۔ جنازہ کی مزدوری دینا اور لینا جائز ہے اور اس میں سنت متوارثہ پر عمل

قائم رہنے کی رعایت ہے لیکن مزدور مسلمان صالح ہوں، کافروں فاسقوں سے جنازہ اٹھوانا اچھا نہیں ہے، اور کافروں (غیر مسلموں) سے مسلمان میت کا جنازہ اٹھانا تو بالکل ناجائز ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جنازہ کا اٹھانا بھی مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے تو مسلمانوں کے موجود ہوتے ہوئے کافروں سے اٹھوانے میں من وجہ ترک فرض ہے۔

مسئلہ:۔ مسلمان فاسقوں سے اٹھوانا اگرچہ حرام نہیں تاہم ان کو علیحدہ رکھنا بہتر ہے کیونکہ ارتکاب کبائر کی وجہ سے ان پر بھی اللہ تعالیٰ کا عتاب ہوتا ہے۔

مسئلہ:۔ اور جب جنازے کو ہمراہی بھی قبرستان تک نہ لے جاسکیں یا سخت مشقت اور دشواری میں مبتلا ہو جائیں اور مسلمان مزدور بھی نہ ملیں تو ان صورتوں میں جنازہ کو گاڑی پر لے جانا بلاکراہت جائز ہے، اور قبرستان کا دور ہونا بھی عذر ہے اور فقہاء کرام نے اس کا اعتبار کیا ہے۔ (کفایت المفتی / ج۴/ص۳۰)

مسئلہ:۔ قبرستان دور ہے جنازہ کو کندھے پر لے جانا شاق ہے اس کا مقتضا یہ ہے کہ جتنی دور شاق نہ ہو کندھوں پر لے جائیں اور جب شاق ہونے لگے تو سواری پر رکھ دیں۔
(امداد الفتاویٰ/ ج۱/ص۷۶۰)

جنازہ لے جاتے وقت جنازہ کا سر کدھر ہو؟

سوال:۔ اگر قبرستان مشرق کی جانب ہو تو میت کو لے جاتے وقت سر کس طرف ہو اور پاؤں کس جانب؟

جواب:۔ قبرستان خواہ کسی طرف ہو مشرق کی جانب ہو یا مغرب کی، یا شمال وجنوب کی طرف ہو بہرحال سرہانہ چارپائی کا آگے کی طرف ہونا چاہئے یعنی میت کا سر آگے ہونا چاہئے۔ (جس طرف کو بھی میت کو لے کر جارہے ہوں آگے سرہانہ پلنگ کا رکھیں)۔
(فتاویٰ دار العلوم/ ج۵/ص۲۸۱/ بحوالہ عالمگیری مصری/ ج۱/ص۱۵۲/ وغنیۃ/۵۳۴)

مسئلہ:۔ میت کا سر آگے ہی کرنا چاہئے اور اس میں کچھ حرج نہیں کہ پیر لے جاتے وقت میت کے قبلہ کی طرف ہوں یعنی مشرق کی طرف جنازہ لے جانے میں پیر کا قبلہ کی

طرف ہونادرست ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۲۸۵/ بحوالہ عالمگیری مصری/ ج ۱/ص ۱۵۲/ وفتاویٰ رحیمیہ/ ج ۱/ص ۳۷۴/ وفتاویٰ محمودیہ/ ج ۲/ص ۳۷۷)

جنازہ لے کر کس رفتار سے چلنا چاہئے؟

مسئلہ:۔ جنازہ لے کر پوری رفتار (یعنی عام چال) سے چلنا چاہئے لیکن دوڑ نا نہیں چاہئے جس سے جنازہ منتشر ہوجائے (جیسا کہ غیر مسلم لے جاتے ہیں) نہ اتنا آہستہ لے جائیں جیسا کہ یہاں پر دستور ہے کہ بہت آہستہ آہستہ چلتے ہیں اگر کسی نے پورا قدم اٹھایا تو سب نے منع کردیا کہ آہستہ آہستہ چلو، گویا کہ جنازہ کو بیمار تصور کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ اس کو ہسپتال لے جارہے ہیں حدیث شریف میں جنازہ کر تیز (عام رفتار سے) لے کر چلنے کا حکم ہے اور یہی حکم فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ/ ج ۲/ص ۴۰۰/ وکتاب الفقہ/ ج ۱/ص ۸۵۷)

مسئلہ:۔ جنازہ کو اس رفتار سے لے کر چلیں کہ میت چارپائی پر اضطراب نہ ہو یعنی ادھر اُدھر میت حرکت نہ کرے اور میت کو جھٹکے نہ لگیں۔ (مشکوٰۃ/ ج ۲/ص ۱۴۴)

''جنازہ کو جلدی لے جاؤ اگر وہ صالح ہے تو خیر ہے جس کو تم لے جارہے ہو اور اگر صالح نہیں تو اپنی گردن پر سے جلدی شر دور کروگے''۔

(فتاویٰ رحیمیہ/ ج ٦/ص ۳۷٦/ وبخاری شریف/ ج ۱/ص ۱۷۵)

جنازہ کے ساتھ کس طرح چلنا چاہئے؟

سوال:۔ جنازہ کے آگے چلیں یا پیچھے؟ ہمارے یہاں جنازہ کے آگے لمبی قطار باندھتے ہیں؟

جواب:۔ حضرت براء بن عازب ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں جنازہ کی اتباع یعنی پیچھے چلنے کا حکم دیا ہے۔ (بخاری شریف/ ج ۱/ص ۱٦٦)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جنازہ متبوع ہے اور لوگ ''تابع'' ہیں اور متبوع تابع کے آگے ہوتا ہے، لہٰذا جنازہ آگے رکھنا اور جنازہ کے پیچھے چلنا افضل اور مستحب ہے۔ جنازہ

سامنے اور آگے رہنے میں عبرت اور نصیحت بھی ہے اور میت کی تعظیم بھی ہے۔

جنازہ کے آگے رہنا بھی جائز ہے مگر بہتر نہیں ہے، جنازہ کو کندھا دینے کے لئے کچھ لوگوں کا جنازہ کے آگے رہنا بھی جائز ہے مگر جنازہ سے دور نہ رہیں اور سب کا آگے چلنا اور جنازہ کو پیچھے چھوڑ دینا مکروہ ہے، لوگ جنازہ کے آگے لمبی قطار باندھتے ہیں اور جنازہ کو پیچھے چھوڑ دیتے ہیں، یہ غلط طریقہ ہے، جنازہ کو کندھا دینے کے لئے کچھ لوگ جنازہ کے آگے قریب ہوں اور اکثر لوگ پیچھے ہوں آگے والے کندھا دے کر پیچھے ہٹ جائیں جس سے پیچھے والوں کو کندھا دینے کا موقع بآسانی میسر ہو جائے، ایسا طریقہ اختیار کیا جائے۔

قبرستان میں قبروں پر جوتوں سمیت یا بغیر جوتوں کے چلنا سخت مکروہ ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ/ ج۵/ص۱۰۴/ بحوالہ درمختار مع شامی/ ج۱/ص۸۳۴/ وعالمگیری/ ج۱/ ص۱۰۴/ وبحرالرائق/ ج۲/ص۱۹۲)

میت کی تعظیم کے لئے کھڑے ہونا

مسئلہ:۔ جب جنازہ قریب سے گزر رہا ہو جو لوگ بیٹھے ہوئے ہوں جنازہ کے لئے کھڑے ہو جانا بہتر ہے۔ (آپ کے مسائل/ ج۳/ص۱۰۵)

مسئلہ:۔ میت کو دیکھ کر اٹھ کھڑے ہونا حدیث شریف میں آیا ہے اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔ (مشکوٰۃ شریف۔ باب المشی بالجنازہ/ ج۱/ص۱۴۷)

اس کے علاوہ اور بہت سی احادیث اس مضمون کی آئی ہیں اس باب میں جن سے معلوم ہوتا ہے پہلے قیام کا حکم تھا پھر منسوخ ہو گیا لیکن جواز پھر بھی باقی رہا ہے اور کھڑا ہونا دراصل خالق النفس اور ملائکہ کی تعظیم کے لئے ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم/ ج۵/ص۴۵۷/ وکتاب الفقہ/ ج۱/ص۸۶۰)

جنازہ کو کندھا دینے کا مسنون طریقہ

مسئلہ:۔ میت کے جنازہ کو کندھا دینا مسنون ہے، اور بعض احادیث میں جنازے کے

چاروں طرف کندھا دینے کی فضیلت بھی آئی ہے۔

مجمع الزوائد/ ج ۳/ص ۲۶/ حضرت انس بن مالک ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے میت کے چاروں پایوں کو کندھا دیا اسے اس کے چالیس بڑے گناہوں کا کفارہ بنا دیں گے۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے جامع صغیر/ ج ۲/ص ۱۷۰) میں بھی یہ حدیث نقل کی ہے۔ مستحب و مسنون یہ ہے کہ آدمی جنازہ کی چارپائی کو چالیس قدم اٹھائے۔ پہلے دائیں کندھے پر اگلی جانب کو دس قدم اٹھائے، پھر دس قدم اسی جانب کے پچھلے پائے کو دائیں کندھے پر پھر بائیں کندھے پر اگلی جانب کے پائے کو دس قدم، پھر بائیں کندھے پر پائنتی یعنی پچھلی جانب کے پائے کو دس قدم تک پس اگر بغیر ایذادہی کے اس طریقہ پر عمل ہو سکے تو بہتر ہے۔ (آپ کے مسائل/ ج ۳/ص ۱۰۵/ فتاویٰ محمودیہ/ ج ۲/ص ۴۲۰)

مسئلہ:۔ ہر وہ شخص جو کہ چالیس قدم جنازہ اٹھا کر چلے گا اس کے چالیس گناہ معاف ہوں گے۔ (مراقی الفلاح مع طحطاوی/ ج ۱/صح ۳۳۱)

مسئلہ:۔ جنازہ کے پیچھے چلنا مختار و مستحب ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۲۷۹/ ردالمختار/ ج ۱/ص ۸۳۴)

جنازہ کے ساتھ نعت و کلمہ طیبہ وغیرہ پڑھنا

سوال:۔ بعض لوگ جنازہ کے ساتھ چھوٹی چھوٹی ٹولیاں بنا کر بلند آواز سے کلمہ طیبہ پڑھتے ہیں نعت رسول اللہ ﷺ اور درود شریف وغیرہ پڑھتے ہیں، بعض اس کی مخالفت کرتے ہیں صحیح کیا ہے؟

جواب:۔ جنازہ کے ساتھ چلنے والوں کو خاموش رہنا لازم ہے، اور بلند آواز سے ذکر کرنا اور قرآن کریم کی تلاوت کرنا مکروہ ہے اور اگر کوئی شخص ذکر اللہ کرنا چاہے تو دل میں ذکر کرے۔

(شرح طحطاوی/ ج ۱/ص ۱۶۲)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ آپ نے ٹولیاں بنا کر کلمہ طیبہ پڑھنے کے جس رواج

کا ذکر کیا ہے وہ مکروہ وبدعت ہے، اور جو لوگ اس کی مخالفت کرتے ہیں وہ صحیح کہتے ہیں، البتہ کلمہ طیبہ وغیرہ زیرلب (آہستہ بغیر آواز کے) پڑھنا چاہئے۔

(آپ کے مسائل/ ج۳/ص۱۶۶)

مسئلہ:۔ جنازہ کے ساتھ اشعار نعت وغیرہ پڑھنا غیر مشروع اور بدعت ہے ترک کرنا اس کا لازم ہے، یہ ثابت نہیں ہے اور ایک ساتھ مل کر بلند آواز سے ایسا کرنا خلاف عمل سلف صالحین ہے لہٰذا اس کو ترک کیا جائے۔

(فتاویٰ دارالعلوم/ ج۵/ص۱۵۰، ۱۵۱/ بحوالہ عالمگیری مصری/ ج۱/ص۱۵۲)

مسئلہ:۔ یہ طریقہ سلف صالحینؒ صحابہؓ وتابعینؒ وائمہ مجتہدینؒ سے ثابت نہیں ہے لہٰذا بدعت ومکروہ ہے اور تصریحات وقواعد فقہیہ سے اس کی ممانعت معلوم ہوتی ہے لہٰذا ترک کرنا لازم ہے اس کا۔ (فتاویٰ دارالعلوم/ ج۵/ص۲۸۴/ بحوالہ مشکوۃ۔ باب الاعتصام/ ج۱/ص۲۷)

کندھا دینے کے مسائل

مسئلہ:۔ جنازہ کے ہمراہیوں کو اس کے ساتھ پیدل جانا افضل ہے اور بہتر ہے، لیکن سواری پر جانا بھی جائز ہے صرف خلاف اولیٰ ہے، اور واپس آتے وقت سواری پر آنا تو خلاف اولیٰ بھی نہیں ہے کیونکہ واپسی میں سواری پر آنا خود آنحضرت ﷺ سے ثابت ہے۔

(کفایت المفتی/ ج۴/ص۳۱)

مسئلہ:۔ جنازہ کے ساتھ (خود) سواری پر چلنے میں مضائقہ نہیں ہے تاہم پیدل چلنا افضل ہے، ہاں اگر سواری پر ہو تو جنازہ سے آگے جانا (بلاضرورت) مکروہ ہے۔

مسئلہ:۔ افضل یہ ہے کہ ساتھ چلنے والا جنازہ کے پیچھے رہے اگرچہ آگے چلنا جائز ہے، لیکن جنازہ سے زیادہ دور اور تمام لوگوں سے الگ نہ ہونا چاہئے، ایسی صورت میں جنازہ سے آگے جانا مکروہ ہوگا، نیز جنازے کے دائیں بائیں چلنا خلاف اولیٰ ہے۔

(کتاب الفقہ/ ج۱/ص۸۵۸)

(جو حضرات جنازہ کو کندھا نہ دے رہے ہوں ان کے لئے یہ حکم ہے)۔

مسئلہ:۔ جنازہ کے ساتھ عورتوں کا جانا قطعاً مکروہ تحریمی ہے۔ (کتاب الفقہ / ج۱/ص ۸۵۹)

مسئلہ:۔ اگر جنازہ میں کوئی امر ممنوع ہو، مثلاً موسیقی یا ماتم شامل ہوتو ساتھ چلنے والوں کو چاہئے کہ اس سے باز رکھنے کی کوشش کریں لیکن اگر باز رکھنا ممکن نہ ہوتو تب بھی (عام لوگوں کو) جنازہ سے مڑ کر نہ آجانا چاہئے۔ (کتاب الفقہ / ج۱/ص ۸۵۹)

مسئلہ:۔ جولوگ جنازہ کے ہمراہ جائیں ان کو قبل اس کے جنازہ شانوں یعنی کاندھوں سے اتارا جائے بیٹھنا مکروہ ہے ہاں اگر کوئی ضرورت پیش آجائے تو کچھ مضائقہ نہیں۔

مسئلہ:۔ جولوگ جنازہ کے ساتھ ہوں ان کو جنازہ کے پیچھے چلنا مستحب ہے اگر چہ جنازہ کے آگے چلنا بھی جائز ہے ہاں اگر سب لوگ جنازہ کے آگے ہو جائیں تو مکروہ ہے اسی طرح جنازہ کے آگے سواری پر چلنا بھی مکروہ ہے۔

مسئلہ:۔ جنازہ کے ساتھ پیدل چلنا مستحب ہے اور اگر کسی سواری پر ہوتو جنازہ کے پیچھے چلے۔

مسئلہ:۔ جنازہ کے ساتھ جولوگ ہوں ان کو کوئی دعا یا ذکر بلند آواز سے پڑھنا مکروہ ہے۔
(علم الفقہ / ج ۲/ص ۱۹۹)

مسئلہ:۔ جولوگ جنازہ کو کندھا دیں ان کے لئے حسبِ ضرورت جنازہ کے دائیں بائیں آنا جانا مباح ہے، جنازہ کے آگے کسی جماعت کا ذکر کرتے ہوئے چلنا شرعی طریقہ نہیں ہے، ہر شخص اپنے اپنے دل میں ذکر یا دعاءِ مغفرت کرتا ہوا جائے تو یہ جائز ہے۔

مسئلہ:۔ یہ بھی صحیح نہیں ہے کہ واپسی میں سب لوگ میت کے مکان پر آئیں، بلکہ دفن سے فارغ ہوکر اپنے اپنے کام کو چلے جائیں۔ (کفایت المفتی / ج ۴/ص ۴۳)

مسئلہ:۔ میت اگر چھوٹا بچہ و بچی ہے تو ایک آدمی اپنے ہاتھوں پر اٹھائے تو کافی ہے، اگر بڑا یا بالغ ہے تو اس کو چارپائی (پلنگ) پر رکھ کر چار آدمی اٹھائیں۔ پھر اس اٹھانے میں ایک تو نفس سنت ہے اور کمالِ سنت ہے۔ نفس سنت تو یہ ہے کہ بلا ترتیب چاروں پاؤں کو پکڑ کر دس دس قدم چلے۔ اور کمالِ سنت یہ ہے کہ اول سرہانے کی داہنی جانب کو داہنے کندھے پر رکھ کر دس

قدم چلے پھر پائینتی کے داہنی جانب داہنے کندھے پر رکھ کر دس قدم چلے پھر سرہانے کی بائیں جانب بائیں کندھے پر رکھ کر دس قدم چلے پھر پائینتی کے بائیں جانب بائیں کندھے پر اور جنازہ لے جاتے وقت سر میت کا آگے رکھیں اور جنازہ کو ذرالپک کر چلیں لیکن دوڑیں نہیں ۔ (امداد الفتاویٰ/ ج ۱/ص ۲۴۷/ وعالمگیری/ ج ۱/ص ۲۲۶)

مسئلہ:۔ عورت نامحرم کے جنازہ کو کندھا دینا بھی مستحب ہے اور ثواب ہے اور چاروں پاؤں کو اٹھانا مستحب ہے، ہر ایک پائے کو دس قدم اٹھانا بہتر ہے ورنہ جیسے میسر ہو درست ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم/ ج ۵/ص ۲۸۲/ بحوالہ رد المختار/ ج ۱/ص ۸۳۳)

مسئلہ:۔ شوہر اپنی بیوی کے انتقال کے بعد اس کو دیکھ سکتا ہے اور ہاتھ لگانا اس کے بدن کو بغیر کپڑے وغیرہ کے ممنوع ہے اور اس کے جنازہ کا اٹھانا اور کندھا دینا درست ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم/ ج ۵/ص ۲۷۵/ بحوالہ رد المختار/ ج ۱/ص ۸۰۳)

مسئلہ:۔ عورت کے جنازہ کو ہر شخص کندھا دے سکتا ہے، لیکن قبر میں تو صرف محرم مردوں کو ہی اتارنا چاہئے (اگر محرم نہ ہوں یا کافی نہ ہوں تو غیر محرم شامل ہو سکتے ہیں) لیکن کندھا دینے کی سب کو اجازت ہے۔ (آپ کے مسائل/ ج ۳/ص ۱۰۸)

مسئلہ:۔ نامحرم عورت کا جنازہ غیر محرم مردوں کو اٹھانا درست ہے اور ثواب ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم/ ج ۵/ص ۲۸۲)

مسئلہ:۔ ناپاک آدمی کا جنازہ کو کندھا دینا درست ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم/ ج ۵/ص ۲۰۷)

(جنازہ اٹھانے والے کے لئے پاک ہونا شرط نہیں ہے لیکن مناسب بھی نہیں کہ جنازہ کے ساتھ ناپاک جائے، البتہ نماز کے لئے پاک ہونا ضروری ہے۔ محمد رفعت قاسمی)

مسئلہ:۔ اعمال کا اثر میت کے وزن پر نہیں ہوتا، اکثر جسیم (موٹے) آدمی کی نعش ہلکی اور لاغر (کمزور) کی گراں، تو اس گرانی اور سبکی کی وجہ سے کچھ حکم نہیں کر سکتے، یہ امر مفوض بحکم الٰہی ہے کہ عند اللہ کون اچھا ہے اور کون برا۔ (فتاویٰ دار العلوم/ ج ۵/ص ۲۷۷)

مسئلہ:۔ شروع میں ہی جنازہ کو کندھے پر اٹھانا مکروہ ہے، سنت طریقہ یہ ہے کہ پہلے جنازہ

کے پلنگ کے پائے کو ہاتھوں سے تھامے، پھر اسے کندھے پر رکھ لے۔
مسئلہ:۔ جنازہ کے دو عمود کی شکل میں لے کر چلنا مکروہ ہے بایں طور کہ اسے دو شخص اٹھائیں، ایک آگے ہو اور دوسرا پیچھے (غیر مسلموں کی طرح) البتہ مجبوری میں ایسا کیا جا سکتا ہے۔
مسئلہ:۔ دودھ پیتے بچے یا دودھ چھوڑے ہوئے اس سے کچھ بڑی عمر تک کے بچے کی میت کو اٹھانے کا طریقہ یہ ہے کہ اسے ہاتھوں پر اٹھالیا جائے اور اسی طرح باری باری سے لوگ اسے اپنے ہاتھوں پر اٹھا کر چلیں۔ اگر سواری پر بیٹھا ہوا کوئی شخص اسے اسی طرح ہاتھ پر اٹھا کر لے جائے تو مضائقہ نہیں ہے لیکن بڑے آدمی کی میت کو سواری وغیرہ پر لے جانا مکروہ ہے ہاں مجبوری ہو تو دوسری بات ہے یعنی اجازت ہے۔
(کتاب الفقہ / ج ۱/ص ۸۵۶/ وعلم الفقہ / ج ۳/ص ۷۹۹)

نماز جنازہ پڑھانے کی وصیت کرنا

سوال:۔ کوئی شخص یہ وصیت کرے کہ نماز جنازہ اس کی فلاں شخص پڑھائے بوجہ تقویٰ اور دیانت کے، یہ وصیت صحیح اور معتبر ہے یا نہیں؟
جواب:۔ کسی کو مقرر کرنا کہ نماز جنازہ فلاں پڑھائے، یہ وصیت باطل ہے۔
(فتاویٰ دارالعلوم / ج ۵/ص ۳۲۰/ بحوالہ شامی / ج ۱/ص ۶۵۰ / وردالمختار / ج ۱/ص ۸۲۴)
مسئلہ:۔ کسی شخص نے وصیت کی کہ میرے جنازہ کی نماز فلاں شخص پڑھائے، کسی وجہ سے وہ شخص نماز نہ پڑھا سکے بلکہ دوسرا شخص نماز جنازہ پڑھا دے تو نماز درست ہو گئی اور فرض ادا ہو گیا کیونکہ یہ وصیت کرنا باطل ہے۔
(فتاویٰ دارالعلوم / ج ۵/ص ۲۹۰/ بحوالہ عالمگیری / ج ۱/ص ۱۵۳)
مسئلہ:۔ اس قسم کی وصیت کہ فلاں شخص غسل دے، فلاں دفن کرے، فلاں نماز پڑھائے اور فلاں جگہ دفنایا جائے، شرعاً معتبر نہیں ہے، یہ امور میت کے اختیار میں نہیں ہیں۔ ورثاء کا حق ہیں، ورثاء جو بہتر ہو اس پر عمل کریں۔
(فتاویٰ رحیمیہ / ج ۵/ص ۱۰۳/ بحوالہ شامی / ج ۱/ص ۸۲۴/ کتاب الفقہ / ج ۱/ص ۸۴۴)

جنازہ میں شریک نہ کرنے کی وصیت کرنا؟

سوال:۔ حقیقی بھائیوں میں لڑائی ہوئی بڑے نے ایک تیسرے شخص سے یہ وصیت کی کہ میرا چھوٹا بھائی میری تجہیز و تکفین میں شریک نہ ہو، تو اس صورت میں چھوٹا بھائی شریک ہوسکتا ہے یا نہیں؟

جواب:۔ یہ وصیت ناجائز اور باطل ہے اس پر عمل نہ ہونا چاہئے بلکہ میت کے چھوٹے بھائی کو واسطے ادائے حقوق اسلام و وصل کے اگرچہ دوسرے لوگ تجہیز و تکفین کرنے والے کافی موجود ہوں شریک ہونا چاہئے۔ کیونکہ مشکوٰۃ باب عیادۃ المریض/ص ۱۳۳/ میں حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے کہ ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حق ہیں ان میں سے ایک جنازہ میں شرکت بھی ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۲۲۶)

مسئلہ:۔ نماز جنازہ سے کسی کو روکا نہ جائے کیونکہ یہ فرض کفایہ ہے اور ادائے فرض سے روکنا کسی مسلمان کو اگرچہ وہ فاسق ہو جائز نہیں ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۲۹۲/ بحوالہ ردالمختار/ ج ۱/ص ۸۱۱)

مسئلہ:۔ فرض سے روکنا کسی مسلمان کو اگرچہ وہ فاسق اور بڑے گناہوں میں مبتلا ہو جیسے چوری، شراب خوری، زنا وغیرہ کا ہو جائز نہیں ہے، لہٰذا نماز جنازہ اور دیگر عبادات سے اس کو منع کرنا جائز نہیں ہے اور اگر وہ مرجائے تو اس کے جنازہ کی نماز بھی مسلمانوں کو پڑھنی چاہئے۔ (فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۳۵۵)

نماز جنازہ نہ پڑھنے کی وصیت کرنا

سوال:۔ ایک شخص نے یہ الفاظ کہے تھے کہ میرے جنازہ پر کوئی نماز نہ پڑھے ورنہ آخرت میں دامن گیر ہوں گا، اس پر بعض نے قسم کھالی تھی کہ ہم نماز نہیں پڑھیں گے، چنانچہ اس کے مرنے پر اکثروں نے نماز سے انکار اس وجہ سے کیا کہ یہ الفاظ کفر کے ہیں مگر احقر نے میت کے قول کے جہالت پر محمول کر کے نماز پڑھی اور قسم کھانے والوں کو کفارہ قسم بتادیا، درست

ہے یا نہیں؟
جواب:۔اس کے جنازہ کی نماز پڑھنی چاہئے تھی یہ قول اس کا کفر کا نہ تھا، لہٰذا جن لوگوں نے اس کے جنازہ کی نماز پڑھی یہ درست ہوا اور قسم کھانے والوں میں سے کسی نے نماز جنازہ اس کی پڑھی تو ان پر کفارہ قسم واجب ہوگا۔ آپ نے صحیح بتلایا۔ (فتاوی دار العلوم/ ج ۵/ص ۳۰۱)

جلا دینے کی وصیت کرنے والے کی نماز جنازہ

سوال:۔ایک نام نہاد مسلمان کا انتقال ہوا ہے وہ صحیح العقیدہ نہ تھا، آئے دن اسلامی قوانین کے خلاف کچھ نہ کچھ بکواس کیا کرتا تھا، اس نے مرتے وقت یہ وصیت کی کہ مجھے دفن نہ کیا جائے بلکہ جلا دیا جائے، کیا اس کی نماز جنازہ پڑھنی چاہئے یا نہیں؟
جواب:۔ مسلمان میت کو دفن کرنا فرض کفایہ ہے اور اس پر اجماع ہے اور مسلمانوں کا شعار ہے، اس لئے جب اس نے وصیت کی تھی کہ مجھے دفن نہ کیا جائے بلکہ جلا دیا جائے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے دل میں اسلام کے طریقے سے نفرت ہے اور غیر مسلموں کے طریقوں کی عظمت تھی، نیز اس میں شعار اسلام کا استخفاف بھی ہے، لہٰذا اس کو مسلمان تسلیم کرنا اور بطریق سنت غسل دینا اور کفنانا اور اس پر نماز جنازہ پڑھنا درست نہ ہوگا، جس کے دل میں اسلام کی عظمت ہو اور جو رسول مقبول ﷺ کو سچا نبی سمجھتا ہو وہ اس قسم کی جرأت نہیں کر سکتا ہے۔ (فتاوی رحیمیہ/ ج ۵/ص ۱۱۱/ بحوالہ شرح عقائد/ ۱۲۰/ وتفسیر بیضاوی شریف/ص ۲۳/سورۂ بقرہ)

مسلم وغیر مسلم مخلوط کی نماز جنازہ

سوال:۔ چند اشخاص ہندو اور مسلمان آگ میں جل کر مر گئے اور کسی عضو سے یہ نہ معلوم ہو کہ یہ غیر مسلم ہے یا مسلمان تو نماز جنازہ کی کیا صورت ہوگی؟
جواب: دونوں کو سامنے رکھ کر مسلمان کی نیت سے اس کی جنازہ کی نماز پڑھیں. (فتاوی دار العلوم/ ج ۵/ص ۳۰۷/ بحوالہ ردالمختار/ ج ۱/ص ۸۰۵/ واحسن الفتاوی/ ج ۴/ص ۲۰۳)
مسئلہ:۔ جلنے والوں کو غسل دیا جائے اگر وہ قابل غسل ہوں اور دونوں کو کفن پہنایا جائے

اورنماز جنازہ مسلمان کے جنازہ کی نیت سے پڑھی جائے، جوان میں سے مسلمان ہے اس کی نماز جنازہ ہو جائے گی اور کافر کی نہ ہوگی۔(فتاویٰ دارالعلوم/ ج۵/ص۳۵۴/ بحوالہ ردالمحتار/ ج۱/ص۸۰۵/ واحسن الفتاویٰ/ ج۴/ص۲۲۶/ وامدادالاحکام/ ج۱/ص۸۳۷)

مسئلہ:۔ اگر کوئی میت کہیں مل جائے اور کسی قرینے سے یہ معلوم ہو کہ یہ مسلمان تھا یا غیر مسلم تو اگر دارالاسلام میں یہ واقعہ ہوا ہو تو اس کو غسل دیا جائے گا اور نماز بھی پڑھی جائے گی، تفصیل دیکھئے:(شامی/ ج۱/ص۸۰۵/ وعالمگیری/ ج۱/ص۱۵۹/علم الفقہ/ ج۲/ص۱۸۸)

جل کر کوئلہ ہو جانے پر نماز جنازہ

مسئلہ:۔ جو شخص جل کر بالکل کوئلہ بن گیا، یا بدن کا اکثر حصہ جل کر خاکستر ہو گیا ہو اس کو غسل وکفن دینا اور نماز جنازہ پڑھنا کچھ واجب نہیں ہے، یونہی کسی کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دینا چاہئے۔(فتاویٰ دارالعلوم/ ج۵/ص۳۴۵)

مسئلہ:۔ بدن کا اکثر حصہ جلنے سے محفوظ ہو اگر چہ سر کے بغیر ہو یا آدھا بدن سر کے ساتھ محفوظ ہو، یا پورا جسم جلا ہو مگر معمولی جلا ہو، گوشت پوست اور ہڈیاں سالم ہوں تو اس کو باقاعدہ غسل وکفن دے کر اور نماز جنازہ پڑھ کر دفن کرنا چاہئے۔(احکام میت/ص۱۱۷/ بحوالہ شامی/ ج۱/ص۸۰۹/ فتاویٰ دارالعلوم/ ج۵/ص۳۹۳)

بے نمازی کی نماز جنازہ کیوں پڑھی جائے؟

سوال:۔ نیک اور بد اور بے نمازی کے جنازہ کی نماز پڑھنی چاہئے اس کو ہم نے تسلیم کیا کیونکہ نہ پڑھنے میں گنہگار ہوں گے لیکن اس صورت میں نمازی اور بے نمازی میں فرق ہی کیا رہا۔ جو لوگ بے نمازی ہیں وہ کہتے ہیں کہ نمازی اور بے نمازی کا ایک ہی درجہ ہے ہم تمہاری نصیحت نہیں مانتے، اب ہم کو کیا کرنا چاہئے؟

جواب:۔ حدیث شریف میں آیا ہے:"صلوا علی کل بر و فاجر"(الحدیث)۔یعنی نماز پڑھو ہر ایک نیک و بد کے جنازہ کی پس جب کہ حدیث شریف میں آ گیا ہے اور فقہاءؒ نے بھی

یہی لکھا ہے تو پھر اس میں تردد کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ اور وجہ یہ ہے کہ فاسق و فاجر جو کہ مسلمان ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اس کو بھی نا امید نہ کرنا چاہئے اور مرنے کے بعد اس کے لئے دعاءِ مغفرت کرنی چاہئے اور نماز جنازہ بھی دعا ہے میت کے لئے اور حدیث شریف میں یہ مضمون آیا ہے کہ مرنے کے بعد کسی کو برا نہ کہو، کیونکہ جو کچھ انہوں نے دنیا میں کیا ہے اس کی جزا یا سزا ان کو وہاں ملے گی۔ اور زندہ لوگوں کو بھی یہی چاہئے کہ مسلمان میت کے لئے دعائے مغفرت کریں اگر اللہ تعالیٰ اس گنہگار کو بخش دے تو کسی کا کیا حرج ہے؟

قرآن کریم میں ہے: ﴿قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِيْنَ أَسْرَفُوا عَلَى أَنفُسِهِمْ﴾ الخ، (الزمر)

یعنی اے میرے بندوں جنہوں نے کہ زیادتی کی اپنے نفسوں پر یعنی ظلم اور معصیت کی نا امید نہ ہو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بے شک اللہ تعالیٰ بخشے گا تمام گناہ، باقی اس مضمون کو کہاں تک لکھا جائے، اس میں کچھ وہم اور فکر نہ کریں جو حکم ہے اس کو کرنا چاہئے، بے نمازی کو نماز کی نصیحت بھی کرنی چاہئے اور زندگی میں اس کو ہر طرح ڈرانا بھی چاہئے لیکن جب مر جائے تو اس کی خیر خواہی کرنی چاہئے اور اس کے لئے اللہ سے دعا کرنی چاہئے یعنی اس کے جنازہ کی نماز پڑھنی چاہئے تا کہ اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں سے درگزر فرمائے اور ہمارے گناہوں سے بھی درگزر فرمائے۔ آمین (فتاویٰ دار العلوم/ ج ۵/ص ۳۲۳)

مسئلہ:۔ تارک نماز فاسق ہے اور واجب التعزیر ہے کافر نہیں ہے، لہٰذا اس کے جنازہ کی نماز پڑھی جائے، فاسق کو چاہئے کہ توبہ کرے اور نماز شروع کرے اور جنازہ کی نماز کا حکم تو مذکور ہوا کہ پڑھنی چاہئے البتہ اگر زجراً ایسے لوگ شریک نماز جنازہ نہ ہوں جو مقتدا ہیں اور دوسرے (عام) لوگ نماز پڑھ لیں تو ایسا کرنا درست ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم/ ج ۵/ص ۲۸۷)

بے نمازی کی نمازِ جنازہ عبرۃً نہ پڑھنا؟

مسئلہ:۔ نماز نہ پڑھنے والے کے جنازہ کی ممانعت کہیں نظر سے نہیں گزری بلکہ فقہاء کے اقوال اور حدیث سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ نماز جنازہ پڑنی چاہئے۔

مسئلہ:۔ عبرت کی غرض سے بے نمازی کے نماز جنازہ کی نماز نہ پڑھنا اور بغیر نماز کے اس کو دفن کر دینا، یہ فعل جائز اور مستحسن نہیں ہے بلکہ حرام اور ترک فرض ہے، مسلمان بے نمازی کے جنازہ کی نماز پڑھنا مثل نمازی کے فرض ہے، اور فقہاء کرام نے جنازہ کی نماز سے جن لوگوں کو مستثنیٰ کیا ہے جیسے بغاوت وغیرہ، ان میں فساق اور بے نمازیوں کو شمار نہیں کیا، پس فرض شرعی کا ترک بخیال عبرت درست نہیں ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۱۳۴/ بحوالہ ردالمختار/ ج ۱/ص ۸۱۴/ وفقہ اکبر/ص ۹۱/ وامداد الاحکام/ ج ۱/ص ۸۳۱)

مسئلہ:۔ البتہ عبرت کے لئے ایسا ہوسکتا ہے کہ تارک نماز وغیرہ فساق کی نماز مقتدا لوگ نہ پڑھیں بلکہ عوام لوگوں سے کہہ دیں کہ تم نماز جنازہ پڑھ کر دفن کر دو، تاکہ تارکین نماز کو آئندہ عبرت ہو۔ (بحوالہ مشکوٰۃ/ ج ۱/ص ۲۵۲/ فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۴۶۷/ وکفایت المفتی/ ج ۴/ص ۱۷)

بے نمازی مردے کو نماز سے پہلے گھسیٹنا

مسئلہ:۔ یہ بات مشہور ہے کہ جس شخص کو اس کی مدت العمر میں لوگوں نے کبھی نماز نہ پڑھتے دیکھا ہو اس کے جنازہ کی نماز نہ پڑھی جائے اور چالیس قدم تک گھسیٹ کر جب نماز پڑھی جائے، درحقیقت یہ قول غلط مشہور ہے، نماز جنازہ ہر ایک نیک و بد کی پڑھنی چاہئے اور گھسیٹنا درست نہیں، اس کے لئے استغفار کرنا چاہئے ذلیل نہ کرنا چاہئے کہ آخر کلمہ گو مسلمان ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۲۹۳)

مسئلہ:۔ رسی میں باندھ کر بے نمازی مسلمان کے کھینچنے کا شریعت سے حکم نہیں ہے ایسا نہیں کرنا چاہئے، نماز پڑھنی چاہئے۔ (فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۳۳۵)

مسئلہ:۔ جس شخص کو لوگوں نے کبھی نماز پڑھتے نہ دیکھا ہو اس کے جنازہ کی نماز پڑھنی جائز ہے بلکہ ضروری ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۲۹۳/ بحوالہ مشکوٰۃ شریف/ ج ۱/ص ۱۰۰)

مسئلہ:۔ نماز نہ پڑھنا کبیرہ گناہ ہے اور قرآن کریم اور حدیث شریف میں بے نمازی کے لئے بہت سخت الفاظ آئے ہیں لیکن اگر کوئی شخص نماز سے منکر نہ ہو تو اس کی لاش کی بے حرمتی جائز نہیں اور اس کا جنازہ بھی پڑھا جائے گا البتہ اگر وہ نماز کی فرضیت کا قائل ہی نہیں تھا تو وہ

مرتد ہے اس کی نماز جنازہ جائز نہیں ہے۔
(آپ کے مسائل/ ج ۳/ص ۱۳۰/ وفتاویٰ محمودیہ/ ج ۲/ص ۳۴۴)

کبیرہ گناہ کرنے والے اور مرتد کی نماز جنازہ؟

مسئلہ:۔ مرتکب کبیرہ کے جنازہ کی نماز پڑھی جائے گی اور کافر کے جنازہ کی نماز نہ پڑھی جائے گی اور جس پر حکم کفر کا نہ لگایا جائے بسبب روایت عدم کفر کے تو اس کے جنازہ کی نماز بھی پڑھی جائے گی اور جس سے کوئی کلمہ کفر سرزد ہوا اور پھر اس نے توبہ کرلی اور تجدید اسلام کی اگرچہ کسی پیر کے ہاتھ پر نہ ہو وہ مسلمان ہوگیا اس کے جنازہ کی نماز پڑھی جائے گی۔ (فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۳۰۹/ بحوالہ ردالمختار/ ج ۱/ص ۸۱۴)

دو بہنوں کو نکاح میں رکھنے والے کی نماز جنازہ؟

مسئلہ:۔ زید نے ہندہ سے نکاح کیا اس کی موجودگی میں زید نے ہندہ کی بہن سے بھی نکاح کرلیا تو یہ نکاح نہیں ہوا، زید کو چاہئے کہ ہندہ کی بہن حقیقی کو علیحدہ کردے اور توبہ کرے ورنہ سخت گنہگار اور فاسق رہے گا اور مسلمانوں کو اس سے متارکت لازم ہے، کھانا پینا اس کے ساتھ چھوڑ دیں اور برادری سے علیحدہ کردیں، البتہ جس وقت توبہ کرلے اور اس کو چھوڑ دے تو اس وقت ملیں جلیں اور اگر زید اس حالت میں مرجائے۔ (چھوڑنے اور توبہ کرنے کے بعد) تو اس کے جنازہ کی نماز پڑھنی چاہئے بغیر توبہ مرا ہو تو عام مسلمان نماز جنازہ پڑھ کر دفنا دیں۔ (فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۲۹۰/ بحوالہ سورۃ النساء)

عبادات سے روکنے والے کی نماز جنازہ؟

سوال:۔ زید مدعی ہے کہ وہ اپنے کو کامل صوفی و عارف ہونے کا دعویٰ رکھتا ہے اور اپنے مریدوں کو نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، تلاوت وغیرہ سے منع کرتا ہے، کیا اس کی نماز جنازہ پڑھیں یا نہیں؟

جواب:۔ زید کا دعویٰ مخالف ہے نصوص قطعیہ صریحہ کے اور اس کے کلمات سے انکار شریعت ظاہر ہے اور انکار نماز و روزہ و زکوٰۃ وغیرہ قطعیات سے خود کفر ہے، پس زید جو کہ قائل ہے کلمات کفریہ کا اور معتقد ہے اعتقادات کفریہ محدثہ اور محرمہ کا وہ عارف وصوفی نہیں ہے بلکہ ملحد و مضل اور حدیث شریف کے مطابق اس کو پیر بنانا اور اس سے بیعت ہونا حرام ہے اور اگر شخص مذکور اسی اعتقاد پر مرجائے تو اس کے جنازہ کی نماز نہ پڑھیں اور اہل اسلام کی قبرستان میں دفن نہ کریں۔

(فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۲۹۷/ بحوالہ مشکوٰۃ/ شریف/ کتاب العلم/ص ۳۳/ وشرح فقہ اکبر/ ۲۰۹)

ذلیل پیشہ کرنے والوں کی نماز جنازہ پڑھنا؟

سوال:۔ جو لوگ دائی کا پیشہ کرتے ہیں اور جو جانور مرجاتے ہیں ان کی کھال نکال کر دباغت کر کے فروخت کرتے ہیں، یہ قوم بہت ہی ذلیل سمجھی جاتی ہے، ایسی قوم کی نماز جنازہ پڑھنی چاہئے یا نہیں اور جو لوگ نماز جنازہ پڑھنے والوں پر طعن کرتے ہیں، کیا حکم ہے؟

جواب:۔ ان لوگوں کو جب کہ وہ مسلمان ہیں نماز جمعہ اور جماعت سے روکنا اور مسجد میں آنے سے منع نہ کرنا چاہئے ورنہ مانعین مصداق وعید ﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسَاجِدَ اللّٰہِ﴾، الخ۔ (البقرۃ)۔ کے ہوں گے، اور نماز جنازہ ان کی میت کی پڑھنی لازم ہے، پس مسلمانان مذکورین نہ باغی ہیں اور نہ قاطع طریق وغیرہ ہیں لہٰذا ان کے جنازہ کی نماز بقول فقہاء فرض ہوئی اور جس عالم نے اس فرض کو ادا کیا وہ ثواب کا مستحق ہے اور عنداللہ ماجور ہے اس کو برا بھلا کہنا اور سب و شتم کرنا فسق و معصیت ہے، پس طعنہ دینے والے فاسق و فاجر ہیں، وہ توبہ کریں۔ (فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۳۳۲/ بحوالہ فقہ اکبر/ص ۶۱/ و مشکوٰۃ/ ج ۱/ص ۱۴۱)

مسئلہ:۔ مسلمان بھنگی کی بھی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور اسلامی طریقہ پر کفن دفن کیا جائے۔

(فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۳۹۷)

رنڈی کی نمازِ جنازہ

مسئلہ:۔ مسلمان رنڈی کے جنازہ کی نماز شرعاً پڑھنی ضروری ہے کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ: "ہر ایک نیک و بد کے جنازہ کی نماز پڑھو"۔ اور جو پیسہ امام صاحب کو ملا اگر وہ حرام آمدنی کا تھا تو کسی طرح جائز نہیں ہو سکتا، امام کا یہ کہنا کہ حرام آمدنی کو حاصل کر کے بھنگی وغیرہ کو دے دیا جائے گا۔ یہ غلط ہے خواہ کھانے میں صرف کرے یا کپڑے میں یا حجام کی اجرت میں دے یا بھنگی کی اجرت وغیرہ میں سب برابر اور ناجائز ہیں۔

(فتاویٰ دار العلوم/ ج ۵/ص ۳۳۲/ بحوالہ ردالمختار/ ج ۱/ص ۱۸۰)

شیعہ کی نماز جنازہ

مسئلہ:۔ شیعہ کا وہ فرقہ جو سب شیخین نہ کرے یعنی گالیاں نہ دے اور اصحابؓ کو برا نہ کہے اور ام المؤمنین عائشہؓ کے افک کا قائل نہ ہو اور کوئی عقیدہ کفریہ نہ رکھا ہو تو اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے اور اگر اہل سنت والجماعت بھی ان کے جنازہ کی نماز پڑھیں یا پڑھائیں تو کچھ حرج نہیں ہے اور کوئی تعزیر اس پر نہیں اور میل جول ان سے منع نہیں۔

(فتاویٰ دار العلوم/ ج ۵/ص ۳۶۳/ امداد الفتاویٰ/ ج ۱/ص ۷۱۲)

مسئلہ:۔ جو شیعہ غالی ہیں کہ ان کی تکفیر کی گئی ہے ان کے جنازہ کی نماز نہ پڑھنی چاہئے جیسے تبرا گو ہیں کہ ان کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے۔

(فتاویٰ دار العلوم/ ج ۵/ص ۳۴۳/ وفتاویٰ رحیمیہ/ ج ۸/ص ۱۸۹)

مسئلہ:۔ روافض و اہل تشیع میں مختلف العقائد فرقے ہیں، بعض وہ ہیں جو حضرت علیؓ کو خلیفہ اول ہونے کے مستحق سمجھتے ہیں مگر باقی صحابہؓ پر تبرا نہیں کرتے یہ فاسق اور مبتدع ہیں اسلام سے خارج نہیں ہیں، ان کی نماز جنازہ پڑھ سکتے ہیں اور ان کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جا سکتا ہے اور بعض وہ ہیں جو حضرت علیؓ کو معبود سمجھتے ہیں۔ (معاذ اللہ) اور بعض وہ ہیں جن کا عقیدہ ہے کہ حضرت جبرائیلؑ نے وحی لانے میں غلطی کی حضرت علیؓ کو پہنچانے کے بجائے

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو پہنچادی، گویا ان کے نزدیک نبی ورسول بننے کے اصل حقدار (معاذ اللہ) حضرت علیؓ تھے، بعض وہ ہیں جو حضرت عائشہؓ پر تہمت رکھتے ہیں، اور بعض ایسے بھی ہیں جو حضرات صحابہؓ کو مسلمان ہی نہیں مانتے کافر ومرتد قرار دیتے ہیں، ان فرقوں کی نماز جنازہ درست نہیں ہے اور مسلمانوں کے قبرستانوں میں دفن کرنا بھی جائز نہیں ہے، ہر فرقہ کی تعیین مشکل ہے جو لوگ روافض وشیعہ کہلاتے ہیں ان کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنے کی اجازت نہ دی جائے اسی میں احتیاط ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ/ ج ۵/ص ۹۲/ بحوالہ فتاویٰ عالمگیری/ ج ۲/ص ۲۶۴/ وشامی/ ج ۳/ص ۳۰۵/ واحسن الفتاویٰ/ ج ۴/ص ۲۲۰)

فرقہ بوہرہ کی نماز جنازہ

مسئلہ:۔ شیعہ یا بوہرہ فرقہ کی نماز جنازہ پڑھنا اوران کے لئے دعائے مغفرت کرنا درست نہیں ہے اوران کے قبرستان تک جانے اور نہ جانے میں یا تعزیت ادا کرنے اور نہ کرنے میں اپنے مصالح اور ضرورت کے موافق عمل درآمد کرے۔

(فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۴۶۶/ وعالمگیری/ ج ۱/ص ۱۵۷)

قادیانیوں کی نمازِ جنازہ پڑھنا؟

مسئلہ:۔ جو شخص اپنے کفریہ عقائد کو اسلام کے رنگ میں پیش کرتا ہو، اسلام کے قطعی ومتواتر عقائد کے خلاف قرآن وسنت کی تاویلیں کرتا ہو، ایسا شخص ''زندیق'' کہلاتا ہے اور زندیق مرتد کے حکم میں ہے بلکہ ایک اعتبار سے زندیق مرتد سے بھی بدتر ہے، کیونکہ اگر مرتد توبہ کرکے دوبارہ اسلام میں داخل ہو تو اس کی توبہ بالاتفاق لائق قبول ہے لیکن زندیق کی توبہ قبول ہونے یا نہ ہونے میں اختلاف ہے۔

قادیانیوں کا زندیق ہونا بالکل واضح ہے کیونکہ ان کے عقائد اسلامی عقائد کے قطعاً خلاف ہیں اور وہ قرآن وسنت کی نصوص میں غلط سلط تاویلیں کرکے جاہلوں کو یہ باور کراتے ہیں کہ خود تو وہ پکے سچے مسلمان ہیں اور ان کے سوا باقی پوری امت گمراہ اور کافر بے ایمان

ہے۔اس لئے قادیانی غیر مسلم اور زندیق ہیں، ان پر مرتدین کے احکام جاری ہوتے ہیں، کسی غیر مسلم کی نماز جنازہ جائز نہیں۔

اسی طرح کسی غیر مسلم کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا جائز نہیں ہے، ان کے دفن میں شرکت کرنا، ان کے لئے دعاواستغفار کرنا حرام ہے۔ مسلمانوں کو ان سے مکمل قطع تعلق کرنا چاہئے۔ (آپ کے مسائل/ ج ۳/ص ۱۳۲ تا ۱۴۴/ وفتاویٰ دار العلوم/ ج ۵/ص ۲۹۱)

غیر مقلد کی نماز جنازہ میں شرکت؟

مسئلہ:۔یہ فعل اس عالم حنفی کا کہ غیر مقلد کے پیچھے غیر مقلد متوفی کے جنازہ کی نماز ادا کی قابل مواخذہ نہیں ہے، کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ ہر ایک نیک و بد کے پیچھے نماز پڑھو اور ہر ایک نیک و بد کے جنازہ کی نماز پڑھو، پس غیر مقلد کافر تو نہیں ہیں جو اس قدر تشدد اس میں کیا جاتا ہے، بے شک یہ ضروری ہے کہ غیر مقلدوں کے فساد عقائد کی وجہ سے حتی الوسع ان کو امام نہ بنایا جائے لیکن اگر اتفاق ایسا ہو گیا کہ غیر مقلد امام ہے اور اس کے پیچھے نماز کسی نے پڑھ لی خصوصاً جنازہ کی نماز تو اس میں نماز پڑھنے والے حنفی پر طعن و تشنیع بے جا اور ناجائز ہے اور اس کی تفسیق اور تضلیل ناروا ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم/ ج ۵/ص ۳۰۰/ بحوالہ شرح فقہ اکبر/ص ۹۱)

اسقاط شدہ پر نماز جنازہ؟

مسئلہ:۔اگر حمل گر جائے اور اس کے ہاتھ پاؤں ناک منہ وغیرہ کچھ عضو نہ بنے ہوں تو اس کو غسل و کفن نہ دیا جائے اور نماز جنازہ بھی نہ پڑھی جائے اور نہ اس کو باقاعدہ دفن کیا جائے بلکہ کسی کپڑے میں لپیٹ کر ویسے ہی گڑھا کھود کر زمین میں دبا دیا جائے اور اس کا نام بھی نہ رکھا جائے۔ (شامی/ ج ۱/ص ۸۰۹)

مسئلہ:۔اگر حمل گر جائے اور اس کے کچھ اعضاء بن گئے ہوں مگر پورا جسم نہ بنا ہو تو اس پر پانی بہا کر کپڑے میں لپیٹ کر کہیں بھی دفن کر کے زمین ہموار کر دی جائے، اس کے غسل، کفن، دفن میں مسنون طریقہ کی رعایت نہیں کی جائے گی (اور نماز جنازہ بھی نہ پڑھی جائے بغیر نماز

پڑھے یونہی دفن کردیا جائے)۔

مسئلہ:۔ اگر بچے کا پورا جسم بن چکا ہو حمل گرنے میں تو اس سے غسل اور کفن و دفن میں مسنون طریقہ کی رعایت کی جائے گی اور نام بھی رکھا جائے لیکن نماز جنازہ نہ پڑھا جائے البتہ پیدا ہونے کے بعد مرا تو نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی اور سنت کے مطابق قبرستان میں دفن کیا جائے گا۔ (احسن الفتاویٰ/ ج۴/ ص۲۰۶/ فتاویٰ دارالعلوم/ ج۵/ ص۸۳۱)

مردہ بچہ پر نمازِ جنازہ

مسئلہ:۔ حمل گر جانے کی صورت میں یا معمول کے مطابق ولادت میں مرا ہوا بچہ پیدا ہو، اور پیدائش کے وقت زندگی کی کوئی علامت اس میں موجود نہ ہو اگرچہ اعضاء سب بن چکے ہوں تو اس بچہ کو غسل بھی دیا جائے اور نام بھی رکھا جائے لیکن باقاعدہ (مسنون) کفن نہ دیا جائے اور نہ جنازہ پڑھی جائے، بلکہ یونہی کسی ایک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کردیا جائے۔
(شامی/ ج۱/ ص۳۰/ فتاویٰ دارالعلوم/ ج۵/ ص۳۸۵/ واحکام میت/ ص۱۱۴)

پیدائش کے شروع میں زندہ پھر مر گیا؟

مسئلہ:۔ پیدائش کے وقت بچہ کا صرف سر نکلا اس وقت وہ زندہ تھا پھر مر گیا، تو اس کا حکم مردہ بچہ کی طرح ہے یعنی اس کو غسل دیا جائے نام رکھا جائے لیکن مسنون کفن نہ دیا جائے بلکہ کسی ایک کپڑے میں لپیٹ دیا جائے اور بغیر نماز جنازہ پڑھے یونہی دفن کردیا جائے۔
(شامی/ ج۱/ ص۳۰/ احکام میت/ ص۱۱۴)

مسئلہ:۔ جس شخص کے والدین مسلمان ہیں اور وہ نابالغی میں مجذوب یا مجنون ہوگیا، تو وہ مسلمان ہی مانا جائے گا اس کے جنازہ کی نماز پڑھنی واجب ہے اور ختنے کے ہونے یا نہ ہونے سے کفر کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔ (امداد الاحکام/ ج۱/ ص۸۳۴)

☆

بدن کا اکثر حصہ نکلتے وقت زندہ تھا؟

مسئلہ:۔ پیدائش کے وقت بدن کا اکثر حصہ نکلتے تک زندہ تھا، اس کے بعد مر گیا، اس کا حکم زندہ بچہ پیدا ہونے کی طرح ہے، اس کو باقاعدہ غسل دیا جائے کفن دیا جائے بہتر یہ ہے کہ اگر لڑکا ہو تو مردوں کی طرح، لڑکی ہو تو عورتوں کی طرح کفن دیا جائے، لیکن لڑکے کو صرف ایک اور لڑکی کو صرف دو کپڑے میں کفن دینا بھی درست ہے اور اس کا نام بھی رکھا جائے اور نماز جنازہ پڑھ کر باقاعدہ دفن کیا جائے۔

مسئلہ:۔ اگر بچہ کا اکثر حصہ بدن نکلنے سے پہلے مر گیا تو وہ حکم ہوگا جو مردہ بچہ پیدا ہونے کا ہے۔ اور اکثر حصہ بدن نکلنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر بچہ سر کی طرف سے پیدا ہوا تو سینہ تک نکلنے سے اکثر حصہ نکلنا سمجھیں گے اور اگر الٹا پیدا ہوا تو ناف تک زندہ نکلنے سے اکثر حصہ نکلنا سمجھیں گے۔ (شامی/ ج۱/ص ۸۳۰/ واحکام میت/ص ۱۱۵)

جس بچہ کے اذان نہ دی گئی ہو اس کی نماز جنازہ

مسئلہ:۔ جس بچے میں پیدائش کے وقت زندگی کی کوئی علامت پائی جائے اس کی جنازہ کی نماز ضروری ہے خواہ دو تین منٹ بعد ہی انتقال ہو گیا ہو، ایسے بچوں کی نماز جنازہ اس وجہ سے نہ پڑھنا کہ کان میں اذان نہیں کہی گئی (یعنی اذان کہنے کا وقت نہیں ملا) جہالت کی بات ہے نماز جنازہ ضرور پڑھی جائے اور اگر ناواقفی کی وجہ سے جو ایسے جنازہ نہیں پڑھے گئے تو ان پر توبہ استغفار کیا جائے یہی کفارہ ہے۔ (آپ کے مسائل/ ج۲/ص ۱۵۶)

مسئلہ:۔ جو بچہ پیدائش کے بعد مر جائے اگرچہ چند سانس ہی لے، اس کو غسل بھی دیا جائے اور اس کے جنازہ کی نماز بھی پڑھی جائے خواہ چند لمحے ہی زندہ رہا ہو، لیکن جو بچہ مردہ ہی پیدا ہوا اس کی نماز جنازہ نہیں ہے، اس کو نہلا کر اور کپڑے میں لپیٹ کر بغیر نماز کے دفن کر دیا جائے مگر نام اس کا بھی رکھنا چاہیے۔ (آپ کے مسائل/ ج۳/ص ۱۵۷)

جڑواں بچوں کی نماز جنازہ

سوال:۔ایک عورت کے دو بچے ایک ساتھ پیدا ہوئے پھر دونوں بچوں کا ایک ساتھ ہی انتقال ہو گیا، کیا دونوں کی نماز ایک ساتھ یا الگ الگ؟

جواب:۔صورت مسئولہ میں دونوں بچوں کی نماز علیحدہ علیحدہ پڑھنا بہتر ہے اور ایک ساتھ بھی پڑھ سکتے ہیں، لیکن نماز دونوں کی پڑھ جائے۔

(فتاویٰ رحیمیہ/ ج ۶/ص ۳۷۱/ بحوالہ درمختار/ ج۱/ص ۸۲۱)

بدکار عورت کی نماز جنازہ

سوال:۔ایک عورت محض نام کی مسلمان ایک اہل ہنود کی بیوی بن کر رہی اور کئی سال تک اس کے ساتھ مل کر شراب و کباب و کفر شرک میں اہل ہنود کے ساتھ شریک رہی اسی عرصہ میں اس کا انتقال ہو گیا، اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے یا نہیں؟

جواب:۔زنا کاری کافر و مسلمان سے گناہ کبیرہ ہے اسی طرح شراب خوری حرام قطعی ہے مرتکب ان افعال کا فاسق ہے کافر نہیں ہے اور اگر عبادت کرنا ور پوجا بتوں کی اور پرستش غیر اللہ کی اس کی ثابت ہو جائے تو پھر اس کے جنازہ کی نماز نہ پڑھی جائے اور اگر پوجا بتوں کی اس مسلمان عورت سے ثابت نہیں ہے محض قیاس اور گمان سے ایسا کہا گیا ہے تو پھر اس کے جنازہ کی نماز پڑھنی ہی چاہیے۔

(فتاویٰ دار العلوم/ ج ۵/ص ۳۴۸/ بحوالہ رد المختار/ ج۱/ص ۸۱۴)

مسئلہ:۔حدیث شریف میں ہے ہر ایک نیک و بد کے جنازہ کی نماز پڑھنی چاہیے اس لئے اس نو مسلمہ عورت کے جنازہ کی نماز پڑھنی چاہیے تھی اگر چہ وہ فاسقہ فاجرہ ہو، پس اگر اس کے جنازہ کی نماز بعض مسلمانوں نے ادا کر لی تھی تو خیر، ورنہ سب گنہگار ہوئے، توبہ کریں۔

(فتاویٰ دار العلوم/ ج۵/ص ۲۹۹)

ہیجڑے کی نماز جنازہ

مسئلہ:۔ ہر ایک مسلمان مرد عورت کے جنازہ کی نماز پڑھنی چاہئے اگر چہ وہ فاسق و بدکار ہو، پس قوم ہیجڑا جو کہ مسلمان کی اقوام میں سے ہیں ان کے جنازہ کی نماز بھی پڑھنی چاہئے اگر چہ افعال شنیعہ (بُرے کام) کے ارتکاب کی وجہ سے وہ فاسق ہیں اور نماز پڑھ کر ان کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا چاہئے اور ماسوا اس کے ان کی مجالس میں شریک ہونا اور دعوت کھانا وغیرہ درست نہیں ہے صرف ان کی تجہیز و تکفین جو کہ اسلام کا حق ہے، کردینی چاہئے۔ ویسے ان سے علیحدگی چاہئے۔ (فتاویٰ دار العلوم/ ج ۵/ص ۲۶۸/ بحوالہ ردالمختار/ ج ۱/ ص ۸۱۴/ وفتاویٰ رحیمیہ/ ج ۵/ص ۹۴/ وفتاویٰ محمودیہ/ ج ۲/ص ۲۹۴/ بحوالہ طحطاوی/ ۷ ۷ ۴)

مسئلہ:۔ اگر کوئی بچہ زندہ پیدا ہو اس کے پیشاب اور پاخانہ کی راہ بالکل نہ ہو تو اس پر مرنے کے بعد لڑکی کے احکام جاری ہوں گے، بجز ان چند مخصوص احکام کی جن کو اشباہ/ ص ۲۴۴ میں نقل کیا ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ/ ج ۲/ص ۳۸۲)

مسئلہ:۔ جس بچہ کی شناخت نہیں ہو سکتی کہ لڑکا ہے یا لڑکی تو اس کے مرنے پر اختیار ہے کہ چاہیں لڑکے والی دعا پڑھیں یا لڑکی والی پڑھ لیں۔ (احسن الفتاویٰ/ ج ۴/ص ۲۰۲)

مسئلہ:۔ مخنث متوفی کی نماز جنازہ پڑھنا فرض ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم/ ج ۵/ص ۳۱۰)

مسئلہ:۔ مسلمان ہیجڑے کی نماز جنازہ پڑھنی چاہئے مگر عالم اور مقتدا لوگ نہ پڑھیں معمولی (عام) مسلمان نماز پڑھ کر دفن کر دیں۔

مسئلہ:۔ جو زنخا ماں کے پیٹ کا قدرتی ہو تو اس کے جنازے کی نماز بھی پڑھی جائے اور مسلمانوں کی طرح اس کی تجہیز و تکفین کی جائے۔ (کفایت المفتی / ج ۴/ص ۸۹)

زانی کی نماز جنازہ

مسئلہ:۔ مسلمان زنا کی حالت میں مر جائے تو وہ شخص فاسق ہے کافر نہیں ہے اس لئے اس کی جنازہ کی نماز پڑھی جائے گی۔ (فتاویٰ دار العلوم/ ج ۵/ص ۵۰۹/ بحوالہ ردالمختار/ ج ۱/ص ۸۱۴)

مسئلہ:۔ امام اورعلماء زانی اورزانیہ کی نماز جنازہ نہ پڑھیں، عام مسلمان نماز پڑھ کردفن کردیں، کیونکہ بغیر نماز کے مسلمان کودفن کردینا منع ہے اور جولوگ نماز میں شریک نہ ہوئے ہوں وہ گنہگار نہیں ہوئے اور جنہوں نے نماز جنازہ پڑھی وہ بھی گنہگار نہیں ہوئے۔
(کفایت المفتی / ج ۴/ص ۸۴)

ولدالزنا کی نماز جنازہ

مسئلہ:۔ ولدالزنا جس کے ماں باپ دونوں یادونوں میں سے کوئی ایک مسلمان ہووہ مسلمان بچہ ہے اوراس کی نماز جنازہ پڑھنی چاہئے۔ ظاہر ہے کہ والدالزنا ہونے میں اس کا کوئی قصور نہیں ہے، قصوراگروالدین کا ہوتو بچہ اس کا مؤاخذہ دارنہیں ہوسکتا وہ تومعصوم بے گناہ ہے، تعزیر تنبیہ اورزجرکانہ محل ہے کیونکہ نابالغ تھااورنہ مستحق ہے کیونکہ ولدالزنا ہونااس کا اختیاری فعل نہیں ہے، اگر تنبیہ یازجرزانی اورزانیہ کوہوتو مضائقہ نہیں ہے وہ بھی اس صورت میں کہ زانی اورزانیہ کے نماز جنازہ سب لوگ اوراچھے لوگ نہ پڑھیں بلکہ ایک دوآدمی پڑھ کردفن کردیں۔ (کفایت المفتی / ج ۴/ص ۸۰)

مسئلہ:۔ جومسلمان شخص کسی مسلمان عورت کوبغیر نکاح کے بھگا کے لے گیااوراسی عورت سے بچہ پیداہوااوروہ مرگیا، اس کی نماز جنازہ پڑھاناجائز ہے کیونکہ وہ بچہ قصوروارنہیں ہے اوروہ مسلمان بچہ ہے۔ (کفایت المفتی / ج ۴/ص ۹۷/ وفتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۵۲۹)

مسئلہ:۔ غیر مسلمہ داشتہ عورت کے ساتھ زنا کرنے سے جو بچہ پیداہوااورمرجائے تواس بچہ کی نماز جنازہ پڑھ کرمسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیاجائے۔
(فتاویٰ رحیمیہ/ ج ۱/ص ۲۷۳/ ومحمودیہ/ ج ۲/ص ۳۹۶)

مسئلہ:۔ مسلمان زانیہ کا بچہ جوغیر مسلم سے ہواس کی نماز جنازہ پڑھنی چاہئے۔
(فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۳۳۲/ وردالمختار/ ج ۱/ص ۱۸۰)

مسئلہ:۔ نابالغ بچہ کفرواسلام میں تابع اپنے والدین کے ہوتاہے والدین میں سے کوئی مسلمان ہوتواس کے تابع ہوکرمسلمان سمجھاجائے گانماز جنازہ پڑھی جائے گی اورکافر

(غیر مسلم) کا بچہ اگر تمیز دار یعنی سات سال کا ہو جائے تو اس کا اسلام لانا صحیح اور معتبر ہے اگر وہ سات سال کا ہو کر اور کلمہ پڑھ کر مرا تو اس کو مسلمان سمجھا جائے اور تجہیز و تکفین مسلمانوں کی طرح کی جائے۔ (فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۳۳۸)

جو لاش پھول گئی ہو؟

مسئلہ:۔ کسی کی لاش پانی میں ڈوبنے یا تجہیز و تکفین میں تاخیر یا کسی اور وجہ سے اگر اتنی پھول جائے کہ ہاتھ لگانے کے قابل بھی نہ رہے یعنی غسل کے لئے ہاتھ لگانے سے پھٹ جانے کا اندیشہ ہو، تو ایسی صورت میں لاش پر صرف پانی بہا دینا کافی ہے، کیونکہ غسل میں ملنا وغیرہ ضروری نہیں ہے، پھر باقاعدہ کفنا کر نماز جنازہ کے بعد دفن کرنا چاہئے لیکن اگر نماز سے قبل لاش پھٹ جائے تو نماز پڑھے بغیر ہی دفن کر دیا جائے۔ (احکام میت/ص ۱۱۶)

مسئلہ:۔ جس لاش میں بد بو پیدا ہو گئی ہو، مگر پھٹی نہ ہو اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔

(فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۳۳۵)

مسئلہ:۔ جو لاش پھول کر پھٹ گئی ہو، اس کی جنازہ کی نماز ساقط ہے اس کی نماز نہ پڑھی جائے۔

مسئلہ:۔ جس کی لاش کا گوشت وغیرہ سب علیحدہ ہو گیا اور اس کی صرف ہڈیوں کا ڈھانچہ برآمد ہوا، تو اس ڈھانچہ کو غسل دینے کی ضرورت نہیں ہے، اور اس پر نماز جنازہ بھی پڑھی جائے بلکہ ویسے ہی کسی پاک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے۔

(امداد الاحکام/ ج ۱/ص ۷۳۸)

مسئلہ:۔ جو شخص آگ یا بجلی وغیرہ سے جل کر مر جائے اسے باقاعدہ غسل و کفن دے کر اور نماز جنازہ پڑھ کر سنت کے مطابق دفن کیا جائے اور اگر لاش پھول یا پھٹ گئی ہو تو اس کا حکم اوپر بیان ہو چکا ہے۔ (امداد الاحکام/ ج ۱/ ۷۳۸)

مسلمان ظاہر نہ کرنے والے کی نماز جنازہ

سوال:۔ ایک شخص مسلمان ہو گیا خفیہ طور پر، نماز جنازہ وغیرہ احکام شرع ادا کرتا ہے لیکن

ظاہر حال میں وہ غیر مسلم ہے اور اپنے اہل ہنود کے گھر میں رہتا ہے لیکن شادی یا تقسیم جائیداد یا کسی وجہ سے وہ ظاہراً مسلمان نہیں ہوا، کیا وہ مسلمان کہلائے گا اور مرنے پر اس کی نماز جنازہ پڑھنا درست ہے؟

جواب:۔ جب کہ اس نے کلمہ توحید پڑھ لیا اور احکام اسلام قبول کر لیا، مسلمان ہو گیا، عند اللہ وہ مسلمان ہے، اس کو مسلمان سمجھنا چاہیئے اور اس کی نماز جنازہ پڑھنی چاہیئے۔

(فتاویٰ دار العلوم/ ج ۵/ص ۳۶۱/ فقہ اکبر/ص ۱۰۲)

ملبے میں دبنے والے کی نماز جنازہ

سوال:۔ کوئی شخص ملبے کے نیچے دب کر مر جائے اور کوشش کے باوجود وہاں سے نہ نکالا جا سکے تو اس کی نماز جنازہ کس طرح پڑھی جائے؟ ایک صاحب کہتے ہیں کہ ملبے کے پاس کھڑے ہو کر نماز جنازہ پڑھیں؟

جواب:۔ ایسے شخص پر نماز کے صحیح ہونے میں اختلاف ہے، غسل نہ ہونے کی وجہ سے قیاس عدم صحت کو مقتضی ہے مگر استحساناً جواز کا قول کیا گیا ہے، بشرطیکہ میت کے نہ پھٹنے کا ظن غالب ہو، اور شک کی حالت میں بالاتفاق اس پر نماز صحیح نہیں ہے۔

(احسن الفتاویٰ/ ج ۴/ص ۲۰۱/ بحوالہ رد المحتار/ ج ۱/ص ۸۲۷)

دب کر یا گر کر مرنے والے کی نمازِ جنازہ؟

مسئلہ:۔ جو شخص کسی دیوار یا عمارت کے نیچے دب کر مر جائے (اور نعش بھی مل جائے) یا کسی بلند جگہ سے نیچے گرے یا فضائی حادثہ کا شکار ہو کر ہلاک ہو جائے اور بدن کا اکثر حصہ محفوظ ہو تو اس کو باقاعدہ غسل و کفن دے کر اور نمازِ جنازہ پڑھ کر دفن کرنا چاہیئے۔

(احکامِ میت/ص ۱۱۷)

☆☆

مقروض کی نماز جنازہ

سوال:۔ حدیث شریف میں ہے کہ آپ ﷺ جنازہ آنے پر معلوم فرمایا کرتے تھے کہ میت مقروض تو نہیں ہے جب کوئی صحابہ کرامؓ میں سے قرض ادا کرنے کی ذمہ داری لے لیتے تب آپ ﷺ نماز جنازہ پڑھاتے، تو کیا میں بھی اتباع سنت میں پوچھ لیا کروں؟ میں امام ہوں؟

جواب:۔ حضور ﷺ کے نہ پڑھانے میں جو حکمت تھی وہ آپ کے پڑھانے میں نہیں، اس لئے آپ کا ایسا کرا اتباع سنت نہ ہوگا؟ (امدادالفتاویٰ/ ج۱/ص ۴۹۷/ترمذی شریف/ ج۱/ص ۲۰۵)

مسئلہ:۔ میت کے وارثوں کے اگر قرضہ ادا کرنے سے پہلے میت کو عذاب قبر ہوا ہوگا، تو وہ عذاب قرضہ ادا کرنے کے بعد انشاء اللہ مرتفع ہوگیا، حتی الوسع میت کے قرضہ کی ادائیگی میں جلدی کی جائے کیونکہ احادیث میں قرض کے متعلق سخت وعید وارد ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم/ ج۵/ص ۴۵۸/ بحوالہ مشکوٰۃ/ ج۱/ص ۳۳۷)

مسئلہ:۔ جس کا انتقال ہوجائے اور اس پر قرضہ ہو اور اس نے اتنا ترکہ (مال) نہ چھوڑا ہو جس سے وہ قرض کی ادائیگی ہو سکے اور نہ پسماندگان قرض ادا کرنے کے لئے تیار ہوں تو یہ بری موت ہے۔ ابتدائے اسلام میں آنحضرت ﷺ ایسے شخص کی نماز جنازہ خود نہیں پڑھاتے تھے آپ ﷺ صحابہ کرامؓ سے فرماتے تھے کہ آپ لوگ اس کی نماز جنازہ پڑھ لیں، آپ ﷺ خود اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھاتے تھے تاکہ لوگ قرض بغیر ضرورت لینے سے احتراز کریں۔

مسئلہ:۔ جس نے اپنے پیچھے اتنا ترکہ چھوڑا ہو جس سے اس کا قرض ادا ہوسکتا ہو یا ایسے ورثاء چھوڑے ہوں جو قرض ادا کرنے پر راضی ہوں تو وہ حکماً مقروض مرنے والا نہیں ہے، خود آنحضرت ﷺ پر وفات کے وقت کچھ قرض تھا، آپ ﷺ نے گھر کی ضروریات کے لئے بیس صاع جو خریدے تھے اور زرہ رہن رکھی تھی، جس کو وفات کے بعد ورثاء نے قرضہ ادا کر کے چھڑایا تھا، اسی طرح حضرت فاروق اعظمؓ اور حضرت زبیر بن العوام بھی قرضہ چھوڑ گئے تھے جو ورثہ نے ادا کیا تھا۔

بری موت یہ ہے کہ مقروض مرے اور نہ ترکہ میں بھرپائی ہو اور نہ ورثاء بار (قرض کا بوجھ) اٹھانے والے ہوں تو اس کی روح قرض میں پھنس رہتی ہے۔ (تحفۃ الالمعی / ج ۳/ ص ۴۸۲/ شرح ترمذی شریف/ استاذی مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند)

میت کے قرض کی اہمیت

تجہیز و تکفین اور تدفین کے مصارف ادا کرنے کے بعد سب سے اہم کام مخلوقِ خدا کے قرضوں کی ادائیگی ہے جو میت کے ذمہ رہ گئے ہیں، اگر میت نے بیوی کا مہر ادا نہیں کیا تھا تو وہ بھی قرض ہے اور اس کی ادائیگی بھی ایسی ہی ضروری ہے اور لازم ہے جیسی دوسرے قرضوں کی۔

غرض تجہیز و تکفین کے بعد جو ترکہ بچے اس میں سب سے پہلے میت کے تمام قرضے ادا کرنا فرض ہے چاہے میت نے قرضے ادا کرنے کی وصیت کی ہو یا نہ کی ہو اور چاہے اس کا یہ باقی ماندہ سارا ترکہ قرضوں ہی کی ادائیگی میں ختم ہو جائے۔

اگر قرضوں کی ادائیگی کے بعد کچھ ترکہ بچا تب تو میت کی وصیت میں بھی شرعی قاعدہ کے مطابق خرچ کیا جائے گا اور وارثوں کو بھی ان کے حصے ملیں گے اور اگر کچھ بھی نہ بچا تو نہ وصیت پر عمل کیا جائے گا نہ وارثوں کو کچھ ملے گا، کیونکہ شریعت میں قرضوں کی ادائیگی وصیت اور میراث پر بہر حال مقدم ہے۔ (مفید الوارثین/ ص ۳۶)

آنحضرت ﷺ نے قرض کے متعلق نہایت تاکید اور تنبیہ فرمائی ہے، حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جب (نماز جنازہ کے لئے) ایسا میت لایا جاتا تھا جو مقروض تھا تو دریافت فرماتے کہ کیا اس نے اپنا قرض ادا کرنے کے لئے مال چھوڑا ہے؟ اگر بتایا جاتا ہے کہ اس نے اتنا مال چھوڑا ہے کہ قرض ادا کرنے کے لئے کافی ہے تو اس پر نماز (جنازہ) پڑھتے ورنہ آپ ﷺ صحابہ کرامؓ سے فرما دیتے کہ اس پر تم نماز پڑھو۔
(صحیح مسلم شریف/ ج ۲/ ص ۳۵)

حالانکہ ان لوگوں کا قرض بھی کچھ حد سے زیادہ نہ ہوتا تھا، اور وہ حضرات ضرورت

ہی میں قرض لیتے تھے، پھر بھی آپ ﷺ اس قدر سختی فرماتے۔ اور آج فضول رسموں اور بے جا خرچوں کے واسطے لوگ بڑے بڑے قرضے لے لیتے ہیں، اور بغیر ادا کئے مرجاتے ہیں اور وارث بھی کچھ فکر نہیں کرتے، جبکہ حدیث شریف میں ہے کہ مومن کا جب تک قرض ادا نہ کردیا جائے اس کی روح کو (ثواب یا جنت میں داخلہ سے) روک دیا جاتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ بندوں کے قرضوں اور اللہ کے قرضوں وحقوق میں تین فرق ہیں:

(۱) ایک یہ کہ بندوں کے قرضوں کا ادا کرنا میت کی وصیت پر موقوف نہیں ہے اور اللہ کے حقوق کا ادا کرنا میت کی وصیت پر موقوف ہے وصیت نہ کرے تو ان کا ادا کرنا وارثوں پر لازم نہیں ہے۔

(۲) دوسرا فرق یہ ہے کہ بندوں کا قرض ادا کرنے میں کوئی حد نہیں تھی تجہیز و تکفین کے بعد سارا ترکہ بھی اس میں خرچ ہوجائے تو خرچ کرکے ادا کرنا فرض ہے اور اللہ تعالیٰ کے حقوق کو بندوں کے تمام قرضے ادا کرنے کے بعد جو ترکہ بچے اس کے صرف ایک تہائی میں سے ادا کرنا فرض ہے تہائی سے زیادہ خرچ کرنا وارثوں پر لازم نہیں ہے۔

(۳) تیسرا فرق ظاہر ہے اللہ تعالیٰ کے حقوق کا ادا کرنا اسی صورت میں فرض ہے جب کہ بندوں کے تمام قرضے ادا ہوچکے ہوں۔ تفصیل دیکھئے مفید الوارثین از میاں صاحبؒ۔

ایک شخص نے آکر عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میرے بھائی کا انتقال ہوگیا ہے اور چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑ گیا ہے کیا میں ان پر مال خرچ کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا بھائی قرض کی وجہ سے مقید ہے قرض ادا کرو۔ (مفید الوارثین/ص ۴۰/ بحوالہ مشکوۃ شریف)

ماں اور بچے کی نماز ایک ساتھ؟

سوال:۔ زچگی یعنی حالت وضع حامل میں ایک عورت اور اس کا بچہ دونوں وفات پاگئے، کیا دونوں کی نماز جنازہ ایک ساتھ یا الگ الگ؟

جواب:۔ دونوں کی نماز جنازہ الگ الگ پڑھنا اولیٰ ہے، ایک ساتھ پڑھنی ہو تو امام کے آگے پہلے بچہ (لڑکے) کا پھر اس کی ماں کا جنازہ رکھا جائے یا بچہ کی پائنتی پر ماں کا جنازہ

رکھا جائے یہ بھی جائز ہے۔ دونوں کی ایک ساتھ نماز جنازہ پڑھنے کی صورت میں پہلے بالغ کی دعا اور پھر نابالغ کی دعا پڑھی جائے۔ (فتاویٰ رحیمیہ/ ج ۱/ص ۳۶۰/ بحوالہ طحطاوی/ص ۳۴۵)

مسئلہ:۔ جو عورت زچگی کی تکلیف کے باعث فوت ہوگئی اس کا بچہ پیدا نہیں ہوا، اس کی نماز جنازہ ایک ہی ہوگی جبکہ بچہ ماں کے پیٹ ہی میں مر گیا ہو (بچہ کی الگ سے) نماز جنازہ نہیں ہے۔ (آپ کے مسائل/ ج ۳/ص ۱۵۷)

مسئلہ:۔ اگر کسی عورت کا انتقال حمل کی حالت میں ہو جائے اور اس کے پیٹ میں بچہ زندہ ہو تو عورت کا پیٹ چاک کر کے بچہ نکال لیا جائے پھر اگر زندہ نکلنے کے بعد یہ بچہ بھی مر جائے تو سب بچوں کی طرح اس کا بھی نام رکھا جائے، غسل وکفن دیا جائے اور جنازہ کی نماز پڑھ کر دفن کیا جائے اور اگر حمل میں جان ہی نہ پڑھی ہو یا جان پڑگئی ہو لیکن باہر نکالنے سے پہلے ہی وہ بھی مر گیا ہو تو اب عورت کا پیٹ چاک کر کے بچہ نہ نکالا جائے لیکن اگر نکال لیا تو اس کا وہی حکم ہوگا جو مردہ بچہ پیدا ہونے کا ہے۔ (احکامِ میت/ص ۱۱۵/ بحوالہ ردالمختار/ ج ۱/ص ۸۴۰)

(آج کل نئی ایجادات کے ذریعہ موت وحیات سے متعلق معلومات حاصل ہوسکتی ہیں)۔

مسئلہ:۔ اگر کوئی شخص کسی کا مال نگل کر مر جائے تو وہ مال اس کا پیٹ چاک کر کے نکال لیا جائے۔ (علم الفقہ/ ج ۲/ص ۲۰۷)

مسئلہ:۔ اگر حاملہ عورت مر جائے اور بچہ اس کے پیٹ میں حرکت کرتا ہو تو اس کے پیٹ کو چاک کر کے بچہ کو نکالا جائے، پس جس وقت حمل کو اتنی مدت ہو جائے کہ بچہ پیٹ میں حرکت کرنے لگے اور ماں کے مرنے پر بھی اس میں حرکت واضطراب باقی ہو اس وقت یہ حکم ہے۔ کسی مدت کی قید نہیں ہے بلکہ اگر نواں مہینہ بھی حاملہ کو ہو اور اس کے مرنے پر بچہ پیٹ میں حرکت اور اضطراب کرتا ہوا معلوم نہ ہو تو پیٹ کو چاک نہ کیا جائے گا بلکہ بچہ کے زندہ ہونے اور حرکت کرنے پر ہے نہ کہ کسی مدت پر۔

(فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۳۷۶/ درمختار/ ج ۱/ص ۸۴۰)

(آج کل نئی ایجادات کے ذریعہ موت وحیات سے متعلق معلومات حاصل ہوسکتی ہیں)۔
مسئلہ:۔ اگر بچہ میں ابھی جان نہیں پڑی یا پڑی تھی مگر معلوم ہوتا ہے کہ وہ مرگیا زندہ نہیں اور کوئی حرکت اس میں نہیں ہے تو اس مرنے والی حاملہ کو مع بچہ دفن کردیا جائے۔
(فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۳۹۱/ بحوالہ ردالمختار/ ج ۱/ص ۸۴۰/ صلاۃ الجنائز)
مسئلہ:۔ عورت کے پیٹ سے بچہ کا حصہ نکلا اور وہ مرگئی تو بچہ کو (اگر مرگیا تو بچہ) ماں سے جدا نہ کیا جائے صرف عورت کا غسل اور کفن ونماز پڑھنا کافی ہے۔
(فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۴۶۹)

باغی، ڈاکو، والدین کے قاتل کی نماز جنازہ

سوال:۔ قاتل کو سزا کے طور پر قتل کیا جائے یا پھانسی دی جائے، اس کا نماز جنازہ کی کیا حکم ہے؟ نیز والدین کے قاتل کی نماز جنازہ کے بارے میں کیا حکم ہے؟
جواب:۔ نماز جنازہ ہر گنہگار مسلمان کی ہے، البتہ باغی اور ڈاکو اگر مقابلہ میں مارے جائیں تو ان کا جنازہ نہ پڑھا جائے، نہ ان کو غسل دیا جائے۔ اسی طرح جس شخص نے اپنے ماں باپ میں سے کسی کو قتل کردیا ہو، اس کو قصاصاً (بدلہ میں) قتل کیا جائے تو اس کا جنازہ بھی نہیں پڑھا جائے گا اگر وہ اپنی موت مرتے تو اس کا جنازہ پڑھا جائے گا، تاہم سربرآوردہ لوگ اس کے جنازہ میں شرکت نہ کریں۔ (آپ کے مسائل/ ج ۳/ص ۱۳۲)
مسئلہ:۔ ڈاکو اور باغی وغیرہ کی نماز جنازہ اسلئے جائز نہیں ہے کہ اس سے غرض عبرت اور تنبیہ دوسروں کو کرنی ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۲۰۸/ بحوالہ ردالمختار/ ج ۱/ص ۸۱۳)

خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ

سوال:۔ ایک شخص نے خودکشی کرلی، نماز جنازہ کے وقت اختلاف ہوا کہ نماز جنازہ پڑھیں یا نہ پڑھیں، جو فریق نماز جنازہ میں شامل تھا وہ غیر شامل فریق سے کہتا ہے کہ تم ثواب سے محروم رہے ہو، اور دوسرا فریق پہلے فریق سے کہتا ہے کہ تم نے نماز جنازہ خودکشی کرنے والے

کی پڑھ کر گناہ کیا، شرعی حکم کیا ہے؟

جواب:۔ خودکشی چونکہ بہت بڑا جرم ہے اس لئے فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ مقتدا اور ممتاز افراد اس کے جنازہ کی نماز نہ پڑھیں تا کہ لوگوں کو اس فعل سے نفرت ہو، عوام پڑھ لیں تاہم پڑھنے والوں پر کوئی گناہ نہیں ہوا اور نہ ترک کرنے والوں پر اس لئے دونوں فریقوں کا ایک دوسرے پر طعن والزام قطعاً غلط ہے۔ (آپ کے مسائل/ ج۳/ص۱۳۱)

مسئلہ:۔ خودکشی کرنے والا فاسق ہے کافر نہیں، لہٰذا اس کے لئے دعائے مغفرت وایصال ثواب جائز ہے۔ (احسن الفتاویٰ/ ج۴/ص۱۹۶/ فتاویٰ دارالعلوم/ ج۵/ص۲۸۸/ وردالمختار/ ج۱/ص۸۱۵/ وفتاویٰ رحیمیہ/ ج۱/ص۳۶۷)

مسئلہ:۔ ایک مسلمان نے دوسرے مسلمان کو عمداً قتل کر دیا حکومت نے اس کو پھانسی دے دی، وہ سخت گنہگار ہے لیکن نماز جنازہ ضرور پڑھی جائے۔

(فتاویٰ محمودیہ/ ج۲/ص۳۹۷/ بحوالہ شامی/ ج۱/ص۵۸۴)

نوٹ:۔ (یہاں پر بھی مقتدا حضرات شرکت نہ کریں: محمد رفعت قاسمی)

مسئلہ:۔ خودکشی اگرچہ بہت بڑا گناہ ہے مگر اس کا مرتکب کافر نہیں اس لئے اس پر نماز جنازہ پڑھنا فرض ہے۔ (احسن الفتاویٰ/ ج۴/ص۱۹۶)

حادثہ میں مرنے والے کی نماز جنازہ

مسئلہ:۔ ریل یا موٹر وغیرہ سے گر کر یا ان میں کٹ کر مر جائے یا کسی چیز سے اکسیڈنٹ ہو جائے تو یہ شہادت صغریٰ ہے۔ شہید کے احکام دنیویہ کا جریان اس پر نہ ہوگا۔ لیکن آخرت میں فی الجملہ شہداء میں محسوب ہوگا، انشاء اللہ۔ (احسن الفتاویٰ/ ج۴/ص۲۴۴)

مسئلہ:۔ شہادت کے لئے پہلی شرط اسلام ہے، شیعہ مسلمان نہیں، اس لئے ان کی موت نہ شہادت کبریٰ ہے نہ صغریٰ۔ (احسن الفتاویٰ/ ج۴/ص۲۴۴)

☆☆

بم باری سے شہید ہونے والوں کا حکم

مسئلہ:۔ جنگ میں شہری آبادیوں پر ہوائی حملہ سے شہید ہونے والوں پر شہادت کے دنیوی احکام جاری نہ ہوں گے، انہیں غسل دیا جائے گا۔

(احسن الفتاویٰ/ ج ۴/ص ۲۴۴/ ومراقی الفلاح/ص ۳۱۳ تا ۳۲۶ مصری)

مسئلہ:۔ جو شخص پانی میں ڈوب کر مرے یا ہیضہ وطاعون میں مرے وہ حکمی شہید ہے، اس کو غسل وکفن دینا چاہئے اور شہید فی سبیل اللہ جو کہ حقیقی شہید ہے اس کو حسب شرائط فقہاء غسل وکفن نہیں ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم/ ج ۵/ص ۳۷۴)

مسئلہ:۔ جو مسلمان ظلماً کافروں کے ہاتھ مارا جاتا ہے وہ شہید ہوتا ہے نیز حریق وغریق جلنے اور ڈوبنے والا اور جس پر دیوار وغیرہ گر جائے اور وہ مر جائے یہ سب شہید آخرت ہیں ان کو غسل دینا لازم ہے اور اگر ممکن نہ ہو تو تیمم کرانا چاہئے اور بلا غسل دفن کر دینے کی حالت میں ان کے لئے یہ حکم ہے کہ دفن کر دینے کے بعد دوبارہ نماز جنازہ قبر پر پڑھی جائے کیونکہ جو نماز بلا غسل کے ہوئی وہ نماز معتبر نہیں ہوتی۔

اور دفن کر دینے کے بعد چونکہ غسل متعذر ہو گیا اس لئے غسل ساقط ہو گیا لہٰذا نماز دوبارہ ان کی قبر پر پڑھنی چاہئے مگر یہ حکم میت کے متغیر ہونے سے پہلے ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم/ ج ۵/ص ۳۷۴۔۳۷۶/ ردالمختار باب الشہید/ ج ۱/ص ۸۵۲)

مسئلہ:۔ شہید کامل صرف مقتول فی معرکۃ القتال ہے، کہ وہ شہید دنیا وآخرت ہے، اور باقی شہداء صرف شہید آخرت ہیں، احکام دنیا میں شہید نہیں ہے۔ (امداد الاحکام/ ج ۱/ص ۸۴۱)

مسئلہ:۔ حقیقی شہید کو غسل تو نہیں دیا جاتا لیکن اس کی نماز جنازہ واجب ہے اور ایک شرط یہ ہے کہ میت کا جز وبدن جس کا غسل دینا لازم ہے وہ موجود ہو۔ (کتاب الفقہ/ ج ۱/ص ۸۴۲)

شہید کے اقسام

مسئلہ:۔ حنفیہ کے نزدیک شہید وہ ہے جس کو ظلم سے (ناحق) قتل کیا گیا ہو، خواہ وہ جنگ

میں قتل ہوا یا کسی باغی جنگجو دشمن یا رہزن یا چوروں نے قتل کیا اگر چہ اس کی موت کا سبب براہِ راست وہ نہ ہو۔

مسئلہ:۔ شہید کی تین قسمیں ہیں: (۱)۔ اول شہید کامل یہ ہے کہ جو دنیا و آخرت کا شہید ہو، اور شہید کامل ہونے کی چھ شرطیں ہیں۔ (۱) عقل (۲) بلوغ (۳) اسلام (۴) حدث اصغر و اکبر اور حیض و نفاس سے پاک ہونا اور (۵) یہ کہ سبب ہلاکت کے وارد ہونے کے بعد بغیر کچھ کھائے یا پئے یا سوئے موت آ گئی ہو، نہ اس کا کچھ علاج ہو سکا ہو اور نہ سبب ہلاکت کے وارد ہونے کی جگہ سے اسے زندگی کی حالت میں کسی خیمہ یا اس کے گھر میں منتقل کیا گیا ہو اور نہ نماز کا پورا وقت گزرنے پایا ہو اور (۶) یہ کہ اس کے قتل پر قصاص واجب ہو، اگر چہ کسی سبب سے مثلاً صلح ہو جائے یا کسی اور وجہ سے قصاص کا حکم مرتفع ہو گیا ہو، لیکن اگر قتل ایسا ہو جس کے معاوضہ میں مال واجب ہوتا ہے۔ مثلاً قتل غیر عمد تو وہ کامل درجہ کی شہادت نہ ہوگی، ہاں شہادت کی اس قسم یعنی شہادت کامل میں وہ صورت داخل ہے جب کہ کسی شخص کو اپنے مال یا جان کی حفاظت میں یا مسلمانوں یا ذمی اشخاص کی حفاظت میں قتل کیا گیا ہو۔

ان تمام اقسام کے شہداء کے متعلق یہ مسئلہ ہے کہ ان کو غسل نہ دیا جائے، لیکن خون کے علاوہ کوئی اور نجس لگ جائے تو اسے دھونا چاہئے۔ شہید کو اس کے اپنے لباس میں دفن کر دینا چاہئے البتہ ایسی چیزیں جو کفن کی صلاحیت نہیں رکھتی ان کو اتار دیا جائے، جیسے روئی دار لباس، ٹوپی، جراب ہتھیار اور زرہ بخلاف پائجامہ کہ اس کو نہیں اتارنا چاہئے۔

مسئلہ:۔ شہید کے جنازہ کی نماز پڑھی جائے گی اور اس کو خون آلودہ لباس کے ساتھ ہی دفن کیا گیا جائے۔ شہیدوں کی دوسری قسم وہ ہے جو صرف ''شہید آخرت'' ہے۔ شہید آخرت وہ ہے جو شرائط سابقہ میں سے کوئی پوری نہ کرتا ہو۔ مثلاً ظلم سے قتل کیا گیا ہو، لیکن ناپاکی یا حیض و نفاس کی حالت میں ہو یا موجب ہلاکت امر کے وارد ہونے کے فوراً بعد ہی موت نہ آئی ہو، یا نابالغ یا مجنون ہو یا نادانستہ طور پر قتل ہوا ہو، جس کے قتل پر تاوان واجب ہوتا ہے، ایسے لوگ شہید کامل نہیں ہیں۔ لیکن شہید آخرت ہیں ان کا قیامت میں وہی اجر ہے جس کا وہ شہداء

کے لئے گیا ہے۔ ایسے شہداء کو غسل و کفن دینا اور ان پر دوسری اموات کی طرح نماز جنازہ واجب ہے۔

شہید آخرت کے زمرہ میں وہ بھی ہیں جو ڈوب کر یا جل کر یا غریب الوطنی کی حالت میں یا وبائی امراض یا مرض استسقاء یا پیچش یا نمونیہ یا دم کشی اور سل کے مرض میں یا تپ محرقہ یا بچھو وغیرہ کے کاٹنے سے یا ایسے ہی کسی اور سبب سے وفات پا جائیں۔

طالب علمی کے دوران اور جمعہ کی رات کو مرنے والا بھی ایسا ہی ہے، ایسے شہداء کو غسل دیا جائے اور کفنایا جائے اور ان پر نماز جنازہ بھی پڑھی جائے۔ اگر چہ آخرت میں انہیں شہداء کا ثواب ملے گا۔ تیسری قسم صرف شہید دنیاوی ہے اس سے وہ منافق مراد ہے جو مسلمانوں کی صف میں قتل کیا جائے، اس کو غسل نہ دیا جائے اور اسی کپڑوں میں دفن کیا جائے اور اس کی ظاہری حالت کے پیش نظر اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔

(کتاب الفقہ / ج ۱/ص ۸۵۱/ وعلم الفقہ / ج ۲/ص ۲۰۵)

مسئلہ:۔ اگر شہید کامل ہے تو جو کپڑے پہنے ہوئے ہوں ان کپڑوں کو اس کے جسم سے نہ اتاریں ہاں اگر اس کے کپڑے کفن مسنون سے کم ہوں تو عدد مسنون کے پورا کرنے کے لئے اور کپڑوں کا زیادہ کر دینا جائز ہے۔ اسی طرح اس کے کپڑے کفن مسنون سے زیادہ ہوں زائد کپڑوں کا اتار دینا بھی جائز ہے۔ (علم الفقہ / ج ۲/ص ۲۰۵)

شہید کی نماز جنازہ کیوں جب کہ وہ زندہ ہے؟

سوال:۔ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: "مؤمن اگر اللہ کی راہ میں مارے جائیں تو انہیں مرا ہوا مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں۔ اس حقیقت سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ چونکہ شہید زندہ ہے تو پھر شہید کی نماز جنازہ کیوں پڑھی جاتی ہے؟ نماز جنازہ تو مردوں کی پڑھی جاتی ہے؟

جواب:۔ آپ کے سوال کا جواب آگے اسی آیت میں موجود ہے: "وہ زندہ ہیں مگر تم (ان کی زندگی کا) شعور نہیں رکھتے"۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم نے شہداء کی جس زندگی کو ذکر فرمایا ہے وہ ان کی دنیوی زندگی نہیں بلکہ اور قسم کی زندگی ہے جس کو برزخی زندگی کہا جاتا ہے اور جو ہمارے شعور وادراک سے بالاتر ہے، دنیا کی زندگی مراد نہیں۔ چونکہ وہ حضرات دنیوی زندگی پوری کر کے دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں اس لئے ہم ان کی نماز جنازہ پڑھنے اور تدفین کے مکلف ہیں اور ان کی وراثت تقسیم کی جاتی ہے۔ اور ان کی بیوائیں عدت کے بعد دوسرا نکاح کر سکتی ہیں۔ (آپ کے مسائل / ج ۳/ ص ۱۳۲)

پوسٹ مارٹم والے کی نماز جنازہ

مسئلہ:۔ آج کل حادثات میں ہلاک یا قتل ہونے والوں کا پوسٹ مارٹم کیا جاتا ہے اور جسم کو چیر پھاڑ کر اندرونی حصے دیکھے جاتے ہیں۔ ان میں اکثر صورتیں ایسی ہوتی ہیں جہاں پوسٹ مارٹم شرعی ضرورت کے بغیر کیا جاتا ہے جو جائز نہیں ہے۔ اور اگر کہیں شرعی ضرورت کے تحت ہو یعنی کسی دوسرے زندہ شخص کی جان بچانے کے لئے یا کسی کا مال ضائع ہونے سے بچانے کے لئے پوسٹ مارٹم ناگزیر ہو تو اس میں بھی شرعی احکام مثلاً ستر اور احترام میت وغیرہ کا لحاظ رکھنا ضروری ہے اور فارغ ہونے کے بعد اس کے تمام اعضاء کو دفن کر دینا ضروری ہے۔ (امداد الفتاویٰ / ج ۱/ ص ۵۰۸/ وکفایت المفتی / ج ۴/ ص ۱۸۸/ واحکام میت / ص ۲۳۷)

(پوسٹ مارٹم کی صورت میں میت کے جسم پر ٹانکہ و پٹی وغیرہ بندھی ہوتی ہیں اگر کھولنے میں میت کو نقصان ہو تو یہ نہ کھولا جائے بلکہ اس ہی حالت میں غسل وکفن کر دیا جائے۔ محمد رفعت قاسمی)

مسئلہ:۔ دفن کے بعد قبر کو کھولنا اور میت کو پوسٹ مارٹم کی غرض سے نکالنا جائز نہیں ہے۔ غیر مسلم حکومت میں مسلمانوں کو کوشش کر کے اس قاعدہ کو منسوخ کرانا چاہئے اور جب تک منسوخ نہ ہو اور حکومت یہ کام جبراً کرے تو مسلمان معذور ہوں گے۔

(کفایت المفتی / ج ۴/ ص ۱۸۹)

لاش کے ٹکڑے ملنے پر نماز جنازہ

اگر کسی کی پوری لاش دستیاب نہ ہو جسم کے کچھ حصے دستیاب ہوں تو اس کی چند صورتیں ہیں۔ صرف ہاتھ یا ٹانگ یا سر یا کمر، یا کوئی اور عضو ملے تو اس پر غسل وکفن اور ماز جنازہ کچھ نہیں، بلکہ کسی کپڑے میں لپیٹ کر یونہی دفن کر دیا جائے۔

مسئلہ:۔ جسم کے چند متفرق اعضاء مثلاً صرف دو ٹانگیں یا صرف دو ہاتھ یا صرف ایک ہاتھ اور ایک ٹانگ یا اسی طرح دیگر چند اعضاء ملیں اور یہ متفرق اعضاء مل کر میت کے پورے جسم کے آدھے حصہ سے کم ہوں، میت کا اکثر حصہ غائب ہو تو ان اعضاء پر غسل وکفن اور نماز جنازہ کچھ نہیں یونہی کسی کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے۔

مسئلہ:۔ اور اگر میت کے جسم کا آدھا حصہ بغیر سر کے ملے تو اس کا بھی غسل وکفن اور نماز جنازہ کچھ نہیں، یونہی کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے۔

مسئلہ:۔ اور اگر میت کے جسم کا آدھا حصہ مع سر کے ملے تو اس کو با قاعدہ غسل وکفن اور نماز جنازہ کچھ نہیں، یونہی کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے۔

مسئلہ:۔ اور اگر میت کے جسم کا اکثر حصہ مل جائے اگر چہ بغیر سر کے ملے تو بھی با قاعدہ غسل وکفن دے کر اور جنازہ کی نماز پڑھ کر دفن کیا جائے۔ (احکامِ میت/ص ۱۲۲)

(جس نعش میں مسلمان ہونے کی کوئی علامت نہ ہو تو مسنون طریقہ کی رعایت کئے بغیر اس کو نہلا کر کسی جگہ دفن کر دیا جائے اور اگر کسی قرینہ سے دل گواہی دیتا ہو کہ مسلمان ہے تو نماز پڑھی جائے اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دیا جائے۔ محمد رفعت قاسمی)

مسئلہ:۔ میت کا جسم پھول اور پھٹ جائے پانی وغیرہ میں ڈوب جانے کی وجہ سے تو نماز جنازہ ساقط ہو جاتی ہے۔ (امداد الاحکام/ ج ۱/ص ۸۳۰/ و بحر ج ۲/ ۱۸۲)

جو عضو زندگی میں الگ ہو جائے اس پر نماز جنازہ

کسی زندہ شخص کا کوئی عضو اس کے بدن سے کٹ جائے یا آپریشن کے ذریعہ علیحدہ

کر دیا جائے تو اس کا غسل و کفن اور نماز جنازہ کچھ نہیں ہے، یونہی کسی کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے۔ (احکام میت/۱۲۳)

مسئلہ:۔ جو عضو زندہ انسان سے علیحدہ ہو جائے اس پر نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی اگر کسی مردہ کا سر کے سوا باقی جسم موجود ہے تو اس کی نماز جنازہ پڑھائی جائے گی اور اگر تنہا سر ملے تو تب نماز نہیں پڑھائی جائے گی الغرض قاعدہ ہے کہ نصف سے زائد ملے تو جنازہ کی نماز ہے ورنہ نہیں ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۳۱۵/ بحوالہ ردالمختار/ ج ۱/ص ۸۰۴)

نصف جسم پر نماز جنازہ

اگر کسی آدمی کا صرف سر ملے تو اس کو غسل نہ دیا جائے بلکہ یونہی دفن کر دیا جائے گا اور اگر کسی کا بدن نصف سے زائد ملے تو اس کو غسل دینا ضروری ہے خواہ سر کے ساتھ ملے یا بے سر کے اور اگر نصف سے زیادہ نہ ہو بلکہ نصف ہو اگر سر کے ساتھ ملے تو غسل دیا جائے گا ورنہ نہیں اور اگر نصف سے کم ہو تو غسل نہ دیا جائے گا خواہ سر کے ساتھ ہو یا بے سر کے۔
(علم الفقہ/ ج ۲/ص ۱۸۸)

مسئلہ:۔ جب میت کا جسم آدھا ہو سر کے ساتھ (یعنی سر بھی ہو) تو وہ پورے جسم کے حکم میں ہے، مسنون طریقہ سے تجہیز و تکفین اور تدفین کی جائے اور نماز جنازہ بھی پڑھی جائے اور اگر آدھا جسم بلا سر کے ہو تو ایسی میت کے لئے نہ بطریق مسنون غسل ہے نہ تکفین نہ تدفین اور نہ نماز جنازہ۔ نہلا کر ایک کپڑے میں لپیٹ کر گڑھے میں رکھ دیا جائے اور مٹی ڈال دی جائے، آدھے سے کم جسم ہو تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔
(فتاویٰ رحیمیہ/ ج ۵/ص ۹۴/ بحوالہ شامی/ ج ۱/ص ۸۰۹)

مسئلہ:۔ اگر اکثر حصہ میت کا باقی ہو یعنی نصف سے زیادہ باقی ہو اگر چہ بغیر سر کے باقی ہو تو اس کو غسل دیا جائے اور نماز بھی اس پر پڑھی جائے اور اگر زیادہ حصہ جسم میت کا جل کر خاکستر ہو گیا اور کم حصہ باقی ہے تو غسل و نماز لازم نہیں ہے۔
(فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۳۴۵/ بحوالہ ردالمختار/ ج ۱/ص ۸۰۴۔ باب صلوٰۃ الجنائز)

دفن کے بعد باقی اعضاء ملنے پر نماز جنازہ

مسئلہ:۔ کسی میت کے جسم کا اکثر حصہ ملا اور باقی حصہ نہیں ملا اور اکثر حصہ بدن پر نماز جنازہ پڑھ کر دفن کر دیا، اس کے بعد جسم کا باقی حصہ ملا تو اب اس باقی حصہ پر نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔ بلکہ یونہی کسی کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے۔

(احکامِ میت/ص۱۲۳/ بحوالہ عالمگیری وشامی)

مسئلہ:۔ جنگل وغیرہ میں مردہ کا تمام جسم دستیاب نہیں ہوا صرف سر کی کچھ ہڈیاں ملی ہیں اس صورت میں ان ہڈیوں کے غسل وکفن کی کوئی ضرورت نہیں، پس ان ہڈیوں کو ویسے ہی کسی جگہ (کپڑے میں لپیٹ کر) دفن کر دیا جائے۔

(فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۳۰۴/ بحوالہ ردالمختار/ ج ۱/ص ۸۰۴/ کتاب الصلوٰۃ)

مسئلہ:۔ دریا میں غرق ہو کر ایسی حالت میں لاش برآمد ہوئی کہ جسم کی صرف ہڈیاں باقی ہوں تو ان پر نماز جنازہ پڑھی جائے بلکہ ان ہڈیوں کو ویسے ہی کسی پاک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے۔ (امدادالاحکام/ ج ۱/ص ۸۳۰)

مسئلہ:۔ جو شخص طاعون کی جگہ سے بھاگ جائے اور وہ وہاں پر مر جائے تو اس کی نماز جنازہ پڑھنی چاہئے۔ (فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۲۸۶)

مسئلہ:۔ بدعتیوں کی نماز جنازہ بھی پڑھنی چاہئے کیونکہ وہ بھی کلمہ گو ہیں، کافر نہیں ہیں۔

(فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۳۵۳)

مسئلہ:۔ غیر مسلم کا بچہ جسے مسلمان نے خریدا اس کی نماز جنازہ صحیح نہیں ہے البتہ اگر ماں باپ میں سے کوئی ایک بھی مسلمان ہو جاتا تو اس کے جنازہ کی نماز واجب تھی۔

(فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۳۵۲/ بحوالہ ردالمختار/ ج ۱/ص ۸۳۱)

مسئلہ:۔ گنہگار مسلمان کے جنازہ کی نماز بھی پڑھنی چاہئے اگرچہ وہ زانی وشرابی بے نمازی فاسق ہو۔ (فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۳۵۹)

مسئلہ:۔ نشہ کی چیز کا کھانا پینا حرام ہے ایسے شخص کے ساتھ کھانا پینا نہیں چاہئے لیکن اس کے

مرنے پر اس کی جنازہ کی نماز پڑھیں اور سود خور کی نماز کا بھی یہی حکم ہے یعنی اس کی نماز جنازہ پڑھیں، باقی سود لینا دینا حرام ہے اور ایسے شخص سے علیحدہ رہنا چاہئے۔
(فتاوی دار العلوم/ ج ۵/ص ۱۳۴)

مسئلہ:۔ خاوند کو اپنی بیوی کے جنازہ کی نماز پڑھنا درست ہے، ضرور پڑھنی چاہئے۔
(فتاوی دار العلوم/ ج ۵/ص ۳۱۵)

مسئلہ:۔ جو شخص روزہ کی حالت میں مرجائے اور روزہ افطار نہ کرے، نماز اس شخص کی بھی پڑھنی چاہئے وہ روزہ افطار نہ کرنے کی وجہ سے گنہگار نہیں ہوا بلکہ ایسی صورت میں وہ ماجور ہوتا ہے۔ (فتاوی دار العلوم/ ج ۵/ص ۳۳۶)

مسئلہ:۔ اگر کوئی علامت بچہ میں زندہ پیدا ہونے کی معلوم ہو تو نماز جنازہ پڑھی جائے ورنہ نہیں۔ (فتاوی دار العلوم/ ج ۵/ص ۳۵۹)

مسئلہ:۔ اگر ایسا بچہ مردہ پیدا ہو تو نماز اس کی نہ پڑھی جائے، لیکن کفن دفن کرنا چاہئے (یعنی اگر ناک، کان، ہاتھ، پیر وغیرہ کل جسم ہو تو کفن دفن کرنا چاہئے)۔
(فتاوی دار العلوم/ ج ۵/ص ۳۵۹/ بحوالہ رد المختار/ ج ۱/ص ۸۲۸)

مسئلہ:۔ غیر شادی شدہ کی نماز جنازہ اسی طرح ضروری و فرض ہے جس طرح شادی شدہ کا لیکن نکاح عفت کا محافظ ہے۔

مسئلہ:۔ یہ غلط ہے کہ اگر کوئی شادی نہ کرے اور مرجائے تو اس کی نماز جنازہ جائز نہیں کیونکہ نماز جنازہ کے جائز ہونے کے لئے میت کا مسلمان ہونا شرط ہے، شادی شدہ ہونا شرط نہیں ہے۔ (آپ کے مسائل/ ج ۳/ص ۱۳۰)

غیر مسلم کا مسلمان کے جنازے میں شرکت کرنا

مسئلہ:۔ مسلمانوں کو جوان کے ذمہ فرض ہے غسل میت اور نمازِ جنازہ وغیرہ اس کو پورا کریں پھر اگر کوئی غیر مسلم میت کو ہاتھ لگائے (چہرہ دیکھے) یا استغفار کرے یا اپنے طور پر نماز جنازہ پڑھے، اس سے نہ کسی کو کچھ ضرر نہ کچھ نفع اگر قدرت ہو تو منع کر دیں۔ ورنہ خاموش رہیں۔
(فتاوی دار العلوم/ ج ۵/ص ۲۵۳)

مسئلہ:۔ اگر کسی پیرو بزرگ و مرشد کے جنازہ کے آگے اہل ہنود عقیدت مند باجہ وغیرہ بجائیں اور اہل خانہ کے منع کرنے کے باوجود باز نہ آئیں تو اتباع جنازہ منکرات کی وجہ سے نہ چھوڑا جائے بلکہ منکرات سے منع کیا جائے۔

(فتاویٰ دار العلوم/ ج ۵/ص ۳۰۲/ بحوالہ رد المختار/ ج ۱/ص ۸۱۳)

غیر مسلم کے جنازہ میں شرکت کرنا

سوال:۔ ہمارے یہاں ایک غیر مسلم کے بچہ کا انتقال ہوگیا ایک مسلمان اس کے جنازہ میں شریک ہوا اور اس بچہ کی میت اپنے ہاتھوں میں لے کر چلا تو اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ کیا ایمان و نکاح پر اثر پڑے گا؟

جواب:۔ کسی مصلحت یا ضرورت سے غیر مسلموں سے ملنا جلنا ان کے دکھ درد میں شریک ہونا اور انسانیت کے ناطے ان کا تعاون کرنا خاص کر جب کہ پڑوسی ہوں شرعاً جائز ہے، نیت اچھی اور اصلاح کی ہونی چاہئے، مداہنت کی صورت نہ ہو، البتہ ان کے مذہبی معاملات اور مذہبی رسومات میں شرکت کرنا جائز نہیں ہے، لہٰذا اگر کوئی غیر مسلم بیمار ہوگیا یا اس کے یہاں کسی کا انتقال ہوگیا تو اس کی عیادت اور تعزیت کرنا تو جائز ہے، مگر میت اور جنازہ لے کر چلنا اور ان کے دیگر مذہبی رسومات کی ادائیگی میں شرکت کرنا جائز نہیں، صورت مسئولہ میں اس شخص نے مروت یا لحاظ میں شرکت کی ہوگی لہٰذا وہ شخص اپنے اس فعل (میت اٹھا کر لے جانے) پر صدق دل سے توبہ کرے اور لوگوں کے سامنے اپنی توبہ کا اظہار کرے اور آئندہ اس قسم کی حرکت نہ کرنے کا پختہ عزم کرے، اس شخص کا ایمان اور نکاح باقی ہے اس میں شک وشبہ نہ کیا جائے۔ (فتاویٰ رحیمیہ/ ج ۸/ص ۱۸۰/ بحوالہ رد المختار/ ج ۵/ص ۵۴۱/ کتاب الحظر وامداد الفتاویٰ/ ج ۱/ص ۵۳۱)

مسئلہ:۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب غیر مسلم کے جنازہ پر نظر پڑے تو یہ پڑھنا چاہئے: ''فی نار جهنم خالدين فيها''۔ شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

(اغلاط العوام/ص ۲۱۸)

نماز جنازہ کے لئے قبرستان میں چبوترہ بنانا

مسئلہ:۔ چبوترہ جس زمین پر بنایا گیا ہے اگر وہ زمین قبرستان کی ہے اور دفن اموات کے لئے وقف ہے تو اس کو نماز کے لئے مخصوص کرنا جائز نہیں ہے اس چبوترہ کو توڑ دیا جائے اور زمین کو دفن اموات کے لئے خالی کر دیا جائے، اور اگر چبوترہ کی زمین دفن کے لئے وقف نہیں بلکہ وقف کرنے والے واقف نے نماز جنازہ کے لئے وقف کی ہے تو اس پر نماز جنازہ جائز ہے۔ پنجگانہ نمازوں میں سے کوئی نماز اگر اتفاقاً اس چبوترہ پر پڑھ لی جائے تو کوئی مضائقہ نہیں، مگر پنجگانہ نمازوں کے لئے اس کو مخصوص کر دینا جائز نہیں ہے۔

(کفایت المفتی / ج ۷/ص ۱۴۰)

چبوترہ کے سامنے دیوار نہ ہو تو اس کے آگے قبلہ کی جانب سترہ قائم کر کے نماز پڑھی جاسکتی ہے۔

مسئلہ:۔ اگر محض نماز جنازہ پڑھنے کے لئے اور بارش و دھوپ وغیرہ میں بیٹھنے کے لئے کوئی کمرہ وغیرہ قبرستان میں بنایا جائے (خالی جگہ پر) تو اس میں کچھ حرج نہیں ہے اور اس میں کچھ تشبہ ممنوع نہیں ہے، لیکن قبرستان میں نماز جنازہ کے لئے یہ ضروری ہے کہ سامنے قبریں نہ ہوں، اور بہتر یہ ہے کہ نماز جنازہ دوسری جگہ پڑھیں۔

(فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۳۵۰)

مسئلہ:۔ جہاں پر چاروں طرف قبریں ہوں نماز جنازہ اور فرض نماز پڑھنا ایسی جگہ پر مکروہ ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۳۶۷)

مسئلہ:۔ نماز پڑھنا جنازہ کی مسجد جماعت میں مکروہ ہے۔ اور اگر قبرستان میں مسجد ہو اور اس میں پنج وقتہ نماز نہ ہوتی ہو اور وہ نماز جنازہ کے لئے ہی بنائی گئی ہو تو وہ درحقیقت مسجد کے حکم میں نہیں ہے اس میں نماز جنازہ درست ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۴۴۵/ بحوالہ ردالمختار/ ج ۱/ص ۶۱۵)

مسئلہ:۔ اگر قبرستان میں خالی جگہ ہو اور سامنے قبریں نہ آتی ہوں اور اگر آتی ہوں تو اتنی دور

ہوں کہ نماز کی نگاہ ان پر نہ پڑتی ہو یا درمیان میں کوئی حائل ہوتو نماز جنازہ بلا کراہت جائز ہے۔ کیونکہ قبروں کے درمیان نماز جنازہ پڑھنا ممنوع ہے۔
(فتاویٰ رحیمیہ/ ج۱/ص۳۶۳/ بحوالہ صغریٰ/ص۱۸۱)

جنازہ کو مسجد کے صحن میں رکھنا

سوال:۔ ہمارے یہاں مسجد کی ایک جانب خارج مسجد ایک جگہ نماز جنازہ کے لئے بنائی گئی ہے نماز جنازہ اس میں ہوتی ہے مگر جب جنازہ فرض نماز کے وقت آتا ہے تو اس کو مسجد کے صحن فرض نماز پڑھنے تک رکھتے ہیں تو اس میں کوئی حرج تو نہیں؟

جواب:۔ بلاعذر اور بغیر مجبوری کے جنازہ کو (جماعت خانہ یا صحن یا داخل مسجد) مسجد میں داخل کرنا منع اور مکروہ ہے کیونکہ تلویث مسجد کا ڈر ہے (یعنی میت سے خون اور گندگی وغیرہ نکلنے کا خطرہ ہے)۔ (فتاویٰ رحیمیہ/ ج۵/ص۱۰۵/ بحوالہ شامی/ ج۱/ص۸۲۷/ وفتاویٰ دارالعلوم/ ج۵/ص۳۶۶)

مسجد میں نماز جنازہ اس طرح کہ میت باہر ہو؟

سوال:۔ بعض جگہ دستور ہے کہ مساجد میں قبلہ کی جانب محراب سے باہر جنازہ رکھنے کے لئے چبوترہ بناتے ہیں اور محراب میں اس طرح کھڑکی یا دروازہ رکھتے ہیں امام محرابکے اندر کھڑا ہوکر نماز جنازہ پڑھاتا ہے، کیا اس طرح کوئی کراہت تو نہیں کہ جنازہ باہر اور امام مسجد کے اندر؟

جواب:۔ مسجد میں نماز جنازہ بہر حال مکروہ ہے، خواہ جنازہ مسجد کے اندر ہو یا باہر، البتہ بارش وغیرہ جیسا عذر ہو یا (کوئی) باہر جگہ نہ ہوتو مسجد میں نماز جنازہ جائز ہے۔ ایسی صورت میں اگر جنازہ باہر ہے تو بہتر یہ ہے کہ امام اور چند مقتدی بھی مسجد سے باہر چبوترہ پر کھڑے ہوں، کیونکہ جنازہ من وجہٍ بحکم امام ہے اور صرف امام کا الگ مکان میں کھڑا ہونا مکروہ تنزیہی ہے۔ (احسن الفتاویٰ/ ج۴/ص۲۳۴/ بحوالہ ردالمحتار/ ج۱/ص۸۱۳/ وفتاویٰ دارالعلوم/ ج۵/ص۲۹۶)

مسئلہ:۔ شارع عام میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ ہے لیکن عذر کی وجہ سے بلا کراہت جائز ہے۔
(فتاوی رحیمیہ/ ج۸/ص۱۷۸)

مسئلہ:۔ کسی مجبوری کے بغیر بازار اور راستہ میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ ہے۔
(آپ کے مسائل/ ج۳/ص۱۵۹)

مسئلہ:۔ اگر کوئی عذر نہ ہو بلکہ اتفاقیہ نماز جنازہ مسجد میں پڑھ لی تو نماز جنازہ تو ادا ہو جائے گی اور فرض کفایہ بھی ساقط ہو جائے گا لیکن ثواب حاصل نہ ہوگا۔
(فتاوی دارالعلوم/ ج۵/ص۳۶۷/ بحوالہ ردالمختار/ ج۱/ص۸۲۷)

مسئلہ:۔ میت کا نماز کے علاوہ بھی مسجد میں لانا مکروہ ہے، نیز مسجدوں میں میت پر نماز جنازہ پڑھنا مکروہ ہے اگر چہ میت کو مسجد کے باہر ہی رکھا گیا ہو (بلا عذر مکروہ ہے)۔
(کتاب الفقہ/ ج۱/ص۸۴۴)

مسجد میں اضافہ کر کے اس میں نماز جنازہ؟

مسئلہ:۔ جو حصہ پہلے سے مسجد ہے اس میں جماعت ثانیہ اور نماز جنازہ مکروہ (تنزیہی) ہے اور جس حصہ کا اضافہ مسجد میں بعد میں کیا، اگر مسجد میں اس جگہ کا اضافہ مسجد کی نیت سے کیا گیا ہے تب تو اس پر مسجد کے احکام جاری ہوں گے یعنی وہاں پر ناپاک شخص کا جانا منع ہوگا اور جماعت ثانیہ مکروہ ہوگی۔

اور مسجد کی نیت سے اضافہ نہیں کیا گیا بلکہ اس غرض سے وہ حصہ بڑھا دیا گیا ہے کہ ضرورت کے وقت وہاں پر بچے بیٹھ کر پڑھ لیا کریں یا اگر نمازی زیادہ ہو جائیں تو وہاں بھی کھڑے ہو جایا کریں لیکن وہ حصہ مسجد کا حصہ نہیں ہے تو اس پر مسجد کے احکام جاری نہ ہوں گے وہاں پر ناپاک کا جانا، جماعت ثانیہ اور نماز جنازہ وغیرہ سب درست ہیں۔ اس کی تحقیق کہ اس حصہ کا اضافہ مسجد کی نیت سے کیا گیا ہے یا نہیں۔ واقف اور مسجد کے بانی سے کیا جائے۔ (فتاوی محمودیہ/ ج۲/ص۱۷۴/ بحوالہ کبیری/ ج۱/ص۵۴۵/ و ترمذی شریف/ ج۱/ص۲۰۰)

مسئلہ:۔غصب کی ہوئی زمین میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ ہے۔
(فتاویٰ محمودیہ/ج ۲/ص ۳۷۵/ بحوالہ مراقی/ج ۱/ص ۳۲۷)
مسئلہ:۔نماز جنازہ کی متعین جگہ میں حاضرین کے سمانے کی گنجائش نہ ہو،اور جماعت خانہ کے علاوہ اورکوئی جگہ نہ ہوتوایسی صورت میں بلاکراہت نماز جنازہ جماعت خانہ میں پڑھ سکتے ہیں۔(فتاویٰ رحیمیہ/ج ۸/ص ۱۷۹)

مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا؟

مسئلہ:۔جنازہ کی نماز بغیر کسی عذر کے مسجد میں پڑھنا مکروہ ہے آنحضرت ﷺ کا فرمان کہ:
"من صلی جنازة فی المسجد فلاشیء لهٗ"۔(ابوداؤد شریف/ج ۲/ص ۱۵۳)

نیز بخاری و مسلم شریف وغیرہ میں ہے کہ حضور ﷺ نے نجاشی کی موت کی خبر سنائی اور پھر صحابہؓ کو لے کر مسجد نبوی سے باہر تشریف لائے اور اس کے قریب نماز جنازہ کیلئے جو مخصوص جگہ تھی وہاں پر صف بستہ نماز پڑھائی۔(صحیح بخاری/ج ۱/ص ۱۶۷/ و مسلم/ج ۱/ص ۳۰۹)

اور یہ اس واقعہ کی تخصیص نہیں تھی آپ ﷺ کا دائمی معمول اس میں یہی تھا کہ نماز جنازہ مسجد میں نہیں پڑھتے تھے۔چنانچہ مسلم/ج ۱/ص ۳۱۳/ میں ہے کہ آپ ﷺ کے زمانہ میں جنازے مسجد میں نہیں لائے جاتے تھے بلکہ آپ ﷺ مسجد کے باہر ہی جنازہ پڑھتے تھے،یعنی آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین مسجد میں کسی میت پر نماز جنازہ نہیں پڑھتے تھے بلکہ مسجد سے باہر اس کے لئے مستقل اور علیحدہ جگہ بنوائی گئی تھی اور یہ جگہ مسجد نبویؐ کے متصل جانب مشرق میں تھی۔

ان تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد پانچ نمازوں کے لئے بنائی جاتی ہے اس میں نماز جنازہ بلاعذر پڑھنا کراہت سے خالی نہیں ہے۔اگر مسجد میں نماز جنازہ بلاکراہت جائز ہوتی تو آنحضرت ﷺ اس کے لئے ایک اور مستقل جگہ نہ بنواتے بلکہ مسجد ہی اس کے لئے کافی تھی لیکن ایسا نہیں ہوا بلکہ آپ ﷺ نے ایک اور مستقل جگہ مسجد کی تعمیر ختم ہوتے ہی جنازہ پڑھنے کے لئے بنوائی تھی۔

چنانچہ طبقات ابن سعد میں اس کی تصریح موجود ہے اس کے بعد مزید کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہے۔ (التعلیق الصبیح / ج ۲/ص ۲۳۹/ فتاوی محمودیہ/ ج ۲/ص ۳۸۷)

مسئلہ:۔ حرمین شریفین میں نماز جنازہ سے استدلال اس لئے صحیح نہیں ہے کہ یہ ان کا مسلک ہے، (جو ہم پر حجت نہیں)۔ (احسن الفتاوی/ ج ۴/ص ۱۸۳/ وفتاوی دار العلوم/ ج ۵/ص ۲۹۴)

مسجد میں نمازِ جنازہ کی تین صورتیں اوران کا حکم

مسئلہ:۔ مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کی تین صورتیں ہیں اور حنفیہ کے نزدیک علی الترتیب تینوں مکروہ ہیں ایک یہ ہے کہ جنازہ مسجد میں ہو اور امام ومقتدی بھی مسجد میں ہوں، دوم یہ کہ جنازہ باہر ہو اور امام ومقتدی مسجد میں، سوم یہ کہ جنازہ اور امام اور کچھ مقتدی مسجد سے باہر ہوں اور کچھ مقتدی مسجد کے اندر ہوں۔ اگر کسی صحیح عذر کی وجہ سے مسجد میں نماز جنازہ پڑھی تو جائز ہے۔ (آپ کے مسائل/ ج ۳/ص ۵۸)

مسئلہ:۔ مسجد کے فرش پر (داخل مسجد) نماز جنازہ مکروہ ہے، مسجد سے خارج ہونی چاہئے۔
(فتاوی دار العلوم/ ج ۵/ص ۳۵۷)

ناپاک زمین پرنماز جنازہ

سوال:۔ نماز جنازہ مسجد کے باہر جہاں نجس پڑا رہتا ہے، پڑھائی جاتی ہے، وہ جگہ پاک نہیں رہتی، ایسی جگہ نماز جنازہ پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

جواب:۔ زمین خشک ہونے سے پاک ہو جاتی ہے جیسا کہ مشکوٰۃ شریف کی حدیث میں ہے پس جب کہ زمین خشک ہو اور ظاہراً اس پر کچھ نجاست نہ ہو تو وہاں نماز جنازہ درست ہے، اگر خشک زمین پر کچھ نجاست خشک پڑی ہوئی ہو، تو اس کو علیحدہ کر دینا چاہئے۔
(فتاوی دار العلوم/ ج ۵/ص ۳۲۳/ بحوالہ مشکوٰۃ/ ج ۱/ص ۲۰۱)

مسئلہ:۔ میت اور جنازہ پاک ہو تو جس مقام پر جنازہ رکھا گیا ہے اس کا ناپاک ہونا مضر نہیں، نماز درست ہے، لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے۔
(فتاوی رحیمیہ/ ج ۱/ص ۳۶۰/ واحسن الفتاوی/ ج ۴/ص ۲۰۷/ بحوالہ ردالمحتار/ ج ۱/ص ۸۱۲)

مسئلہ:۔ بان (وغیرہ کی) بنی ہوئی چارپائی جس پر نماز جائز نہیں اس پر میت رکھ کر نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے اور جنازہ اس پر رکھا ہوا ہو تو اس کو آگے رکھ کر نماز جنازہ صحیح ہے، اگر پلنگ (چارپائی) نجس ہو تو اس پر پاک کپڑا بچھا کر مردے کو رکھا جائے۔

(فتاویٰ دار العلوم/ ج۵/ص ۲۹۸)

(پلنگ وتخت وغیرہ پر جنازہ زمین پر رکھ کر اگر نماز جنازہ پڑھی جائے تو جائز ہے اس لئے کہ یہ طریقہ ایسا نہیں ہے کہ سواری پر جنازہ رکھا ہوا ہے یا انسان وغیرہ اٹھائے ہوئے ہیں، یہ جاندار چیز نہیں ہے اور چارپائی پر ہونا حکماً زمین پر ہی ہونا ہے، اور آنحضرت ﷺ کی نماز جنازہ جس وقت پڑھی گئی تھی اس وقت آپ ﷺ کا جسد مبارک سریر پر تھا۔ محمد رفعت قاسمی)

جوتوں پر پاؤں رکھ کر نماز جنازہ؟

سوال:۔ اگر جوتے کا تلا پلید اور اندر کا حصہ پاک ہو تو اسے اتار کر اوپر پاؤں رکھ کر نماز جنازہ پڑھنا کیسا ہے؟

جواب:۔ جائز ہے، ہر ایسی چیز جس پر ایک طرف نجاست لگنے سے دوسری طرف سرایت نہ کرتی ہو اس کی پاک جانب پر نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے، البتہ ایسا جوتا (جس کے نیچے کا حصہ ناپاک ہو) پہن کر عام نماز پڑھنا درست نہیں ہے کیونکہ مصلّٰی یعنی نماز پڑھنے والے کی حرکت سے جانب نجس بھی حرکت کرے گی جو مانع نماز ہے، ہاں اگر نیچے سے تلا بھی پاک ہو تو پہن کر بھی نماز درست ہے۔ (احسن الفتاویٰ/ ج۴/ص ۱۹۲/ بحوالہ عالمگیری/ ج۱/ص ۳۲)

مسئلہ:۔ جوتے اگر پاک ہوں تو ان کو پہن کر نماز جنازہ پڑھنا صحیح ہے اور اگر پاک نہ ہو تو نہ ان کو پہن کر نماز جنازہ پڑھ سکتے ہیں اور نہ ان پر پاؤں رکھ کر نماز جنازہ پڑھنا درست ہے اور اگر اوپر سے پاک ہوں مگر نیچے سے (تلہ) پاک نہ ہوں تو ان پر پاؤں رکھ لیں، زمین خشک یعنی پاک ہو تو ننگے پاؤں کھڑے ہونا صحیح ہے۔

(آپ کے مسائل/ ج۳/ص ۱۶۰/ وعلم الفقہ/ ج۱/ص ۱۹۲)

مسئلہ:۔ اگر جوتا نکال کر زمین پر کھڑے ہوں تو زمین کا پاک ہونا شرط ہے اور زمین خشک

ہو کر پاک ہو جاتی ہے، جبکہ ناپاکی کا اثر باقی نہ رہے۔ (امداد الاحکام/ ج ۱/ص ۸۳۳)

جوتے پہن کر نماز جنازہ؟

مسئلہ:۔ بعض لوگ روزمرہ کے استعمالی جوتے پہن کر یا ان کے اوپر قدم رکھ کر جنازہ کی نماز پڑھ لیتے ہیں، اور یہ نہیں دیکھتے کہ وہ جوتے پاک ہیں یا نہیں؟۔ حالانکہ اگر جوتے پہنے نماز پڑھی جائے تو ضروری ہے کہ زمین اور جوتے کے اندر اور نیچے کی دونوں جانبیں پاک ہوں، ورنہ نماز نہ ہوگی۔

اور اگر جوتوں سے پیر نکال کر اوپر رکھ لئے ہیں تو یہ ضروری ہے کہ جوتوں کا اوپر کا حصہ جو پیر سے متصل (ملا ہوا) ہے پاک ہو۔ اگر چہ نیچے کا ناپاک ہو، اگر اوپر کا حصہ بھی ناپاک ہو تو اس پر نماز درست نہ ہوگی۔ (امداد الاحکام/ ج ۱/ص ۷۴۰)

عیدگاہ میں نمازِ جنازہ پڑھنا

مسئلہ:۔ راجح اور اصح قول کے مطابق عیدگاہ صرف جواز اقتداء بصورت عدم اتصال صفوف کے حق میں مسجد کا حکم رکھتی ہے، لہٰذا عیدگاہ میں نماز جنازہ مسجد کی طرح ممنوع نہیں ہے خواہ (عیدگاہ سے) متصل جگہ ہو یا نہ ہو، اگر کوئی متصل شارع عام ہے، تو اس میں نماز جنازہ مکروہ ہے اسی طرح کسی کی زمین میں بغیر اجازت مالک کے مکروہ ہے البتہ اگر کوئی جگہ نماز جنازہ کے لئے مخصوص ہے تو اس میں پڑھنا بلاخلاف اولیٰ ہے۔ اسی طرح غیر کی زمین مالک کی اجازت کے بعد مکروہ نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ/ ج ۷/ص ۲۴۲)

مسئلہ:۔ عیدگاہ میں جنازہ کی نماز جائز ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۳۰۱/ وفتاویٰ محمودیہ/ ج ۲/ص ۳۷۵/ واحسن الفتاویٰ/ ج ۴/ص ۲۱۶)

قبر والی جگہ مسجد میں شامل کرنا

سوال:۔ مسجد کی قبلہ جہت کے قریب چند بوسیدہ قبریں ہیں اسکی جگہ کو جماعت خانہ میں لینا

چاہتے ہیں تو کیا گنجائش ہے؟ اس میں قبر کی توہین تو نہیں؟ نماز پڑھنے میں خرابی تو نہیں؟
جواب:۔ قبر والی جگہ مسجد کی ملک ہو یا کسی نے مسجد میں دیدی ہو اور قبر بے نشان اتنی بوسیدہ ہو گئی ہو کہ مردے کے گل کر مٹی بن جانے کا یقین ہو تو ایسی جگہ مسجد کے جماعت خانہ میں لی جا سکتی ہے اور وہاں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں، اس میں مردوں کی بے حرمتی بھی نہیں مگر جو قبرستان وقف ہو تو اس کا کوئی حصہ بھی مسجد میں شامل کرنا جائز نہیں ہے۔ ہاں بعض فقہاء نے قبرستان کے بغیر مستعمل اور بے کار ہونے کی صورت میں کہ نہ فی الحال اس میں مردے دفن کئے جاتے ہوں نہ آئندہ اس کی توقع ہو تو ایسے قبرستان کو مسجد میں شامل کرنے کی اجازت دی ہے، لہٰذا اشد ضرورت کے وقت اس پر عمل کرنے کی گنجائش ہے۔
(فتاویٰ رحیمیہ/ ج۱/ص ۳۶۸/ بحوالہ شامی وعمدۃ القاری)

جنازہ کی نماز کو جمعہ تک مؤخر کرنا

سوال:۔ جمعہ کے دن موت ہونے پر وارث میت کو نماز جمعہ کے بعد اس لئے دفن کرتے ہیں کہ نمازِ جمعہ میں زیادہ ثواب ہوگا، کیا یہ درست ہے؟
جواب:۔ میت کو محض اس لئے اتنی دیر تک روکے رکھنا مکروہ ہے، مستحب اور افضل یہ ہے کہ اس کو دفن کرنے میں جلدی کی جائے اگر ایسے وقت انتقال ہوا ہے کہ اس کے دفن کرنے میں جمعہ کے فوت ہونے کا اندیشہ ہے تو نماز جمعہ تک مؤخر کردیں۔
(فتاویٰ محمودیہ/ ج۲/ص ۳۷۳/ بحوالہ طحطاوی/ ۳۳۲/ وفتاویٰ دارالعلوم/ ج۵/ص ۲۶۵)
مسئلہ:۔ یہ رسم خلاف شرع ہے، جنازہ میں اس لئے تاخیر کرنا کہ زیادہ لوگ شریک ہوں مکروہ ہے، جنازہ میں تعجیل یعنی جلدی کرنا اس قدر مؤکد ہے کہ اوقاتِ مکروہہ میں بھی نمازِ جنازہ ادا کرنے کی اجازت دیدی گئی ہے۔ یعنی مکروہ وقت میں جنازہ تیار ہو تو اسی وقت ہی نماز پڑھ لی جائے مکروہ وقت کے گزرنے تک کا بھی انتظار نہ کیا جائے۔ (احسن الفتاویٰ/ ج۴/ ص۲۴۲/ وفتاویٰ دارالعلوم/ ج۵/ص ۳۰۷/ ردالمحتار/ ج۱/ص ۸۳۳)

مسئلہ:۔ میت کی تجہیز وتکفین میں تاخیر بہتر نہیں ہے بلکہ تعجیل مستحب ہے۔
(فتاویٰ دار العلوم/ ج ۵/ص ۳۱۹)

عیدین کے وقت نماز جنازہ

مسئلہ:۔ درمختار/ ج ۱/ص ۷۷۵/ میں لکھا ہے نماز عیدین نماز جنازہ سے پہلے پڑھیں۔ لیکن اگر خطبہ کے بعد پڑھی گئی تب بھی نماز ہوگئی کچھ وہم نہ کریں۔
(فتاویٰ دار العلوم/ ج ۵/ص ۳۶۹)

مسئلہ:۔ نماز جنازہ کو خطبہ عید سے بھی مؤخر کیا جائے اور یہ ہی سہل ہے ورنہ لوگ نماز جنازہ کے بعد خطبہ نہ سنیں گے۔ (امداد الاحکام/ ج ۱/ص ۸۳۳)
مسئلہ:۔ جیسی ضرورت ہو ویسا کر لیا جائے کچھ حرج نہیں ہے۔
(فتاویٰ دار العلوم/ ج ۵/ص ۳۵۹)

نماز جنازہ سنتوں کے بعد یا پہلے

مسئلہ:۔ اس میں اختلاف ہے کہ نماز جنازہ سنتوں کے بعد پڑھی جائے یا پہلے؟ اس زمانہ میں سنتوں کے بعد پڑھنا مناسب ہے۔ اس لئے کہ دین سے غفلت کا غلبہ ہے، فرض کے بعد نماز جنازہ کے لئے لوگ مسجد سے نکلیں گے تو سنت مؤکدہ کے ترک کا خطرہ ہے۔
(احسن الفتاویٰ/ ج ۴/ص ۲۱۸/ وفتاویٰ دار العلوم/ ج ۵/ص ۲۹۶/ وآپ کے مسائل/ ج ۳/ص ۱۵۹)
مسئلہ:۔ پہلے ظہر کی نماز مع سنت کے پڑھ لیں اس کے بعد جنازہ پڑھیں اور یہ حکم ولی اور غیر ولی سب کے لئے برابر ہے لیکن اگر کسی ضرورت سے جنازہ کی نماز پہلے پڑھ لی جائے تب بھی کچھ حرج نہیں ہے۔ مگر بہتر یہ ہی ہے کہ پہلے ظہر کی نماز مع سنتوں کے پڑھ لیں۔
(فتاویٰ دار العلوم/ ج ۵/ص ۳۷۰/ بحوالہ ردالمحتار/ ج ۱/ص ۷۷۵)

☆☆

نمازِ جنازہ کے لئے نفل توڑنا

سوال:۔ نفل نماز پڑھ رہے ہوں اور نماز جنازہ شروع ہوجائے تو نماز جنازہ پڑھنے کے لئے کیا نفل توڑ سکتے ہیں؟

جواب:۔ نمازِ جنازہ نہ ملنے کا خوف ہو تو نماز میں شامل ہونے کی وجہ سے نفل نماز توڑ سکتے ہیں۔ مگر نفل کی قضا کرنا ضروری ہے،(توڑنے کی وجہ سے)۔

(فتاوی رحیمیہ/ ج ۱/ص ۳۶۱/ در مختار/ ج ۱/ص ۶۶۶ مع شامی)

مسئلہ:۔ میت کا پڑوسی ہو یا اس سے قرابت ہو یا میت صالح ہو تو اس کے جنازہ کے ساتھ قبرستان تک جانا نوافل سے افضل ہے۔

(احسن الفتاویٰ/ ج ۴/ص ۲۱۴/ بحوالہ ردالمختار/ ج ۱/ص ۸۴۰)

نماز جنازہ کیا تمام حاضرین پر ضروری ہے

مسئلہ:۔ یہ صحیح ہے کہ نماز جنازہ جملہ حاضرین کو پڑھنی چاہئے کیونکہ یہ نماز بھی فرض ہے یعنی فرض کفایہ کہ بعض کے پڑھنے سے باقی لوگوں پر سے ساقط ہوجاتی ہے لیکن فرض سب پر ہے پس نمازِ جنازہ سبھی حاضرین کو پڑھنی چاہئے اور بدن و کپڑے کا پاک ہونا شرط ہے پس ناپاک کپڑے سے، اور بے وضو نہ پڑھے۔

(فتاوی دارالعلوم/ ج ۵/ص ۳۱۶/ بحوالہ غنیۃ/ ج ۱/ص ۵۳۹)

مسئلہ:۔ نماز جنازہ فرض کفایہ ہے، اگر بعض لوگوں نے نماز جنازہ ادا کرلی تو جو شخص شریک نہیں ہوا وہ گنہگار نہ ہوگا۔ مگر یہ ضرور ہے کہ وہ ثواب سے محروم رہے گا۔

(فتاوی دارالعلوم/ ج ۵/ص ۳۲۹/ وفتاوی محمودیہ/ ج ۷/ص ۳۳۵)

مسئلہ:۔ اگر دوسرے لوگوں نے نماز جنازہ پڑھ لی تو تارک پر کچھ ملامت اور مؤاخذہ نہیں ہے لیکن یہ ضروری ہے کہ محض موزوں کی حفاظت کی وجہ سے کہ موزے گیلی زمین پر پڑنے سے خراب ہوجائیں گے نماز جنازہ سے پہلوتہی کرنا اچھا نہیں ہے۔ آئندہ اس کی احتیاط کی

جائے۔(فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۳۳۹)

جنازہ میں شریک لوگوں کا نماز نہ پڑھنا

مسئلہ:۔ جب کچھ لوگوں نے نماز جنازہ پڑھ لی تو فرض کفایہ ہونے کی وجہ سے سب کے ذمہ سے ساقط ہوگئی لیکن ثواب صرف ان کو ملا کہ جنہوں نے نماز پڑھی نماز پڑھتے وقت باقی لوگوں کا تماش بینوں کی طرح کھڑے رہنا اور نماز میں شریک نہ ہونا انتہائی بے حسی اور بے مروتی ہے حقوقِ میت اور احترام نماز دونوں کے خلاف ہے۔(فتاویٰ محمودیہ/ ج ۲/ص ۳۷۳)

مسافر پر نماز جنازہ

مسئلہ:۔ نماز جنازہ فرض کفایہ ہے اگر میت پر نماز جنازہ پڑی جا چکی ہے تو مسافر کے لئے نماز کا سوال ہی نہیں رہا اور اگر نہیں پڑھی گئی تو بہتر یہ ہے کہ یہ مسافر بھی نماز میں شریک ہوجائے، ہا اگر کچھ اس کو دشواری یا اس کو جانے کی جلدی ہو، اور نماز میں تاخیر ہو تو یہ مسافر نماز جنازہ نہ پڑھنے سے بھی گنہگار نہ ہوگا۔ یہی حال دفن کرنے کا ہے، یعنی اگر اس کو موقع ہو اور گنجائش ہے تو دفن کرنے میں شریک ہوجائے ورنہ گناہ نہیں ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ/ ج ۷/ص ۲۱۹)

تعلیم القرآن کے وقت نماز جنازہ

سوال:۔ اگر کوئی معلم قرآن شریف کو تعلیم دے رہا ہو اور جنازہ کی نماز تیار ہو اور دوسرا معلم وہاں پر جنازہ کی نماز پڑھنے کے لئے موجود ہو تو اب اس معلم کے لئے نماز جنازہ میں جانا بہتر ہے یا تعلیم قرآن؟

جواب:۔ اگر کوئی عذر نہ ہو تو نماز جنازہ میں شریک ہونا چاہئے، اگر کوئی عذر ہو تو تعلیم میں مشغول رہنے میں بھی مضائقہ نہیں ہے۔(فتاویٰ محمودیہ/ ج ۷/ص ۲۲۰)

اوقاتِ مکروہہ میں نمازِ جنازہ

مسئلہ:۔ یہ ہے کہ اگر حضورِ جنازہ جوکہ سبب ہے نماز جنازہ کے واجب ہونے کا عین تین اوقات میں ہوتو حنفیہؒ کے نزدیک نماز کو مؤخر نہیں کرنا چاہئے بلکہ افضل یہ ہے کہ فوراً نماز ادا کرلی جائے، اگر جنازہ اوقات مکروہہ سے پہلے آچکا ہے تو حنفیہؒ کے نزدیک ان اوقات ثلثہ (تین وقتوں) میں ادا کرنا مکروہ ہے۔ وجہ فرق کی یہ ہے کہ پہلی صورت میں وجوب ناقص ہوا اور ادا بھی ناقص ہوگی۔ اور دوسری صورت میں وجوب کاملاً تھا اور ادا ناقصاً ہوئی، اس لئے مکروہ تحریمی ہوئی، بلکہ بعض فقہاء کے نزدیک بالکل صحیح نہیں ہوئی، پس اصل جنازہ میں یہی ہے کہ مؤخر نہ کی جائے جیسا کہ حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے ہاں جس جگہ مانع موجود ہو تاخیر کی جائے گی، جیسا کہ دوسری صورت میں ہم نے ذکر کیا یعنی اس صورت میں جس میں جنازہ مکروہ اوقات سے پہلے حاضر ہوا ہو۔

(فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۳۲۴/ بحوالہ مشکوٰۃ/ص ۶۱/ وص ۹۴)

مسئلہ:۔ حرمین شریفین میں نماز فجر وعصر کے فوراً بعد نماز جنازہ ہوتی ہے اس میں شرکت ضرور کرنی چاہئے کیونکہ فجر وعصر کے بعد نوافل جائز نہیں ان میں دوگانہ طواف بھی شامل ہے مگر نماز جنازہ کی اجازت ہے۔ (آپ کے مسائل/ ج ۳/ص ۱۵۹)

مسئلہ:۔ جنازہ کی نماز عصر ومغرب کے درمیان درست ہے مکروہ نہیں ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۳۳۵/ بحوالہ ردالمختار/ ج ۱/ص ۸۲۶)

مسئلہ:۔ جن وقتوں میں مطلقاً نماز ممنوع ہے، ان اوقات میں نماز جنازہ بھی ممنوع ہے اور اوقات ممنوعہ تین ہیں: (۱) طلوع (۲) غروب (۳) استواء یعنی زوال کے وقت۔ اور اگر جنازہ تیار ہوکر ان اوقات میں آئے تو ممنوع نہیں۔

(فتاویٰ محمودیہ/ ج ۲/ص ۳۶۸/ بحوالہ شامی/ ج ۱/ص ۲۵۰)

مسئلہ:۔ عین استواء کے وقت اگر جنازہ حاضر ہوتو اسی وقت نماز جنازہ مکروہ نہیں ہے، لیکن

استواء (زوال) سے قبل حاضر ہو تو عین استواء کے وقت مکروہ تحریمی ہے۔
(فتاویٰ محمودیہ/ ج ۲/ص ۴۴۷/ بحوالہ ردالمختار/ ج۱/ص ۳۸۸)

مسئلہ:۔ اسی وقت (زوال، طلوع یا غروب آفتاب کے وقت) جنازہ آیا ہو تو پڑھ سکتے ہیں مکروہ نہیں ہے پہلے سے آ گیا ہو تاخیر کر کے ان اوقات میں پڑھنے کی اجازت نہیں، ممنوع ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ/ ج ۲/ص ۱۷۳/ وشامی/ ج۱/ص ۳۴۷)

مسئلہ:۔ رات میں نماز جنازہ پڑھنا درست ہے کوئی کراہت نہیں ہے۔
(فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۳۰۳)

مسئلہ:۔ رات میں دفن کرنا بلاشبہ جائز ہے۔ (احسن الفتاویٰ/ ج ۴/ص ۲۲۲)

نماز جنازہ کی امامت کس کا حق ہے

سوال:۔ ایک مسجد کا امام کہتا ہے کہ نماز جنازہ میرے سوا کوئی نہیں پڑھا سکتا، کیا وہ میت کے ولی پر بھی مقدم ہے، اور یہ دعویٰ اس کا کیسا ہے؟

جواب:۔ کتب فقہ حنفیہ میں امامت نماز جنازہ میں یہ ترتیب لکھی ہے کہ نماز جنازہ کی امامت کے لئے سب سے مقدم (مسلم) بادشاہ ہے اگر موجود ہو، یا اس کا نائب، پھر قاضی، پھر امام مسجد، اور یہ بھی درمختار میں ہے کہ تقدیم امام حی ولی پر استحبابا ہے۔ (یعنی محلّہ کی مسجد کا امام) اگر باوجود امام حی کے ولی نماز پڑھا دے تو یہ بھی درست ہے۔ اور یہ بھی درمختار وشامی میں ہے کہ اگر ولی افضل ہو، امام حی سے تو ولی کی امامت اولیٰ ہے، بہر حال یہ دعویٰ امام مذکور کا جو سوال میں ذکر ہے مطلقاً غلط ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۳۴۰/ بحوالہ الدرالمختار/ ج ۱/ص ۸۴۳۔ باب صلاۃ الجنائز/ ج ۱/ص ۵۳۲)

مسئلہ:۔ محلّہ کا امام اس وقت زیادہ حق دار ہے جب کہ اولیاء میت میں اس سے کوئی افضل نہ ہو، اگر اولیاء میت جنہیں حق ولایت حاصل ہے امام سے افضل ہوں گے تو احق یعنی زیادہ حق دار قرار پائیں گے یا جس کو وہ اجازت دیں امامت کی۔

مسئلہ:۔ جب امام کا انتخاب ''اعـلـمهـم'' تمام محلہ والوں واہل مسجد میں زیادہ جاننے والا اور افضل ہونے کے شرعی اصول کے مطابق عمل میں آیا ہو تو امام مسجد ہی زیادہ حق دار ہے کہ اس سے افضل کوئی نہیں ہے اور اگر امام کا انتخاب قومیت وعصبیت اور سستی یعنی کم تنخواہ کے اصول سے ہوا ہے تو اولیاء میت میں سے جو افضل ہوگا وہ نماز جنازہ پڑھانے کا زیادہ حق دار ہوگا۔ (فتاویٰ رحیمیہ/ ج۱/ ۳۸۲/ بحوالہ بحرالرائق/ ج۲/ص۱۸۰/ ومراقی الفلاح/ ج۱/ص۳۴۳)

مسئلہ:۔ اگر محلہ کے امام نے نماز جنازہ ولی کی اجازت کے بغیر پڑھادی تو اگر امام ولی سے افضل ہے تو اس کو تقدم ہے، اس صورت میں ولی دوبارہ نماز جنازہ نہیں پڑھ سکتا ہے۔

(احسن الفتاویٰ/ ج۴/ص۲۰۷/ وکتاب الفقہ/ ج۱/ص۸۴۴)

مسئلہ:۔ عورت کی نماز جنازہ کا زیادہ حق باپ کو ہے کہ وہ خود پڑھائے یا کسی کو اجازت دے۔

(فتاویٰ دارالعلوم/ ج۵/ص۳۰۲)

مسئلہ:۔ یہ خیال بالکل غلط ہے کہ جب تک سید موجود ہو تو دوسرا شخص نماز جنازہ نہیں پڑھا سکتا، بلکہ سید کی موجودگی میں بھی دوسرا شخص نماز جنازہ پڑھا سکتا ہے۔

(آپ کے مسائل/ ج۳/ص۱۶۱)

جس امام کے پیچھے وقتی نماز نہ پڑھتے ہوں جنازہ میں اس کی امامت

سوال:۔ اگر چند لوگ کسی امام کے پیچھے وقتی نماز نہ پڑھتے ہوں تو ان کی نماز جنازہ امام مذکورہ کے پیچھے ہو جاتی ہے یا نہیں؟

جواب:۔ اس کے پیچھے نماز جنازہ ہو جاتی ہے، لیکن اگر اس امام کے عیوب نقص شرعی کی وجہ سے اس کو امامت سے علیحدہ کر دیا ہے یعنی اس وجہ سے کہ وہ فاسق ہے تو اس کی امامت تمام نمازوں میں مکروہ ہے جنازہ کی نماز میں بھی مکروہ ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم/ ج۵/ص۳۰۲/ بحوالہ ردالمختار/ ج۱/ص۵۲۳)

نمازِ جنازہ کی اجرت جائز ہے یا نہیں

سوال:۔ایک شخص نے تمام عمر نماز روزہ نہیں کیا، اس کے مرنے کے بعد ایک عالم نے بمشکل پیسے لے کر نماز جنازہ پڑھائی، کیا یہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔اس مسلمان بے نمازی کے جنازہ کی نماز پڑھنا فرض تھا، کیونکہ آنحضرت ﷺ کا فرمان ''صلوا علی کل بر و فاجر'' شرح فقہ اکبر/ص ۹۱/ یعنی ہر ایک نیک و بد کی نماز پڑھو۔ اور معاوضہ اور فدیہ لینا نماز جنازہ کا حرام ہے، یہ لینے والے کی جہالت ہے اور طمع دنیاوی نے اس کو اندھا کر دیا ہے کہ جنازہ مسلمان کی نماز پڑھانے پر اجرت لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت فرمائے۔ (فتاویٰ دار العلوم/ ج ۵/ص ۳۲/ بحوالہ در المختار/ ج ۵/ص ۴۶/ کتاب الاجارہ)

مسئلہ:۔مسجد کا امام یا مؤذن جو تنخواہ مسجد سے پاتا ہے اس میں نماز جنازہ پڑھانے کی شرط بھی داخل ہے یا نہیں؟ اگر ہے اور جس وقف سے اس کو تنخواہ دی جاتی ہے اس میں بھی ایسی شرط کرنے کی گنجائش ہو تو یہ ملازمت صحیح ہے پھر یہ شخص اگر اتفاقی طور پر کسی جنازہ کی نماز نہ پڑھائے تو اس کا اثر تنخواہ پر نہ پڑے گا، ہاں اگر یہ عادت کر لے نماز جنازہ نہ پڑھایا کرے تو تنخواہ کا مستحق نہ ہوگا۔ (کفایت المفتی / ج ۷/ص ۱۴۷)

اجرت والی نماز کا حکم

سوال:۔جو نماز جنازہ اجرت پر پڑھائی گئی کیا وہ نماز جنازہ ہوئی یا نہیں؟ اور کیا فرض کفایہ ساقط ہوا یا نہیں؟

جواب:۔نماز جنازہ ادا ہوگئی اور فرضیت بھی ساقط ہوگئی لیکن جنازہ کی نماز پر اجرت لینا معصیت اور حرام ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم/ ج ۵/ص ۳۶۵/ رد المختار/ ج ۱/ص ۸۰۴)

مسئلہ:۔نماز جنازہ کی اس طرح اجرت لینا دینا کہ نماز پڑھائی اور اجرت لے لی ناجائز ہے، ہاں اگر کسی کو نماز جنازہ پڑھانے کے لئے ملازم رکھ لیا جائے اور تنخواہ مقرر کر دی جائے تو مضائقہ نہیں۔ (کفایت المفتی / ج ۷/ص ۱۴۷)

عورت جنازہ کی نماز پڑھا سکتی ہے یا نہیں

مسئلہ:۔ یہ تو ظاہر ہے کہ عورت مردوں کی امام نہیں ہوسکتی، لیکن جنازہ کی نماز کے بارہ میں یہ لکھا ہے کہ اگر عورت مردوں کی امام جنازہ کی نماز میں ہوئی تو اگر چہ امامت اس کی صحیح نہیں ہوئی اور مردوں کی نماز اس کے پیچھے نہیں ہوئی لیکن چونکہ خود اس کی نماز ہوگئی ہے اس لئے فرضیت ساقط ہوگئی کیونکہ جنازہ کی نماز اگر صرف ایک عورت بھی پڑھ لے تو فرض کفایہ ادا ہو جاتا ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم/ ج۵/ص ۲۲۹/ بحوالہ ردالمختار/ ج۱/ص۸۱۲)

مسئلہ:۔ شامی میں فتح القدیر سے منقول ہے کہ تنہا عورتوں کی جماعت جنازہ میں مکروہ نہیں ہے اور نماز جنازہ ادا ہو جاتی ہے بلکہ تنہا ایک عورت بھی نماز جنازہ پڑھا لے تو فرض ساقط ہو جاتا ہے، اور حاضر ہونا عورتوں کا مردوں کی جماعت میں مطلقاً مکروہ ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم/ ج۵/ص ۱۷۵/ بحوالہ ردالمختار/ ج۱/ص ۸۳۷)

مسئلہ:۔ اگر جنازہ کی نماز میں عورت کسی مرد کے ساتھ کھڑی ہوگئی تو مرد کی نماز صحیح ہو جائے گی کیونکہ نماز جنازہ میں عورت کی محاذات مفسد نہیں۔ (احسن الفتاویٰ/ ج۴/ص ۲۱۶)

مسئلہ:۔ جنازہ کی نماز مردوں کو پڑھنا چاہئے، عورتوں کو نہیں، تاہم اگر جماعت کے پیچھے کھڑی ہو جائیں تو نماز ان کی بھی ہو جائے گی۔ (آپ کے مسائل/ ج۳/ص ۱۶۸)

مرد نہ ہوں تو کیا عورتیں نماز جنازہ پڑھیں

سوال:۔ اگر کسی جگہ کوئی مرد ہی نہ ہو تو کیا عورتیں جنازہ کی نماز پڑھ سکتی ہیں؟ اگر ان کی نماز صحیح ہے تو عورت امامت کیسے کرے؟

جواب:۔ عورتیں انفراداً (تنہا تنہا اپنے طور پر) نماز جنازہ پڑھیں، نماز جنازہ میں جماعت واجب نہیں ہے۔ اس لئے بہتر یہی ہے کہ عورتیں جماعت نہ کریں، بلکہ الگ نماز پڑھیں، مگر سب بیک وقت پڑھیں، ایک کی فراغت کے بعد دوسری شروع نہ کرے، اور جماعت بھی بلا کراہت جائز ہے، اس صورت میں امام عورت وسط صف میں کھڑی ہو، مرد کی طرح

صف سے آگے نہ بڑھے۔ (احسن الفتاویٰ/ ج ۴/ص ۲۳۸/ بحوالہ ردالمختار/ ج ۱/ص ۷۲)

آنحضرت ﷺ کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی ہے

مسئلہ:۔ حضور ﷺ پر صحابہ کرامؓ نے نماز جنازہ انفراداً پڑھی، ایک جماعت حجرہ شریفہ میں داخل ہوتی اور انفراداً نماز پڑھتی، جب یہ فارغ ہو کر نکلتی تو دوسری جماعت داخل ہو کر پڑھتی تھی۔ (احسن الفتاویٰ/ ج ۴/ص ۲۱۷/ بحوالہ زرقانی/ ج ۸/ص ۲۹۲)

مسئلہ:۔ آنحضرت ﷺ کی نماز جنازہ کی امامت کس نے نہیں کی تھی انفراداً لوگوں نے پڑھی تھی اور یہ طریقہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے بتایا تھا۔ (فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۳۰۴)

(حضرت عبداللہ بن سعدؓ سے مستدرک حاکم/ ج ۳/ص ۶۰/ پر ایک روایت ہے کہ ایک مرتبہ دوران اضافت مرض الوفات آنحضرت ﷺ نے اپنے تمام افراد خانہ کو حضرت عائشہؓ کے حجرہ مبارکہ میں طلب فرمایا انہیں چند نصائح ارشاد فرمائے۔ آخر میں انہوں نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ وصال کے بعد آپ ﷺ کی نماز جنازہ کون پڑھائے اور کس طرح پڑھی جائے؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب تم لوگ مجھے غسل دے کر اور کفن پہنا کر فارغ ہو جاؤ گے تو تم سب کے سب تھوڑی دیر کے لئے حجرہ عائشہؓ سے باہر نکل جانا، تو سب سے پہلے جبرائیلؑ میری نماز جنازہ پڑھیں گے۔ پھر میکائیلؑ پھر اسرافیلؑ پھر عزرائیلؑ نماز جنازہ (درود وسلام ودعا) پڑھیں گے پھر باقی ماندہ فرشتے۔ اس کے بعد آپ حضرات پہلے مرد پھر عورتیں گروہ در گروہ اندر آکر مجھ پر صلوٰۃ وسلام پڑھنا پھر عام مسلمان مرد عورت''۔

چنانچہ سب سے پہلے اہل بیت حضرات نے صلوٰۃ وسلام پیش کیا پھر مہاجرین صحابہؓ مردوں کے ساتھ حضرت ابو بکر صدیق وعمرؓ نے کھڑے کھڑے درود وسلام وصلوٰۃ پیش فرمایا۔

(البدایہ والنہایہ/ ج ۵/ حاشیہ سنن ابن ماجہ/ محمد رفعت قاسمی)

شافعی امام کے پیچھے نماز جنازہ

سوال:۔ زید حنفی ہے، اس نے نماز جنازہ میں شافعی امام کی اقتداء کی۔ شوافع کے نزدیک

جنازہ میں پانچ تکبیریں ہیں، تو کیا حنفی کو پانچویں تکبیر میں اقتدا کرنی ہوگی؟
جواب:۔ حنفی کی شافعی امام کے پیچھے اقتداء تو صحیح ہے لیکن پانچویں تکبر میں متابعت نہ کرے۔ بلکہ خاموش کھڑا رہے اور امام کے ساتھ سلام پھیر دے۔ (احسن الفتاویٰ/ ج ۴/ص ۲۳۲/ بحوالہ ردالمحتار/ ج ۱/ص ۸۱۸/ فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۲۹۱/ وفتاویٰ رحیمیہ/ ج ۵/ص ۱۰۲)
مسئلہ:۔ نماز جنازہ میں امام نے چار تکبیر کی جگہ پانچ تکبیر کہہ دیں تو نماز ہوگئی۔ (امام حنفی نے)۔ (فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۳۱۸/ بحوالہ ردالمختار/ ج ۱/ص ۸۱۷)
مسئلہ:۔ شوافع کے یہاں نماز جنازہ میں رفع یدین ہے۔ یعنی ہر تکبیر میں ہاتھ اٹھاتے ہیں۔ حنفی کو تکبیرات جنازہ میں شافعی امام کی متابعت کرنا مستحب ہے۔
(احسن الفتاویٰ/ ج ۴/ص ۳۳۳/ بحوالہ ردالمحتار/ ج ۱/ص ۸۱۶)
مسئلہ:۔ شافعی امام کی اقتداء حنفی کو درست ہے لیکن شیعہ امام کی اقتداء درست نہیں ہے۔
(فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۳۶۴)

شوافع مسجد میں نماز جنازہ پڑھائے تو کیا حنفی اتباع کرے

سوال:۔ میت کا ولی شافعی ہے اور امام بھی انہوں نے نماز جنازہ مسجد میں بلا عذر پڑھی تو حنفیوں کو اتباع کرنی چاہئے؟ کیا اس صورت میں حنفی اگر نماز جنازہ نہ پڑھے تو کیا گنہگار ہوگا؟
جواب:۔ جب جماعت میں حنفی بھی ہوں تو اس وقت شافعی حضرات کو ان کی رعایت کر کے خارج مسجد نماز جنازہ کا انتظام کرنا چاہئے، لیکن اگر وہ ایسا نہ کریں تو ایسے موقع پر مجبوراً حنفیہ کو شامل نماز جنازہ ہوجانا چاہئے۔ اور عذر کی وجہ سے امید ہے کہ ان پر مؤاخذہ نہ ہوگا۔ اور جو شخص احتیاطاً شرکت سے پرہیز کرتا ہے اس کے لئے بھی گنجائش ہے۔
(امدادالاحکام/ ج ۱/ص ۸۳۵)

نماز جنازہ پڑھانے والا نہ ملے تو

سوال:۔ بعض دیہات میں نماز جنازہ پڑھانے والا کوئی نہیں ہوتا، انتظار کے باوجود کوئی

نہیں ملتا، مجبوراً خراب ہونے کی وجہ سے میت بغیر نماز کے دفن کردی جاتی ہے۔ تو اس کے متعلق کیا حکم ہے؟

جواب:۔ جنازہ کی نماز فرض کفایہ ہے۔ بعض کے پڑھنے سے سب بریٔ الذمہ ہوجاتے ہیں۔ اگر ایک بھی نہ پڑھے گا تو سب تارک فرض شمار ہوں گے اور میت بڑے خسارے میں رہے گی۔ لہٰذا نماز جنازہ سیکھنا، پڑھنا، پڑھانا ضروری ہے اگر کوئی بھی نماز جنازہ پڑھانے والا نہ ملے تو ایک مرد یا عورت وضو کر کے جنازہ کے سامنے کھڑے ہوکر تکبیر کہہ کر ہاتھ باندھے پھر بقیہ تین تکبیریں کہہ دے (کل چار تکبیریں ہوں گی) تو نماز جنازہ پڑھی ہوئی شمار ہوگی۔ گناہ سے بری ہوجائیں گی۔ (فتاویٰ رحیمیہ / ج ۵/ص ۹۷)

مسئلہ:۔ جہاں پر نماز جنازہ صحیح طور پر ادا کرنا کوئی نہ جانتا ہو وہاں موجود مسلمان جماعت کی شکل میں کھڑے ہوکر چار تکبیریں یکے بعد دیگرے کہیں اور ہر تکبیر کے بعد دعائے مغفرت کر لیں پہلی تکبیر کے بعد ثناء پڑھ لیں دوسری تکبیر کے بعد درود شریف اور تیسری تکبیر کے بعد جو دعا یاد ہو پڑھ لیں اور چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیر دیں۔ (کفایت المفتی / ج ۱/ص ۵۵)

نماز جنازہ بیٹھ کر

سوال:۔ میت کا ولی بیمار و کمزور ہے اگر وہ بیٹھ کر نماز پڑھائے تو کیا حکم ہے؟

جواب:۔ اس صورت میں نماز جنازہ کی نماز صحیح ہوجائے گی، نیز یہ حکم خاص ولی کے لئے نہیں ہے۔ جس کو بھی جنازہ کی نماز پڑھانے کا حق ہے اس کے لئے یہی حکم ہے۔ (یعنی بیٹھ کر بیمار و کمزور نماز جنازہ پڑھا سکتا ہے، اور پڑھ بھی سکتا ہے)۔ (فتاویٰ رحیمیہ / ج ۵/ص ۱۱۷)

مسئلہ:۔ جنازہ کی نماز بیٹھ کر یا سواری کی حالت میں پڑھنا جائز نہیں بشرطیکہ کوئی عذر نہ ہو۔ (علم الفقہ / ج ۳/ص ۱۹۶)

نماز جنازہ پڑھنے والے کے سامنے سے گزرنا

مسئلہ:۔ سامنے سے گزرنے کی ممانعت عام نمازوں کے لئے ہے۔ نماز جنازہ میں جائز ہے

نیز امام کے سامنے جنازہ کا سترہ ہے، اور امام کا سترہ مقتدیوں کو بھی کافی ہے۔
(احسن الفتاویٰ/ ج ۴/ص ۲۲۹)

نماز جنازہ میں نظر کہاں رکھے

مسئلہ:۔اس سے متعلق صریح جزئیہ نظر سے نہیں گزرا، قاعدہ کا مقتضیٰ یہ ہے کہ دوسری نمازوں کی طرح نماز جنازہ میں بھی سجدہ کے مقام پر نظر رکھنا چاہئے۔ نماز کے مختلف ارکان میں نظر کے لئے مختلف مقامات کی تعین سے اصل مقصد خشوع وخضوع پیدا کرنا ہے۔ ایک مقام پر نظر کو مرکوز کرنے سے یکسوئی پیدا ہوتی ہے۔ جو خشوع وخضوع میں معین ہے۔ قیام، رکوع، سجود، اور قعدہ میں سے ہر رکن میں جس مقام پر نظر رکھنا طبعاً سہل تھا بلکہ طبعی حالت کے موافق تھا اس کی تعیین کردی گئی ہے۔ (احسن الفتاویٰ/ ج ۴/ص ۲۳۰)

غائبانہ نماز جنازہ

سوال:۔ غائبانہ نماز جنازہ جائز ہے یا نہیں؟ کیونکہ زید کہتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے نجاشیؓ بادشاہ کی نماز جنازہ غائبانہ ادا فرمائی ہے۔ کیا زید کا قول صحیح ہے؟

جواب:۔ اعلاء السنن/ ج ۸/ ص ۴/۱۷ کی احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ نجاشی اور معاویہ ابن معاویہ مزنیؓ پر رسول اللہ ﷺ نے نماز جنازہ اس طور پر پڑھی کہ دور سے بطور معجزہ ان کے جنازے حضور ﷺ کے سامنے پیش کردیئے گئے تھے اس لئے ان دو واقعات سے غائبانہ نماز جنازہ کی صحت پر استدلال باطل ہے۔

بالفرض یہ معجزہ حدیث سے ثابت نہ ہوتا تو بھی ان واقعات کو معجزہ یا حضور ﷺ کی خصوصیت پر محمول کرنا ضروری ہے اس لئے کہ "وصل علیهم ان صلوتک سکن لهم" کے مطابق آپ ہر صحابی پر نماز جنازہ پڑھنے پر حریص تھے۔ یہاں تک کہ اگر کسی کو حضور ﷺ کی نماز جنازہ کے بغیر دفنا دیا گیا تو آپ ﷺ نے اس پر تنبیہ فرمائی اور اس کی قبر پر تشریف لے جا کر نماز جنازہ پڑھی۔ لہٰذا آپ ﷺ سے دور کئی مقرب صحابہؓ اور قراءؓ جیسے

مخصوصین حضرات پر آپ ﷺ نے نماز جنازہ نہیں پڑھی۔

یہ واضح دلیل ہے کہ غائبانہ جنازہ صحیح نہیں اور نجاشی وغیرہ اور معاویہ مزنیؓ کی نماز جنازہ بطور معجزہ یا بنا بر خصوصیت کے ادا فرمائی ہے۔ (احسن الفتاویٰ/ ج۴/ص۲۰۱/ وکتاب الفقہ/ ج۱/ص۸۴۱/ وفتاویٰ دار العلوم/ ج۵/ص۳۴۶/ بحوالہ رد المختار/ ج۱/ص۸۱۲)

کیا نجاشی کے علاوہ بھی غائبانہ نماز پڑھی گئی؟

نماز جنازہ کے لئے میت کا حاضر ہونا ضروری ہے۔ غائب پر درست نہیں ہے۔ مگر یہ کہ بغیر نماز کے میت کو دفن کر دیا گیا ہو تو قبر پر خاص مدت تک کے اندر نماز جنازہ پڑھی جائے۔ آنحضرت ﷺ نے نجاشیؒ بادشاہ کے جنازہ پر غائبانہ نماز پڑھی ہے۔ یہ روایت معتبر ہے شراح حدیث نے لکھا کہ نجاشی کا جنازہ آپ ﷺ کے سامنے کر دیا تھا وہ غائب نہیں تھا۔ نماز پڑھنے والے صحابہ کرامؓ آپ ﷺ کے تابع تھے۔

علامہ ابن تیمیہؒ نے لکھا ہے کہ اگر میت کو کسی شہر میں بلا نماز جنازہ دفن کر دیا گیا، جیسا کہ نجاشی کا حال تھا، تو دوسرے شہر کے لوگ غائبانہ نماز جنازہ پڑھیں، اگر نماز جنازہ پڑھ کر دفن کیا گیا ہو تو نہ پڑھیں، کیونکہ فرض پہلے نماز کے ذریعہ ادا ہو گیا ہے۔

بہت سے صحابہ کرامؓ نے دور دراز کے مقامات پر وفات پائی جیسے بیر معونہ کا واقعہ پیش آیا اور آپ ﷺ کو وحی کے ذریعہ خبر دی گئی۔ آپ ﷺ کو صدمہ بھی ہوا لیکن آپ ﷺ نے نماز جنازہ نہیں پڑھی۔ آپ ﷺ کے بعد صحابہ کرامؓ کا کسی میت غائب کی نماز جنازہ پڑھنا کہیں ثابت نہیں ہے، اگر یہ عمل سنت متوارثہ ہوتا تو صحابہ کرام کا بھی ضرور اس پر عمل ہوتا۔ (فتاویٰ محمودیہ/ ج۲/ص۳۹۵/ بحوالہ کبریٰ/ص۵۴۱/ وفتاویٰ رحیمیہ/ ج۶/ص۳۷۲)

مسئلہ:۔ حرمین شریفین کے ائمہ امام احمد کے مقلد ہیں اس لئے اپنے مسلک کے مطابق ان کا غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا صحیح ہے۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے۔
(آپ کے مسائل/ ج۳/ص۱۶۷)

مسئلہ:۔ جنازہ کے سامنے موجود ہونا صحت نماز جنازہ کی شرط ہے اگر چہ صرف امام ہی کے

سامنے ہو۔ (شامی/ ج۱/ص۸۱۳)

نماز جنازہ کی امامت کے ضروری مسائل

مسئلہ:۔ سنی عقیدہ رکھنے والوں کی نماز جنازہ قادیانی امام نہیں پڑھ سکتا یہ لوگ مسلمان نہیں ہیں، غیر مسلم مسلمان کا جنازہ نہیں پڑھا سکتا اگر کسی غیر مسلم نے مسلمان کا جنازہ پڑھایا ہوتو دوبارہ جنازہ پڑھنا فرض ہے۔ اور اگر بغیر نماز کے دفن کردیا گیا ہوتو تمام مسلمان گنہگار ہوں گے۔ (آپ کے مسائل/ ج۳/ص۱۶۱)

مسئلہ:۔ جہاں پر نماز جنازہ پڑھانے والا کوئی نہ ہوتو اگر پوری نماز جنازہ آتی ہوتو صرف ایک شخص وضو کر کے جنازہ سامنے رکھ کر چار بار "اللہ اکبر" کہہ دے۔ فرض ادا ہوجائے گا پھر دفن کردیں۔ (امدادالفتاویٰ/ ج۱/ص۷۳۶)

مسئلہ:۔ رافضی اگر غالی ہے کہ رفض اس کا حد کفر کو پہنچا ہوا ہے تو اس کے تنہا نماز جنازہ پڑھنے سے فرض کفایہ ادا نہ ہوگا اور اس کی اقتداء بھی درست نہیں ہوگی اور بچے کی اقتداء بھی کسی نماز میں درست نہیں ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم/ ج۵/ص۳۱۱/ بحوالہ ردالمحتار/ ج۱/ص۵۲۴/ باب الامامت)

مسئلہ:۔ نماز جنازہ میں عورت، خنثیٰ اور بچے یعنی نابالغ کی امامت جائز نہیں ہے۔
(فتاویٰ دارالعلوم/ ج۵/ص۳۵۱)

مسئلہ:۔ طاعون والی جگہ پر نماز جنازہ پڑھانے کے لئے جانا جب کہ اس کے بغیر جائے جنازہ کی نماز نہ ہو، جانا ضروری ہے جب کہ وہ جانتا ہو کہ اگر نہ جائے گا تو نماز نہ ہوگی۔
(فتاویٰ دارالعلوم/ ج۵/ص۳۴۲)

مسئلہ:۔ اگر کوئی نماز جنازہ پڑھانے والا نہ ہو تو سب گنہگار ہوں گے کیونکہ نماز میت کی ضرور ہونی چاہئے۔ کم سے کم ایک آدمی بھی نماز جنازہ پڑھ لے گا تو فرضیت ادا ہوجائے گی ورنہ سب گنہگار ہوں گے۔ (فتاویٰ دارالعلوم/ ج۵/ص۳۰۲/ بحوالہ ردالمحتار۔ باب الاملمۃ/ ج۱/ص۵۲۳)

مسئلہ:۔ اگر میت کا ولی غیر عالم کو امام بنا کر نماز جنازہ پڑھ لے تو راجح اور احوط یہی ہے کہ نماز کا اعادہ نہ کیا جائے اور چونکہ نمازِ جنازہ کا تکرار امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مشروط نہیں ہے۔

اس لئے بھی زیادہ احتیاط اس میں ہی ہے کہ نماز نہ لوٹائی جائے۔
(فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۳۱۰/ بحوالہ ردالمختار/ ج ا/ص ۵۲۶)

مسئلہ:۔ اگر پہلی نماز ولی نے پڑھی یا اس کی اجازت سے دوسرے نے پڑھائی اور ولی شامل جماعت ہوا تو پھر کسی دوسرے کو دوبارہ اس میت پر یا اس کی قبر پر نماز پڑھنا درست نہیں ہے۔ اور اگر ولی نے نماز جنازہ نہیں پڑھی تھی تو اس کو اعادہ کا حق ہے لیکن جو لوگ پہلے نماز پڑھ چکے ہیں وہ شریک نہ ہوں۔ (فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۲۵۸/ بحوالہ ردالمختار/ ج ا/ص ۸۲۶)

مسئلہ:۔ عورت کا ولی اس کا باپ اور اس کا بھائی وغیرہ عصبات ہیں۔ شوہر ولی نہیں ہے۔
(فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۲۷۸)

مسئلہ:۔ جنازہ کے لئے ولی سے اجازت لی جاتی ہے اور چونکہ باپ کے بعد لڑکا سب سے مقدم ہے اور لڑکوں میں سب سے بڑے لڑکے کا حق مقدم ہے اس لئے اس سے اجازت لینا مقصود ہوتا ہے۔ ویسے بغیر اجازت کے بھی نماز جنازہ ادا ہو جاتی ہے۔
(آپ کے مسائل/ ج ۳/ص ۱۶۱)

نماز جنازہ کے فرائض و سنن

مسئلہ:۔ نماز جنازہ میں دو چیزیں فرض ہیں۔ (۱)۔ چار مرتبہ اللہ اکبر کہنا، ہر تکبیر یہاں قائم مقام ایک رکعت کے سمجھی جاتی ہے۔ (۲)۔ قیام یعنی کھڑے ہو کر نماز جنازہ پڑھنا، جس طرح فرض اور واجب نمازوں میں قیام فرض ہے اور بے عذر کے ان کا بیٹھ کر پڑھنا جائز نہیں اسی طرح یہاں بھی قیام فرض ہے اور بے عذر اس کا ترک کرنا جائز نہیں ہے، رکوع، سجدہ، قعدے وغیرہ اس نماز میں نہیں ہیں۔ (علم الفقہ / ج ۲/ص ۲۹۳)

نماز جنازہ میں تین چیزیں مسنون ہیں

(۱)۔ اللہ تعالیٰ کی حمد کرنا۔ (۲)۔ نبی کریم ﷺ پر درود شریف پڑھنا۔ (۳)۔ میت کے لئے دعاء کرنا۔ (علم الفقہ / ج ۲/ص ۲۹۳/ و کتاب الفقہ / ج ا/ص ۸۴۰)

جماعت اس نماز میں شرط نہیں، پس اگر ایک شخص بھی جنازہ کی نماز پڑھ لے تو فرض ادا ہو جائے گا خواہ نماز پڑھنے والا مرد ہو یا عورت، بالغ ہو یا نابالغ، اور اگر کسی نے بھی نہ پڑھی تو سب گنہگار ہوں گے۔ لیکن نماز جنازہ کی جماعت میں جتنے بھی زیادہ لوگ ہوں اتنا ہی بہتر ہے۔ (علم الفقہ / ج ۲/ص ۱۹۵)

نماز جنازہ کے لئے شرائط

مسئلہ:۔ نماز جنازہ فرض کفایہ ہے، منکر اس کا کافر ہے، نماز جنازہ درحقیقت اس میت کے لئے دعا ہے ارحم الراحمین سے۔

مسئلہ:۔ نماز جنازہ کے واجب ہونے کی وہی سب شرطیں ہیں جو عام نمازوں کے لئے ہیں۔ ہاں اس میں ایک شرط اور زیادہ ہے وہ یہ کہ اس شخص کی موت کا علم ہو۔ جس کو یہ خبر نہ ہوگی وہ معذور ہے نماز جنازہ اس پر ضروری نہیں ہے۔ (ردالمختار)

نماز جنازہ کے صحیح ہونے کے لئے دو قسم کی شرطیں ہیں ایک وہ جو نماز پڑھنے والوں سے تعلق رکھتی ہیں، وہ وہی ہیں جو اور نمازوں کے لئے ہیں: مثلاً (۱) طہارت (۲) ستر عورت (ناف سے گھٹنے تک حصہ چھپا رہے)۔ (۳) استقبال قبلہ۔ (۴) نیت: ہاں وقت اس کے لئے شرط نہیں ہے۔

دوسری قسم کی وہ شرطیں ہیں جن کا میت سے تعلق ہے۔

(۱) میت کا مسلمان ہونا، کافر اور مرتد کی نماز صحیح نہیں مسلمان اگر چہ فاسق یا بدعتی ہو اس کی نماز صحیح ہے۔

(۲) میت کا بدن اور کفن نجاست حقیقیہ اور حکمیہ سے طاہر ہونا، ہاں اگر نجاست حقیقیہ اس کے بدن سے خارج ہوئی ہو اور اس سبب سے اس کا بدن بالکل نجس ہو جائے تو کچھ مضائقہ نہیں نماز درست ہے۔ (ردالمختار)

مسئلہ:۔ اگر کوئی میت نجاست حکمیہ سے طاہر نہ ہو، یعنی اس کو غسل نہ دیا گیا ہو یا در صورت ناممکن ہونے غسل کے تیمم نہ کرایا گیا ہو، اس کی نماز درست نہیں ہاں اگر اس کا پاک کرنا ممکن

نہ ہو مثلاً بے غسل یا تیمم نہ کرایا گیا ہو، اس کی نماز درست نہیں ہاں اگر اس کا پاک کرنا ممکن نہ ہو مثلاً بے غسل یا تیمم کرائے ہوئے دفن کر چکے ہوں اور قبر پر مٹی بھی پڑھ چکی ہو تو پھر اس کی نماز اس کی قبر پر اسی حالت میں پڑھنا جائز ہے۔

مسئلہ:۔ اگر کسی میت پر بے غسل یا بے تیمم کے نماز پڑھی گئی ہو اور وہ دفن کر دیا گیا ہو اور دفن کرنے کے بعد خیال آئے کہ اس کو غسل نہیں دیا گیا تھا تو اس کی نماز دوبارہ اس کی قبر پر پڑھی جائے، اس لئے کہ پہلی نماز صحیح نہیں ہوئی ہاں اب چونکہ غسل ممکن نہیں لہٰذا نماز ہو جائے گی۔

(۳) میت کے جسم کا پوشیدہ ہونا اگر میت بالکل برہنہ ہو تو اس کی نماز درست نہیں ہے۔

(۴) میت کا نماز پڑھنے والے کے آگے ہونا، اگر میت نماز پڑھنے والے کے پیچھے ہو تو نماز نہ ہوگی۔

(۵) میت کا یا جس چیز پر میت ہو اس کا زمین پر رکھا ہوا ہونا، اگر میت کو لوگ اپنے ہاتھوں پر اٹھائے ہوئے ہوں یا کسی گاڑی یا جانور پر میت ہو اور اسی حالت میں اس کی نماز پڑھی جائے تو نماز صحیح نہ ہوگی۔

(۶) میت کا وہاں پر موجود ہونا اگر میت وہاں نہ ہو تو نماز صحیح نہ ہوگی۔

(۷) میت جس جگہ رکھی ہو اس جگہ کا پاک ہونا شرط نہیں ہے۔

(علم الفقہ / ج ۲ / ص ۱۹۳ / و کتاب الفقہ / ج ۱ / ص ۸۱۰)

(۸) نماز جنازہ میں جماعت شرط نہیں ہے اگر ایک شخص بھی جنازہ کی نماز پڑھ لے تو فرض ادا ہو جائے گا، خواہ وہ عورت ہو یا مرد ہو بالغ ہو یا نابالغ، ہاں یہاں جماعت کی زیادہ ضرورت ہے اس لئے کہ یہ دعا ہے میت کے لئے اور چند مسلمانوں کا جمع ہو کر بارگاہ الٰہی میں کسی چیز کے لئے دعا کرنا ایک عجیب خاصیت رکھتا ہے نزول رحمت اور قبولیت کے لئے۔

(علم الفقہ / ج ۲ / ص ۲۹۴ / و کتاب الفقہ / ج ۱ / ص ۸۴۰)

نماز جنازہ میں صفوف کا طریقہ

مسئلہ:۔ نماز جنازہ کی صفوف کے درمیان میں زیادہ فاصلہ چھوڑنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ

قریب قریب صفوف کر لینی چاہئیں۔ (اس میں سجدہ وغیرہ کی ضرورت نہیں ہوتی ہے کہ زیادہ فاصلہ کی ضرورت پڑے)۔ (فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۳۴۶)

نیز درمیان میں فاصلہ چھوڑنا مکروہ ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۲۹۹/ بحوالہ ردالمختار/ ج ۱/ص ۵۳۱)

مسئلہ:۔ یہ جو مشہور ہے کہ جنازہ کی نماز میں صف بندی کرتے وقت صفوف کے درمیان ایک سجدہ کی جگہ چھوڑنی چاہئے یہ غلط ہے اس کی کچھ اصل نہیں ہے اور اس کی کچھ ضرورت نہیں۔ (جب اس میں سجدہ نہیں ہے تو پھر درمیان میں جگہ چھوڑنے کی کیا ضرورت ہے؟)۔

(فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۲۸۹)

مسئلہ:۔ جنازہ کی نماز میں مستحب ہے کہ حاضرین کی (اگر افراد کم ہوں تو) تین صفیں کر دی جائیں یہاں تک کہ اگر صرف سات افراد ہوں تو ایک آدمی ان میں سے امام بنا دیا جائے اور پہلی صف میں آدمی کھڑے ہوں اور دوسری میں دو اور تیسری میں ایک۔

(علم الفقہ/ ج ۲/ص ۱۹۵/ بحوالہ ردالمختار و کتاب الفقہ/ ج ۱/ص ۸۴۲)

(اس کے مستحب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ صحیح حدیث میں نبی کریم ﷺ سے منقول ہے کہ جس میت پر تین صفیں نماز پڑھ لیں وہ بخش دیا جاتا ہے۔ (ابوداؤد شریف)

کیونکہ جنازہ کی نماز میں جتنے زیادہ افراد ہوں اتنا ہی بہتر ہے، اس لئے کہ یہ دعا ہے میت کے لئے اور چند مسلمانوں کا جمع ہو کر اللہ تعالیٰ کے دربار میں کسی چیز کے لئے دعاء کرنا ایک عجیب خاصیت رکھتا ہے نزول رحمت اور قبولیت کے لئے۔ لیکن نماز جنازہ میں اس غرض سے تاخیر کرنا کہ جماعت زیادہ ہو جائے مکروہ ہے۔ (محمد رفعت قاسمی)

''حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جس میت پر مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت نماز پڑھے جن کی تعداد سو تک پہنچ جائے وہ سب اللہ کے حضور میں اس میت کے لئے سفارشیں کریں، یعنی مغفرت و رحمت کی دعا کریں تو ان کی دعا و سفارش ضرور ہی قبول ہوگی''۔ (معارف الحدیث/ ج ۳/ص ۴۸۰)

مالک بن ہبیرہؓ کا یہ دستور تھا کہ جب وہ نماز پڑھنے والوں کی تعداد کم محسوس کرتے تو اسی حدیث کی وجہ سے ان لوگوں کو تین صفوں میں تقسیم کر دیتے تھے۔

(احکامِ میت/ص ۸۲)

نماز جنازہ کی نیت

سوال:۔ امام نماز جنازہ میں مقتدی کی نیت کرے یا نہیں؟ نیت کے لئے زبان سے پڑھنا ضروری ہے یا نہیں؟ اور اگر کسی کو معلوم نہ ہو کہ جنازہ مرد کا ہے یا عورت کا تو اس صورت میں نیت کس طرح کرے؟

جواب:۔ امام کو مقتدی کی نیت کرنا ضروری نہیں، نہ اس نیت کو زبان سے کہنا ضروری ہے بلکہ نیت عزم قلب کا اعتبار ہے اور زبان سے کہنا مستحب ہے اور جنازہ کے مشتبہ ہونے کی صورت میں (کہ مرد کا ہے یا عورت کا) یہ نہ کرے کہ جس میت پر امام نماز پڑھتا ہے میں بھی امام کے ساتھ اس میت پر پڑھتا ہوں، اگر تعین نہ کی بلکہ مطلقاً نماز جنازہ کی نیت کی تب بھی درست ہے۔ (فتاویٰ مـ یہ/ ج ۲/ص ۸۹/ بحوالہ تنویر/ص ۴۳۱/ و کتاب الفقہ/ ج ۱/ص ۸۳۴)

بعد میں شریک ہونے والا نیت کیسے کرے؟

سوال:۔ نماز جنازہ کھڑی ہو چکی ہے ایک شخص بعد میں پہنچتا ہے اور نماز جنازہ میں شامل ہو جاتا ہے ابھی اس کو یہ معلوم نہیں کہ جنازہ کس کا ہے؟ آیا کہ میت مرد ہے یا عورت یا بچہ کون ہے؟ ایسی صورت میں وہ کیا نیت کرے اور کیا پڑھے؟

جواب:۔ مرد و عورت کے لئے نماز جنازہ کی دعا ایک ہی ہے البتہ بچے و بچی کے لئے دعا کے الفاظ الگ ہیں۔ تاہم بچے کے جنازہ میں بھی اگر بالغ مرد و عورت والی دعا پڑھ لی جائے تو صحیح ہے اس لئے بعد میں شریک ہونے والوں کو اگر علم نہ ہو تو وہ مطلق نماز جنازہ کی نیت کر لیں اور بالغوں والی دعا پڑھ لیا کریں۔ (آپ کے مسائل/ ج ۳/ص ۱۶۳)

مسئلہ:۔ بچے کی نماز جنازہ میں جب کہ بعد میں شریک ہونے والے کو یہ نہ معلوم ہو کہ میت

لڑکا ہے یا لڑکی تو: ''اَللّٰھُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرَطاً '' بضمیر مذکر پڑھے کیونکہ مؤنث کی طرف بھی بتاویل شخص راجع ہوسکتی ہے اور بضمیر مؤنث پڑھنا بھی درست ہے بتاویل نفس (یعنی دونوں پڑھ سکتا ہے)۔ (فتاویٰ دارالعلوم/ ج۵/ص۳۵۰/ بحوالہ ہدایۃ/ ج۱/ص۱۶۳)

بعد میں شریک ہونے والا نماز کیسے پوری کرے؟

سوال:۔ اگر کوئی شخص نماز جنازہ میں دیر سے پہنچا تو فوت شدہ تکبیریں کیسے ادا کرے؟

جواب:۔ مقتدی کو چاہئے کہ جس وقت بھی نماز جنازہ میں پہنچے تکبیر کہہ کر امام کے ساتھ شریک ہوجائے اگرچہ امام چوتھی تکبیر بھی کہہ چکا ہو مگر سلام نہ پھرا ہو۔ باقی تکبیریں امام کے فارغ ہونے کے بعد کہے۔ اگر شریک ہوتے وقت یہ علم ہو کہ یہ کونسی تکبیر ہے تو وہی دعا پڑھے جو امام پڑھ رہا ہو اور فوت شدہ تکبیروں میں باقی دعائیں بالترتیب پڑھے۔

اگر یہ علم نہ ہو کہ امام کس تکبیر میں ہے تو پہلی تکبیر والی دعا یعنی ثناء پڑھے اس کے بعد اسی ترتیب سے پڑھتا جائے۔ فوت شدہ تکبیروں میں دعا پڑھنے سے اگر جنازہ اٹھ جانے کا خوف ہو تو دعائیں نہ پڑھے، فقط تکبیریں کہہ لے، اگر جنازہ اٹھالیا گیا مگر تا حال زمین سے قریب ہے تو تکبیر کہہ لے، اور اٹھانے والوں کے کندھوں کے قریب جنازہ پہنچ چکا ہے تو تکبیر نہ کہے نماز صحیح نہ ہوگی۔ (احسن الفتاویٰ/ ج۴/ص۱۹۱/ وآپ کے مسائل/ ج۳/ص۱۶۵)

مسئلہ:۔ جو شخص نماز جنازہ میں بعد میں آکر شامل ہوا اور وہ امام کے فارغ ہونے کے بعد صرف تکبیرات کہہ کر سلام پھیر دے، دعا نہ پڑھے، اگر جنازہ کے اٹھ جانے کا اندیشہ ہے جیسا کہ اکثر ہوتا ہے، یعنی دعا نہ پڑھے۔

(فتاویٰ دارالعلوم/ ج۵/ص۳۰۷/ بحوالہ ردالمحتار/ ج۱/ص۸۲۰/ وعلم الفقہ/ ج۲/ص۱۱۷)

نماز جنازہ میں کم یا زائد تکبیر کا حکم

مسئلہ:۔ نماز جنازہ میں اگر امام چار تکبیروں سے زیادہ کہے تو مقتدی مزید تکبیروں میں امام کی پیروی نہ کرے، بلکہ سلام پھیرنے کا انتظار کرے، ایسی صورت میں سب کی نماز صحیح ہوجائے

گی، اگر چار تکبیر سے کم تکبیریں کہیں تو سب کی نماز باطل ہو جائے گی بشرطیکہ ارادۃً کم کہی گئی ہوں اگر تکبیر سہواً رہ گئی ہے تو اس کا وہی حکم ہے جو پوری ایک ایک رکعت کے رہ جانے کا ہے لیکن اس کا سجدہ سہو نہیں ہے۔ (کتاب الفقہ / ج۱/ص ۲۲۳/ وعلم الفقہ / ج۱/ص ۲۰۷)

مسئلہ:۔ کسی نے نماز جنازہ کے اندر چوتھی تکبیر کو بھولنے سے نہیں کہا اور ایک طرف سلام بھی پھیر دیا بعد میں یاد آیا تو اب چوتھی تکبیر کہہ لے اور پھر سلام پھیر دے۔
(فتاویٰ محمودیہ/ ج ۷/ص ۲۲۳/ وفتاویٰ رحیمیہ/ ج۱/ص ۳۶۱)

مسئلہ:۔ تین تکبیر پر نماز جنازہ ختم کرنے سے نماز فاسد ہو جائے گی اور پانچ تکبیر پر ختم کرنے سے فاسد نہیں ہوتی۔ (فتاویٰ محمودیہ/ ج ۲/ص ۳۶۷/ بحوالہ طحطاوی/ ج ۳۲۲)

نماز جنازہ کے لئے تیمّم کرنا

مسئلہ:۔ نماز جنازہ کے لئے تیمّم کرنا نماز جنازہ نہ ملنے کے خوف سے جائز ہے، مثلاً نماز جنازہ ہو رہی ہو اور وضو کرنے میں یہ اندیشہ ہو کہ نماز ختم ہو جائے گی تو تیمّم کر کے پڑھ لینا چاہئے۔ اگرچہ پانی موجود ہو بخلاف اور نمازوں کے کہ ان میں اگر وقت چلے جانے کا خوف ہو تب بھی پانی پر قدرت کی صورت میں تیمّم جائز نہیں ہے۔ (علم الفقہ / ج ۲/ص ۱۹۲)

بغیر وضو کے نماز جنازہ

مسئلہ:۔ یہ غلط ہے کہ نماز جنازہ بلا وضو جائز ہے، بلا وضو یا بلا تیمّم کے نماز جنازہ پڑھنا گناہ کبیرہ ہے، البتہ اگر امام کھڑا ہو جائے اور کوئی شخص ایسے وقت میں آئے کہ وضو کرے گا تو تکبیرات فوت ہو جائیں گے تو اس کو تیمم کر کے شریک ہو جانا درست ہے۔
(فتاویٰ دار العلوم/ ج ۵/ص ۳۲۷/ بحوالہ رد المختار/ ج۱/ص ۲۲۳/ باب التیمم)

مسئلہ:۔ اگر یہ اندیشہ ہو کہ اگر وضو کرنے لگا تو نماز جنازہ فوت ہو جائے گی تو ایسی صورت میں تیمّم کر کے نماز جنازہ میں شریک ہو جائے لیکن یہ تیمّم صرف نماز جنازہ کے لئے ہو گا۔ دوسری نمازیں اس تیمّم سے پڑھنا جائز نہیں، بلکہ وضو کرنا ضروری ہو گا۔
(آپ کے مسائل/ ج ۳/ص ۳۷۱)

مسئلہ:۔نماز جنازہ کے لئے وضو کر کے اس سے ظہر وعصر وغیرہ پڑھنا درست ہے۔
(فتاویٰ محمودیہ/ ج ۲/ص ۳۷۴/ فتاویٰ رحیمیہ/ ج ۱/ص ۳۷۱)

متعدد جنازوں کی نماز ایک ساتھ

مسئلہ:۔اگر چند جنازوں کی نماز ایک ساتھ پڑھنا چاہیں تب بھی جائز ہے پھر تین صورتوں میں سے جس کو چاہیں اختیار کریں۔

پہلی یہ صورت کہ ان کی ایک صف بنائی جائے اس طور سے کہ ایک کے پاؤں دوسرے کے سر سے متصل ہوں، دوسری صورت یہ کہ ایک میت کو دوسری کے پہلو میں یوں رکھا جائے کہ دوسرے کا سر پہلے کے کندھے کے برابر ہو اور تیسرے کا سر دوسری کے کندھے کے برابر، اس سے زینہ کی سی شکل بن جائے گی۔

تیسری صورت یہ کہ ان کو آگے پیچھے رکھے کہ سب کا سینہ امام کے مقابل رہے۔
آخر کی دو صورتوں میں ترتیب یوں ہونی چاہئے کہ امام کے قریب مرد رہے اس کے پہلو میں نابالغ لڑکا اس کے پیچھے خنثیٰ اس کے پیچھے بالغ عورت اس کے پیچھے نابالغ لڑکی ہو۔
پہلی صورت میں چونکہ جب ایک صف میں ہوں گے اس لئے امام کو افضل کے قریب کھڑا ہونا چاہئے۔(امداد الفتاویٰ/ ج ۱/ص ۲۶۷/ بحوالہ ردالمختار/ ج ۱/ص ۸۲/ فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۳۲۸/ احسن الفتاویٰ/ ج ۴/ص ۲۰۸/ کفایت المفتی / ج ۴/ص ۷۵۰)

مسئلہ:۔اگر چند جنازہ (خدانہ کرے کہ) جمع ہو جائیں تو ان جنازوں کی ایک ہی نماز پڑھی جائے گی اس میں کوئی حرج نہیں ہے، سب جنازوں کی نماز ادا ہو جائے گی، اور جنازہ کی دعا "اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ لِحَیِّنَا" الخ۔ میں مرد عورت، چھوٹے بڑے سب شامل ہو جاتے ہیں، البتہ ایسی صورت میں بہتر اور افضل یہ ہے کہ ہر ایک نماز جنازہ الگ الگ پڑھی جائے اور جو میت افضل ہو اس کی نماز پہلے پھر اس سے کم افضل کی اور پھر اس سے کم افضل کی۔

مسئلہ:۔اگر سب جنازوں کی نماز ایک ساتھ پڑھی جائے تو سب کی نیت کی جائے اور بہتر طریقہ یہ ہے کہ سب جنازے امام کے سامنے یکے بعد دیگرے اس طرح رکھے جائیں کہ

امام تمام جنازوں کے سینوں کے مقابل ہو، اول مرد کا جنازہ اس کے بعد نابالغ بچہ کا اس کے بعد عورت کا اور اس کے بعد نابالغ بچی کا جنازہ، اگر مختلف جنازوں میں خنثیٰ کا جنازہ بھی ہو تو عورت کے جنازہ سے پہلے اس کا جنازہ رکھا جائے پھر عورت کا اور امام سب سے افضل کے پاس کھڑا ہو۔ (فتاویٰ رحیمیہ/ ج۵/ص۹۸/ بحوالہ نور الایضاح/ص۱۲۷)

مسئلہ:۔ کثرت اموات وباء عام پر جواز عمل کرنے میں یعنی ایک مرتب سب جنازوں کی نماز پڑھنے میں کچھ حرج نہیں ہے۔ (امداد الاحکام/ ج۱/ص۸۲۸/ فتاویٰ رحیمیہ/ ج۵/ ص۱۰۰/ وعلم الفقہ/ ج۲/ص۱۹۶/ وفتاویٰ دار العلوم/ ج۵/ص۳۲۸)

اجتماعی نماز جنازہ میں کونسی دعاء پڑھی جائے؟

سوال:۔ حرمین شریفین میں بچے اور بڑوں کی نماز جنازہ ایک ہی ساتھ پڑھی جاتی ہے اس صورت میں کونسی دعا پڑھی جائے؟

جواب:۔ اجتماعی نماز جنازہ میں وہی دعا پڑھیں گے جو بڑوں کی نماز جنازہ میں پڑھتے ہیں، اس میں بچے کے لئے بھی دعا شامل ہو جائے گی۔ (آپ کے مسائل/ ج۳/ص۱۶۳)

مسئلہ:۔ بالغین مرد و عورت کی دعا میں کوئی فرق نہیں ہے ایک سی ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم/ ج۵/ص۳۴۳/ غنیہ/ ج۱/ص۵۳۹)

ایک میت کی نماز جنازہ کئی مرتبہ؟

سوال:۔ ایک میت کے جنازہ کی نماز دو تین مرتبہ پڑھنا کیسا ہے؟

جواب:۔ اگر نماز جنازہ اس جنازہ کی اس شخص نے پڑھائی ہے جس کا حق ہے تو پھر کوئی دوسرا شخص دوبارہ نہیں پڑھا سکتا ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم/ ج۵/ص۳۱۳/ بحوالہ رد المختار/ ج۱/ص۸۲۶)

مسئلہ:۔ اگر میت کے ولی نے نماز جنازہ پڑھ لی ہو تو جنازہ کی نماز دوبارہ نہیں ہو سکتی اور اگر اس نے نہ پڑھی ہو تو دوبارہ پڑھ سکتا ہے اور اس دوسری جماعت میں دوسرے لوگ بھی

جنہوں نے پہلے جنازہ نہیں پڑھی، وہ شریک ہو سکتے ہیں۔ (آپ کے مسائل/ ج ۳/ص ۱۹۷)

مسئلہ:۔ اگر پہلے ولی نے نماز نہیں پڑھی اور نہ اس نے اجازت سے نماز پڑھی بلکہ ایسے لوگوں نے نماز پڑھی (یا پڑھائی) جن کو حق تقدم نہیں تھا تو ولی دوبارہ نماز پڑھ سکتا ہے اور اگر ولی اول نماز پڑھ لے تو پھر دوسروں کو اجازت نہیں کہ مکرر (دوبارہ) نماز پڑھیں۔

(فتاویٰ دار العلوم/ ج ۵/ص ۸۲۹)

مسئلہ: اگر ولی کی اجازت کے بغیر نماز پڑھی گئی ہو تو ولی کا اعادہ کو حق ہے، لیکن اس صورت میں بھی جو لوگ پہلے نماز جنازہ پڑھ چکے ہوں ان کو ولی کے ساتھ دوبارہ پڑھنا جائز نہیں۔

نیز حضرت حمزہؓ پر تکرار نماز حضرت حمزہؓ کی خصوصیت تھی یا ہر بار دوسرے شہداءؓ کے ساتھ رکھنے سے آپ پر نماز مقصود نہ تھی بلکہ موضعِ صلوٰۃ و جوارِ صالحین کی برکت کے لئے ہر بار ساتھ رکھے جاتے تھے۔

(احسن الفتاویٰ/ ج ۴/ص ۲۱۳/ بحوالہ رد المحتار/ ج ۱/ص ۸۲۶/ و اعلاء السنن/ ج ۸/ص ۲۱۸)

مسئلہ:۔ حضرت حمزہؓ پر نماز مکرر نہیں ہوئی، ایک ہی نماز ان پر ہوئی، پھر اور شہداء کی، لیکن جنازہ حضرت حمزہؓ کا وہاں پر رکھا رہا۔ اس شمول کو راوی نے ستر نماز سے تعبیر کیا ہے اور نماز سے مراد تکبیر لی ہے۔

نیز رسول اللہ ﷺ پر نماز کی تکرار آپ ﷺ کی خصوصیت تھی۔

(فتاویٰ دار العلوم/ ج ۵/ص ۳۶۱)

کیا دوبارہ نماز جنازہ گناہ ہے؟

سوال:۔ ایک بستی میں نماز جنازہ پڑھا گیا اور جب دوسری بستی میں اس کو لے جائیں، جہاں پر مرنے والے کی سکونت تھی تو اس جگہ کے مسلمان بطور ہمدردی دوبارہ نماز جنازہ پڑھیں (جب کہ اصل ولی نے پہلے نماز جنازہ پڑھ لی تھی) تو دوبارہ جنازہ پڑھنے والوں پر گناہ لازم آتا ہے یا نہیں؟ اور اگر گناہ ہوتا ہے تو صغیرہ یا کبیرہ؟

جواب:۔ جنازہ کی نماز دوبارہ پڑھنی غیر مشروع اور ناجائز ہے اور ظاہر ہے کہ فعل غیر مشروع

اور حرام کا مرتکب گنہگار ہوتا ہے نہ مستحق ثواب کا، اور فعل حرام گناہِ کبیرہ ہے۔
(فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ ص ۳۴۹/ بحوالہ عالمگیری مصری/ ج ۱/ ص ۱۵۳)

مسئلہ:۔ نماز جنازہ ولی کی اجازت پر با جماعت ہو چکی تو پہلی بار کے علاوہ نہ پڑھی جائے ہاں اگر پہلی بار نماز بغیر جماعت کی ہوئی تو دفن کرنے سے پہلے پہلے دوبارہ پڑھنا مستحب ہے۔
(کتاب الفقہ/ ج ۱/ ص ۸۴۹)

نماز جنازہ کی مشروعیت کب ہوئی؟

مسئلہ:۔ طحطاوی علی مراقی الفلاح/ ص ۳۳۸/ سے معلوم ہوتا ہے کہ جنازہ کی مشروعیت کے متعلق دو قول ہیں، ایک یہ کہ یہ نماز جنازہ اسی میت کی خصوصیت ہے اور حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد مشروع ہوئی ہے۔

دوسرا قول یہ کہ حضرت آدمؑ پر ملائکہ نے نماز جنازہ پڑھی ہے اور بعد والوں کے لئے بھی اس کو مقرر کیا ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ/ ج ۲/ ص ۴۳۲)

امام نماز جنازہ میں کہاں کھڑا ہو؟

مسئلہ:۔ سنت یہ ہے کہ امام کے سامنے جنازہ اس طرح رکھا جائے کہ میت کا سر امام کے دائیں جانب ہو اور پاؤں بائیں جانب، اس کے خلاف کرنا برا ہے۔
(فتاویٰ محمودیہ/ ج ۲/ ص ۴۴۶)

مسئلہ:۔ امام کا میت کے سینہ کے مقابل کھڑا ہونا مستحب ہے، میت خواہ مرد کی ہو یا عورت کی بالغ کی ہو یا نابالغ بچہ و بچی کی۔ (کتاب الفقہ/ ج ۱/ ص ۸۴۲)

مسئلہ:۔ زیلعی/ ص ۲۴۲/ کی عبارت سے معلوم ہوا کہ امام کو میت کے سر یا پیر کی جانب نہیں کھڑا ہونا چاہئے بلکہ سینہ کے مقابل میں کھڑا ہونا چاہئے اور جس روایت میں آتا ہے کہ میت کو سامنے رکھ کر اس کے بیچا بیچ کھڑے ہو کر آپ ﷺ نے نماز پڑھائی ہے اس کا مطلب یہی ہے کیونکہ سر اور ہاتھ سینہ سے اوپر ہیں اور پیٹ اور پیر سینے سے نیچے ہیں لہٰذا سینہ وسط

(درمیان) میں ہواور دوسرے سینہ محل ایمان وحکمت علم ہے اس لئے بھی سینہ کو فوقیت ہے اور ایسا کرنا مستحب ہے۔

اگر کسی نے گھٹنہ کے مقابل یا کندھے کے مقابل کھڑے ہو کر نماز پڑھادی تب بھی صحیح ہوجائے گی لیکن نماز جنازہ کے صحیح ہونے کے لئے میت کے کسی حصہ کا سامنے اور مقابلہ میں ہونا شرط ہے اگر میت کا کوئی حصہ بھی امام کے سامنے نہ ہوگا تو نماز جنازہ درست نہ ہوگی۔ (فتاویٰ محمودیہ/ ج ۲/ص ۴۴۶/ وعلم الفقہ/ ج ۲/ص ۱۹۴)

نماز جنازہ کا طریقہ

نماز جنازہ کا مسنون اور مستحب طریقہ یہ ہے کہ میت کو آگے رکھ کر امام اس کے سینے کے محاذی کھڑا ہو جائے اور سب امام کے پیچھے کھڑے ہو کر یہ نیت کریں:

''نَوَيْتُ اَنْ اُصَلِّيَ صَلٰوةَ الْجَنَازَةِ لِلّٰهِ تَعَالٰى وَدُعَاءً لِلْمَيِّتِ ''۔ ''یعنی میں نے یہ ارادہ کیا کہ نماز جنازہ پڑھوں جو اللہ تعالیٰ کی نماز ہے اور میت کے لئے دعاء''

یہ نیت (عربی اردو یا اپنی مادری زبان وغیرہ میں) کر کے دونوں ہاتھ مثل تکبیر تحریمہ کے کانوں تک اٹھا کر ایک مرتبہ ''اللہ اکبر'' کہہ کر دونوں ہاتھ نماز کی طرح باندھ لیں۔ پہلی تکبیر کے بعد ''سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ '' آخر تک پڑھیں، اس کے بعد پھر دوسری بار اللہ اکبر کہیں، مگر اس مرتبہ ہاتھ نہ اٹھائیں، اس کے بعد نماز والا درود شریف پڑھیں، پھر اس کے بعد یعنی تیسری تکبیر کے بعد اس مرتبہ بھی ہاتھ نہ اٹھائیں، صرف اللہ اکبر کہہ کر میت کے لئے دعا کریں، اگر وہ بالغ ہو خواہ مرد ہو یا عورت تو یہ دعا پڑھی:

''اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِيْرِنَا وَكَبِيْرِنَا وَذَكَرِنَا وَاُنْثَانَا اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْيَيْتَهٗ مِنَّا فَاَحْيِهٖ عَلَى الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّيْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَى الْاِيْمَانِ''۔

اور بعض احادیث میں دیگر دعائیں بھی آئیں ہیں جن کو فقہاء کرام نے نقل کیا ہے اگر دونوں دعاؤں کو پڑھ لے تب بھی بہتر ہے، جس کو چاہے اختیار کر لے۔ اور اگر میت نابالغ لڑکا ہو تو یہ دعاء پڑھے۔

''اَللّٰھُمَّ اجْعَلْهُ لَنَافَرَطاً وَّاجْعَلْهُ لَنَااَجْرًا وَّذُخْرًا وَّاجْعَلْهُ لَنَاشَافِعًاوَّمُشَفَّعًا''۔

اور اگر میت نابالغ ہوتو بھی یہی دعا ہے صرف اتنا ہی فرق کہ تینوں ''اجْعَلْهُ'' کی جگہ پر ''اجْعَلْهَا'' اور ''شَافِعًاوَّمُشَفَّعًا'' کی جگہ ''شَافِعَةً وَّمُشَفَّعَةً'' پڑھیں۔اور جب یہ دعا پڑھ چکیں تو پھر چوتھی مرتبہ ''اللہ اکبر'' کہیں اور اس مرتبہ بھی ہاتھ نہ اٹھائیں اور اس تکبیر کے بعد سلام پھیر دیں، جس طرح نماز میں سلام پھیرتے ہیں۔اس نماز میں التحیات اور قرآن شریف کی قرأت وغیرہ نہیں ہے۔مقتدی بھی امام کے ساتھ ساتھ جو امام پڑھتا ہے وہی پڑھے۔(فتاویٰ دارالعلوم/ ج۵/ص۳۴۸/ بحوالہ ردالمختار/ ج۱/ص۸۱۶/ واحکام میت/ص۸۲/ وآپ کے مسائل/ج۳/ص۱۶۲/ کتاب الفقہ/ ج۱/ص۸۳۷/ وترمذی/ ج۱/ص۱۹۸)

مسئلہ:۔نماز جنازہ کی ہر تکبیر میں سر آسمان کی طرف نہ اٹھانا چاہئے۔
(آپ کے مسائل/ ج۳/ص۱۶۴/ وعلم الفقہ/ ج۲/ص۱۹۴)

نماز جنازہ کا سلام آہستہ یا زور سے؟

مسئلہ:۔نماز جنازہ کے سلام میں تین قول ہیں:(۱)۔دونوں سلام آہستہ کہے۔(۲)۔ایک سلام بلند آواز سے کہے اور دوسرا آہستہ کہے۔(۳) دونوں بلند آواز سے کہے۔

فی نفسہٖ پہلی صورت یعنی دونوں سلام آہستہ کہے، افضل ہے مگر تیسری صورت یعنی دونوں سلام (امام) بلند آواز سے کہنے پر عام تعامل ہونے کی وجہ سے اس کو فضیلت ہے۔پہلی صورت اختیار کرنا عوام میں فتنہ وانتشار کا مؤجب ہے۔اس لئے اس سے احتراز کیا جائے۔
(احسن الفتاویٰ/ ج۴/ص۱۸۵/ بحوالہ ردالمختار/ ج۱/ص۸۱۷)

مسئلہ:۔نماز جنازہ میں دونوں سلام حنفیہ کے نزدیک واجب ہیں لہٰذا ایک سلام پر اکتفا جائز نہیں ہے۔(احسن الفتاویٰ/ ج۴/ص۲۱۸/ بحوالہ طحطاوی/ص۳۲۰)

مسئلہ:۔نماز جنازہ میں چوتھی تکبیر کے بعد اور سلام کے درمیان کوئی دعا نہیں ہے۔
(فتاویٰ دارالعلوم/ ج۵/ص۳۷۰/ بحوالہ ردالمختار/ ج۱/ص۸۱۷)

سلام ہاتھ چھوڑ کر یا باندھ کر؟

مسئلہ:۔نماز جنازہ میں چوتھی تکبیر کے بعد ہاتھ باندھے ہوئے سلام پھیرنا چاہئے، نیز واضح ہو کہ جنازہ کی ہر تکبیر کے بعد ذکر مسنون ہے، اول تکبیر کے بعد ثناء اور دوسری تکبیر کے بعد درود شریف تیسری تکبیر کے بعد دعا اور چوتھی کے بعد سلام، ان میں سے ہر ایک ذکر مسنون ہے۔

چوتھی تکبیر کے بعد ذکر مشروع ہونے میں کلام نہیں اگر خلاف ہے تو دعا کی مشروعیت میں ہے اور ذکر عام ہے جو سلام کو بھی شامل ہے۔اور فقہاء کرام کا عموماً تکبیرات جنازہ میں وضع یعنی ہاتھ نہ چھوڑنے کو مسنون فرمانا دلیل کافی ہے۔ بغیر تصریح کے خلاف کرنا صحیح نہیں معلوم ہوتا۔

(فتاوئ دار العلوم/ ج ۵/ص ۳۱۴/ بحوالہ شامی/ ج ۱/ص ۴۵۵/ امداد الاحکام/ ج ۱/ص ۸۲۸)

مسئلہ:۔نماز جنازہ کی چوتھی تکبیر کہہ کر سلام پھیرنا دونوں طرح جائز ہے، چاہے ہاتھ چھوڑ کر سلام پھیرے اور چاہے سلام پھیر کر ہاتھ چھوڑے۔(کفایت المفتی / ج ۴/ص ۹۶/ واحسن الفتاوئ/ ج ۴/ص ۲۲۷/ وفتاوئ محمودیہ/ ج ۲/ص ۳۶۸)

مسئلہ:۔نماز جنازہ میں سلام پھیرنا سلفاً و خلفاً معمول رہا ہے اور سلام پھیرنے کے ثبوت کے لئے کنز العمال میں تین روایات ہیں۔(کفایت المفتی / ج ۴/ص ۹۹)

مسئلہ:۔نماز جنازہ امام اور مقتدی دونوں کے حق میں یکساں ہے صرف اس قدر فرق ہے کہ امام تکبیریں اور سلام بلند آواز سے کہے گا اور مقتدی آہستہ آواز سے باقی چیزیں یعنی ثناء اور درود شریف اور دعاء مقتدی بھی آہستہ آواز سے پڑھیں گے اور امام بھی آہستہ آواز سے پڑھے گا۔(علم الفقہ /ص ۱۹۵)

مسئلہ:۔نماز جنازہ میں دو سلام پھیرتے ہیں پہلا سلام دائیں جانب جس میں دائیں جانب والوں کی نیت کی جائے، اور دوسرا سلام بائیں جانب جس میں بائیں جانب والوں کی نیت کی جائے اور دونوں سلاموں سے کسی میں میت کو سلام کی نیت نہ کرے۔

(کتاب الفقہ / ج ۱/ص ۸۳۳)

نماز جنازہ میں سلام بھول گیا؟

سوال:۔ جنازہ کی نماز میں امام چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیرنا بھول گیا، تو نماز ہوگی یا نہیں؟
جواب:۔ نماز جنازہ میں سلام فرض نہیں ہے، بلکہ واجب ہے، عام نمازوں میں ترک واجب موجب سجدۂ سہو ہوتا ہے مگر نماز جنازہ میں سجدۂ سہو معہود نہیں، لہٰذا نماز صحیح ہوگئی، اعادہ واجب نہیں ہے۔(احسن الفتاویٰ/ ج ۴/ص ۲۲۹/ بحوالہ طحطاوی/ ج ۱/ص ۳۲۱)
مسئلہ:۔ نماز جنازہ میں سلام واجب ہے جیسا کہ دوسری نمازوں میں ہوتا ہے لہٰذا اگر یہ سلام رہ جائے تو نماز باطل نہیں ہوتی۔(کتاب الفقہ / ج ۱/ص ۸۴۰)
مسئلہ:۔ نماز جنازہ میں اخیر تکبیر کے بغیر ایک طرف سلام پھیرا لیکن یاددہانی کے بعد چوتھی تکبیر کہی امام نے پھر سلام پھیرا تو اس صورت میں نماز ہوگئی۔(فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ ص ۳۶۵/ بحوالہ ردالمحتار/ ج ۱/ص ۸۱۳/ واحسن الفتاویٰ/ ج ۴/ص ۲۳۰/ بحوالہ مراقی الفلاح /ص ۳۲۱)
مسئلہ:۔ جنازہ کی نماز میں امام نے تین تکبیروں کے بعد سلام پھیردیا، لقمہ دینے پر چوتھی تکبیر کہہ کر نماز پوری کی تو نماز صحیح ہوگی اعادہ کی ضرورت نہیں۔ تین تکبیروں کو چار تکبیریں سمجھتے ہوئے سلام پھیرا گیا ہے یہ صورت سہو کی ہے اگر یہ سمجھتے ہوئے تیسری تکبیر پر سلام پھیرا کہ نماز جنازہ کی تین تکبیریں ہیں تو یہ سلام قصداً شمار ہو کر نماز فاسد ہوجاتی ہے۔
(فتاویٰ رحیمیہ/ ج ۲/ص ۴۳۱/ درمختار/ مع شامی/ ج ۱/ص ۵۰۷/ وکتاب الفقہ/ ج ۱/ص ۸۴۶)

نماز جنازہ کے بعد دعا کرنا؟

سوال:۔ نماز جنازہ پڑھنے کے بعد کھڑے ہو کر مستقلاً میت کے لئے دعائے مغفرت کرنا کیسا ہے؟
جواب:۔ نماز جنازہ خود دعا ہے اور میت کے لئے اس میں دعائے مغفرت ہی اصل ہے۔ نماز کے بعد مستقلاً کھڑے ہو کر دعا کرنا ثابت نہیں بلکہ کتب فقہ میں اس کو منع کیا گیا۔

"لَا یَقُوْمُ بِالدُّعَآءِ بَعْدَ صَلٰوۃِ الْجَنَازَۃِ"۔

(خلاصۃ الفتاویٰ/ ج ۱/ص ۵۲۵/ فتاویٰ محمودیہ/ ج ۲/ص ۴۰۷)

مسئلہ:۔ نماز جنازہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعاء مانگنے کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں ہے۔ نماز خود دعاء ہے ہاں لوگ اپنے اپنے دل میں بغیر ہاتھ اٹھائے وغیرہ دعائے مغفرت کرتے رہیں یہ جائز ہے۔ اجتماعی دعاء ہاتھ اٹھا کر کرنا بدعت ہے۔ (کفایت المفتی / ج ۴/ص ۸۵)

مسئلہ:۔ آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرامؓ وتابعینؒ سے ثابت نہیں اس لئے فقہاء کرام اس کو ناجائز اور مکروہ فرماتے ہیں۔ (احسن الفتاویٰ/ ج ۱/ص ۳۳۶/ ورحیمیہ/ ج ۱/ص ۳۵۷)

مسئلہ:۔ فقہاءؒ نے نماز جنازہ کے بعد دوبارہ دعاء کرنے کو مکروہ اور ممنوع لکھا ہے کیونکہ نماز جنازہ خود دعاء ہے میت کے لئے اس میں کسی ایجاد وایزاد کی حاجت نہیں ہے لہٰذا جنازہ کے بعد فوراً اس کا التزام کہ تین تین مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھ کر اس کا ثواب میت کو پہنچایا جائے اچھا نہیں ہے۔ دوسرے وقت یا اپنے دل میں بلا اعلان والتزام کے اگر ثواب کسی سورت کا پہنچائے تو کچھ مضائقہ نہیں۔

(فتاویٰ دار العلوم/ ج ۵/ص ۴۴۲/ ومرقات المفاتیح / ج ۱/ص ۳۶۹/ وفتح الباری/ ج ۱/ص ۱۲۲)

امام نے نماز کے بعد کپڑے پر دھبہ دیکھا؟

سوال:۔ ایک شخص نے امام ہو کر نماز جنازہ پڑھائی پھر اس نے اپنے کپڑے پر دھبہ دیکھا اور غسل کی حاجت معلوم ہوگئی تو وہ نماز جنازہ درست ہوئی یا دوبارہ قبر پر پڑھے؟

جواب:۔ اس صورت میں نماز نہیں ہوئی دوبارہ پڑھی جائے اگر دفن ہو چکا تو اس کی قبر پر نماز پڑھنی چاہئے یعنی میت پھٹنے سے پہلے اور بعض نے تین دن تک کا حکم دیا ہے۔ یعنی تین دن کے اندر اندر قبر پر درست ہے پھر نہیں۔ (فتاویٰ دار العلوم/ ج ۵/ص ۳۲۸)

مسئلہ: امام نے نماز جنازہ پڑھائی پھر چند قدم چل کر معلوم ہوا کہ ذکر پر پیشاب کا قطرہ آگیا تو ایسے شبہ سے نماز فاسد نہیں ہوتی، پہلی ہی نماز ہوگی (فتاویٰ دار العلوم/ ج ۵ص ۳۰۳)

بھول سے بغیر وضو نماز پڑھادی

سوال:۔ نماز جنازہ امام نے سہواً بلا وضو پڑھائی جنازہ چلے جانے کے بعد امام صاحب کو علم

ہوا کہ وضو نہیں تھا۔ تو ایسی حالت میں کیا حکم ہے؟

جواب:۔ اس صورت میں نماز جنازہ نہیں ہوئی، درمختار میں ہے کہ اگر امام بلا وضو اور قوم با وضو ہو تو نماز لوٹائے۔" لہٰذا نماز جنازہ کا اعادہ چاہئے تھا اور اس حالت میں دفن کرنے کے بعد قبر پر اس وقت تک نماز پڑھنا لازم ہے کہ میت کے سڑنے اور پھٹنے کا گمان غالب نہ ہو، اور بعض فقہاء کرام نے تین دن کی تحدید کی ہے اور اگر یہ مدت گزر چکی تو اب کچھ نہیں ہوسکتا ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم/ ج ۵/ ص ۳۱۷/ بحوالہ رد المختار/ ج ۱/ ص ۸۲۶/ باب الجنائز)

جنازہ کی نماز میں دعا کے بجائے سورت پڑھی

سوال:۔ ایک شخص نے نماز جنازہ پڑھائی اور دعا کی بجائے "قُلْ ھُوَ اللّٰہُ" اور "اِنَّا اَعْطَیْنَا" سے نماز جنازہ پڑھادی، اس کا کیا حکم ہے؟ اور کیا نماز ہوئی یا نہیں ہوئی؟

جواب:۔ اس صورت میں نماز جنازہ ہوگئی لیکن اس نے برا کیا کیونکہ قرآن کریم کی آیتوں اور سورتوں کا پڑھنا نماز جنازہ میں مکروہ ہے سوائے سورۃ فاتحہ کے کہ اس میں خلاف ہے پس آئندہ سے ایسے شخص کو امام نہ ہونا چاہئے اور اس کو بھی چاہئے کہ ثناء و دعائے جنازہ یاد کرلے، اگرچہ کچھ سزا نہیں ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم/ ج ۵/ ص ۳۱۸/ بحوالہ عالمگیری مصری/ ج ۱/ ص ۱۵۴)

مسئلہ:۔ فقہاء نے یہ لکھا ہے کہ اگر بہ نیت دعا سورۂ فاتحہ جنازہ کی نماز میں پڑھیں تو درست ہے، اور یہی مطلب عالمگیری کی روایت کا ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم/ ج ۵/ ص ۵۲۶/ و کتاب الفقہ/ ج ۱/ ص ۸۴۰)

نماز میں جنازہ الٹا رکھا گیا

سوال:۔ غلطی سے جنازہ نماز کے وقت الٹا رکھ دیا گیا ہو یعنی جس جانب میت کا سر ہونا چاہئے اس جانب پیر اور جس طرح پیر ہونے چاہئے اس طرف سر ہونا، نماز جنازہ پڑھنے کے بعد معلوم ہوا تو نماز درست ہوئی یا نہیں؟ یا نماز لوٹائیں۔

جواب:۔ جان بوجھ کر جنازہ الٹا رکھنا مکروہ ہے، بھول سے اگر ہوگیا تو کوئی حرج نہیں،

نماز کے دہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ/ ج۱/ص ۳۶۰/ درمختار وطحطاوی/ ص ۵۹۳/ واحسن الفتاویٰ/ ج ۴/ص ۲۲۹/ بحوالہ ردالمختار/ ج۱/ص ۸۱۳)

نماز جنازہ سے متعلق مسائل

مسئلہ:۔ نماز جنازہ میں مقتدی امام کے تابع ہوکر بھی ثناء وغیرہ برابر ادا کرے اور نماز جنازہ کے بعد پھر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا ثابت نہیں ہے اور فقہاء کرام نے اس سے منع فرمایا ہے۔ کیونکہ نماز خود میت کیلئے دعاء ہی ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۳۴۰/ وآپ کے مسائل/ ج ۳/ص ۱۶۵)

مسئلہ:۔ جن لوگوں کو نماز جنازہ نہیں آتی (دعائیں یاد نہیں) صرف اقتدا اور تکبیر سے نماز ہوجائے گی۔ (فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۳۴۳/ بحوالہ ردالمختار/ ج ۱/ ۸۱۴)

مسئلہ:۔ جس کو دعا ماثورہ یاد نہ ہو تو (یاد ہونے تک) تینوں تکبیروں کے بعد ''اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَنَا'' پڑھنے سے اگرچہ نماز جنازہ ہوجائے گی مگر سنت دعا حاصل نہ ہوگی۔

(فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۳۴۷/ بحوالہ ردالمختار/ ج ۱/ص ۸۱۶)

مسئلہ:۔ جو لوگ ترکیب نماز جنازہ نہیں جانتے وہ لوگ بھی نماز میں شریک ہوجائیں امام کے ساتھ اللہ اکبر کہتے رہیں اور دعا ماثورہ یاد نہ ہو تو ''اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَنَا'' اس کی جگہ پڑھ لینا کافی ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۳۶۹)

مسئلہ:۔ اور جو شخص نماز جنازہ کی دعاء نہ جانتا ہو صرف نیت کرکے یونہی امام کے پیچھے کھڑا ہوجائے اور تکبیر وسلام پر اکتفا کرے تو نماز ہوجائے گی اور میت کو ثواب ملے گا۔ نماز جنازہ میں دعاء کی رکنیت مختلف فیہا ہے، علامہ شامیؒ نے رکنیت کو ترجیح دی ہے، مگر عذر کے وقت یہ رکن بالاتفاق ساقط ہوجاتا ہے۔ (احسن الفتاویٰ/ ج ۴/ص ۲۱۶)

مسئلہ:۔ صرف چار تکبیرات کہنے سے نماز جنازہ ادا ہوجاتی ہے جو شخص تکبیر کہنا جانتا ہے اس کا نماز جنازہ پڑھنا درست ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ/ ج ۲/ص ۳۷۴/ بحوالہ مراقی الفلاح/ص ۳۲۰/ وعلم الفقہ/ ج ۲/ص ۲۰۷)

مسئلہ:۔ نماز جنازہ کے لئے وہی جملہ شرائط ہیں جو دیگر نمازوں کے لئے ہیں، سوائے قرأت ورکوع وسجود وغیرہ کے اور جو امور دیگر نمازوں کو فاسد کرتے ہیں وہی نماز جنازہ کو فاسد کرتے ہیں۔ (فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۳۶۴)

مسئلہ:۔ جنازہ کی نماز بھی ان چیزوں سے فاسد ہو جاتی ہے جن چیزوں سے دوسری نمازوں میں فساد آتا ہے صرف اس قدر فرق ہے کہ جنازہ کی نماز میں قہقہہ سے وضو نہیں ٹوٹتا اور عورت کے محاذات سے اس میں فساد نہیں آتا۔ (علم الفقہ/ ج ۲/ص ۱۹۵)

بغیر نماز جنازہ کے اگر میت دفن کردی جائے؟

مسئلہ:۔ جو بچہ زندہ پیدا ہوا اس کے جنازہ کی نماز پڑھنا فرض ہے، بغیر نماز کے دفن کردینے سے وہ لوگ جن کو اطلاع ہوئی گنہگار ہوئے اور حکم ایسے جنازہ کی نماز کا جو بلا نماز کے دفن کردیا گیا یہ ہے کہ اس کی قبر پر نماز پڑھی جائے جب تک کہ گمان اس کے پھٹنے اور گلنے کا نہ ہو۔ اس کی تحدید بعض علماء نے تین دن فرمائی ہے اور صحیح یہ ہے کہ کچھ مدت مقرر نہیں ہے جب تک پھٹنے کا گمان نہ ہو اس وقت تک نماز پڑھنا فرض ہے۔ پس اب جبکہ وہ مدت بھی گزرگئی تو ان لوگوں پر گناہ رہا، اس کا کفارہ یہ ہے کہ توبہ استغفار کریں اور آئندہ ایسا نہ کریں۔ بس یہی کافی ہے کہ اس سے زیادہ تشدد ان لوگوں پر نہ کیا جائے کیونکہ بوجہ جہل کے ایسا ہوا۔

(فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۲۸۸/ بحوالہ ردالمحتار/ ج ۱/ص ۸۲۶)

مسئلہ:۔ میت کی نعش خراب ہونے اور پھٹ جانے سے پہلے پہلے نماز جنازہ قبر پر پڑھ سکتے ہیں اور نعش پھٹنے کی کوئی مدت متعین نہیں بلکہ اس کا مدار میت کے جثہ، موسم اور زمین کی تاثیر وخاصیت پر ہے، بعض جگہ تین روز بعض جگہ دس روز کسی جگہ ایک ماہ تک نعش خراب نہیں ہوتی، زمین کی تاثیر وغیرہ کے سلسلہ میں اس کے ماہر مسلمانوں سے پوچھ کر عمل کرسکتے ہیں، نعش کے خراب ہونے اور پھٹ جانے کے بعد (قبر پر) نماز پڑھنے کی اجازت نہیں ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ/ ج ۸/ص ۱۸۹/ بحوالہ درمختار مع الشامی/ ج ۱/ص ۸۲۷/ وبحر ج ۲۱/ص ۱۸۲)

واپسی کے لئے کیا اجازت لیں؟

مسئلہ:۔ نماز جنازہ کے بعد دفن سے قبل اگر کوئی شخص لوٹنا چاہے تو میت کے رشتہ داروں سے اجازت لینا مستحب ہے۔ (احسن الفتاویٰ/ ج ۴/ص ۲۱۴/ بحوالہ خانیہ/ ج ۱/ص ۹۱)

مسئلہ:۔ اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے البتہ دفنانے سے پہلے چلے آنے میں بہ نسبت بعد دفنانے کے آنے سے ثواب کم ہو جاتا ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم/ ج ۵/ص ۴۵۶/ رد المحتار/ ج ۱/ص ۸۳۸/ باب الجنائز)

مسئلہ:۔ جنازہ کی نماز سے پہلے واپس آنا مطلقاً مکروہ ہے ہاں نماز کے بعد اگر اہل میت اجازت دیدیں تو واپس آنا مکروہ نہیں ہے۔ (کتاب الفقہ/ ج ۱/ص ۸۶۹)

قبرستان کے آداب

ایک عام کوتاہی یہ ہے کہ قبرستان میں پہنچ کر بھی لوگ دنیا کی باتیں نہیں چھوڑتے، حالانکہ یہ عبرت کی جگہ ہے قبر اور آخرت کے مراحل ان کی ہولناکیوں اور اپنے انجام کی فکر کرنے کی جگہ ہے۔ قبرستان میں داخلہ کے وقت اہل قبرستان کو سلام کرنے کے جو کلمات منقول ہیں اکثر لوگ اس سے غافل رہتے ہیں۔

اکثر لوگ قبرستان میں داخل ہونے کا معروف راستہ چھوڑ کر قبروں کے اوپر سے پھلانگ کر میت کی قبر تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں بعض مرتبہ قبروں پر بھی چڑھ جاتے ہیں یاد رکھئے ایسا کرنا منع ہے۔ معروف اور مقررہ راستہ خواہ کچھ طویل ہی سہی مگر اسی پر چلنا چاہئے۔

بعض لوگ قبرستان پہنچ کر میت کے اردگرد جم کر بیٹھ جاتے ہیں مقصد میت کی تدفین کی کارروائی دیکھنا ہے لیکن ان کے اس اجتماع سے اہل میت اور قبر بنانے والوں کو بہت کلفت ہوتی ہے اور ہجوم کی بنا پر آپس میں بھی ایک دوسرے کو اذیت ہوتی ہے، پھر اکثر قرب و جوار کی دوسری قبروں کو بھی اپنے پیروں سے بری طرح روندتے ہیں۔

یاد رکھئے دفن کی کارروائی دیکھنا کوئی فرض و واجب نہیں ہے۔ لیکن دوسروں کو اپنے

اس طرز عمل سے تکلیف دینا حرام ہے۔اور قبروں کو روندنا بھی جائز نہیں لہٰذا ان گناہوں سے اجتناب کیجئے۔قبر کے پاس صرف کام کرنے والوں کو رہنے دیجئے تا کہ سہولت سے وہ اپنا کام کرسکیں، اور جب مٹی دینے کا وقت آئے مٹی دیدیجئے۔بعض لوگ مٹی دینے میں بھی بہت عجلت کرتے ہیں ایک دوسرے پر چڑھ جاتے ہیں اور سخت تکلیف پہنچاتے ہیں یہ بھی ناجائز ہے۔(احکام میت/ ج۱/ص ۲۳۵)

شروع شروع میں جب تک کہ توحید پوری طرح عام مسلمانوں کے دلوں میں راسخ نہیں ہوئی تھی اور انہیں شرک اور جاہلیت سے نکلے ہوئے تھوڑا ہی زمانہ ہوا تھا رسول اللہ ﷺ نے قبروں پر جانے سے منع فرمادیا تھا۔کیونکہ اس سے ان لوگوں کے شرک اور قبر پرستی میں ملوث ہوجانے کا خطرہ تھا۔پھر جب امت کا توحیدی مزاج پختہ ہوگیا اور ہر قسم کے جلی اور خفی شرک سے دلوں میں نفرت بھر گئی اور قبروں پر جانے سے شرک کے جراثیم پھر پیدا ہوجانے کا اندیشہ نہیں رہا تو آپ ﷺ نے باقاعدہ اعلان کے ذریعہ قبروں پر جانے کی اجازت دیدی اور یہ بھی واضح کہ یہ اجازت اس لئے دی جارہی ہے کہ قبروں کی زیارت سے دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی یاد اور فکر دلوں میں پیدا ہونے کا ذریعہ ہے۔

(معارف الحدیث/ ج۳/ص ۴۸۸)

قبرستان میں جوتا پہن کر چلنا

سوال:۔بعض جگہ دستور ہے کہ قبرستان سے گزرتے ہوئے جوتے اتاردیتے ہیں چونکہ مردہ کی بے حرمتی ہوتی ہے شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب:۔قبر کے اوپر چلنا بے حرمتی ہے خواہ جوتہ پہن کر ہو یا برہنہ پاؤں اور تمام قبرستان میں جوتا پہن کر چلنا بے حرمتی نہیں ہے۔(فتاویٰ محمودیہ/ ج ۷/ص ۲۳۴)

مسئلہ:۔قبروں پر راستہ بنانا منع ہے خواہ جوتہ پہن کر یا برہنہ پاؤں اور قبروں سے بچ کر جوتا پہنے ہوئے بھی چلنا درست ہے۔(فتاویٰ محمودیہ/ ج ۲/ص ۴۲۱)

زندگی میں اپنے لئے قبر بنوانا

مسئلہ:۔ قبرستان اگر وقف عام ہواور اس میں کوئی شخص اپنے لئے قبر کھدوا کر محفوظ چھوڑ دے اور کوئی دوسرا شخص اس میں اپنی میت کو دفن کر دے تو اس صورت میں بھی دفن کرنے والے کو صرف قبر کھودنے کی اجرت ادا کرنی پڑتی ہے، صاحب القبر کو نعش نکلوانے کی اجازت نہیں ہے، اور اگر قبر نہیں کھودی صرف اپنے دل میں خیال کرلیا کہ میں یہاں دفن ہوں گا تو اس صورت میں دوسرے دفن کرنے والے سے کچھ بھی کہنے کا حق نہیں، نعش نکالنے کا صرف اس صورت میں حق ہوتا ہے کہ زمین مملوک ہواور مالک کی اجازت کے بغیر دفن کیا گیا ہو۔

(کفایت المفتی / ج ۷/ص ۱۲۵/ وفتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۴۰۶)

مسئلہ:۔ موت سے پہلے زندگی میں کفن قبر (جب کہ زمین وقف نہ ہو) تیار کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۴۰۶)

قبر کی زمین کی قیمت کس مال سے دی جائے؟

سوال:۔ میت کے بعض ورثا عام قبرستان میں دفنانا چاہتے ہیں اور بعض قبر کیلئے زمین خرید کر اس میں دفنانا چاہتے ہیں تو کیا زمین کی قیمت کے مال سے دی جائے یا ورثاء ادا کریں؟

جواب:۔ یہ خرچ تجہیز وتکفین میں شامل ہے لہٰذا میت کے مال سے ادا کر سکتے ہیں۔ وارثوں کے لئے ضروری نہیں کہ وہ میت کو کسی عام قبرستان اور گور غریباں میں دفن کریں بلکہ اگر چاہیں تو بقدر قبر زمین خرید کر اس میں دفن کردیں، کوئی وارث ہو یا قرض خواہ اس سے مانع نہیں ہوسکتا ہاں اگر وہ اپنی خوشی سے عام قبرستان میں دفن کریں تو بھی جائز ہے لیکن اگر میت عورت ہواور اس کا شوہر بھی ہو تو تجہیز وتکفین کے خرچ کا ذمہ دار وہ ہے لہٰذا عورت کے ترکہ میں سے خرچ نہیں لیا جاسکتا شوہر حسب مرضی وحیثیت تجہیز وتکفین کا کام انجام دے، اگر شوہر نہ ہو یا انکار کرے تو عورت کے ترکہ میں سے تجہیز وتکفین کا خرچ لیا جاسکتا ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ/ ج ۲/ص ۲۶۰)

مسئلہ:۔ میت کے دفن وغیرہ میں مسنون طریقہ کواپنایا جائے تا کہ اس میں اسراف بھی نہ ہواور قرض خواہوں یاوارثوں کے حق میں نقصان نہ آئے۔ مثلاً قبر بھی کچی بنائی جائے، خواہ میت مالدار ہو یا غریب غسل یا قبر کھودنے والا اگر اجرت پر ملے تو یہ خرچہ بھی حسب حیثیت متوسط درجہ کریں۔ اگر عام مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کی جگہ نہ ملے تو قبر کے لئے زمین خرید لی جائے، اس کی قیمت بھی سامانِ تجہیز وتکفین کی طرح ترکہ میں سے لے لی جائے۔
(مفید الوارثین/ص ۳۲)

مملوکہ قبرستان کا حکم

مسئلہ:۔ اگر قبرستان وقف ہے تو جن قبیلوں کے لئے وقف ہے وہ اپنے مردوں کواس میں دفن کر سکتے ہیں اور متولی کوانہیں منع کرنے کا حق حاصل نہیں متولی اہل استحقاق کے حق کو باطل نہیں کرسکتا ہے۔ (کفایت المفتی / ج ۴/ص ۱۱۷)

مسئلہ:۔ جوزمین بادشاہ نے کسی کوبطور تملیک دیدی ہووہ اس کی ملک ہوگی پھراس نے قطعہ زمین کوصرف اپنی اولاد دفن کرنے کیلئے وقف کردیا ہوتو یہ وقف خاص ہوا جب تک موقوف علیہ میں سے کوئی باقی ہوگا دوسروں کودفن کا اختیار نہ ہوگا اوراگر وقف نہیں کیا بلکہ اپنی مملوکہ زمین میں دفن کرتے رہے تو کسی حالت میں دوسروں کودفن کا اختیار نہیں لیکن ان تمام حالات میں ملک کا ثبوت دینا مدعی کے ذمہ ہے۔ (کفایت المفتی / ج ۴/ص ۱۱۷)

مسئلہ:۔ قبروں کی زمین اگر قبروں کے لئے وقف نہ ہو بلکہ کسی کی ملک ہو یا دوسرے کام کے لئے وقف کردی گئی ہوتو جب کہ میت کے اجزا باقی نہ رہنے کا ظن غالب ہوجائے تو قبروں پر تعمیر یا زراعت یا وہ کام کرنا جس کے لئے زمین وقف کی گئی ہے جائز ہے۔
(کفایت المفتی / ج ۴/ص ۱۱۸)

مسئلہ:۔ قبرستان کی زمین اگر دفن کے لئے وقف ہوتو اس کو اپنے مکان کے طور پر استعمال کرنا جائز نہیں ہے اوراسی طرح اس میں سے قبروں کے نشانات کومٹانا بھی جائز نہیں ہے۔
البتہ اگر زمین وقف نہ ہو بلکہ کسی مملوکہ ہواوراس کی اجازت کے بغیر کسی نے دفن

کر دیا ہو، یا اجازت سے کیا ہو مگر مالک نے زمین وقف نہ کی ہو تو ان صورتوں میں جبکہ ظن غالب ہو جائے کہ میت کی لاش مٹی ہو گئی ہوگی۔ مالک کو زمین پر مکان بنانا جائز ہے۔
(کفایت المفتی / ج ۴/ص ۱۲۲)

مسئلہ:۔ قبرستان عام وقف کی بیع (بیچنا) ناجائز ہے اور چڑھاوا چڑھانا اور اس کی بیع وشراء بھی ناجائز ہے۔ قبرستان وقف کی زمین پر رہنے کے لئے مکان بنانا بھی ناجائز ہے ہاں قبرستان کے محافظ کے لئے جھونپڑی یا کوٹھری ہو تو مباح ہے۔ (کفایت المفتی / ج ۴/ص ۱۳۶)

عام قبرستان کا حکم

مسئلہ:۔ جو قبرستان کہ عام مسلمانوں کے لئے وقف ہو خواہ وہ مسجد محلّہ کے ساتھ ہو یا علیحدہ اس میں دفن کرنے سے روکنے کا اختیار متولی کو حاصل نہیں، اگر وہ کسی میت کو دفن کرنے سے روکے تو ظالم ٹھہرے گا، نیز متولی کو اپنے قبرستان میں جو ہر مسلمان کے لئے وقف ہو کسی سے قبر کی زمین کی قیمت یا اور کوئی رقم لینا ناجائز ہے۔ اسی طرح اس میں قفل (تالہ) ڈال کر دفن سے روکنا ظلم ہے۔ (کفایت المفتی / ج ۴/ص ۱۴۷)

مسئلہ:۔ اگر قبرستان عام مسلمانوں کے لئے وقف نہ ہو کسی خاص جماعت یا خاندان یا کسی خاص محلّہ کے لوگوں کے لئے وقف ہو تو ان لوگوں کو جن کے لئے وقف ہے اس قبرستان میں وہی حقوق حاصل ہیں جو عام مسلمانوں کو وقف عام میں ہوتے ہیں، لیکن ان موقوف علیہ کے علاوہ دوسرے لوگوں کو اس میں دفن کی اجازت دے سکتا ہے، کیونکہ قبرستان اس کی ملک نہیں ہے بلکہ وہ موقوف علیہ کا حق ہے، اور اس حالت میں بھی وہ جماعت جس کے لئے قبرستان وقف ہے کسی دوسری میت کو دفن کرنے کی اجازت دے سکتی ہے لیکن قیمت زمین کی اسے لینا جائز نہیں ہے۔ (کفایت المفتی / ج ۴/ص ۱۴۷)

بغیر اجازت دفن کرنا؟

سوال:۔ اگر مردہ کو مالک کی اجازت کے بغیر اس کی زمین میں دفن کر دیا گیا تو کیا مالک زمین

میت کو نکالنے پر مجبور کر سکتا ہے؟

جواب:۔ مردہ کے وارث سے کہا جائے گا کہ اپنی میت کو نکالے، اگر اس پر بھی نہ نکالے تو مالک زمین کو اختیار ہے قبر اکھاڑ کر میت کو نکال دے یا قبر کو زمین کے ہموار کر دے۔

(احسن الفتاویٰ/ ج ۴/ ص ۱۹۳/ بحوالہ ردالمختار/ ج ۱/ ص ۸۴۰)

مسئلہ:۔ اگر میت کو نکال دیا تھا عام مسلمانوں کو چاہئے کہ میت کو مملوکہ زمین میں اجازت لے کر یا عام موقوفہ قبرستان میں دفن کر دیں۔

(فتاویٰ محمودیہ/ ج ۲/ ص ۴۱۲/ بحوالہ مجمع الانہر/ ج ۱/ ص ۱۸۵/ وفتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ ص ۳۷۵)

(مالک زمین کے مردہ کو نکال دینے یا زمین ہموار کر کے کام میں لانے پر مردہ کو کچھ عذاب اس میں نہیں، یہ غلطی زندوں کی ہے کہ اجازت کیوں نہیں لی؟ اور اگر مالک رضامندی سے اجازت دیدے تو اس کو ثواب ہے۔ محمد رفعت قاسمی)

مسجد میں قبر بنانا؟

سوال:۔ ایک کمرہ وقف علی المسجد ہے متولی نے اس میں اپنے باپ کو دفن کیا، کیا یہ فعل شرعاً جائز ہے اور متولی کے لئے کیا حکم ہے؟

جواب:۔ یہ خیانت ہے، اس لئے متولی واجب العزل ہے (الگ کر دیا جائے) اور حاکم یا عام مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس قبر کو اکھاڑ کر میت کو نکال دیا جائے یا قبر کو زمین کے برابر کر دیں کیونکہ قبر کے باقی رہنے سے وقف مسجد کا تعطل اور اشغال بالغیر لازم آتا ہے۔

(احسن الفتاویٰ/ ج ۴/ ص ۱۹۳/ بحوالہ ردالمختار/ ج ۵/ ص ۴۷۱)

مسئلہ:۔ مسجد کی دیوار غربی سے باہر جو زمین مسجد سے اور مسجد کے اوقاف سے خارج ہے اس میں قبر بنانا ممنوع ہے اور مکروہ نہیں ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ ص ۴۰۵)

مسئلہ:۔ قبر والے صحن کی چھت (مسقف قبروں) پر نماز پڑھ سکتے ہیں۔

(فتاویٰ رحیمیہ/ ج ۸/ ص ۱۰۹)

مسئلہ:۔ اگر مسجد کے (سامنے) قریب کوئی خاص جگہ مردوں کو دفن کرنے کے لئے بنادی گئی

ہے تو وہاں دفن کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں دفن ایسی جگہ ہی کرنا چاہئے جو خاص اسی لئے ہو۔
(فتاوی دار العلوم/ ج ۵/ص ۴۰۹/ بحوالہ ردالمحتار/ ج ۱/ ۸۳۵/ باب صلوٰۃ الجنائز)

قبرستان سے الگ دفن کرنا

سوال:۔ عام مسلمانوں کے قبرستان سے علیحدہ کسی کو دفن کردیا جائے تو جائز ہے یا نہیں؟
جواب:۔ مسلمانوں کے عام قبرستان میں دفن کرنا مسنون ہے، اس کے خلاف کسی خاص مقام میں دفن کرنا مکروہ ہے۔ عالم یا کسی بزرگ کو کسی مدرسہ یا مسجد یا کسی خاص مقام میں دفن کرنے کی وباء (بیماری) عام ہوگئی ہے۔ حضرات فقہاء کرام نے اس پر خصوصیت سے نکیر فرمائی ہے۔ اس لئے ایسے مقتدا حضرات پر یہ وصیت کرنا واجب ہے کہ ان کو مرنے کے بعد عام قبرستان میں دفن کیا جائے۔ (احسن الفتاویٰ/ ج ۴/ص ۲۰۶/ بحوالہ ردالمحتار/ ج ۱/ص ۸۳۷)
مسئلہ: قبہ بنانا یا مکان میں دفن کرنا سوائے انبیاء کے اور کسی کو جائز نہیں ہے۔
(فتاوی دار العلوم/ ج ۵/ص ۳۹۵/ ردالمحتار/ ج ۱/ص ۸۳۶ بحوالہ مشکوٰۃ۔ باب دفن المیت/ ج ۱/ص ۱۴۸)

مخلوط قبرستان میں دفن کرنا

مسئلہ:۔ مسلمان میت کو ایسے قبرستان میں جہاں ہندو (غیر مسلم) سکھ، عیسائی بھی مدفون ہوں دفن کرنا اچھا نہیں ہے یعنی مکروہ ہے جبکہ دوسری جگہ علیحدہ دفن کرنے کی مل سکے، اور اگر مجبوری ہو کہ قبرستان اس کے علاوہ جو کہ مخلوط ہے اور کوئی جگہ دفن کرنے کی نہیں اور خالص مسلمانوں کا قبرستان نہیں ہے تو بہ مجبوری اسی قبرستان میں دفن کردیا جائے اور نماز جنازہ پڑھنا بھی وہاں مکروہ ہے، لیکن اگر وہاں کوئی جگہ صاف ہو کہ جہاں قبور کے نشان نہ ہوں اور آگے قبلہ کی جانب کوئی قبر نہ ہو تو نماز جنازہ وغیرہ وہاں درست ہے۔
(فتاوی دار العلوم/ ج ۵/ص ۳۹۹/ بحوالہ ردالمحتار/ ج ۱/ ۳۵۳/ باب تکرہ الصلوٰۃ فی الکیفیۃ)

☆☆

ناپاک زمین میں قبر بنانا

سوال:۔ جس گھڑے میں عرصہ دراز سے بول و براز (گندگی) پڑتا ہے اس میں مٹی ڈال کراس کے بعد اس میں مردہ دفن کرنا درست ہے یا نہیں؟

جواب:۔ حدیث شریف میں ہے کہ ''ناپاک زمین خشک ہونے سے پاک ہوجاتی ہے''۔ پس جبکہ اس گڑھے میں مٹی ڈال دی جائے گی اور وہ زمین خشک ہے تو وہ پاک ہے اس میں میت کو دفن کرنا درست ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم/ ج۵/ص۳۸۲)

مکان میں قبر نکل آئی

مسئلہ:۔ مکان میں بنیاد کھودتے وقت نعش نکل آئے تو نعش مذکورہ کو اسی جگہ رکھنا چاہئے کیونکہ منتقل کرنا نعش کا اس جگہ سے جس جگہ وہ دفن ہے بلا ضرورت شدیدہ جائز نہیں ہے البتہ اگر وہاں پر اس نعش کا رکھنا دشوار ہو اور بے حرمتی کا خوف ہو مثلاً یہ عین بنیاد میں وہ نعش ہے یا اور کوئی ایسی ہی مجبوری ہے تو پھر یہ بھی جائز ہے کہ دوسری جگہ قبرستان میں اس کو (بغیر نماز کے) دفن کردیا جائے تاکہ احترام میت کا باقی رہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم/ ج۵/ ص۴۰۹/ بحوالہ ردالمحتار/ ج۱/ص۸۴۰/ وغنیۃ/ص۵۶۳/ وامداد الاحکام/ ج۱/ص۸۱۹)

روافض کو کہاں دفن کریں؟

مسئلہ:۔ روافض میں سے کوئی مرجائے اور لوگ ان میں موجود ہوں تو وہی اپنی میت کی تجہیز و تکفین کرلیں، لیکن اگر ان میں کوئی موجود نہ ہو تو دوسرے مسلمان کو لازم ہے کہ ان کی میت کی تجہیز و تکفین کریں، پھر اگر وہ رافضی ایسے عقیدہ کا تھا کہ اس پر کفر کا حکم جاری نہیں ہوتا تھا تو اس کی تجہیز و تکفین مسلمانوں کی طرح کریں اور نمازِ جنازہ بھی پڑھ کر دفن کریں۔ لیکن اگر اس پر کفر کا حکم جاری ہوسکتا تھا تو اس کی تجہیز و تکفین میں رعایت سنت کی نہ کریں اور نماز جنازہ بھی نہ پڑھیں ویسے ہی دفن کردیں۔ (کفایت المفتی / ج۴/ص۱۹۴)

مسئلہ:۔ شیخین کو سب وشتم کرنے والے کو بہت سے فقہاء نے کافر لکھا ہے اور جو روافض حضرت عائشہؓ کے افک کے قائل ہیں یا حضرت ابوبکر صدیقؓ کی صحابیت کے منکر ہیں یا حضرت علیؓ کی الوہیت کے قائل ہیں وہ باتفاق کافر ہیں۔ درمختار، شامی میں ہے کہ ایسے روافض کی تجہیز و تکفین میں امداد کرنا اوران کی جنازہ کی نماز پڑھنا اوران کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا درست نہیں ہے اوران سے بالکل متارکت اور مقاطعت کی جائے تاکہ ان کو تنبیہ ہو اور سنی ہو جائیں۔ (فتاویٰ دارالعلوم/ ج۵/ص۴۰۳/ بحوالہ ردالمحتار/ ج۱/ص۳۹۸/ فی فصل المحرمات وفقہ اکبر/ص۱۸۸)

جذامی کی تدفین

مسئلہ:۔ مسلمان کو جذامی کی نعش مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنی چاہئے اوراس پر نمک ڈال کر بھسم کرنا یا جلانا حکم شرعی نہیں ہے بلکہ مثل دیگر اموات اہل اسلام کے اس کو بھی دفن کیا جائے۔ (فتاویٰ دارالعلوم/ ج۵/ص۴۰۴/ بحوالہ ردالمختار/ ج۱/ص۸۳۷/ ومشکوٰۃ/ ج۱/ص۱۳۹)

(مسلمان کی لاش جلانا جائز نہیں ہے یہ مشرکانہ توہم پرستی ہے اس لئے دفن کرنا چاہئے)۔ (محمد رفعت قاسمی)

مسئلہ:۔ اگر کوئی بحری جہاز میں فوت ہوگیا اور جہاز کے کنارے لگنے تک میت میں کسی قسم کے تغیر کا کوئی اندیشہ نہ ہو تو خشکی میں دفن کیا جائے ورنہ سمندر میں ڈال دیا جائے اور سمندر میں ڈالتے وقت کوئی وزنی پتھر وغیرہ ساتھ باندھ دینا بہتر ہے تاکہ میت نیچے بیٹھ جائے۔

(احسن الفتاویٰ/ ج۴/ص۲۴۰/ بحوالہ ردالمحتار/ ج۱/ص۸۳۶/ ومشکوٰۃ/ ج۱/ص۸۶۱)

لاپتہ کی تدفین

مسئلہ:۔ اگر کوئی شخص کنویں وغیرہ میں گر کر یا کسی عمارت وغیرہ کے ملبہ میں دب کر مر گیا، اور وہاں سے لاش نکالنا ممکن نہ ہو تو مجبوری کے باعث اس کا غسل وکفن معاف ہے اور جہاں لاش ڈوبی یا دبی رہ گئی ہے اسی جگہ کو اس کی قبر سمجھا جائے گا اور اسی حالت میں اس پر

نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ جب تک نعش پھٹی نہ ہو۔ (شامی/ ج۱/ص ۸۲۷)

مسئلہ:۔ کوئی شخص سمندر میں ڈوب کر مر گیا اور لاش کا پتہ نہ چلے، یا کسی اور طریقے سے مرا ہو، اور لاش گم یا لاپتہ ہوگئی ہو تو ایسی حالت میں غسل و کفن نماز جنازہ اور تدفین سب معاف ہیں، اس کی نماز جنازہ غائبانہ بھی نہ پڑھی جائے۔ کیونکہ نماز جنازہ درست ہونے کے لئے ایک شرط یہ بھی ہے کہ میت سامنے موجود ہو۔ (شامی/ ج۱/ ۸۲۷)

پرانی قبر میں نئی میت رکھنا

مسئلہ:۔ اگر قبر اتنی پرانی ہو جائے کہ میت بالکل مٹی بن جائے تو اس قبر میں دوسری میت کو دفن کرنا درست ہے ورنہ بلا ضرورت ایسا کرنا منع ہے اور ضرورت کے وقت جائز ہے اور ایسی حالت میں جب میت کی ہڈیاں وغیرہ کچھ قبر میں موجود ہوں وہ ایک طرف علیحدہ قبر میں رکھ دی جائیں۔ اور اگر میت قبر میں بالکل صحیح سالم موجود ہو تب بھی ضرورت کے وقت اس کے برابر ایسی قبر میں دوسری میت کو رکھنا جائز ہے۔ لیکن میت قدیم اور میت جدید کے درمیان مٹی کی آڑ بنادی جائے۔

مسئلہ:۔ ایک وقت میں چند مردوں کو ایک ہی قبر میں دفن کرنے کی ضرورت پیش آجائے تو اگر سب مرد ہوں یا سب عورتیں ہوں تب تو افضل کو اول لحد میں رکھا جائے اس کے بعد غیر افضل کو اگر مردے مخلوط ہوں تو اول مرد کو رکھا جائے اس کے بعد لڑکے کو اس کے بعد خنثیٰ کو اس کے بعد عورت کو اور ہر ایک کے درمیان مٹی کی آڑ بنادی جائے۔

(فتاویٰ محمودیہ/ ج۲/ص۱۱۱/ بحوالہ التبیین ہندیہ/ ج۱/ص ۱۰۷/ واحسن الفتاویٰ/ ج۴/ص۲۴۰/ وفتاویٰ دارالعلوم/ ج۵/ص ۳۷۸/ ودرمختار/ ج۱/ص ۸۳۵)

مسئلہ:۔ ایک ہی قبر میں ایک سے زیادہ اموات کو دفن کرنا بلا ضرورت مکروہ ہے، اگر ضروری ہو جائے تو ایک قبر میں ایک سے زیادہ میتوں کو دفن کرنا جائز ہے۔

(کتاب الفقہ/ ج۱/ص ۸۶۷/ وعلم الفقہ/ ج۲/ص ۲۰۸)

قبر کی مٹی تبرکاً لے جانا

سوال:۔اگر کوئی شخص بزرگوں کی قبر سے مٹی اٹھا کر تبرکاً اپنے پاس رکھے تو جائز ہے؟ اور اگر جائز نہیں ہے تو اس کو کس جگہ پر ڈالنا چاہئے؟

جواب:۔قبرستان وقف سے مٹی اٹھا کر لانا ناجائز ہے اس لئے کہ وہ وقف ہے۔ اور اپنے مملوک قبرستان سے مٹی اٹھالانا جائز ہے اس لئے کہ وہ اس کی ملک ہے، البتہ تبرکاً کسی بزرگ کی قبر سے مٹی لانا اور اپنے پاس رکھنا امر محدث ہے۔

میت جب خاک بن جائے تو قبر کی جگہ بشرطیکہ اپنی مملوک ہو کھیتی کرنا درست ہے، اس سے معلوم ہوا کہ قبر کی مٹی کا کوئی خاص احترام شریعت نے نہیں بتایا بلکہ میت کا احترام بتایا ہے لہٰذا اس مٹی کو عام راستہ میں پھینکنا بھی درست ہے۔ (فتاوی محمودیہ/ ج ۲/ص ۴۵۳)

مسئلہ:۔ عہد نامہ لکھوا کر یا قرآن کریم وغیرہ قبر میں رکھنا جائز نہیں ہے اس کو فقہاء نے منع فرمایا ہے بخوف تلویث بالنجاست۔ (فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۴۲۷/ وص/ ۴۴۱/ اس کی تفصیل شامی میں ہے/ ردالمختار/ ج ۱/ص ۸۳۹)

قبر کے اندر پکی ہوئی اینٹ پتھر وغیرہ لگانا

مسئلہ:۔قبر کے اندر میت کے اطراف میں بلاضرورت لکڑی کے تختے، پتھر، سیمنٹ، لوہا اور بھٹی میں پکی ہوئی اینٹ لگانا مکروہ تحریمی ہے۔

مسئلہ:۔اگر زمین بہت نرم ہو یا اس میں نمی ہو اور قبر کے گرنے کا خطرہ ہو تو بقدر ضرورت مذکورہ اشیاء لگانے کی اجازت ہے، اگر لکڑی، پتھر یا سیمنٹ کی اینٹ سے ضرورت پوری ہو جائے تو بھٹی کی پکی اینٹ اور لوہے سے احتراز کیا جائے اس لئے کہ اس میں آگ کا اثر ہے، اور پتھر اور سیمنٹ کی اینٹ میں یہ قباحت نہیں۔

ایسی ضرورت کے وقت لکڑی، پتھر، اور لوہے کے تابوت میں رکھ کر دفن کرنے کی گنجائش ہے۔ البتہ لوہے کے تابوت سے حتی الامکان احتراز لازم ہے، ہر قسم کے تابوت

میں بہتر یہ ہے کہ نیچے مٹی بچھالی جائے اور میت کی دونوں طرف کچی اینٹیں لگادی جائیں اور ڈھکنے کے اندر کی طرف مٹی سے لیپ دی جائے۔

(۳) میت کے اوپر کی طرف بلاضرورت بھی لکڑی، پتھر، سیمنٹ کے سلیپ اور لوہا وغیرہ لگانا جائز ہے۔

(۴) اوپر سے قبر کو مٹی سے لیپ لینے کی گنجائش ہے مگر احتراز بہتر ہے۔

(۵) قبر کے اوپر سیمنٹ کا پلستر اور کسی قسم کی اینٹ لگانا ناجائز ہے، پلستر اور بنا (تعمیر) کی ممانعت صراحۃً حدیث شریف میں وارد ہے، اینٹ لگانا بھی تعمیر میں داخل ہے جو بغرض زینت حرام ہے اور بغرض استحکام مکروہ تحریمی ہے جو گناہ میں حرام ہی کے برابر ہے۔ البتہ درندوں کے خوف سے پکی اینٹ لگانے کی گنجائش ہے۔

(احسن الفتاویٰ/ ج ۴/ص ۱۸۹/ بحوالہ ردالمختار/ ج ۱/ص ۸۳۹/ وفتاویٰ محمودیہ/ ج ۲/ص ۳۹۲)

مسئلہ:۔ قبر کی لحد کو کچا (خام) رکھنا باقی گرداگرد پختہ کرنا بھی درست نہیں ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۴۵۴)

پرانی قبر میں سے اینٹ نکالنا

مسئلہ:۔ بے شک بلاضرورت قبر کے اندر پکی اینٹیں اور پتھر لگانا درست نہیں ہے، اور اوپر کے حصے میں بھی اس کی اجازت نہیں ہے، لیکن اینٹیں اور پتھر نکالنے کے لئے قبر کھولنا درست نہیں ہے، جیسا کہ میت کو بلاغسل دفنادینے کے بعد محقق ہوا کہ میت کو غسل نہیں دیا گیا تو مٹی ڈال چکنے کے بعد میت کو غسل دینے کے لئے قبر کھولنا درست نہیں ہے، البتہ قبر کے اوپر کے حصے میں پتھر اور اینٹیں لگی ہوں تو انہیں ہٹایا جاسکتا ہے۔ بشرطیکہ ورثاء راضی ہوں اور فتنہ کا اندیشہ نہ ہو، اور لوگوں کو سمجھایا جائے کہ پکی قبر بنوانا درست نہیں، لہٰذا اوپر کے حصے میں جو پتھر اور اینٹیں لگی ہیں انہیں ہٹا کر قبر مٹی سے ٹھیک کردی جائے، اگر ورثاء رضامند ہوں تو ایسا کیا جاسکتا ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ/ ج ۵/ص ۱۱۴)

مسئلہ:۔ قبرستان مسلمان مردوں کے لئے وقف ہوتا ہے قبرستان کے مفاد کے لئے بھی اس

کے کسی حصہ میں دوکانیں بنانے کی شرعاً اجازت نہ ہوگی۔ قبرستان میں مردہ دفن کیا جا سکے قبرستان کا اصل مقصود یہی ہوتا ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ / ج ۸/ص ۱۸۰)

قبر کیسی بنائی جائے؟

مسئلہ:۔ قبر کی دو قسمیں ہیں: ''بغلی'' اور ''صندوقی''۔ بغلی قبر سنت ہے، اس کی صورت یہ ہے کہ قبر پوری (میت کی لمبائی و چوڑائی کے برابر) کھودنے کے بعد جانب قبلہ کو دیوار کے نیچے سے کھود کر ایسا خلا بنالیا جائے تاکہ میت کو اس میں (آسانی سے) لٹایا جا سکے، پھر کچی اینٹیں کھڑی کرکے یہ خلا بند کر دیا جائے کوئی سوراخ یا چھید رہ جائے تو اس کو گارے (مٹی) سے بند کر دیا جائے، اگر کچی اینٹیں نہ ہو تو بانس رکھے وہ بھی نہ ہوں تو مجبوراً لکڑی کے تختہ رکھ کر اوپر درخت کا بھوسہ (پتے وغیرہ) یا کھجور کی چٹائی بچھا کر کمرہ کی (چھت کی) مانند بنادیا جائے کہ اس میں مٹی کا گزر نہ ہو۔ مگر یہ بغلی قبر سخت زمین میں بن سکتی ہے، نرم زمین میں اگر بنائی جائے تو جلد بیٹھ جاتی ہے، ایسی زمین میں صندوقی قبر بنائی جائے جس کی صورت یہ ہے کہ قبر کھودنے کے بعد اس کے بیچ میں لمبائی میں نہر کی مانند زمین اتنی کھودی جائے اور صاف کردی جائے کہ میت کو لٹایا جا سکے، اس پر کچی اینٹیں بانس، تختہ وغیرہ (اگر یہ نہ ہوں تو) پتھر کی سلیں بچھا کر قبر مسقّف (چھت دار) صندوق کے مانند بنالی جائے جس کی وجہ سے قبر کے اندر مٹی کمزور نہ ہو سکے اور پھر مٹی ڈال کر پُر کر دیا جائے۔

مسئلہ:۔ میت کو قبر میں رکھنے کے بعد بغیر چھت کے خالی میت پر مٹی ڈالنا خلاف سنت ہے اس سے میت کی بے حرمتی بھی ہوتی ہے۔

(یعنی قبر پر تختہ وغیرہ رکھ کر پھر مٹی ڈالی جائے تاکہ میت پر براہِ راست مٹی نہ پڑے)۔

(فتاویٰ رحیمیہ / ج ۱/ص ۳۸۳/ بحوالہ عالمگیری / ج ۱/ص ۱۶۵/ وفتاویٰ رحیمیہ / ج ۸/ص ۱۷۲)

مسئلہ:۔ زمین نرم ہونے کی وجہ سے قبر دھنس جانے کا اندیشہ ہو تو صندوقی قبر بلاحرج بنانا جائز ہے اور قبر ڈھانپنے میں ضرورۃً (کچی اینٹ تختہ وغیرہ نہ ہوں تو) پتھر استعمال کر سکتے ہیں کہ جس سے جانور قبر کھود کر مردہ تک نہ پہنچ سکے۔ مگر بہتر یہ ہے کہ پتھر کے نیچے کا یعنی میت کی

طرف کا وہ حصہ مٹی سے لیپ لیا جائے جس کی وجہ سے مردہ کی چاروں طرف مٹی معلوم ہو۔
(فتاویٰ رحیمیہ/ ج ۱/ ص ۳۸۴/ وشامی/ ج ۱/ ص ۸۳۶)

مسئلہ:۔ ریتلی زمین جب کہ قبر قائم نہ رہتی ہو تو کچی اینٹ سے لحد قائم کرنا جائز ہے ضرورت کی وجہ سے ہر جانب لحد میں کچی اینٹیں رکھی جائیں تو بلاشبہ جائز اور مستحب ہے۔
(فتاویٰ دار العلوم/ ج ۱/ ص ۳۷۲)

مسئلہ:۔ اپنے گھر والوں اور قریبی رشتہ داروں کی قبریں قریب قریب ہوں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے (جب کہ ممکن ہو) بلکہ افضل ہے، متفرق ہونے میں پہچان مشکل ہے اس لئے ایک جگہ ہونا بہتر ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ/ ج ۵/ ص ۹۵)

مسئلہ:۔ قبر کا مربع بنانا مکروہ ہے مستحب یہ ہے کہ اٹھی ہوئی مثل اونٹ کے کوہان کے بنائی جائے اس کی بلندی ایک بالشت یا اس سے کچھ زیادہ ہونا چاہئے۔

مسئلہ:۔ قبر کا ایک بالشت سے بہت زیادہ بلند کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ (علم الفقہ/ ج ۲/ ص ۲۰۱)
(نئی، تازہ قبر کی مٹی کا بلند ہونا مضائقہ نہیں ہے لیکن بعد میں مزید مٹی ڈال کر بلند کرنا مراد ہے)۔

قبر کی گہرائی کیا ہونی چاہئے؟

سوال:۔ یہ مشہور ہے کہ قبر اس قدر گہری ہونی چاہئے کہ فرشتے جب سوال کرنے کے لئے آئیں تو مردہ بیٹھ سکے تختہ اس کے سر میں نہ لگے اس کی کیا اصلیت ہے؟

جواب:۔ قبر کے اوپر کا حصہ سینے کے برابر یا پورے قد کے برابر گہرا ہونا چاہئے اور جس جگہ میت کو رکھا جاتا ہے وہ جگہ اتنی گہری ہو کہ قبر کا تختہ اس کے جسم سے نہ لگے تقریباً دو بالشت کی مقدار گہری ہو تو تختہ میت کے جسم سے نہیں لگے گا۔

میت کو دفن کرتے وقت نہ فرشتوں کے آنے کے لئے جگہ رکھنے کی ضرورت ہے اور نہ میت کے بیٹھنے کے لئے ضرورت ہے، جب فرشتے آئیں گے وہ خود بیٹھانے کی جگہ کرلیں گے اور قبر کی مٹی میت کے حق میں پانی کی طرح نرم ہو جائے گی۔

مسئلہ:۔ قبر کی لمبائی و چوڑائی کم سے کم اتنی ہونی چاہئے جس میں میت کی اور قبر میں اتارنے والے گنجائش ہو۔ (فتاویٰ محمودیہ/ ج ۲/ص ۴۰۵/ بحوالہ طحطاوی/ص ۳۳۳/ وفتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۳۸۷/ وکتاب الفقہ/ ج ۱/ص ۸۶۱)

مسئلہ:۔ یہ محض جہالت ہے، فرشتے میت کو ظاہری قبر میں نہیں بلکہ عالم برزخ میں بیٹھاتے ہیں، لحد یا شق کی گہرائی صرف اتنی ہونی چاہئے کہ اس میں میت کو سنت کے مطابق کروٹ پر لٹایا جا سکے، بالائی سطح میت کے جسم سے الگ مگر بالکل قریب ہوتا کہ درندوں سے حفاظت رہے۔ (احسن الفتاویٰ/ ج ۴/ص ۲۴۲/ وامدادالاحکام/ ج ۱/ص ۸۳۹)

مسئلہ:۔ فقہاء کی مراد نصف قامت گہرائی سے کل قبر کی گہرائی مراد ہے اور یہ ادنیٰ درجہ گہرائی کا ہے اس سے زیادہ پورے قد تک بہتر ہے اور علت اس کی یہ ہے کہ بدبو باہر نہ پھیلے اور درندوں سے محفوظ رہے۔ (احسن الفتاویٰ/ ج ۴/ص ۲۴۳/ وامدادالاحکام/ ج ۱/ص ۸۳۸)

قبر کی لحد کی جہت

مسئلہ:۔ مستحب یہ ہے کہ لحد قبلہ کی جانب میں ہو، لیکن اگر میت کو قبلہ کی جانب کے خلاف میں (غفلت یا کسی عذر) رکھ دیا اور مٹی ڈال دی گئی تو پھر قبر کھود کر اصلاح کی ضرورت نہیں ہے۔
(فتاویٰ محمودیہ/ ج ۱/ص ۴۲۷/ بحوالہ عالمگیری/ ج ۱/ص ۱۶۴)

مسئلہ:۔ قبر میں لحد کھودنا سنت ہے اور لحد متعذر (دشوار) ہونے کی صورت میں شق ہونا چاہئے بلا لحد یا بغیر شق کے ایسے ہی مٹی ڈالنا (مردہ کے جسم پر) خلاف سنت ہے۔
(فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۳۸۹)

قبر کھودتے وقت ہڈیاں نکل آئیں؟

مسئلہ:۔ اگر پہلے سے علم ہے کہ اس جگہ ہڈیاں نکل آئیں گی تو وہاں پر قبر نہ کھدوائے اور اگر پہلے سے علم نہ ہو اور قبر کھودتے وقت ایک دو ہڈی نکل آئے اس کو وہیں پر ایک طرف کو رکھ دیا جائے اور مٹی اس کے درمیان اور میت کے درمیان حائل کر دی جائے۔
(فتاویٰ محمودیہ/ ج ۷/ص ۲۴۷)

مسئلہ:۔ اگر قبر کھودنے میں دقت ہوتی ہو یا جگہ کم ہو تو قبر میں چند مردوں کو رکھ دینا جائز ہے لیکن اول ایسے شخص کو رکھیں جو بڑا عالم یا پرہیز گار متقی ہو اس کے بعد کم درجہ والا اور اس کے بعد کم درجہ والا۔ (الجواب المتین/ص ۵۳/ میاں صاحب)

دفن کرتے وقت قبر گر جائے تو؟

سوال:۔ میت کو قبر میں رکھ کر اور تختہ وغیرہ لگا کر مٹی ڈال رہے تھے کہ تختے نیچے گر گئے اب ان کو نکال کر دوبارہ درست کرنا یا میت کو دوسری قبر میں منتقل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ اگر مٹی سے تختے چھپ گئے تھے تو اکھاڑنا جائز نہیں ویسے ہی مٹی ڈال دی جائے۔ البتہ تختے چھپنے سے قبل تختہ اکھاڑنا جائز ہے اور اگر یہ قبر مرمت کے قابل نہ رہے تو ضرورت کی وجہ سے دوسری قبر بنانا جائز ہے۔ (احسن الفتاویٰ/ ج ۴/ص ۲۰۳/ بحوالہ ردالمختار/ ج ۱/ ص ۸۳۷/ وفتاویٰ دار العلوم/ ج ۵/ص ۳۸۷)

پرانی قبر اگر بیٹھ جائے تو؟

سوال:۔ اگر پرانی قبر بیٹھ جائے تو کیا ان تختوں کو نکال کر دوبارہ درست کیا جا سکتا ہے یا دوسری قبر میں منتقل کر سکتے ہیں؟

جواب:۔ قبر کے اوپر مٹی ڈال کر درست کر دیا جائے، قبر اکھاڑ کر اندر سے تختہ وغیرہ درست کرنا میت کو نکال کر دوسری قبر میں منتقل کرنا جائز نہیں ہے۔ (احسن الفتاویٰ/۴/ص ۲۰۳/ بحوالہ ردالمختار/ ج ۱/ص ۱۳۹/ وفتاویٰ دار العلوم/ ج ۵/ص ۳۸۶)

مسئلہ:۔ قبروں پر جبکہ منہدم ہو جائیں مٹی ڈال دینا جائز ہے مگر یوم عاشورہ وغیرہ کو اس کام کے لئے خاص کر لینے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ (کفایت المفتی / ج ۴/ص ۳۸)

(جب ضرورت ہو مٹی ڈال دیں کوئی دن متعین نہ کریں)۔

مسئلہ:۔ قبر پر مٹی ڈلوانا درست ہے اگر قبر مملوکہ زمین میں ہو، اور وقف کی زمین میں ہو تو گنجائش ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ/ ج ۲/ص ۳۹۶)

قبر میں کسی کا سامان رہ جائے تو؟

مسئلہ:۔ اگر کسی شخص کا قبر میں دفن کرتے وقت کچھ سامان رہ جائے تو قبر کو دوبارہ کھود کر رقم وغیرہ نکالنا جائز ہے۔(احسن الفتاویٰ/ ج۴/ص۲۱۴/ بحوالہ ردالمختار/ ج۱/ص۸۴۷/ وامداد الفتاویٰ/ ج۱/ص۷۴۳)

پرانی قبر پر مٹی ڈالنا

مسئلہ:۔ قبر کی اہانت شرعاً ممنوع ہے اس لئے اس پر بیٹھنا، چلنا، نجاست ڈالنا یہ سب چیزیں ناجائز ہیں۔ جو قبر منہدم ہو گئی ہو تو اس نیت سے کہ اہانت سے محفوظ رہے اس پر مٹی ڈالنا درست ہے۔(فتاویٰ محمودیہ/ ج۷/ص۲۳۳/ بحوالہ مجمع الانہر/ ج۱/ص۱۸۷/ فتاویٰ دارالعلوم/ ج۵/ص۳۸۴/ بحوالہ ردالمختار/ ج۱/ص۸۴۷/ دفن المیت)

پکی قبر بنانا

قبر کو پختہ بنانے کی شرعاً اجازت نہیں ہے، ممنوع ہے، حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے قبر کو پختہ بنانے اور اس پر عمارت باندھنے اور قبر پر بیٹھنے سے ممانعت فرمائی ہے۔ اس لئے فقہاء کرام نے قبر میں پکی اینٹ رکھنے اور قبر کے چاروں طرف پختہ چبوترہ بنانے اور قبر کے پاس آگ اور اس میں پکائی ہوئی چیزیں لے جانے کی بھی ممانعت فرمائی۔(ردالمختار/ ج۱/ص۸۴۷)

لہٰذا بغیر ضرورت شرعیہ کے قبر کی چہار دیواری کی بھی ضرورت نہیں ہے کچی قبر رہنے میں میت کا مفاد ہے، کچی اور کس مپرسی کی حالت کی قبر انوار الٰہی اور رحمتِ خداوندی کی زیادہ مستحب ہے اور زائرین کے دلوں پر مؤثر ہے موت یاد آتی ہے اور دنیا کے زوال کا نقشہ سامنے آجاتا ہے، زیارت قبور کی جو غرض ہے وہ حاصل ہو جاتی ہے۔ میت کے ساتھ محبت ہونے کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ اس کی قبر پختہ اور مزین بنائی جائے۔ حضرات صحابہ کرام

آنحضرت ﷺ کے سچے عاشق جان نثار تھے، آپ ﷺ کے وضو کے پانی کو زمین پر گرنے نہ دیتے تھے، ہاتھوں میں لے کر اپنے منہ اور آنکھوں پر ملتے تھے، ایسی محبت اور عظمت ہونے کے باوجود ان حضرات نے اپنے محبوب ترین آقا ﷺ کی قبر مبارک پختہ نہ بنائی، کچی رہنے دی ہمیں بھی انہیں کے نقشِ قدم پر چلنا چاہئے۔

مسئلہ:۔ اگر ضرورت سمجھی جائے کہ قبر کا نشان باقی رہے تو اس پر وقتاً فوقتاً مٹی ڈالی جاسکتی ہے۔ نیز قبر کا نشان باقی رکھنے اور اس خیال سے کہ قبر کی بے حرمتی اور توہین نہ ہو، لوگ اس کو پامال نہ کریں تو اس پر نام اور تاریخ وفات بھی لکھی جاسکتی ہے۔ (جب کہ زمین وقف نہ ہو) بہر حال ضرورت کی صورتوں کو اگر چہ حضرات فقہاء نے مستثنیٰ کیا ہے تب بھی بہتر یہی ہے کہ کچھ نہ لکھا جائے۔ شرعی حکم میں بہت سی حکمتیں اور مصلحتیں ہوتی ہیں، اگر پختہ قبر ممنوع نہ ہوتی تو آج چاروں طرف قبریں ہی قبریں ہوتیں، مکانات اور کھیتی کیلئے بھی زمین ملنا دشوار ہو جاتا۔ (فتاویٰ رحیمیہ/ ج۱/ ص۳۸۵/ بحوالہ شامی/ ج۱/ ص۸۳۹/ ومشکوۃ شریف/ ج۱/ ص۱۴۸/ ونورالایضاح/ ۱۴۰/ تفصیل دیکھئے فتاویٰ رحیمیہ/ ج۸/ ص۱۹۸/ وفتاویٰ دارالعلوم/ ج۵/ ص۳۷۷/ وکتاب الفقہ/ ج۱/ ص۸۶۴)

مسئلہ:۔ کسی بھی بزرگان دین نے پکی قبر کو پسند نہیں فرمایا، کسی دوسرے شخص نے اگر کسی بزرگ کی قبر کو پختہ کر دیا تو اس میں بزرگ کے ذمہ مؤاخذہ نہیں ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم/ ج۵/ ص۴۵۵)

(اگر بزرگ کو یقین ہے کہ میرے مرنے کے بعد میرے ناعاقبت اندیش خیر خواہ حضرات میری قبر کا غیر شرعی حال کریں گے تو مرنے والے کو غیر شرعی امور سے منع کرنے کی وصیت کرنی لازم ہے اگر زندگی میں وصیت نہ کی تو مؤاخذہ ہو سکتا ہے۔ واللہ اعلم۔ محمد رفعت قاسمی)

قبر پر چہار دیواری بنانا

سوال:۔ قبر پر چار پانچ فٹ کی صرف چہار دیواری بغیر چھت کی حفاظت کی غرض سے بنانا جائز ہے۔ یا نہیں؟ نیز چبوترہ بنا کر اس کے اوپر قبر بنانا تاکہ بارش کے سیلاب سے حفاظت

رہے اور زائرین کے بیٹھنے کے لئے صفائی رہے، جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ قبر پر ہر قسم کی تعمیر بغرض زینت حرام ہے، اور بغرض استحکام مکروہ تحریمی ہے اور گناہ میں مکروہ تحریمی بھی حرام کے برابر ہے۔ چہار دیواری خواہ ایک ہی اینٹ کی ہو اس کا بناء (تعمیر) ہونا ظاہر ہے اور چبوترہ بلکہ اصل مٹی سے زائد مٹی ڈالنا بھی بناء (تعمیر) میں داخل ہے اور قبرستان پر چہار دیواری سے حدود قبرستان کی تعین وحفاظت مقصود ہوتی ہے، اس لئے جائز ہے۔ علاوہ ازیں قبر پر چہار دیواری کی رسم قبہ سازی کا ذریعہ بن رہی ہے مزید بریں چہار دیواری میں (وقف زمین میں) دوسروں کی حق تلفی کا گناہ بھی ہے، احاطہ خواہ کتنا ہی چھوٹا ہو تو بھی دیواروں کے نیچے آنے والی زمین کو بلاضرورت مشغول کرنے میں دوسروں کی حق تلفی ظاہر ہے۔

زائرین کے لئے بغرض صفائی چبوترہ بنانا کوئی مقصود شرعی نہیں ہے اور اگر سیلاب کا خطرہ ہو تو قبر کے اندر (بغیر آگ پر پکائی سیمنٹ کی) اینٹیں لگا کر سیمنٹ کے سلیپ کے ذریعہ شق پاٹ کر حفاظت کا انتظام کیا جاسکتا ہے، اور اس تدبیر سے قبر بیٹھنے سے بھی محفوظ ہوجائے گی اور نشان کے لئے قبر کے سرہانے کوئی پتھر گاڑ دینا کافی ہے۔

(جبکہ زمین اپنی ملک ہو)۔

اگر سیلاب سے مٹی بہہ گئی تو اس نشان پر دوبارہ مٹی ڈال کر قبر درست کی جاسکتی ہے، اس کے باوجود قبر پر مٹی کی ضرورت زیادہ ہو تو چبوترہ کے بجائے قبر کے چاروں طرف ڈھلان کی صورت میں مٹی ڈال کر اس مقام کو بقدرِ ضرورت اونچا کردیا جائے، نیز حفاظت قبر کی ضرورت صرف اس وقت تک ہے جب تک میت خاک نہیں ہوجاتی اس کے بعد حفاظت کی ضرورت نہیں اس لئے قبر کی مضبوطی کا زیادہ اہتمام درست نہیں ہے۔

(احسن الفتاوی /ج۴/ص۱۹۰/ بحوالہ البحر الرائق/ج۲/ص۱۹۴/ ردالمحتار/ج۱/ص۸۳۸/ وفتاوی دارالعلوم/ج۵/ص۳۹۵)

مسئلہ:۔ قبرستان کا احاطہ بنانے میں سود اور زکوۃ کی رقم استعمال کرنا جائز نہیں ہے اس کے

لئے حلال کمائی کی رقم ہونی چاہئے۔ زکوۃ کی رقم لگانے سے زکوۃ ادا نہ ہوگی۔
(فتاوی دار العلوم/ ج ۵/ص ۱۰۸)

قبر پر نام کا پتھر لگوانا

مسئلہ:۔ کچی قبر بنانا سنت ہے پکی قبر بنانا خلافِ شرع اور گناہ ہے۔
(فتاوی محمودیہ/ ج ۲/ص ۳۷۶/ وطحاوی/ص ۳۳۵)

مسئلہ:۔ قبر پر مرحوم کے نام کا پتھر لگانے سے مرحوم کو کچھ اجر نہیں ملے گا مرحوم کے لئے اجر وثواب اس میں ہے کہ اپنی حیثیت کے مطابق غرباء ومساکین کی امداد کی جائے یا کسی صدقہ جاریہ کے کام میں خرچ کی جائے، یہ مرحوم کے حق میں بہتر ہے۔
(فتاوی رحیمیہ/ ج ۶/ص ۳۰۸)

مسئلہ:۔ قبر کو پختہ یا اس پر عمارت بنانا ممنوع اور ناجائز ہے اور لکھنا بھی مکروہ ہے (جبکہ قبرستان وقف ہو) حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ قبر کو پختہ بنانے سے قبروں پر لکھنے اور قبروں کو پامال کرنے سے آپ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔(ترمذی شریف الجواب المتین میاں صاحب/ص ۵۳/ وامداد الاحکام/ ج ۱/ص ۸۱۳/ واحسن الفتاوی/ ج ۴/ص ۱۹۹/ وکتاب الفقہ/ ج ۱/ص ۸۶۲)

دفن کے مسائل

مسئلہ:۔ میت کو رات میں دفن کرنا بلا شبہ جائز ہے۔
(احسن الفتاوی/ ج ۴/ص ۲۲۲/ بحوالہ ترمذی شریف/ ج ۱/ص ۱۷۱/ وابن ماجہ/ص ۱۰۹)

مسئلہ:۔ میت کو قبر میں اتارتے وقت کی دعاء: ''بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ''۔
(ترمذی شریف/ ج ۱/ص ۲۰۲)

مسئلہ:۔ میت کو دفن کرتے وقت قبر کے اندر کیوڑہ چھڑکنا، یا اگر بتی قبر پر یا قبر سے الگ سے جلانا، ناجائز اور بدعت ہے شریعت میں اس کا کوئی ثبوت نہیں۔
(فتاوی محمودیہ/ ج ۲/ص ۴۹۸/ بحوالہ طحاوی/ص ۳۳۳/ واحسن الفتاوی/ ج ۱/ص ۳۷۱)

مسئلہ:۔ جنازہ کے ساتھ نامحرم بھی ہوتے ہیں اس لئے عورت کو دفن کرتے وقت قبرستان میں قبر کے پاس پردہ کیا جاتا ہے تاکہ (میت عورت کو) قبر میں رکھتے وقت بدن کے جثہ کو نامحرم نہ دیکھیں۔ (فتاویٰ محمودیہ/ ج ۲/ص ۴۴۷)

مسئلہ:۔ عورت کو دفن کرتے وقت پردہ کا حکم سب عورتوں کے لئے عام ہے خاص پردہ والی عورتوں کے لئے نہیں ہے۔ (بلکہ سب کیلئے برابر ہے)۔

(فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۴۱۲/ بحوالہ ردالمختار/ ج ۱/ص ۸۴۳/ وعلم الفقہ/ ج ۲/ص ۲۰۰)

مسئلہ:۔ عورت کے جنازہ پر نماز پڑھنے کے لئے پردہ تان دینا نہ ضروری ہے نہ ثابت ہے۔ (کفایت المفتی / ج ۴/ص ۷۷)

مسئلہ:۔ عورت کے جنازہ کو یعنی پلنگ کے اوپر سے ڈھکا ہوا ہونا چاہئے، اسی طرح اس کی قبر کو بھی دفن کے وقت ڈھکا رکھا جائے، یہاں تک کہ لحد میں اتارنے سے فراغت حاصل ہو جائے۔ کیونکہ عورت چوٹی سے پاؤں تک تمام ہی پردہ کی چیز ہے بالعموم (دفن کے وقت) کچھ نہ کچھ حصہ کھل جاتا ہے، لہٰذا اگر کچھ نہ کچھ کھلنا ناگزیر ہو تو ایسی صورت میں پردہ لگانا واجب ہے۔ (کتاب الفقہ/ ج ۱/ص ۸۵۶)

(یہاں پر دیوبند کے قبرستان میں قبر کے چاروں سے پردہ کر کے میت عورت کو قبر میں محرم اتارتے ہیں تاکہ عورت کا کچھ بھی حصہ محرم کی نظر پڑنے نہ پائے اور غیر محرم بھی قبر میں اتارتے وقت الگ ہو جاتے ہیں۔ محمد رفعت قاسمی)

مسئلہ:۔ میت مرد کے دفن کے وقت قبر پر پردہ کرنا نہ چاہئے ہاں اگر عذر ہو مثلاً بارش برس رہی ہے یا برف گر رہی ہو یا دھوپ سخت ہو تو پھر جائز ہے۔ (علم الفقہ/ ج ۲/ص ۲۰۰)

میت کو قبر میں داہنی کروٹ پر لٹانا

سوال:۔ قبر میں پردہ کو چت لٹا کر صرف چہرہ قبلہ کی طرف کر دیا جائے یا اس کو قدرے داہنی کروٹ پر کر دیا جائے کہ پورا رخ قبلہ کی طرف ہو جائے کون سی صورت بہتر ہے؟

جواب:۔ کروٹ دے کر قبلہ رخ کیا جائے صرف چہرہ قبلہ کی طرف پھرانے پر کفایت نہ کی

جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ/ ج ۲/ص ۴۲۲/ وہٰکذا فی احسن الفتاویٰ/ ج ۴/ص ۲۳۵/ وفتاویٰ ہندیہ/ ج ۱/ص ۱۶۶/ وغنیۃ المستملی / ج ۱/ص ۵۵۳/ ومراقی الفلاح/ص ۳۳۴/ فتح القدیر/ ج ۱/ص ۴۷۱/ بحرالرائق/ص ۱۹۴/ فتاویٰ البدائع/ ج ۱/ص ۳۱۹)

(سنت طریقہ یہ ہے کہ مردہ کو قبلہ رُخ داہنی کروٹ پر لٹایا جائے اور پشت کی جانب مٹی سے سہارا دے دیا جائے تاکہ مردہ پلٹ نہ جائے یعنی پورا رخ قبلہ کی طرف کردینے کا راجح ہونا مذکورہ بالا حوالوں سے ثابت ہے)۔ (محمد رفعت قاسمی)

مسئلہ:۔ میت کا چہرہ قبر میں عمداً قبلہ رخ نہ کرنا موجب معصیت ہے البتہ سہواً ایسا ہوا ہے تو کوئی حرج نہیں، مٹی ڈالنے سے پہلے معلوم ہو جائے کہ منہ قبلہ کی طرف نہیں ہے تو قبر کھول کر یعنی اینٹ، بانس تختہ وغیرہ ہٹا کر چہرہ قبلہ کی طرف کردیا جائے، قبر پر مٹی ڈال چکنے کے بعد قبر کھولنا گناہ ہے جائز نہیں ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ/ ج ۸/ص ۸۵/ بحوالہ شامی/ ج ۱/ص ۸۳۷/ فی دفن المیت وعلم الفقہ/ ج ۲/ص ۲۰۸)

مسئلہ:۔ مردہ کو شمالاً جنوباً دفن کرنا اس طریق سے کہ منہ قبلہ کی طرف ہو مسنون ہے کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ، کعبہ مکرمہ قبلہ ہے زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی اور یہ تفاولاً ہے کیونکہ مسلمان کی طرف یہی گمان کرنا چاہئے کہ وہ ایمان اور اسلام پر فوت ہوا ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۴۱۴/ بحوالہ ردالمختار/ ج ۱/ص ۸۳۷/ وابوداؤد)

مسئلہ:۔ میت کو قبر میں چت لٹانا اور قبلہ کی طرف منہ کرنا بھی جائز ہے اور کروٹ سے لٹانا اور پشت کی طرف مٹی کے ڈھیلے کی ٹیک لگانا بھی جائز ہے، اور یہ صورت چت لٹانے سے بہتر اور افضل ہے۔ (کفایت المفتی / ج ۴/ص ۳۷)

مسئلہ:۔ مسلمان میت کا منہ قبر میں قبلے کی طرف رکھنا چاہئے۔ جن ملکوں میں قبلہ مشرق کی طرف ہو، وہاں میت کا سر جنوب کی طرف اور پاؤں شمال کی طرف کر کے قبلہ رُخ لٹا کر دفن کیا جائے۔ (کفایت المفتی / ج ۴/ص ۵۱)

میت کو قبر میں لٹانے کا مسنون طریقہ

مسئلہ:۔ قبر میں میت کو قبلہ جہت سے اتارنا مسنون ہے، قبر میں دائیں بازو پر لٹا کر منہ قبلہ رخ کرنا سنت مؤکدہ ہے قبلہ کی طرف پاؤں کرنا ناجائز ہے، نیز بعض فقہاء کے نزدیک قبر میں میت کا منہ قبلہ رخ کرنا واجب ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ/ ج۱/ص ۳۷۰/ بحوالہ شامی/ ج۱/ص ۸۳۷/ وہدایہ/ ج۱/ص ۱۶۲)

مسئلہ:۔ جب قبر تیار ہو چکے تو میت کو قبلے کی طرف سے قبر میں اتار دیں، اس کی صورت یہ ہے کہ جنازہ قبر سے قبلے کی جانب رکھا جائے اور اتارنے والے قبلہ رُخ کھڑے ہو کر میت کو اٹھا کر قبر میں رکھ دیں، قبر میں اتارنے والوں کا طاق یا جفت ہونا مسنون نہیں، نبی کریم ﷺ کو آپ کی قبر مقدس میں چار آدمیوں نے اتارا تھا۔

مسئلہ:۔ قبر میں رکھتے وقت ''بِسْمِ اللّٰہِ وَعَلٰی مِلَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ'' کہنا مستحب ہے۔

مسئلہ:۔ قبر میں رکھنے کے بعد کفن کی وہ گرہ جو کفن کھل جانے کے خوف سے لگائی تھی کھول دی جائے۔ (علم الفقہ/ ج ۲/ص ۲۲۰)

دفن کے بعد ہر شخص کتنی مٹی ڈالے؟

مسئلہ:۔ میت کو قبر میں رکھ کر تختہ وغیرہ پر بوریا ڈال کر مٹی ڈالنا جائز ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم/ ج ۵/ص ۴۰۴/ شامی ردالمختار/ ج۱/ص ۸۳۷)

مسئلہ:۔ میت کو دفن کرنے کے بعد قبر پر ہر شخص کتنی کتنی مٹی ڈالے؟ اس میں کچھ تحدید نہیں ہے بہتر یہ ہے کہ تین تین مٹھی مٹی قبر میں ڈالنا تمام حاضرین کو مستحب ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم/ ج ۵/ص ۳۸۸/ وص ۴۱۴/ بحوالہ ردالمختار/ ج۱/ص ۸۳۸)

(ہر شخص اپنے دونوں ہاتھوں میں مٹی بھر کر قبر میں ڈالے تین مرتبہ)

مسئلہ:۔ عالمگیری میں باب صلاۃ الجنائز/ ج۱/ص ۱۶۳/ پر ہے کہ مستحب ہے ہر اس شخص کیلئے جو دفن میں حاضر ہو کہ تین تین مٹھی بھر کر قبر پر ڈالے اور پہلی مٹی ڈالتے وقت پڑھے:

''مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ'' اور دوسری مٹی ڈالتے وقت ''وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ'' اور تیسری پر ''وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرٰى''۔ (فتاویٰ دار العلوم/ ج ۵/ ص ۴۱۴)

مسئلہ:۔ قبر مکمل ہونے کے بعد اگر کوئی آئے تو پھر مٹی دینے کی ضرورت نہیں ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم/ ج ۵/ ص ۳۸۴/ وامداد الاحکام/ ج ۱/ ص ۸۳۷)

مسئلہ:۔ قبر پر مٹی ڈالنے کے بعد پانی چھڑک دینا مستحب ہے۔ (علم الفقہ/ ج ۲/ ص ۲۰۱)

مسئلہ:۔ تدفین کے بعد ہاتھ دھونا اگر مٹی لگی ہو تو درست ہے، ہاتھ دھونے میں شرعاً کچھ حرج نہیں ہے اگر ہاتھ خراب نہ ہوں سوکھی مٹی کی وجہ سے تو دھونا ضروری نہیں ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم/ ج ۵/ ص ۴۱۴/ وکفایت المفتی / ج ۴/ ص ۴۱)

دفن کے بعد سورۂ بقرہ کا اول وآخر پڑھنا؟

مسئلہ:۔ میت کو دفن کرنے بعد ایک شخص سورۂ بقرہ کا اول ''الٓمّٓ'' تا ''مفلحون'' سرہانے اور دوسرا شخص سورۂ بقرہ کا آخر '' آمن الرسول '' تا ختم پیروں کی طرف کھڑے ہو کر آہستہ آواز سے پڑھے، یہ تو حدیث شریف سے ثابت ہے باقی اذان دینا قبر پر ثابت نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ/ ج ۷/ ص ۲۳۱)

مسئلہ:۔ سورۂ بقرہ کا اول وآخر دفن کے بعد قبر پر پڑھنا حدیث سے ثابت ہے لیکن شہادت کی انگلی کی مٹی (قبر) میں رکھنا ثابت نہیں بلکہ مشائخ کا معمول ہے لہٰذا دونوں صورتوں میں مضائقہ نہیں۔ میت کو دفن کرنے کے بعد کچھ دیر تک ٹھہرنا اور ذکر وتسبیح میں مشغول رہنا اور دعائے مغفرت اور ایصال ثواب کرنے میں مضائقہ نہیں بلکہ بہتر ہے کہ اس سے سوال وجواب میں آسانی ہوتی ہے اور بعض صحابہؓ نے اس کی وصیت بھی فرمائی ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ/ ج ۲/ ص ۳۷۹/ بحوالہ ابوداؤد/ ج ۲/ ص ۴۵۹/ وشامی/ ج ۱/ ص ۶۰۱/ وکفایت المفتی / ج ۴/ ص ۵۲/ وعلم الفقہ/ ج ۲/ ص ۲۰۱)

مسئلہ:۔ تدفین کے بعد چند قدم چل کر دعاء کرنے کا رواج اور میت کے گھر دعاء کرنے کے لئے جمع ہونے کا دستور خلاف سنت ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ/ ج ۲/ ص ۱۹۴/ وشامی/ ج ۱/ ص ۸۴۲)

دفن کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنا؟

مسئلہ:۔ثواب پہنچانے کے لئے قبر پر ہاتھ اٹھانا ضروری نہیں بغیر ہاتھ اٹھائے بھی ثواب پہنچ جاتا ہے نیز اس سے دیکھنے والوں کو شبہ ہوتا ہے کہ شاید صاحب قبر سے کچھ مانگ رہا ہے اس لئے بہتر یہ ہے کہ ہاتھ نہ اٹھائے جائیں، اگر اٹھانا ہو تو قبلہ رخ ہو کر اٹھائے جائیں تا کہ شبہ مذکورہ نہ ہو۔ (فتاویٰ محمودیہ/ ج ۷/ص ۲۲۱/ وامداد الاحکام/ ج ۱/ص ۸۳۷)

مسئلہ:۔ نماز جنازہ کے بعد میت کے لئے دعا نہ کرے کیونکہ اس سے نماز جنازہ میں زیادتی کرنے کا شبہ ہوتا ہے۔ صحیح اور معتمد طریقہ سے ثابت ہے کہ میت کو دفن کرنے کے بعد جتنی دیر اونٹ ذبح کر کے اس کو گوشت تقسیم کرنے میں لگتی ہے اتنی دیر تک قبر کے پاس تلاوت قرآن اور استغفار میں مشغول رہیں یہ مستحب ہے اس سے میت کو انس اور فائدہ ہوتا ہے۔

اس صحیح اور ثابت شدہ طریقہ کو چھوڑ کر دعائے مغفرت کا قیمتی وقت دنیاوی باتوں میں صرف کر دیا جاتا ہے اور برائے نام دعا کر کے رخصت ہو جاتے ہیں یا خلاف سنت طریقہ میں اپنا قیمتی وقت ضائع کر دیتے ہیں۔

(فتاویٰ رحیمیہ/ ج ۱/ص ۳۵۹/ بحوالہ مرقاۃ المفاتیح/ ج ۲/ص ۳۱۹)

آنحضرت ﷺ جب کسی شخص کے دفن سے فارغ ہوتے تو وہاں ٹھہرتے اور فرماتے اپنے بھائی کے لئے اللہ سے مغفرت طلب کرو اور اس کے لئے ثابت قدمی کی دعا کرو اب اس سے سوال کیا جائے گا۔ (فتاویٰ رحیمیہ/ ج ۵/ص ۱۲۶/ ابوداؤد شریف/ ج ۱/ص ۹۵/ ومشکوۃ شریف/ ج ۱/ص ۱۴۹/ وفتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۴۰۱/ ومشکوۃ/ ج ۱/ص ۲۶/ باب اثبات)

مسئلہ:۔ میت کو دفن کرنے کے بعد ستر قدم پیچھے ہٹ کر دعا مانگنا بدعت اور مذموم ہے اور ناجائز ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۳۸۱)۔ (مذکورہ بالا سنت طریقہ نہ چھوڑا جائے)

مسئلہ:۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ قبور کے سرہانے سورہ بقرہ کی اول آیتیں ''مفلحون'' تک اور پیروں کی طرف سورۂ بقرہ کی آخری آیتیں پڑھنا مستحب ہے لیکن قبر پر انگلی رکھنے کا (یا انگلی کا اشارہ کرنے کا) کچھ ثبوت نہیں ہے، اگر کوئی نہ کرے تو موجب

طعن وعتاب نہیں ہے، اور تارک گنہگار نہیں ہے۔

(فتاوی دار العلوم/ ج ۵/ص ۳۹۱/ بحوالہ رد المختار/ ج ۱/ص ۸۳۸/ وص ۸۴۳)

مسئلہ:۔ میت کو دفن کرنے کے بعد سورۂ بقرہ کا اول وآخر بلا جہر پڑھا جائے۔

(فتاوی دار العلوم/ ج ۵/ص ۴۰۵/ وامداد الفتاوی/ ج ۱/ص ۸۲۵)

قبر پر پانی چھڑکنا

سوال:۔ جب مردہ کو دفن کرتے ہیں آخر میں قبر پر پانی چھڑکتے ہیں یا جب بھی کوئی فاتحہ پڑھنے جاتا ہے تو پانی ضرور ڈالتا ہے، کیا یہ درست ہے؟

جواب:۔ قبر کی مٹی جمانے کی غرض سے پانی چھڑکنا مندوب ہے اس کو ضروری سمجھنا یا مستقل ثواب کا کام سمجھنا بدعت اور گناہ ہے۔ (احسن الفتاوی/ ج ۴/ص ۲۲۴)

مسئلہ:۔ قبر کی مٹی جمی رہے اور قبر کی حفاظت رہے اس خیال سے تدفین کے بعد پانی چھڑکنا جائز بلکہ مستحب ہے آپ ﷺ سے ثابت ہے، سر کی طرف سے پانی چھڑکنا شروع کرے اور پائنتی تک چھڑکے، بعد میں بھی اگر قبر کی مٹی منتشر ہوگئی ہو تو قبر کو ٹھیک کر کے پانی چھڑکنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، لیکن ہر جمعرات یا جمعہ کو پانی چھڑکنے کا اہتمام کیا جائے اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ (فتاوی رحیمیہ/ ج ۸/ص ۱۷۷)

قبر کے پاس اجرت پر قرآن خوانی؟

سوال:۔ بعض جگہ دستور ہے دفن کے بعد کچھ دن کیلئے خاص اہتمام کے ساتھ میت کیلئے اجرت پر پڑھنے والے مقرر کئے جاتے ہیں شرعاً کیسا ہے؟

جواب:۔ ناجائز ہے پڑھنے والا اور پڑھوانے والے دونوں گنہگار ہیں اور وہ اجرت حرام اور اس کی واپسی ضروری ہے۔ (فتاوی محمودیہ/ ج ۷/ص ۲۴۶/ وعلم الفقہ/ ج ۲/ص ۲۱۴)

مسئلہ:۔ فی نفسہٖ تلاوت قرآن کریم کسی قبر کے پاس بغیر اجرت کے انس میت یا ایصال ثواب کے لئے راجح قول کے موافق ممنوع نہیں بلکہ درست ہے، ناظرہ اور حفظ کی کوئی تفصیل

نہیں لیکن بعض جگہ اس کا ایسا رواج اور اہتمام ہے کہ اس کو لازم اور ضروری سمجھا جاتا ہے یہ ناجائز ہے اور تارک پر ملامت کی جاتی ہے یہ سخت ممنوع ہے۔
(فتاویٰ محمودیہ/ ج ۷/ص ۲۴۵/ واحسن الفتاویٰ/ ج ۱/ص ۳۷۵)

مسئلہ:۔ میت کے لئے دعا کرنا درست ہے دعا اس طرح کی جائے جس سے دیکھنے والے کو شبہ نہ ہو کہ قبر سے کچھ مانگ رہے ہیں۔
(فتاویٰ محمودیہ/ ج ۷/ص ۲۳۴/ واحسن الفتاویٰ/ ج ۴/ص ۱۸۶)

قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا؟

مسئلہ:۔ فی نفسہٖ میت کے لئے استغفار کرنا اور ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا قبرستان میں جائز ہے اور بغیر ہاتھ اٹھائے بھی درست ہے لیکن چونکہ لوگ بکثرت اپنی مرادیں مزارات پر جا کر اصحاب قبور سے مانگتے ہیں جو کہ حرام اور شرک ہے۔ اس لئے ہاتھ نہ اٹھائے جائیں تا کہ ان کے ساتھ تشبہ نہ ہو اور ان کے عمل کو تقویت اور تائید حاصل نہ ہو سکے۔
(فتاویٰ محمودیہ/ ج ۲/ص ۳۹۴/ وفتاویٰ رحیمیہ/ ج ۵/ص ۱۰۸)

مسئلہ:۔ دعا بغیر ہاتھ اٹھائے بھی کی جا سکتی ہے۔ اور ہاتھ اٹھا کر بھی آنحضرت ﷺ نے دفن کے بعد قبلہ کی طرف رُخ فرما کر ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی ہے۔ اگر ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا چاہے تو آنحضرت ﷺ کی پیروی کرتے ہوئے قبر کی طرف رخ نہ کیا جائے بلکہ قبلہ کی طرف رخ کر لیا جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ/ ج ۲/ص ۴۰۶/ بحوالہ فتح الباری/ ج ۱۱/ص ۱۲۲/ واحسن الفتاویٰ/ ج ۱/ص ۳۵۲)

قبر پر اذان پڑھنا

سوال:۔ تدفین کے بعد قبر پر اذان پڑھنا کیسا ہے؟ کیونکہ یہ عقیدہ ہے کہ اذان سے میت شیطانی شرارت سے محفوظ رہتی ہے؟

جواب:۔ حضور ﷺ نے میت کی مغفرت اور عذاب قبر اور شیطانی شرارت سے حفاظت کے

لئے نماز جنازہ اور میت کو قبر میں رکھتے وقت ''بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ'' پڑھنے کی اور مٹی ڈالتے وقت تین مٹھی ڈالنے کی اور پہلی بار ''مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ'' دوسری بار ''وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ'' تیسری بار ''وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى'' پڑھنے کی ہمیں ہدایت فرمائی ہے، اور دفنانے کے بعد سرہانے پر سورہ بقرہ کی ابتدائی آیتیں اور پائنتی کی طرف سورۂ بقرہ کی آخری آیتیں پڑھنے اور دیر تک قرآن شریف وغیرہ پڑھنے اور بارگاہِ الٰہی میں نہایت عجز وانکساری کے ساتھ میت کے لئے دعائے مغفرت کرنے کا بھی ثبوت ملتا ہے۔
(مشکوٰۃ/ شریف/ ج۱/ص ۱۴۸)

اگر اس وقت اذان کی ضرورت ہوتی تو آنحضرت ﷺ ضرور حکم فرماتے اور جانثار صحابہ کرامؓ ضرور عمل کرتے۔ آنحضرت ﷺ کے مبارک زمانہ میں آپ ﷺ کی وفات کے بعد خلفاء راشدین کے دور میں ہزارہا صحابہ وتابعین وفات پائے مگر کسی کی قبر پر اذان نہیں دی گئی، کسی نے بھی اس پر عمل نہیں کیا، مسنون طریقہ پر عمل کرنے میں ہماری نجات ہے اور اس کی خلاف ورزی گمراہی کا باعث ہے۔ لہٰذا جو کام آپ ﷺ کے زمانہ میں دین میں شامل نہ تھا آج بھی دین میں شامل نہیں ہوسکتا۔ (الاعتصام/ ج۱/ص ۴۸)

اس لئے نماز عیدین اور خطبہ کے وقت اذان اور جماعت کے وقت اقامت نہیں پڑھی جاتی کہ آپ ﷺ کے مبارک دور میں یہ دین میں نہیں تھی اسی طرح قبر پر اذان دینا بھی دین میں شامل نہیں، قطعاً بدعت ہے۔ کیونکہ یہ سنت سے ثابت نہیں۔ (فتح القدیر/ ج۲/ ص۱۰۲/ و بحر الرائق/ ج۲/ص ۱۹۶/ و عالمگیری/ ج۱/ص ۱۶۶/ تفصیل دیکھئے فتاوی رحیمیہ/ ج۱/ص ۳۶۵ وفتاویٰ محمودیہ/ ج۲/ص ۴۱۷/ ردالمحتار/ ج۱/ص ۲۵۸/ وفتاویٰ دار العلوم/ ج۵/ص ۳۸۲/ مشکوٰۃ المصابیح/ ص ۴۰۶/ واحسن الفتاویٰ/ ج۱/ص ۳۳۷/ وفتاویٰ رحیمیہ/ ج۱/ص ۱۹۹/ وعلم الفقہ/ ج۲/ص ۲۰۶)

میت کو دوسری جگہ منتقل کرنا

سوال:۔ میت کو جہاں پر موت ہو وہاں سے دوسرے شہر میں منتقل کرنے میں کیا تحقیق ہے؟
جواب:۔ میت کو دوسرے شہر کی طرف نقل کرنا (لے جانا) مکروہ تحریمی ہے، مردہ کو منتقل کرنے

میں تاخیر دفن اور میت کے خراب ہونے کا خطرہ کے علاوہ آج کل مزید مندرجہ ذیل مفاسد پیدا ہوگئے ہیں۔ (١)۔ اس کا التزام ہونے لگا ہے۔ (٢)۔ مصارف کثیرہ و مشقت شدیدہ کا تحمل۔ (٣)۔ آبائی قبرستان میں دفن کرنے کا التزام اور اس پر اصرار سے یہ عقیدہ ثابت ہوتا ہے کہ ایک مقام میں دفن ہونے والے اموات کی آپس میں ملاقات ہوتی ہے حالانکہ یہ عقیدہ غلط ہے۔ (۴)۔ جنازہ کو منتقل کرنے میں عموماً نماز جنازہ کے تکرار کا سبب بنتا ہے۔ جو ناجائز ہے۔ (احسن الفتاویٰ/ ج ۴/ص ٢٠٩/ بحوالہ طحطاوی/ص ٣٣٧/ و بحر/ ج ٢/ص ١٩٥)

مسئلہ:۔ مستحب یہی ہے کہ میت کو اسی علاقہ میں دفن کیا جائے جہاں موت واقع ہوئی ہے، دفن سے پہلے اس کو ایک شہر سے دوسرے شہر میں لے جانے کے اندر مضائقہ نہیں بشرطیکہ لاش میں بو پیدا ہو جانے کا اندیشہ نہ ہو۔

مسئلہ:۔ دفن کرنے کے بعد میت کو نکال کر لے جانا حرام ہے، بجز اس صورت کے جب کہ اسے کسی ایسی زمین میں دفن کیا گیا ہو جانا جائز طور پر غصب کی ہوئی (ہتھیائی ہوئی) ہو یا دفن کے بعد کسی نے بذریعہ حق شفعہ لے لی ہو۔

(کتاب الفقہ/ ج ١/ص ٨٦٥/ و کفایت المفتی/ ج ۴/ص ٥٠/ و علم الفقہ/ ج ٢/ص ٢٠٨)

امانت کے طور پر دفن کر کے منتقل کرنا

بعض جگہ میت کو جو کسی دوسرے علاقہ میں موت ہوگئی ہو تابوت وغیرہ میں رکھ کر امانت کہہ کر دفن کرتے ہیں اور پھر بعد میں کسی موقع پر تابوت نکال کر اپنے علاقہ میں لے جا کر دفن کرتے ہیں، واضح رہے کہ دفن کرنے کے بعد خواہ امانۃً دفن کیا ہو یا بغیر اس کے، دوبارہ نکالنا جائز نہیں، اور امانۃً دفن کرنا بھی شرعاً بے اصل ہے۔

(عزیز الفتاویٰ/ ج ١/ص ٢۴٢)

مسئلہ:۔ امانت کے طور پر دفن کرنے میں خیال کرتے ہیں کہ جس مدت تک زمین کے سپرد کرتے ہیں اس وقت تک میت گلتی سڑتی نہیں، شریعت میں اس کی کچھ اصل نہیں ہے اور ایسا کرنا جائز نہیں ہے اور جو لوگ ایسا کرتے ہیں، با اعتقاد مذکورہ وہ گنہگار ہیں، کیونکہ دفن کرنے

کے بعد شرعاً نکالنا میت کا قبر سے اور دوسری جگہ دفن کرنا درست نہیں اور یہ حکم عام ہے۔ اس سے کہ امانۃً دفن کیا جائے یا نہیں اور امانۃً دفن کرنا شریعت سے ثابت نہیں ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۴۰۳/ وص ۴۰۸/ بحوالہ ردالمختار۔ باب صلاۃ الجنائز/ ج ۱/ص ۸۳۷)

قبر کھول کر میت نکالنا

مسئلہ:۔ جب تک یہ گمان ہے کہ میت کی کوئی ہڈی گلنے سڑنے سے باقی ہے کسی کو کھولنا حرام ہے اس حکم سے چند باتیں مستثنیٰ ہیں منجملہ ان کے یہ ہے کہ میت کو ہتھیائی ہوئی زمین میں دفن کیا جائے اور مالک زمین اس کی قیمت لینے سے انکار کردے، اور یا یہ کہ غصب کردہ زمین میں دفن کیا گیا ہو اور اس کا مالک اس میت کے وہاں مدفون رہنے پر راضی نہ ہو، اور یا یہ صورت ہو کہ میت کے ساتھ کچھ مال قصداً یا بے خبری میں دفن ہو گیا ہو، قطع نظر اس کے کہ وہ مال خود میت کا ہو یا کسی دوسرے کا اور خواہ وہ مال بہت ہو یا تھوڑا، یعنی صرف ایک ہی درہم ہو، ایسی صورت میں قبر کھول کر دہ مال نکالنا جائز ہے، خواہ لاش خراب ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو۔
(کتاب الفقہ/ ج ۱/ص ۲۶۶/ وعلم الفقہ/ ج ۲/ص ۲۰۷)

میت کو دفن کرنے کے بعد منتقل کرنا؟

سوال:۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ میت کو دفن کرنے کے بعد منتقل کرنے کی یہ صورت ہو کہ قبر کو کھودنے اور لحد کو کھولنے کے بجائے پوری اٹھالی جائے یعنی قبر کے چاروں طرف سے دو ڈھائی گز تک زمین کھود کر یہ پورا ٹکڑا جس میں لحد اور قبر ہے اس طرح اٹھایا جائے جیسے بڑے درخت کا پینڈا اٹھایا جاتا ہے۔

سوال یہ ہے کہ کیا اس صورت میں بھی وہی حکم ہوگا جو لحد کھولنے اور جنازہ کو اس سے نکالنے کا ہوتا ہے؟

جواب:۔ حامداً ومصلیاً: اصل یہ ہے کہ آدمی کا جس بستی میں انتقال ہوا اسی بستی میں دفن کیا جائے، اگر اس نے وصیت کی ہو کہ مجھ کو فلاں جگہ دفن کرنا تو اس طرح کرنا ضروری

نہیں ہے شرعاً یہ وصیت باطل ہے۔ (شامی/ ج ۱/ ص ۶۰۲)

جاتے ہوئے جب ان کی قبر پر گزریں تو فرمانے لگیں کہ اگر میرا بس چلتا تم یہاں دفن نہیں کئے جاتے بلکہ جہاں انتقال ہوا تھا وہیں دفن ہوتے۔ تاہم اس مسئلہ میں اتنی تنگی نہیں ہے، امام محمدؒ نے میل دو میل کو مقام وفات سے حسب مصالح دور لے جا کر دفن کرنے کی گنجائش بتائی ہے۔ (شامی/ ج ۱/ ص ۶۰۲)

لیکن دفن کرنے کے بعد منتقل کرنے کی اجازت نہیں دی ہے۔ طحطاوی نے دفن کرنے کے بعد منتقل کرنے کی تین صورتیں لکھی ہیں ایک یہ کہ میت کو کسی غیر کی زمین میں بغیر اجازت مالک کے دفن کر دیا گیا ہو جس سے وہ حصہ زمین کا غصب ہو گیا اور مالک کسی طرح میت کے یہاں رہنے پر رضامند نہیں ہے بلکہ اس کے نکالنے پر مصر ہے تو ایسی حالت میں دوسری قبر میں منتقل کر دیا جائے، یہ صورت بالاتفاق جائز ہے۔

دوسری صورت میت کو دوسرے قبرستان میں منتقل کرنا مقصود ہے، خواہ میت کی عظمت و محبت کی وجہ سے یا اس کی تمنا اور وصیت کی خاطر یہ صورت بالاتفاق ناجائز ہے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ میت کی قبر پر پانی غالب آجائے جس سے میت نہ رہ سکے اس صورت میں بعض حضرات نے میت کو منتقل کرنے کی اجازت دی ہے بعض نے منع کیا ہے۔

یہ بتاویل کہ دوڈھائی گز زمین کھود کر اٹھا لیا جائے، کارآمد نہیں کیونکہ اصل مقصود نعش منتقل کرنا ہے اور جو کچھ مٹی ساتھ آئے گی وہ نعش کے تابع ہو کر منتقل ہوگی جس طرح کہ میت کے ساتھ کفن، تابوت ہو کہ وہ تابع میت ہے نہ کہ مقصود اصل لہٰذا اس منتقل کرنے کو بھی کہا جائے گا کہ میت کو منتقل کیا گیا ہے یہ نہیں کہا جائے گا کہ قبر کی مٹی منتقل کر کے لائے ہیں۔

(فتاویٰ محمودیہ/ ج ۲/ ص ۲۰۴/ وفتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ ص ۳۷۴/ وص ۳۸۰/ غنیۃ/ ۵۶۳/ ردالمحتار/ ص ۸۴۰)

اگر منتقل کیا گیا تو مصارف کس کے ذمہ؟

مسئلہ:۔ میت کے منتقلی کے مصارف دفن کے اخراجات میں سے محسوب نہ ہوں گے اور ترکہ سے نہیں لئے جائیں اگر ورثاء بالغین کی رضامندی سے (میت کی منتقلی کا کام) ہوا ہو۔

یا اب راضی ہوں تو ان کے حصہ سے اخراجات ادا کئے جائیں، چھوٹے ورثاء کے حصہ سے نہیں لئے جاسکتے۔ (فتاویٰ رحیمیہ/ ج۱/ص۳۶۴)

ٹریکٹر وغیرہ سے قبرستان کی صفائی کروانا؟

سوال:۔ یہاں ایک قدیم وقف قبرستان ہے اس میں چند سالوں سے تدفین بھی نہیں ہوتی، اس میں جگہ جگہ کھڈے وغیرہ ہیں کیا زمین ہموار اور صفائی کرنے کے لئے تین فٹ زمین کھود کر زمین ہموار کرنا شرعاً کیسا ہے؟ اور کیا یہ کام بلڈوزر یا ٹریکٹر وغیرہ سے کرایا جاسکتا ہے یا نہیں؟

جواب:۔ زمین کی صفائی اور ہموار کرنے کے لئے ایسا طریقہ اختیار کرنا چاہئے کہ جس سے مردوں اور قبروں کا احترام باقی رہے، قبروں کی بے حرمتی اور بے ادبی کرنا قبروں کے اوپر چلنا، بیٹھنا ٹیک لگانا جائز نہیں احادیث سے ثابت ہے۔ اسلام میں مردہ اور قبروں کا کس قدر احترام ہے وہ احادیث سے سمجھا جاسکتا ہے۔ بلڈوزر یا ٹریکٹر سے صفائی کرنے میں قبروں کی بے حد توہین اور بے ادبی ہوگی، قبر پر چلنے اور ٹیک لگا کر بیٹھنے سے منع فرمایا گیا ہے تو ٹریکٹر وغیرہ چلانے کی کیسے اجازت دی جاسکتی ہے؟

قبرستان قدیم ہے بہت سی قبروں کے نشان بھی نہ رہے ہوں گے۔ لہٰذا یہ خیال کرکے یہاں قبریں نہ ہوگی، بلڈوزر وغیرہ سے صفائی کا ارادہ نہ کیا جائے کیونکہ وہاں بھی قبروں کا قوی امکان ہے، نیز یہ بھی ملحوظ رہے کہ چھوٹے بچوں کی قبر زیادہ گہری نہیں کھودی جاتی ہے، اس سے قبر کھل جانے کا امکان ہے لہٰذا یہ ارادہ بالکل ترک کردیا جائے۔

(صفائی کے لئے اور تدابیر اختیار کرنا چاہئے۔)

(فتاویٰ رحیمیہ/ ج۸/ص۱۸۲/ وبحوالہ مشکوٰۃ شریف/ ج۱/ص۱۴۸)

قبرستان میں بیٹھنے کیلئے کرسی بنانا؟

سوال:۔ ہمارے یہاں قبرستان میں بوڑھے لوگوں کے لئے بینچ (بڑی کرسی) رکھنا چاہتے

ہیں تا کہ بیٹھ کر پڑھ سکیں تو قبرستان میں بینچ رکھ سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب:۔ بوڑھوں کو تکلیف نہ ہو یہ مقصد ظاہر کیا جاتا ہے مگر بتدریج اس سے یہ غلط نتائج پیدا ہو جانے کا خطرہ ہے، غافل قسم کے لوگ قبرستان کو ایک تفریح گاہ بنالیں گے اور وہاں بیٹھ کر بے کار قسم کی گپ شپ میں مشغول رہیں گے اور آپ کا جو نیک مقصد ہے وہ فوت ہو جائے گا، لہٰذا قبرستان کو پرانے اور سادا طریقہ ہی پر رکھا جائے اور بینچ وغیرہ نہ رکھا جائے۔ بوڑھے لوگوں کو تکلیف ہوتی ہو تو وہ زمین پر بیٹھ سکتے ہیں۔

(فتاویٰ رحیمیہ / ج ۸/ص ۱۷۱)

(قبرستان عبرت حاصل کرنے کی جگہ ہے تفریح گاہ یا باغ نہیں ہے کہ تکلفات وغیرہ کا اہتمام کیا جائے البتہ لوگوں کو قبروں کی زیارت کے لئے آمدورفت میں تکلیف ہوتی ہو تو قبروں کو چھوڑ کر آس پاس کی خالی جگہ چلنے کے لئے صاف کرنے کی گنجائش ہے، اور وہاں پر زمین میں بیٹھ بھی سکتے ہیں)۔ (محمد رفعت قاسمی)

مسئلہ:۔ قبرستان میں جاروب کشی یعنی جھاڑو اور صفائی وغیرہ کے لئے عورت کو مقرر کرنا درست نہیں۔ (فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۵۷۹)

(کیونکہ فتنہ کا اندیشہ ہے اس لئے عورت کو مزارات کی صفائی و نگرانی وغیرہ کے لئے مقرر نہ کیا جائے، محمد رفعت قاسمی)

مسئلہ:۔ قبرستان کی خدمت ایسے شخص سے لی جائے جو قبروں کے آداب واحترام سے واقف ہو، اس لئے جہاں تک ممکن ہو مسلمان ملازم رکھنا لازم اور جہاں مسلمان ملازم نہ مل سکے تو مجبوری ہے۔ (کفایت المفتی / ج ۷/ص ۱۳۷)

قبرستان میں آمدنی کے لئے درخت لگانا

سوال:۔ قبرستان کی آمدنی میں اضافہ کرنے کے لئے قبرستان میں پھل دار درخت لگائے جائیں تو کیا حکم ہے اور اس میں کافی خرچہ بھی آئے گا اور ایک مدت بعد آمدنی کی صورت پیدا ہوگی؟

جواب:۔ مقبرہ کی فارغ زمین میں اس طور پر درخت لگانا کہ اصل غرض یعنی دفن اموات میں نقصان نہ آئے جائز ہے اور ان درختوں کی بیع (فروختگی) جائز ہوگی اور پھل کی قیمت قبرستان کے کام میں لگائی جائے گی۔

جواز کے لئے یہ شرط بھی ہے کہ درخت لگانے ان کی حفاظت کرنے پھلوں کے توڑنے اور اس کے متعلقہ کاموں میں قبروں کا روندا جانا، پامال ہونا نہ پایا جائے، درختوں کے لگانے میں قبرستان کا روپیہ خرچ کرنا جب کہ اس سے تجربہ کی بنا پر نفع کی امید ہے جائز ہے۔ (کفایت المفتی / ج ۴/ص ۱۲۱)

مسئلہ:۔ قبرستان کے پھل کھانے میں اس وجہ سے کہ وہ درخت قبر پر ہے کچھ حرج نہیں ہے، البتہ اگر قبرستان وقف ہے تو اس کے پھلوں کے متعلق جو کچھ شرط یا تعامل ہو ویسا کرنے یعنی اگر فروخت کرنے کی شرط نہ ہو تو بلا قیمت نہ کھائے یا فقراء کے لئے وقف ہے تو غنی (مالدار) نہ کھائے۔ (فتاویٰ دار العلوم/ ج ۵/ص ۴۱۲/ وعالمگیری/ ج ۱/ص ۱۵۶)

قبرستان کے درختوں کا حکم

مسئلہ:۔ قبرستان کے درخت اگر زمین کو قبرستان بنانے سے پہلے کے ہیں تو اگر وہ زمین کے پہلے کسی شخص کی مملوکہ تھی اور اس نے اسے قبرستان کے لئے وقف کر دیا تو درخت اس کی ملک ہیں جو چاہے کرے اور اگر زمین کسی کی ملک نہ تھی تو درخت اب بھی اسی حالت میں رہیں گے جیسے قبرستان بننے سے پہلے تھے۔ (کفایت المفتی / ج ۴/ص ۱۱۶)

مسئلہ:۔ قبرستان کی زمین اگر مملوکہ ہو تو اس کے درخت خواہ لگائے ہوئے ہوں یا خود اگے ہوں یا مالک کے ہیں، مالک کو ایسے درخت جن سے مقبرہ کو نصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو کاٹنا بلاتردد جائز ہے، اور اگر مملوک نہیں ہیں، وقف ہیں اور درخت زمین کے وقف ہونے کی حالت میں خود اُگے ہوں تو اہل مقبرہ اس میں تصرف کرنے کے مجاز ہیں، کیونکہ وہ درخت بھی وقف کے حکم میں ہیں اور اس کا اختیار قاضی یا متولی کو ہے، اور جس جگہ قاضی نہ ہو وہاں اہل مقبرہ اس میں تصرف کرنے کے مجاز ہیں۔ (کفایت المفتی / ج ۴/ص ۱۱۵/ وہندیہ/ ج ۲/ص ۴۵۵)

(وہ چاہیں تو بیچ کر مقبرہ کے ملک میں لا سکتے ہیں)

قبر پر کھیتی کرنا

سوال:۔زید کے باغ میں کوئی قبر تھی اس نے ہل چلا کر بے نشان کر دیا اور وہاں اناج بو دیا، اس قبر کے اناج سے پیدا شدہ کا حکم اور قبر کے بے نشان کرنے کا حکم کیا ہے؟

جواب:۔اگر وہ قبر اتنی پرانی تھی کہ اس میں میت مٹی بن چکی تھی تو اس میں ہل چلانے میں مضائقہ نہیں بلکہ وہاں کھیتی وغیرہ درست ہے (جب کہ اپنی زمین ہو) یا کسی نے زید کی اجازت کے بغیر زید کی زمین میں اپنے مردہ کو دفن کر دیا تھا تب بھی زید کو جائز ہے کہ وہ اس جگہ کھیتی وغیرہ کر لے اور اگر خود کوئی زید کا مردہ تھا یا زید کی اجازت سے اس میں دفن کیا گیا تھا تو زید کو اس مردہ کے اس قدر پرانا ہونے سے پہلے کہ مٹی ہو جائے اس جگہ کھیتی کرنا درست نہیں ہے، تاہم وہاں کے اناج میں کوئی خرابی نہیں آتی۔اس سے قبر کے بے نشان کرنے کا حکم بھی معلوم ہو گیا۔(فتاویٰ محمودیہ/ ج ۷/ص ۲۲۱)

مسئلہ:۔ موقوفہ قبرستان میں کھیتی کرنا قبور کو برابر کرنا زمین میں کرایہ وغیرہ پر دینا جائز نہیں ہے۔(فتاویٰ دار العلوم/ ج ۵/ص ۳۷۹/ ردالمختار/ ج /ص ۸۴۰)

مسئلہ:۔ جب قبرستان میں آگ لے کر جانے کی ممانعت ہے تو قبروں کے اوپر سوکھی گھاس وغیرہ، جلانے کی کس طرح اجازت ہو سکتی ہے؟ صفائی کے لئے دوسری تدبیر عمل میں لائی جائے۔(فتاویٰ رحیمیہ/ ج ۵/ص ۱۰۳)

قبرستان کے درختوں کا مصرف کیا ہے؟

سوال:۔ایک احاطہ قبرستان جس کے درمیان ایک چھوٹی مسجد بنا لی گئی ہے تو قبرستان بہت پرانا ہے اس کے چاروں طرف جن کی ملکیت ہے وہ بھی اپنی ملکیت کی زمین فروخت کر چکے ہیں۔اگر قبرستان کے درخت وغیرہ کاٹ کر اپنے کام میں لائے جائیں اور مسجد کے مصارف چندہ سے پورے ہوتے ہیں تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟

جواب:۔اگر وہ قبرستان وقف ہے (جیسا کہ عرف ہے) تو کسی شخص کو درخت وغیرہ کاٹ

کرا اپنے کام میں لانا جائز نہیں بلکہ مصارف وقف پر صرف کرنا واجب ہے اور سبز درخت کاٹنا قبرستان سے (بلاضرورت) ناجائز ہے۔

البتہ سوکھا درخت کاٹ کر مصارف وقف پر صرف کر دیا جائے اگر واقف نے مسجد میں خرچ کرنے کی اجازت دے دی تو وہاں بھی خرچ کرنا درست ہے جو شخص اپنی ملکیت فروخت کر چکا ہے تو اس کو کسی حال میں بھی کاٹنا اور اپنے کام میں لانا جائز نہیں اس کے علاوہ اگر وہ قبرستان وقف نہیں بلکہ ملک ہے تو اس کو سوکھا درخت کاٹ کرا اپنے کام میں لانا جائز ہے۔ (فتاوی محمودیہ / ج ۷/ص ۲۳۹/ بحوالہ عالمگیری / ج ۱/ص ۲۴۴)

مسئلہ:۔قبرستان کی گھاس کاٹنے کی ممانعت اس لئے ہے کہ اس کی تسبیح سے جو فائدہ مردوں کو ہوتا ہے اس وہ محروم ہو جاتے ہیں مگر قبروں کو چھوڑ کر قبروں کے آس پاس راستہ بنانے اور صفائی کے لئے کاٹ دیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے نیز گھاس کی اصلاح اور درستی کے لئے قبر کے اوپر کی گھاس ایک آدھ دفعہ کاٹنے کی گنجائش نکل سکتی ہے مگر مردوں کو ہری گھاس کی تسبیح سے جو فائدہ ہوتا ہے اس سے وہ محروم ہو جاتے ہیں اس لئے نہ کاٹنا ہی افضل اور بہتر ہے۔ ہاں سوکھ جانے کے بعد کاٹنے میں کوئی حرج نہیں۔ (فتاوی رحیمیہ / ج ۲/ص ۱۸۹)

قبرستان میں مویشی چرانا

مسئلہ:۔قبرستان میں مویشی کو گھاس چرانے کے لئے چھوڑنا منع ہے قبریں روندی جائیں گی گوبر وغیرہ نجس چیزیں قبروں پر گریں گیں جس سے میت کی بے حرمتی ہوگی۔

(فتاوی رحیمیہ / ج ۲/ص ۲۰۹/ بحوالہ بحرائق / ج ۵/ص ۲۵۴/ و کتاب الفقہ / ج ۱/ص ۱۲۵)

مسئلہ:۔ایک وقف کی رقم دوسرے وقف میں بھی استعمال کرنے کی شرعاً اجازت نہیں ہے تو وقف مقبرہ کی رقم مشاعرہ وغیرہ میں کس طرح اجازت ہو سکتی ہے، یعنی اجازت نہیں ہے۔
(فتاوی رحیمیہ / ج ۲/ص ۱۸۹)

☆☆

قبروں کی زیارت کرنا

مسئلہ:۔قبروں کی زیارت کرنا یعنی ان کو جا کر دیکھنا مستحب ہے بہتر یہ ہے کہ ہر ہفتے میں کم سے کم ایک مرتبہ زیارت کی جائے اور بہتر یہ ہے کہ وہ دن جمعہ کا ہو، عورتوں کے لئے بھی زیارت قبور جائز ہے بشرطیکہ جوان نہ ہوں اور رنج وغم کے تازہ کرنے کے لئے زیارت نہ کریں بلکہ عبرت اور برکت حاصل کرنے کی غرض سے ہو۔ (علم الفقہ / ج ۲/ص ۲۱۴/ واحسن الفتاوی/ ج ۴/ص ۱۸۶/ وردالمختار/ ج ۱/ص ۸۴۳/ وفتاوی محمودیہ/ ج ۲/ص ۴۴۴)

مسئلہ:۔ قبروں کی زیارت عبرت حاصل کرنے اور آخرت کی یاددلانے کی غرض سے مستحب ہے، خاص طور پر جمعہ کے روز اور اس سے ایک دن پہلے اور ایک دن بعد اور قبر کی زیارت کرنے والے کو چاہئے کہ دعا زاری اور حصول عبرت میں اور میت کے لئے تلاوت قرآن میں لگا رہے اس سے میت کو اجر ملتا ہے۔ (کفایت المفتی / ج ۱/ص ۸۷۰)

مسئلہ:۔ قبر کی زیارت شریعت کے احکام کے مطابق ہو، لہٰذا نہ تو قبر کا طواف کرنا چاہئے اور نہ ہی سنگ آستانہ یا چوکھٹ یا لکڑی وغیرہ کو چومنا چاہئے اور نہ زیارت گاہ میں دعا مسنون کے علاوہ کوئی اور مراد مانگنی چاہئے۔ (کتاب الفقہ / ج ۱/ص ۸۷۰)

قبرستان جانے کا مسنون طریقہ

مسئلہ:۔ جب زیارت قبر کے لئے جائے تو قبرستان میں جا کر قبر کے پاس پہنچتے ہی کہے:

"اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ دَارَقَوْمٍ مُّؤْمِنِیْنَ وَاِنَّااِنْ شَآءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَلَاحِقُوْنَ، وَنَسْأَلُ اللّٰہَ لَنَاوَلَکُمُ الْعَافِیَۃَ"

مسئلہ:۔ زیارت قبر کے وقت کھڑا رہنا اور کھڑے کھڑے کچھ پڑھ کر اس کا ثواب میت کو پہنچانا اور اس کے لئے اور اپنے لئے دعاء کرنا مستحب ہے۔

(علم الفقہ / ج ۲/ص ۲۱۵/ وترمذی/ ج ۱/ص ۲۰۳)

مسئلہ:۔ کھڑے ہو کر فاتحہ پڑھے اگر کسی کو زیادہ دیر تک ٹھہرنا ہو یا کھڑے ہونے میں تکان

ہوتو بیٹھنا بھی درست ہے، اگر زندگی میں مرنے والے سے بے تکلفی کے تعلقات تھے تو دونوں طرح ٹھیک ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ/ ج ۲/ص ۴۰۵/ بحوالہ شامی/ ج ۱/ص ۸۴۳/ و احسن الفتاویٰ/ ج ۴/ص ۲۱۲)

مسئلہ:۔ سورۃ اخلاص وغیرہ پڑھ کر ثواب پہنچادے تو یہ بھی اچھا ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم/ ج ۵/ص ۴۵۱)

قبر پر سلام کرنے سے کیا فائدہ؟

سوال:۔ انسان کے مرنے کے بعد روح جنت یا دوزخ میں داخل ہو جاتی ہے پھر قبرستان میں سلام کا جواب کس سے ملتا ہے؟

جواب:۔ مردے کی روح کا تعلق قبر سے رہتا ہے، اس لئے السلام علیکم کہا جاتا ہے تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو (کتاب الروح ابن قیم) علاوہ ازیں مردے کی طرف سے جواب ملنا کتب صحاح سے ثابت نہیں اگر چہ غیر صحاح کی روایات میں ہے، صحاح کی روایات میں صرف السلام علیکم کہنے کا حکم ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ مردہ اگر چہ نہ سنتا ہے اور نہ ہی جواب دے سکتا ہے مگر قبر پر یہ الفاظ محض زائر (زیارت کرنے والے) کے لئے عبرت ہونے کی وجہ سے مشروع ہیں۔ چنانچہ: ''اَنْتُمْ لَنَا سَلَفٌ وَنَحْنُ خَلَفٌ''۔ ظاہر ہے۔

(احسن الفتاویٰ/ ج ۴/ص ۱۹۴)

زیارتِ قبر کی جہت

مسئلہ:۔ اگر میت کے سر کی جانب کھڑے ہو کر زیارت کی جائے تو یہ میت پر باعث دشواری ہے لہٰذا پیر کی جانب کھڑے ہو کر زیارت اور فاتحہ (ایصالِ ثواب) پڑھنی چاہئے۔

(فتاویٰ محمودیہ/ ج ۲/ص ۴۲۷/ بحوالہ شامی/ ج ۱/ص ۹۴۲)

☆☆

ناپاک حالت میں زیارت قبور

مسئلہ:۔ قبر کی زیارت کے لئے پاکی کی حالت میں جانا چاہئے کیونکہ وہاں جاکر قرآن کریم پڑھنا بھی مسنون ہے اور قرآن شریف ناپاکی کی حالت میں پڑھنا جائز ہے۔ اگر قرآن شریف نہ پڑھے تو بحالتِ جنابت (ناپاک) جانا بھی گناہ نہیں ہے، البتہ خلافِ افضل ضرور ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ/ ج ٢/ص ٢٦٤/ بحوالہ شامی بحث زیارۃ قبور/ ج ١/ص ٩٤٢)

عیدین کے دن زیارت قبور

مسئلہ:۔ عید کا دن مسرت کا دن ہوتا ہے، بسا اوقات خوشی میں لگ کر آخرت سے غفلت ہوجاتی ہے اور زیارت قبور سے آخرت یاد آجاتی ہے، اگر کوئی شخص عید کے دن زیارت قبور کرے تو مناسب ہے کچھ مضائقہ نہیں لیکن اس کا التزام خواہ عملاً ہی سہی جس سے دوسروں کو یہ شبہ ہو کہ یہ چیز لازمی اور ضروری ہے درست نہیں۔ نیز اگر کوئی شخص زیارت قبور نہ کرے تو اس پر طعن کرنا یا اس کو حقیر سمجھنا درست نہیں، اس سے احتیاط لازم ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ/ ج ٢/ص ٢٧٧)

مسئلہ:۔ رات کے وقت کی زیارت کرنا یعنی مردوں کے لئے کچھ پڑھ کر بخشنا۔

(فتاویٰ دار العلوم/ ج ٥/ص ٤٥٣/ و مشکوٰۃ/ ج ١/ص ١٥٤)

مسئلہ:۔ اپنے والدین کے مزار پر ملک یا غیر ملک میں سے بغیر کسی خاص دن کی تعیین کے اگر کبھی چلا جائے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے، جا سکتا ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم/ ج ٥/ص ٤٥٨)

مزارات کے چڑھاوے کا حکم

سوال:۔ جو زمین جائیداد بادشاہوں نے پیروں کے نام وقف کردی تھیں ان کی آمدنی سے اگر لنگر خانہ جاری کیا جائے تو وہ کھانا کیسا ہے، اور جو پیروں پر چڑھایا جاتا ہے اس کا کھانا کیسا ہے؟ اور کیا اس میں میراث جاری ہوگی؟

جواب:۔ اگر واقف نے وقف کی آمدنی سے لنگر خانہ جاری کرنے کی اجازت دیدی تھی تو مستحق کو اس کا کھانا جائز ہوگا۔ اگر چڑھاوا پیروں اور مزاروں کے نام کا ہے تو اس کا چڑھانا اور کھانا ناجائز ہے، اور اگر وہاں کے فقراء کے لئے ہے تو فقراء کو کھانا درست ہے۔ اگر وہ باقاعدہ شرعی طور پر وقف ہے تو اس میں میراث جاری نہ ہوگی بلکہ واقف نے جو حصہ جس طرح متعین کردیا ہے اس کے موافق مستحقین میں تقسیم کیا جائے گا، اور اگر وہ باقاعدہ وقف نہیں بلکہ کسی خاص شخص کی ملک ہے تو اس میں شرعی طور پر میراث جاری ہوگی۔

(فتاویٰ محمودیہ/ ج ۲/ص ۴۵۴/ بحوالہ طحطاوی/ ج ۴۰۳)

مسئلہ:۔ مزار کے قریب میں مسجد کا ہونا اور کمروں کا ہونا کچھ حرج نہیں ہے، قبر نمازی کے سامنے نہ ہو تو قبرستان میں نماز پڑھنے میں کچھ حرج نہیں ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۴۵۵)

مزار پر پیسے دینا کیسا ہے؟

سوال:۔ میں جس روٹ پر گاڑی چلاتا ہوں اس راستہ میں ایک مزار آتا ہے لوگ مجھے پیسے دیتے ہیں کہ مزار پر دیدو، تو مزار پر پیسے دینا کیسا ہے؟

جواب:۔ مزار پر پیسے دیئے جاتے ہیں اگر مقصود وہاں کے فقراء ومساکین پر صدقہ کرنا ہو تو جائز ہے اور اگر مزار کا نذرانہ مقصود ہوتا ہے تو یہ ناجائز اور حرام ہے، یہ تو میں نے اصول اور ضابطہ کی بات لکھی ہے لیکن آج کل لوگوں کے حالات کا مشاہدہ یہ بتاتا ہے کہ عوام کا مقصد دوسرا ہے، اس لئے اس کو ممنوع کہا جائے گا۔ (آپ کے مسائل/ ج ۸/ص ۲۶۵)

مسئلہ:۔ آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت کا دن یا تاریخ متعین نہیں ہے سال کے درمیان کتنے ہی مشتاق کسی بھی تاریخ کو آتے رہتے ہیں، جب آنحضرت ﷺ کے روضۂ اطہر پر عرس واجتماع نہیں ہوتا تو دیگر بزرگان کے مزاروں پر کیوں کر جائز ہوسکتا ہے۔ اسی لئے بزرگانِ دین، محدثین، فقہاء کرام نے صریح الفاظ میں رواجی عرس کو ناجائز بتلایا ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ/ ج ۲/ص ۳۱۹)

قبر پر چادر چڑھانا؟

سوال:۔قبروں پر چادر چڑھانا کیسا ہے؟ ایک شخص کہتا ہے کہ خانہ کعبہ پر غلاف چڑھایا جاتا ہے تو قبروں پر چڑھانے میں کیا حرج ہے؟

جواب:۔حضرت عائشہؓ کی حدیث سے دیواروں پر چادر چڑھانے کی ممانعت آئی ہے اس کے باوجود کہ اس میں بظاہر کوئی قباحت اور ایہام شرک وغیرہ نہیں، لہٰذا قبروں پر چادر چڑھانا ایہام شرک وتعظیم غیراللہ کی وجہ سے بطریق اولیٰ ناجائز ہوگا۔ بخلافِ کعبہ کے کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غلاف پہنایا ہے، کیونکہ اس کی تعظیم مفضی الی الشرک نہیں ہے، اس لئے اس کی طرف نماز میں استقبال ضروری ہے اور قبور کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔
(احسن الفتاویٰ/ ج۱/ص۳۷۶)

مسئلہ:۔قبر پر خوبصورتی کے لئے بھی پھول ڈالنا نہ چاہئے۔
(فتاویٰ دارالعلوم/ ج۵/ص۴۵۷/ بحوالہ عالمگیری/ ج۱/ص۳۶۳ باب السادس)
(پھول کی قیمت ثواب کی نیت سے ایصال ثواب کر دی جائے تو مردہ کو فائدہ پہنچے گا۔یعنی صدقہ کر دی جائے۔محمد رفعت قاسمی)

قبر پر چراغ وغیرہ کا حکم

سوال:۔قبر کے اوپر چراغ، اگربتی، لوبان وغیرہ جلانے کا کیا حکم ہے؟

جواب:۔بدعت اور ممنوع ہے، میت کے لئے خوشبو لگانا تین وقت ثابت ہے ایک جب اس کی روح نکلے دوسرے جب اس کو غسل دیا جائے، تیسرے کفن پہنانے کے قریب۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل کو سمجھنے کے لئے حضرات صحابہ کرامؓ کے تعامل کو دیکھنا لازم ہے، ان کا تعامل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل کی تفسیر ہے۔

نیز آج کل جس قدر اس کا اہتمام کیا جاتا ہے اور اس کو لازم سمجھا جاتا ہے اس کے بدعت ہونے میں کچھ شبہ نہیں اس لئے ناجائز ہے شریعت میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔
(احسن الفتاویٰ/ ج۱/ص۳۷۴/ وفتاویٰ دارالعلوم/ ج۵/ص۳۱۵)

مسئلہ:۔ یہ آنحضرت ﷺ کے دستِ مبارک کی برکت تھی، پھر یہ کہ بڑے بڑے مشائخ اور اولیاء کرام کے مزارات پر پھول چڑھاتے ہیں جن کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا بھی دشوار ہے کہ ان کے لئے تخفیف عذاب کی ضرورت ہے، اور اگر کوئی دنیادار آدمی ہو جس کے ذمہ بہت سے حقوق ہوں بحکم نصوص عذاب قبر کے مستحق ہوں ان کی قبر پر پھول نہیں ڈالے جاتے۔

(علم الفقہ/ ج ۲/ ص ۲۰۸/ وفتاویٰ محمودیہ/ ج ۲/ ص ۳۸۲)

اولیاء اللہ کے مزارات سے مانگنا؟

سوال:۔ بزرگانِ دین کی درگاہ میں حاضر ہونا اور ان سے یہ کہنا کہ آپ مستجاب الدعوات ہیں ہمارے لئے دعا کیجئے کہ خداوند عالم فلاں عرض پوری کردے، شریعت میں اس کی کیا اصل ہے؟

جواب:۔ اس بارہ میں مشروع یہ ہے کہ زیارت کے وقت سلام موافق طریقہ معروف کے کرے اور اہل قبور کے لئے دعائے مغفرت کرے اور اگر کچھ پڑھ کر ان کی روح کو ثواب پہنچائے تو بہت اچھا ہے اور اگر کچھ دعا کرے تو اللہ تعالیٰ سے کرے۔ مثلاً اس طریقہ سے کہ یا اللہ ان کی برکت سے میری حاجت پوری فرما۔ ان بزرگوں سے یہ نہ کہے کہ تم دعا کرو۔ یا ان سے کہے فلاں کام میرا کردو یہ ثابت نہیں ہے، اور آیاتِ قرآنیہ اس پر دال ہیں لہٰذا اس طرح ان سے مخاطب کر کے نہ کہے کہ تم دعاء کرو بلکہ خود اللہ تعالیٰ سے ان کے لئے دعائے مغفرت اور بلند درجات کی دعاء کرے اور اگر ان کے ذریعہ سے اپنی حاجت کے پورا ہونے کے لئے بھی دعا کرے تو مضائقہ نہیں، حصن حصین میں مذکور ہے، صالحین کے وسیلہ سے دعا کرنا مستحب ہے کہ حق تعالیٰ ان کی برکت سے دعا قبول فرمادے۔

(فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ ص ۴۴۲/ وص ۴۴۳/ حصن حصین/ ص ۱۸)

مسئلہ:۔ مراد مانگنا اہل قبور سے اگر اس عقیدہ کے ساتھ ہے وہ متصرف فی الامور ہیں (اختیارات ہیں)۔ جیسا کہ عوام کا عقیدہ ہے تو یہ درست نہیں ہے بلکہ اس میں خوف کفر کا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ سے ان کے ذریعہ سے دعا کی جائے کہ یا اللہ میرا فلاں کام فلاں بزرگ کی

برکت سے پورا فرمادے جائز ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم/ ج۵/ص۴۲۴/ بحوالہ ردالمختار/ ج۱/ص۵۱۷/ باب الاعتکاف)

مسئلہ:۔ قبر کو سجدہ کرنا حرام ہے عام وخاص کسی کے لئے بھی درست نہیں ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم/ ج۵/ص۴۵۲)

کیا مرنے کے بعد اولیاء کے فیوض باقی رہتے ہیں؟

سوال:۔ اولیاء کے تصرفات اوران کے فیوض وانوار وبرکات مرنے کے بعد بھی موجود رہتے ہیں۔ یا بعد موت ظاہری سب ختم ہوجاتے ہیں؟

جواب:۔ فیوض وبرکات ان کے مرنے کے بعد باقی رہتے ہیں مثلاً یہ کہ ان کی زیارت اورقرب سے زائرین کو برکات حاصل ہوں اوران پر بھی درودورحمت ہو، کیونکہ جب وہ اولیاء مورد رحمت الٰہی ہیں تو جو شخص ان کی زیارت کرے گا وہ بھی علیٰ حسب المراتب مستفیض ان کے برکات سے ہوگا۔

باقی یہ کہ وہ تصرفات کرتے ہیں یا نہیں اوران کو کچھ اختیار دیا گیا یا نہیں اس میں عقیدہ کو صحیح رکھنا لازم ہے۔ متصرف عالم میں سوائے اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک لہٗ کے کوئی نہیں ایک ذرہ بھی بغیر اس کے حکم وارادہ کے نہیں حرکت کرسکتا ہے۔ اور جو کچھ حق تعالیٰ نے ہرایک کے لئے مقدر فرمادیا ہے وہی ہوتا ہے اس کے خلاف کچھ نہیں ہوسکتا۔ اس کی خدائی میں کوئی اس کا شریک نہیں اور کسی کو کچھ اختیار نہیں ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم/ ج۵/ص۴۷۸)

کیا میت کی روح گھر میں آتی ہے؟

سوال:۔ میت کی روح مکان میں آتی ہے یا نہیں؟ نہیں آتی تو خواب میں کیوں نظر آتی ہے؟

جواب:۔ خواب میں کسی میت کا نظر آنا اس کو مقتضی نہیں ہے کہ اس کی روح مکان میں آئے بلکہ خواب میں نظر آنا بسبب تعلق روحانیت کے ہے مکان سے اس کو کچھ تعلق آنے کا نہیں ہے، بہت سے زندہ لوگوں کو جو دوردراز علاقوں میں ہیں ان کو خواب میں دیکھا جاتا ہے، پس

خواب کا قصہ جدا ہے، اجسام ظاہر کا اتصال اس کے لئے ضروری نہیں ہے عالم ارواح دوسرا عالم ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم/ ج ۵/ ص ۴۶۰/ وامداد الاحکام/ ج ۱/ ص ۸۱۸)

مسئلہ:۔ روح مکان پر نہیں آتی اس کا کچھ ثبوت نہیں ہے، ایسا خیال اور عقیدہ نہ رکھیں۔
(فتاویٰ دار العلوم/ ج ۵/ ص ۴۳۹)

مسئلہ:۔ یہ عقیدہ غلط ہے کہ جمعرات کے روز روح اپنے اقرباء کے گھر آتی ہے اور ثواب کی امیدوار ہوتی ہے اور جمعہ کی نماز پڑھ کر واپس جاتی ہے، اس کی کچھ حقیقت نہیں ہے۔
(فتاویٰ دار العلوم/ ج ۵/ ۴۶۹)

روح کا بھٹکنا

بعض لوگوں کا اعتقاد ہے کہ اگر کوئی خودکشی کر کے مرجائے تو اس کی روح بھٹکتی پھرتی ہے، اصل روحوں میں جا کر نہیں ملتی، یہ بات بالکل غلط اور بے اصل ہے۔ شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے، البتہ خودکشی کرنا بڑا گناہ ہے۔

مسئلہ:۔ مردوں کی روح کے دنیا میں آنے جانے کا خیال غلط ہے کیونکہ جو نیک ہیں وہ دنیا میں آنا نہیں چاہتے اور جو بد ہیں انہیں اجازت نہیں مل سکتی ہے۔

مسئلہ:۔ بعض جاہل سمجھتے ہیں کہ اگر عورت بچہ کے پیدائش کے دوران مرجائے تو وہ بھوت ہوجاتی ہے، یہ بالکل غلط عقیدہ ہے بلکہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایسی عورت شہید ہوتی ہے۔

مسئلہ:۔ بعض لوگ اعتقاد رکھتے ہیں کہ شب برأت وغیرہ میں مردوں کی روحیں گھر میں آتی ہیں اور دیکھتی ہیں کہ کسی نے ہمارے لئے کچھ پکایا ہے یا نہیں، یہ اعتقاد باطل ہے۔

مسئلہ:۔ بعض عوام کا عقیدہ ہے کہ ہر جمعرات کی شام کو مردوں کی روحیں اپنی گھروں میں آتی ہیں اور دیکھتی ہیں کہ ہم کو کون ثواب بخشتا ہے؟ اگر کچھ ثواب مل گیا تو خیر ورنہ مایوس ہو کر لوٹ جاتی ہیں۔ یہ خیال غلط ہے اور برا عقیدہ ہے شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔
(اغلاط العوام/ ص ۲۰/ تفصیل دیکھئے احقر کی مرتب کردہ مسائل شرک وبدعت میں)

کیا مردہ اپنے متعارفین کو پہچانتا ہے؟

مسئلہ:۔ مرنے کے بعد ارواح کی ملاقات ثابت ہے۔ روایت میں ہے کہ مرنے والے کے رشتہ داروں کو (جو پہلے مر چکے ہیں) ایسی خوشی ہوتی ہے جیسے کوئی شخص کہیں سفر سے واپس آئے تو اس کے رشتہ داروں کو ہوتی ہے اور اس روح سے دوسرے زندہ عزیزوں کے حالات کو دریافت کرتے ہیں اور اس کے اچھے حالات سے خوشی ہوتی ہے، اور چھوٹی اولاد کا والدین کو بخشوانے کی سعی کرنا احادیث سے ثابت ہے۔ (فتاوی محمودیہ/ ج ۷/ص ۲۴۰)

مسئلہ:۔ مردہ پیدا ہونے والا بچہ بھی والدین کی سفارش کرے گا۔

(احسن الفتاوی/ ج ۴/ص ۲۰۵)

میت کے گھر والوں کے لئے کھانا بھیجنا

مسئلہ:۔ جس گھر میں میت ہو جائے ان کے لئے کھانا بھیجنا مسنون ہے کہ جو لوگ موت وغیرہ کی مصیبت میں مشغول ہوں ان کے رشتہ دار یا پڑوسی ان کو کھانا پکا کر بھیج دیں باقی تکلفات اور نام وری اور عوض و معاوضہ کرنا جیسا کہ آج کل دستور ہو گیا ہے بہت معیوب و ممنوع ہے سیدھی سادھی طرح بہ نیت امداد اقارب کو کھانا بھیج کر سنت کا ثواب حاصل کرنا چاہئے اور یہ کھانا صرف انہیں لوگوں کے لئے ہے جو میت کے کام اور رنج و غم میں مشغول ہوں یہ نہیں کہ تمام برادری و قوم کو کھلایا جائے، نیز یہ سمجھنا بھی جہالت ہے کہ میت والوں کو تین دن تک گھر میں کھانا پکانا جائز نہیں یا منحوس اور باعثِ وبال ہے۔

آپ ﷺ کے حقیقی چچا زاد بھائی حضرت جعفرؓ جو کہ ملک شام میں بیت المقدس کے قریب شہید ہوئے، ان کی شہادت کی خبر مدینہ طیبہ وحی کے ذریعہ آپ ﷺ کو دی گئی اور آپ ﷺ نے لوگوں کو اطلاع فرمائی اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ جعفر کے گھر والوں کے لئے کھانا تیار کرو اس لئے کہ ان کو ایسی خبر پہنچی ہے جو ان کو مشغول کرے گی۔ (یعنی جعفرؓ کے موت کی خبر آئی ہے جس کے صدمہ اور رنج میں مشغول ہو کر کھانے پینے کے انتظام کی خبر نہ

رہے گی)۔ (بخاری/ ج۱/ ص ۱۷۱/ ابوداؤد، وترمذی، الجواب المتین/ص ۵۴/ وکتاب الفقہ/ ج۱/ص ۸۷۰)

مسئلہ:۔ کسی کے یہاں موت ہوجائے تو ان کے قریب کے رشتہ داروں اور پڑوسیوں کے لئے مستحب ہے کہ اس دن کے لئے کھانے کا انتظام کریں اور خود ساتھ بیٹھ کر اصرار کرکے ان کو کھلائیں، غم وحزن اور تجہیز وتکفین میں مشغولیت کی وجہ سے کھانے پکانے وغیرہ کا ان کو موقع نہیں ملتا۔ آپ ﷺ نے اس کا حکم بھی فرمایا۔ (مشکوٰۃ/ص ۱۵۱/ ومرقات/ ج۴/ص ۹۶)

لہٰذا حدیث پر عمل کرنے کی نیت سے اہل میت کے رشتہ دار پڑوسی یا متعلقین ان کے کھانے کا انتظام کریں تو یہ امر مستحب ہے اور قابل اجر وثواب ہے اور اہل میت کے ساتھ اظہار ہمدردی اور غمخواری بھی ہے مگر یہ کام صرف رضائے الٰہی اور عمل بالحدیث کی نیت سے ہونا چاہئے۔ محض رسماً دکھاوے اور ناموری کی نیت سے نہ ہو اور محققین کے نزدیک اس کی میعاد ایک دن ایک رات ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ/ ج۸/ص ۱۹۵/ بحوالہ شامی/ ج۱/ص ۸۴۱/ وغایۃ الاوطار/ ج۱/ص ۴۲۲/ واحسن الفتاویٰ/ ج۴/ص ۲۰۴/ ج۱/ص ۳۵۸/ ردالمحتار/ ج۱/ص ۸۴۱)

مسئلہ:۔ شریعت سے صرف اتنا ثابت ہے کہ جس کے گھر موت ہوجائے اس کے پڑوسیوں اور اعزاء واقارب کو چاہئے وہ اس وقت تک، جب تک فرطِ غم والم ہو میت کے گھر والوں کے کھانے کا انتظام کردیں، اور ان کی دلجوئی کرتے ہوئے ان کو کھلائیں پلائیں، خود اپنے یہاں لاکر یا خود میت کے گھر کھانا وغیرہ لے جاکر اور زیادہ بہتر یہی ہے، اور اس کی دلجوئی کی غرض سے خود بھی (کھانے کا انتظام کرنے والے) ان کے ساتھ کھانے میں شریک ہوسکتے ہیں، اس سے زیادہ ثابت نہیں، بلکہ اہل میت کے یہاں مثل دعوت سرور وفرح کی دعوت لینا مکروہ ہے۔

شامی میں ہے کہ دفن کے لئے باہر سے آنے والے اگر محض اتفاق سے یا اہل میت کی دل جوئی کے لئے ان کے ساتھ کھانے وغیرہ میں شریک ہوجائیں تو گنجائش ہوسکتی ہے، لیکن رشتہ داروں کا دور، دور سے آکر قیام پذیر ہونا اور کئی کئی دن رہنا جیسا کہ رواج ہے، خوشی کی دعوت کی طرح جمع ہونا، یہ سب مکروہ اور بدعت ہے۔ (نظام الفتاویٰ/ ج۱/ص ۱۴۷)

میت کے گھر والوں کے لئے کتنے دن کھانا بھیجا جائے؟

سوال:۔ میت کے گھر والوں کو تین دن تک کھانا پہنچانا کیا مستحب ہے؟ اگر ایک دو دن تک پہنچا کر ختم کر دیا جائے تو کوئی قباحت ہے؟

جواب:۔ میت کے پڑوسیوں اور اعزاء و اقارب کے لئے اہلِ میت کو صرف ایک روز کا کھانا پہنچا دینا جو دن و رات کے لئے کافی ہو جائے مستحب ہے۔ ایک دن سے زیادہ کھانا بھیجنا مکروہ ہے، اس رسم میں غیر معمولی حرج اور تکلف میں غلو کے علاوہ یہ قباحت بھی ہے کہ عوام اس کو حکم شرعی سمجھتے ہوں گے یا سمجھنے لگیں گے جو شریعت پر زیادتی اور بدعت ہے۔ (احسن الفتاویٰ/ ج ۴/ص ۲۰۴/ بحوالہ ردالمختار/ ج ۱/ص ۸۴۱/ واحسن الفتاویٰ/ ج ۱/ص ۳۵۸)

مسئلہ:۔ میت کے گھر والوں کے لئے جو رشتہ داروں میں سے کھانا آئے اس کا کھانا اہل میت کو درست ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۴۴۸/ بحوالہ ردالمختار/ ج ۱/ص ۸۴۴)

میت کا کھانا کون کھا سکتا ہے؟

مسئلہ:۔ جو لوگ میت کی تجہیز و تکفین اور دفن کے کاموں میں مصروف ہوں ان کو بھی یہ کھانا کھلانا جائز ہے۔ (معارج النبوۃ/ ج ۱/ص ۱۰۷)

مسئلہ:۔ اہل میت کے گھر ضیافت کھانے کی جو رسم پڑ گئی ہے، یہ یقیناً واجب الترک ہے صرف اہل میت کے وہ عزیز و اقارب جو دور دور سے آئے ہوں ان کی اس روز واپسی نہ ہو سکے یا اہل میت کی تسلی کے لئے ان کا قیام ضروری ہو تو وہ میت کے گھر کھانا کھا لیں تو خیر، باقی تمام تعزیت کرنے والوں کو اپنے اپنے گھروں کو واپس جانا چاہئے، نہ میت کے گھر قیام کریں، نہ ضیافت کھائیں۔

مسئلہ:۔ میت کے قریب رشتہ دار گھر والوں کے لائق کھانا بھیج دیں تو یہ جائز اور مستحب ہے۔ (کفایت المفتی / ج ۴/ص ۱۰۹)

مسئلہ:۔ میت کے دفن کرنے والوں کو اولیاء میت سے دعوت لینا جائز نہیں ہے۔
(کفایت المفتی / ج ۴/ص ۱۰۷/ عالمگیری/ ج ۱/ص ۱۷۸/ مراق الفلاح/ ج ۱/ص ۳۳۹)

مسئلہ:۔اور یہ بھی صحیح نہیں کہ میت کو دفنا کر واپسی میں سب لوگ میت کے مکان پر آئیں، بلکہ دفن سے فارغ ہو کر اپنے اپنے کام کو چلے جائیں (عام افراد)۔ (کفایت المفتی / ج ۴/ص ۳۳)

میت کے کھانے کو ضروری سمجھنا؟

سوال:۔میت کی تدفین کے بعد قریبی رشتہ دار و ارثین میت کو اپنے ہمراہ کھانے کھلانے کے لئے گھر آتے ہیں یہ بات تو اچھی ہے لیکن اور بہت سے حضرات بھی اس کھانے میں شریک ہو جاتے ہیں۔جس کی وجہ سے کھانا کم پڑ جاتا ہے کیا دل جوئی کے لئے کھانے میں شریک ہوں؟

جواب:۔یہ رسم یقیناً نا جائز ہے اور انتہائی بے غیرتی کی بات ہے، اس گناہ میں کھانے والے اور کھلانے والے سب شریک ہیں بلکہ قریب کے رشتہ دار بھی اگر اس رسم کو لازم سمجھتے ہیں اور اس میں شریک نہ ہونے کو برا مانتے ہوں یا یہ کھانا اہل میت کی طرف سے ہو تو ان کے لئے بھی یہ فعل نا جائز ہو جائے گا۔ (احسن الفتاویٰ/ ج ۱/ص ۳۸۱/ بحوالہ ردالمختار/ ج ۱/ص ۸۴۲)

اہل میت کی طرف سے دعوت

مسئلہ:۔ایک رسم یہ کی جاتی ہے کہ دفن کے بعد میت کے گھر والے برادری وغیرہ کو دعوت دیتے ہیں کہ فلاں روز آکر کھانا تناول فرمائیں۔ یاد رکھنا چاہئے یہ دعوت اور اس کا قبول کرنا دونوں ممنوع ہیں، ہرگز جائز نہیں اس قبیح رسم سے اجتناب لازم ہے علامہ شامی نے اس دعوت کے متعلق لکھا ہے کہ اس کے حرام ہونے میں کوئی شک نہیں، اور شافعیہ وغیرہ کا بھی اس کے نا جائز ہونے پر اتفاق ہے۔ (امداد الاحکام/ ج ۱/ص ۱۱۵)

(بعض جگہ تو دفن کرنے کے فوراً بعد قبرستان میں صاحب میت اعلان کرتا ہے کہ تمام حضرات میرے گھر چلیں اور میرے ساتھ کھانا کھائے بغیر نہ جائیں۔ یہ طریقہ بھی خلاف شرع ہے اور خلاف عقل بھی ہے کیونکہ جس کے گھر موت ہوگئی ہے وہ تو غم میں نڈھال و مدہوش ہے اس کو تو بھوک کے باوجود کھانے کی رغبت و خواہش نہیں اور وہ باقاعدہ کھانے (دعوت) کا اعلان کرے؟ اللہ تعالیٰ ہم سب کو مرنے اور جینے میں شریعت کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عنایت فرمائیں۔ (محمد رفعت قاسمی)

کھانا بھیجنے کی غلط رسم

مسئلہ:۔ بعض جگہ میت کے رشتہ داروں کے یہاں سے کھانا آتا ہے یہ بہت اچھی بات ہے، بلکہ مسنون ہے لیکن بعض لوگ اس میں بھی طرح طرح کی خرابیوں میں مبتلا ہیں، جن کی اصلاح ضروری ہے۔ مثلاً بعض جگہ ادلہ بدلہ کا خیال رکھا جاتا ہے، اور کھانا دیکھا جاتا ہے کہ جیسا ہم نے ان کے یہاں پر مرنے میں دیا تھا ویسا ہی ہے یا کم درجہ کا۔

قریبی رشتہ داروں کی موجودگی میں اگر دور کا رشتہ کھانا بھیجنا چاہے تو اسے معیوب سمجھا جاتا ہے اور قریبی رشتہ دار اگرچہ تنگدست ہوں بدنامی کے خوف سے پر تکلف اور بڑھیا کھانا بھیجنا ضروری سمجھتے ہیں اگرچہ اس کے لئے قرض پکڑنا پڑے۔ یہ رسمیں خلاف شریعت ہیں، کھانا بھیجنے میں بے تکلفی اور سادگی سے کام لینا چاہئے۔ بعض لوگ دور کے رشتہ دار کو ہرگز بھیجنے نہیں دیتے ہیں۔ یہ سب امور قابل اصلاح ہیں۔

(اصلاح الرسوم/ص ۱۷۷/ حضرت مولانا تھانویؒ)

میت کے گھر میں ہوتے ہوئے کھانا کھانا؟

سوال:۔ سنا ہے کہ میت کے گھر میں جب تک ہو محلّہ اور گھر والوں کو کھانا کھانا درست نہیں ہے ، شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب:۔ اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے، بلکہ خود اہل میت کے لئے بھی یعنی جس کے گھر میں موت ہو جائے کھانا کھانے سے شرعاً پرہیز کرنے کا کوئی حکم نہیں ہے، صدمہ اور غم کی وجہ سے کھانا نہ کھا سکیں تو اور بات ہے۔

آج کل یہ رسم بن گئی ہے ، اور اس کا ایسا اہتمام ہونے لگا ہے کہ میت کے گھر میں ہوتے ہوئے (بھوک کے باوجود) کھانا کھانا گناہ سمجھتے ہیں، اس لئے اس رسم کا ترک واجب ہے، بے تکلف کچھ نہ کھانا چاہئے، عزیز و اقارب اور پڑوسیوں پر لازم ہے کہ اہل میت کو ترغیب و اصرار سے کھلائیں۔ (احسن الفتاویٰ/ ج ۴/ص ۲۱۴)

میت کے گھر عورتوں کا اجتماع

میت کے گھر عورتیں بھی کئی مرتبہ جمع ہوتی ہیں، حالانکہ ایک بار تعزیت کر لینے کے بعد دوبارہ تعزیت کے لئے جانا مکروہ ہے۔ (عوام کے لئے خواص کے لئے نہیں ہے) بظاہر عورتوں کا آنا جانا صبر و تسلی کے لئے ہوتا ہے لیکن ہوتا یہ ہے کہ اہل میت کو صبر دلانے، دل تھامنے اور تسلی دینے کی ایک بات نہیں، الٹا ان کو غم یاد دلا دلا کر رونا پیٹنا شروع کر دیتی ہیں، یا وہاں بیٹھ کر دنیا جہاں کی باتیں کرتی ہیں اور اہل میت کو زیر بار کرتی ہیں، اور (اکثر عورتیں) کپڑے اتنے بھڑک دار پہن کر آتی ہیں۔ جیسے کسی شادی میں شریک ہو رہی ہوں، علاوہ ان کے اور بھی منکرات اور مفاسد ہوتے ہیں جن سے اجتناب لازم ہے۔

(اصلاح الرسوم/ ج ۴ ۱۷)

نیز بہت سی جگہ رونے پیٹنے میں عورتیں بے پردہ ہو جاتی ہیں اور پردہ کا مطلق خیال تک نہیں رکھتیں، اور بعض جگہ عورتیں فرطِ غم سے اپنے نامحرم عزیزوں مثلاً دیور، چچازاد، تایازاد، اور [illegible] اد بھائی وغیرہ سے لپٹ لپٹ کر روتی ہیں یہ بھی حرام ہے کیونکہ رنج و غم میں شریعت کے احکام ختم نہیں ہو جاتے، نیز بعض جگہ گھر کی اور برادری کی عورتیں میت کے گھر سے جنازہ اٹھاتے وقت روتی ہوئی گھر کے باہر تک آجاتی ہیں اور تمام غیر محرموں کے سامنے بے حجاب ہو جاتی ہیں، یہ سب ناجائز اور حرام ہے۔

اور بعض جگہ آنے والی عورتیں دیدہ دانستہ ایسی باتیں کرتی ہیں جس سے گھر والوں کو رونا آئے، اور بعض عورتیں بن بن کر بہ تکلف روتی ہیں یہ سب غلط اور منع ہے یعنی شریعت کے خلاف ہے۔ (اصلاح الرسوم)

بعض جگہ میت کی جان کنی کے وقت بجائے اس کے کہ کلمہ و سورۂ یٰسین پڑھیں، میت کی سہولت نزع اور خاتمہ بالخیر کی دعا کریں، عورتیں رونا پیٹنا پھیلاتی ہیں، اگر مریض کو کچھ ہوش بھی ہو تو وہ پریشان ہو جاتا ہے جب کہ اس کو نزع کی تکلیف ہی کیا کم ہے، مزید یہ تکلیف دیتی ہیں، یاد رکھیئے بلند آواز سے رونا چلانا، ماتم کرنا، اور گریبان پھاڑنا سب حرام

اور گناہ ہے البتہ رونا آئے تو چیخے چلائے بغیر آنسوؤں سے رونے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔
(اصلاح انقلاب امت/ ج ۱/ص ۲۳۳)

(آنحضرت ﷺ کا قلب رنج وغم والے حوادث سے رنجیدہ وغمگین ہوجاتا تھا اور اس حالت میں آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو بھی بہتے تھے، بلاشبہ یہی انسانیت کا کمال ہے کہ خوشی اور مسرت والی باتوں سے مسرت ہواور رنج وغم کے موجبات سے رنج وغم ہو، اگر کسی کا یہ حال نہ ہوتو یہ اس کا نقص ہے، کمال نہیں ہے)۔

میت پر رونا

مسئلہ:۔ میت پر اونچی آواز سے رونا اور چیخنا چلانا حرام ہے لیکن بغیر چیخے آنسو بہانا (رونا) بالاتفاق مباح ہے۔ نوحہ جائز نہیں ہے یعنی میت کی خوبیوں کو بیان کر کے رونا، اپنا چہرہ سیاہ کر لینا، منہ پیٹنا، اور گریبان پھاڑنا وغیرہ کیونکہ آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے: ''جو شخص اپنے کلوں پر طمانچے مارے اور گریبان کو پھاڑے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

واضح ہو کہ میت کے پس ماندگان کے رونے پیٹنے سے کہ فعل حرام ہے، میت پر عذاب ہوگا، ہاں اگر میت نے رونے کی وصیت کی ہے (تو عذاب ہوگا) اگر میت کو معلوم ہے کہ اس کے اعزہ اس کے مرنے کے بعد اس پر (غیر شرعی طریقہ سے) روئیں گے اور یہ خیال کرتا ہو اگر اس سے باز رہنے کی وصیت کی جائے تو اس کو لوگ مان لیں گے اور وصیت پر عمل کریں گے تو واجب ہے کہ (غیر شرعی طور پر) رونے پیٹنے سے باز رہنے کی وصیت کر جائے۔ اگر ایسی وصیت نہیں کی تو ان کے رونے سے میت پر عذاب ہوگا۔ (کتاب الفقہ/ ج ۱/ص ۸۶۰)

(غسل دینے کے بعد میت کو وفور محبت یا عقیدت سے بوسہ دینا جائز ہے جیسا کہ آپ ﷺ نے حضرت عثمان بن مظعونؓ کو بوسہ لیا اور حضرت ابوبکر صدیقؓ نے آنحضرت ﷺ کی وفات پر آپ ﷺ کی پیشانی کا بوسہ لیا۔ محمد رفعت قاسمی)

مسئلہ:۔ رنج وغم بے اختیاری ہے اس میں شرعاً کچھ تحدید نہیں اور روک بھی نہیں ہے، ممنوع یہ ہے کہ ماتمی لباس پہنا جائے سو یہ بات ثابت نہیں ہے (بیان وغیرہ کر کے رویا پیٹا جائے یہ

ممنوع ہے)۔ (فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۴۱۷)

(آپ ﷺ راضی بقضائے الٰہی اور سب سے زیادہ حمد کرنے والے تھے اس کے باوجود اپنے صاحبزادہ ابراہیم پر فور محبت وشفقت سے رقت کے باعث رو دیئے مگر اس حالت میں بھی آپ ﷺ کا قلب اللہ کی رضا وشکر سے بھرا ہوا اور زبان اس کے ذکر وحمد میں مشغول تھی)۔

"آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ اللہ تعالیٰ آنکھ کے آنسو اور دل کے غم پر سزا نہیں دیتا"، کیونکہ اس پر بندہ کا اختیار اور قابو نہیں ہے، پھر آپ ﷺ نے زبان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا "لیکن اس کی غلطی پر" یعنی زبان سے نوحہ ماتم کرنے پر سزا دیتا ہے۔

(محمد رفعت قاسمی)

سوگ کی مدت اور کاروبار بند رکھنا

مسئلہ:۔ کسی رشتہ دار کی موت پر تین دن تک سوگ منانا مباح ہے اس کا ثبوت صحیح حدیث سے ہے کہ: "آپ ﷺ کا فرمان ہے خدا اور آخرت پر ایمان رکھنے والی عورت کے لئے حلال نہیں کہ تین دن سے زیادہ سوگ کرے البتہ شوہر کی وفات پر چار ماہ دس دن تک سوگ منائے۔ (شامی/ ج ۲/ص ۸۵۱)

مسئلہ:۔ عالمگیری میں ہے کہ معصیت کے وقت تین روز تک گھر میں بیٹھے رہنا جائز ہے اور اس کو ترک کرنا احسن ہے لیکن نوحہ کرنا ناجائز ہے۔

مسئلہ:۔ دنوں اور تاریخ کی تعیین اور رسوم کی پابندی کے بغیر قرآن پڑھ کر ایصال ثواب کرے تو گنجائش ہے۔

مسئلہ:۔ کسی کے انتقال پر اس کے قریبی اعزہ کا تین دن تک کاروبار بند رکھنا تو جائز ہے لیکن اس کو ضروری نہ سمجھا جائے اور بند نہ رکھنے والے پر طعن نہ کی جائے۔ (فتاویٰ رحیمیہ/ ج ۸/ص ۱۹۰ تا ۱۹۳/ مجموعہ فتاویٰ/ ج ۳/ص ۹۸/ وعینی شرح ہدایہ/ ج ۳/ص ۳۰۶)

ایصالِ ثواب کیا ہے؟

کسی کی موت کے بعد اس کی خدمت اور اس کے ساتھ حسن سلوک کا ایک طریقہ تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اس کے لئے مغفرت و رحمت کی دعا کی جائے اور رحم و کرم کی بھیک مانگی جائے جیسا کہ ذکر کیا جاچکا ہے، نماز جنازہ کی خاص غرض وغایت بھی یہی ہے اور زیارت قبور کے سلسلہ میں بھی جو احادیث آئی ہیں ان میں بھی اصحاب قبور کو سلام کے ساتھ ان کیلئے دعائے مغفرت بھی کی گئی ہے۔

دعائے خیر کے اس طریقے کے علاوہ اموات کی خدمت اور نفع رسانی کی ایک دوسری صورت رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی بتائی ہے کہ ان کی طرف سے صدقہ یا اسی طرح کا کوئی دوسرا عمل خیر کر کے اس کا ثواب ان کو ہدیہ کیا (تحفہ دیا) جائے۔ "ایصال ثواب اسی کا نام ہے، جس سے زندوں کا غم بھی ہلکا ہوتا ہے اور مردوں کو راحت رسانی بھی۔

(معارف حدیث/ ج ۳/ص ۴۹۰)

اور ایصالِ ثواب کا طریقہ بہت سہل و آسان ہے لیکن جو طریقے اختیار کئے جاتے ہیں وہ ایسے ہیں جو نہ اللہ تعالیٰ نے، نہ اس کے رسول ﷺ نے بتائے، نہ صحابہؓ نے اختیار کئے، اور نہ ائمہ دینؒ نے۔ کرنے والے یہ کہتے ہیں کہ اگر ہم یہ رسمیں ایصال ثواب میں نہیں کریں گے تو برادری ناراض ہو جائے گی اس لئے ہمیں یہ کرنی پڑتی ہیں۔

یہ صرف بدعت ہی نہیں بلکہ شرک بھی ہے، اس لئے کہ کرنے والے اللہ کی خاطر نہیں کرتے بلکہ برادری سے اتنا ڈرتے ہیں کہ اس کو خدا بنا رکھا ہے، یہ شرک ہو گیا کہ غیر اللہ کو راضی کرنے کے لئے کر رہے ہیں۔ ہر نفلی عبادت جو انسان اپنے لئے کرتا ہے وہ دوسروں کو ثواب پہنچانے کی نیت سے کرے تو اس کا ثواب دوسروں کو پہنچ جائے گا، اور مردہ اور زندہ دونوں کو ایصالِ ثواب کر سکتا ہیں صرف اس میں نیت کر لیں کہ اس کا ثواب فلاں کو پہنچے، تو ثواب پہنچ جائے گا۔ (اصلاح الرسوم، حضرت مولانا تھانویؒ)

ایصالِ ثواب کے لئے اجتماع

مسئلہ:۔ اپنے اپنے طور پر صدقات نافلہ یا تلاوت یا تسبیح وتہلیل وغیرہ کا ثواب میت کو پہنچانا حدیث سے ثابت ہے، البتہ ایصالِ ثواب کے لئے اجتماع کا اہتمام اور اس میں قیود ورسوم نیز اہل میت کی طرف سے دعوت کرنا یہ سب امور بدعت ہیں اور ناجائز ہیں۔
(احسن الفتاویٰ/ ج ۱/ ص ۳۶۶/ بحوالہ ردالمحتار/ ج ۱/ ص ۸۴۲)

مسئلہ:۔ جس شخص نے جو کچھ پڑھا ہو اس کا ثواب پہنچا سکتا ہے خواہ نیا پڑھا ہو یا پرانا (پہلے کا) پڑھا ہوا ہو۔

مسئلہ:۔ ایصال ثواب کے لئے پورا قرآن پڑھوانا (یا پڑھنا) ضروری نہیں ہے جتنا پڑھا جائے اس کا ثواب بخش دینا صحیح ہے۔

مسئلہ:۔ کسی دوسرے کو پڑھنے کے لئے کہنا صحیح ہے بشرطیکہ اس کو گرانی نہ ہو ورنہ درست نہیں ہے۔ (آپ کے مسائل/ ج ۸/ ص ۴۵۷)

کیا ثواب تقسیم ہو کر پہنچتا ہے؟

سوال:۔ چند مردوں کو ایصال ثواب کیا جائے تو کیا تقسیم ہو کر پہنچتا ہے؟

جواب:۔ اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے، بعض حضرات کی رائے ہے کہ حسب حصہ ثواب پہنچے گا، جیسا کہ کوئی شخص ایک روپیہ کے پیسے چند فقیروں کو تقسیم کر دے تو سب کو ایک ایک نہیں پہنچتا بلکہ اس میں تقسیم ہو کر حسب حصہ پہنچتا ہے۔

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ سب کو پورا پورا پہنچے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت بہت وسیع ہے۔ وہ اگر سب کو ایک ایک روپیہ کا پورا پورا ثواب پہنچا دیں تو ان کے یہاں کوئی کمی نہیں آئے گی بلکہ وسعت رحمت کا تقاضا یہی ہے کہ سب کو پورا پورا پہنچے، زیادہ تر دارومدار ثواب کی کمی زیادتی کا خلوص پر ہے اگر خلوص کے ساتھ تھوڑی چیز کو ثواب پہنچایا جائے وہ زیادہ ہوتا ہے بہ نسبت اس کے کہ زیادہ چیز کا ثواب بلا خلوص پہنچایا جائے۔

تو زیادہ ضرورت خلوص کی ہوئی اور اگر اس کے ساتھ ساتھ یہ چیز بھی زیادہ ہے تو سونے پر سہاگہ ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ/ ج ۷/ص ۲۳۴/ بحوالہ ردالمختار/ ج ۵/ص ۶۰۵)

مسئلہ:۔ اگر ایک وقت میں چند مردوں کو ثواب پہنچائے تو سب کو پہنچتا ہے لیکن اگر اول وہ ایک میت کو پہنچا دیا تو پھر دوسرے وقت میں اسی صدقہ وغیرہ کو ثواب دوسری میت کو نہیں پہنچ سکتا ہے کیونکہ وہ ثواب اول میت کو پہنچ گیا ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۴۱۹/ ردالمختار/ ج ۱/ص ۸۴۴)

مسئلہ:۔ اگر کوئی شخص کسی ایک عبادت کا ثواب کئی مردوں کی ارواح کو پہنچائے تو وہ ثواب تقسیم ہو کر ان مردوں کو نہیں دیا جاتا بلکہ ہر شخص کو پورا پورا ثواب جو اس عبادت کا مقرر ہے عنایت ہوتا ہے۔ (علم الفقہ/ ج ۲/ص ۲۱۰/ وفتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۴۱۹)

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص قبرستان سے گزرا اور اس نے گیارہ مرتبہ سورۂ اخلاص ''قل ھو اللہ'' پڑھی اور مردوں کی روحوں کو بخش دی تو اس کو مردوں کی تعداد جتنا ثواب دیا جائے گا یہ محض فضل خداوندی ہے، اس کے خزانہ میں کسی چیز کی کمی نہیں ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ/ ج ۱/ص ۳۸۸)

کیا ایصالِ ثواب سے تمام گناہ معاف ہو جائیں گے؟

سوال:۔ جو شخص فوت ہو چکا زندگی میں صغائر و کبائر کا مرتکب تھا، اب اگر اس کی اولاد بے شمار قرآن کریم اور دیگر بہت سا صدقہ خیرات کرے تو کیا اس کے چھوٹے و بڑے گناہ معاف ہو جائیں گے یا صرف چھوٹے؟

جواب:۔ اس پر بھی اتفاق ہے طاعات وحسنات سے کفارہ صغائر یعنی چھوٹے گناہوں کا ہوتا ہے نہ کہ کبائر کا، جیسا کہ قرآن کریم میں ہے: ﴿إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ﴾، الخ۔ سے مراد چھوٹے چھوٹے گناہ ہیں، اور احادیث میں بھی یہی ثابت ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۴۳۶)

مسئلہ:۔ مردوں کو ثواب صدقات وقرآن شریف پہنچتا ہے اور مردوں کو زندوں کی دعاء

واستغفار سے نفع پہنچتا ہے نصوص قرآنی اور احادیث سے ثابت ہے۔
(فتاویٰ دار العلوم/ ج ۵/ص ۴۴۷/ بحوالہ رد المختار/ ج ۱/ص ۸۴۴/ باب صلاۃ الجنائز)

سوا لاکھ کلمہ پڑھ کر ثواب پہنچانا

سوال:۔ سوا لاکھ کلمہ شریف پڑھ کر اگر میت کو بخشا جائے تو امید مغفرت کی ہے یہ روایت کونسی کتاب میں ہے اور "لا الٰہ الا اللہ" پڑھنا چاہئے یا محمد رسول اللہ بھی ملایا جائے؟

جواب:۔ یہ روایت کسی حدیث کی کتاب میں نظر سے نہیں گزری۔ بعض مشائخ نے اس کو نقل فرمایا ہے لہٰذا عمل اس پر درست ہے اور معمول "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ"۔ اور کبھی کبھی "محمد رسول اللہ ﷺ" ملانے کا ہے اور حدیث ترمذی اور ابن ماجہ میں ہے "افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ"۔
(فتاویٰ دار العلوم/ ج ۵/ص ۴۴۲/ بحوالہ مشکوۃ، باب ثواب التسبیح/ص ۲۰۱)

اجرت پر ایصال ثواب

اجرت معروفہ یا مشروطہ پر جو قرآن کریم میت کے لئے پڑھواتے ہیں اس میں محققین نے لکھا ہے کہ میت کو ثواب نہیں پہنچتا کیونکہ جب پڑھنے والے کو ثواب نہ ہوا بوجہ نیت اجر عوض کے تو میت کو کہاں سے پہنچے گا، البتہ اگر کوئی شخص للہ قرآن شریف پڑھ کر میت کو ثواب پہنچادے تو انشاء اللہ تعالیٰ اس کا ثواب میت کو ملے گا، خواہ مکان پر پڑھ کر ثواب پہنچائے یا قبر پر۔ (فتاویٰ دار العلوم/ ج ۵/ص ۴۳۵)

مسئلہ:۔ ماہِ رجب میں (خاص طور پر تبارک کا) ایصال ثواب میت کو پہنچاتے ہیں اس کی کچھ اصل نہیں ہے، بلا کسی قید کے جس دن چاہے فقراء کو کھانا وغیرہ کھلا کر اور نقد دے کر ثواب میت کو پہنچا دیا جائے۔

مسئلہ:۔ اگر کسی شخص نے اپنی زندگی میں کلمہ و قرآن پڑھ کر اپنے لئے ثواب رکھا تو مرنے کے بعد اس کو پہنچے گا۔ (فتاویٰ دار العلوم/ ج ۵/ص ۴۵۱/ بحوالہ رد المختار/ ج ۱/ص ۸۴۴)

ایصالِ ثواب کا طریقہ

مسئلہ:۔ ایصال ثواب کے طریقوں میں آج کل بہت نامشروع باتوں اور رسم ورواج کی آمیزش ہوگئی۔ہے یہاں تک کہ اکثر لوگوں کو ان امور کے مسنون ومشروع ہونے کا خیال ہے جو بالکل ناجائز ہیں اور اس سے طرح طرح کی خرابیاں واقع ہورہی ہیں۔

مسئلہ:۔ ایصال ثواب کا طریقہ یہ ہے کہ جس عبادت کا ثواب پہنچانا منظور ہو اس عبادت سے فراغت کے بعد اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کہ اے اللہ اس (نفلی) عبادت کا ثواب فلاں شخص کی روح کو پہنچادے، مثلاً قرآن کریم کی سورتیں یا اور کوئی ذکر تسبیح وغیرہ پڑھ کر یا نفل پڑھ کر یا کسی محتاج کو کھانا کھلا کر یا کچھ دے کر یا نفل روزہ یا نفل حج کر کے اللہ تعالیٰ سے دعا کرے یا دل میں جس کو ثواب پہنچانا ہے نیت کرے تو حق جل شانہٗ محض اپنے فضل سے ان عبادات کا ثواب اس کو پہنچادیتا ہے۔ (علم الفقہ/ ج ۲/ص ۲۴۰/ وفتاویٰ رحیمیہ/ ج ۵/ ص ۱۲۴/ وشامی/ ج ۱/ ص ۸۴۴/ وفتاویٰ دار العلوم/ ج ۵/ ص ۴۵۱)

مسئلہ:۔ جس وقت جو عبادت کی جائے اس کے ساتھ ہی (فوراً اسی وقت) دوسروں کو اس کو ثواب پہنچانے کی نیت شرط نہیں ہے یہاں تک کہ اگر اس عبادت کے بعد دوسرے کو اس کا ثواب پہنچانے کی نیت کرلی جائے تب بھی جائز ہے اور اس کا ثواب دوسرے کو پہنچ جاتا ہے۔ (علم الفقہ/ ج ۲/ ص ۱۲۰/ وفتاویٰ محمودیہ/ ج ۲/ ص ۴۰۸/ بحوالہ شامی/ ج ۱/ ص ۶۰۵)

مسئلہ:۔ نابالغ کو بھی اپنی حسنات (نیکیوں) کا ثواب ملتا ہے اس سے ثابت ہوا کہ اس کو غیر بھی اپنی حسنات کا ایصال ثواب کرسکتا ہے، نیز اس پر نماز جنازہ کی دعا بھی اس کے لئے مفید ہے اس سے بھی ایصالِ ثواب کا افادہ ثابت ہوا۔

(احسن الفتاویٰ/ ج ۴/ ص ۲۰۵/ ردالمحتار/ ج ۱/ ص ۸۱۹/ مشکوٰۃ/ ج ۱/ ص ۸۲/ وعالمگیری/ ج ۵/ ص ۹۴)

کیا ثواب پہنچانے والے کو بھی ثواب ملتا ہے؟

مسئلہ:۔ اگر کوئی شخص اپنی کسی نفلی عبادت کا ثواب دوسرے شخص کو پہنچادے تو یہ نہیں ہوتا کہ اس

عبادت کا ثواب اس کے کرنے والے کو بالکل نہ ملے بلکہ اس عبادت کا ثواب اس کو بھی ملتا ہے اور جس کو دیا گیا ہے اس کو بھی یہ محض فضل الٰہی ہے۔ اسی وجہ سے علماء نے لکھا ہے جب کوئی شخص کسی نفل عبادت کو کرے تو اس کو چاہئے کہ اس کا ثواب مؤمنین کی ارواح کو پہنچادے تاکہ اس کو بھی ثواب ملے اور ان لوگوں کو بھی بلکہ اس صورت میں مؤمنین کی نفع رسائی کے سبب سے دوہرے ثواب کی امید ہے۔
(علم الفقہ/ ج ۲/ص ۲۱۰/ وفتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۴۴۱)

ایصال ثواب کے مسائل

مسئلہ:۔ میت کو ثواب صدقہ وخیرات وتلاوت قرآن شریف وغیرہ کا پہنچتا ہے، اہل سنت وجماعت اصل ایصال ثواب میں متفق ہیں، امام ابوحنیفہؒ عبادات بدنیہ نفلی کے وصول ثواب کے بھی قائل ہیں۔ (فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۴۳۰ (یعنی میت کو نفل کا ثواب پہنچتا ہے)

مسئلہ:۔ میت کے ایصال ثواب کے لئے پہلے روز اور تیسرے روز اور دہم وچہلم کی قید کو اڑادینا یعنی ختم کردینا چاہئے شرعاً یہ تخصیصات ایصال ثواب کے لئے روا نہیں ہیں لہٰذا بدعت وحرام ہیں بلا قید کسی تاریخ کے اور دن کے جب چاہے ایصال ثواب کردیں، چوتھے یا پانچویں یا ساتویں دن یا اور کسی دن بلا تخصیص کھانا وغیرہ قراء کو دیدیں یہ رسوم اور تخصیصات جو عوام نے مقرر کررکھی ہیں ان کی کچھ اصل نہیں ہے، ہر ایک دن ایصال ثواب کے لئے برابر ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم/ ج ۵/ص ۴۳۴/ بحوالہ ردالمختار/ ج ۱/ص ۸۴۲)

مسئلہ:۔ یہ رسم تیسرے دن چنے پڑھنے اور ختم قرآن شریف کی خیرالقرون میں ثابت نہیں ہوئی اور اب اس کا التزام اس درجہ ہوگیا کہ عوام اس کو ضروری سمجھتے ہیں اس لئے اس کو ترک کرنا چاہئے اور اس رسم کو توڑنا چاہئے پھر جب اور کوئی دن اسی طرح لازم ہوجائے اور رسم ہوجائے اس کو بھی چھوڑنا ضروری ہوجائے گا اور جو طریقہ سلف سے ثابت نہ ہو اس کو لازم کرلینا اگرچہ اعتقاداً نہ ہو صرف عملاً ہو وہ بھی واجب الترک ہے اور فاتحہ آگے کھانا رکھ کر بھی جائز نہیں ہے، اسی طرح گیارہویں بھی جائز نہیں، جملہ رسوم اس قسم کے جو شارع علیہ السلام

اور آپ کے صحابہ کرامؓ اور ائمہ دین نے نہیں کیا اور اس کا حکم نہیں کیا، وہ سب ناجائز اور بدعت ہیں مگر کفر وشرک نہیں ہیں۔ (فتاویٰ دار العلوم/ ج ۵/ص ۴۳۷/ بحوالہ رد المحتار/ ج ۱/ص ۸۴۲)

مسئلہ:۔ جو مسلمان مرا ہے اس کو ثواب پہنچ سکتا ہے، بے نمازی مسلمان کو بھی پہنچ سکتا ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم/ ج ۵/ص ۴۳۷/ بحوالہ رد المحتار/ ج ۱/ص ۸۴۲)

مسئلہ:۔ اگر کسی شخص کو پورا قرآن یاد نہ ہو صرف دس پارہ یاد ہوں اور وہ ان کو تین مرتبہ پڑھے تو اس صورت میں پورے قرآن کریم کا ثواب حاصل نہ ہوگا، البتہ دس پارہ کا تین گنا ثواب حاصل ہو جائے گا۔

بہر حال اگر پورا قرآن کریم نہ ہو سکے تو یہ ہی بہتر ہے کہ دس پاروں کو بار بار پڑھ کر ثواب پہنچا دے، ثواب میت کو پہنچ جائے گا۔ (فتاویٰ دار العلوم/ ج ۵/ص ۴۳۲)

مسئلہ:۔ اہل ہنود کے قبرستان میں جہاں بچے ہی مدفون ہوں وہاں پہنچ کر کچھ پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

مسئلہ:۔ نابالغ بچے اہل ہنود کے جو مرتے ہیں وہ جنتی ہیں، (البتہ ایصالِ ثواب صرف مسلمانوں کے قبرستان میں کرنے کا حکم ہے صرف مسلمانوں کے قبرستان میں پڑھنے کا حکم ہے)۔ (فتاویٰ دار العلوم/ ج ۵/ص ۴۵۳/ وشرح فقہ اکبر/ص ۱۲۱/ ومشکوٰۃ باب زیارۃ القبور/ ج ۱/ص ۱۵۴)

مسئلہ:۔ غیر مسلم کا بچہ جس کو مسلمان نے گود لے لیا (متبنیٰ بنالیا) قاعدہ فقہیہ کے مطابق وہ بچہ کافر ہی سمجھا جائے گا اس لئے کہ بچہ کے لئے ماں باپ میں سے کسی ایک کا مسلمان ہونا شرط ہے یا خود اس بچہ کا بحالت شعور وتمیز اسلام لانا اور جب کہ ان وجوہ میں سے کوئی بھی نہیں ہے تو حسب قواعد فقہیہ وہ بچہ مسلمان نہ سمجھا جائے گا۔

(فتاویٰ دار العلوم/ ج ۵/ص ۴۷۰/ رد المختار/ ج ۱/ص ۸۳۱)

کیا شوہر کو صدقہ کرنا ضروری ہے؟

مسئلہ:۔ اور مرنے والے کے لئے خیرات کرنے کے متعلق یہ حکم ہے کہ اگر میت نے وصیت کی ہے تو ایک ثلث یعنی تہائی مال میں اس کو نافذ کرنا ضروری ہے اور اس سے زائد میں ورثاء

کی اجازت پر موقوف ہے اگر ورثاء بالغ ہوں اور اجازت دیں تو زائد میں وصیت نافذ ہو سکتی ہے ورنہ نہیں اور اگر میت نے وصیت نہیں کی تو انتقال کے بعد تمام ترکہ میت کی ملک سے خارج ہو کر ورثاء کی ملک میں آ گیا ورثاء کو اختیار ہے جس قدر چاہیں خیرات کر کے میت کو ثواب پہنچادیں لیکن اگر کوئی وارث نابالغ بھی ہے تو اس کے حصہ کو صدقہ کرنا جائز نہیں۔ نیز شوہر کے ذمہ صدقہ وخیرات کرنا کچھ لازم نہیں اگر خوشی سے صدقہ کردے تو ثواب ہی ملے گا۔ (فتاویٰ دار العلوم/ ج ۲/ص ۴۲۴/ کتاب الجنائز)

ناراض والدین کے لئے ایصال ثواب

مسئلہ:۔ والدین ناراض ہو کر وفات پا گئے ہیں تو ان کے لئے تلاوت قرآن اور صدقہ وخیرات سے ان کی ارواح کو ثواب بخش دے، ان کے لئے استغفار کرتا رہے، ان کا قرض ہو تو وہ ادا کرے، استطاعت ہو تو ان کی طرف سے حج کرے یا کرائے تو انشاء اللہ وہ راضی ہو جائیں گے اور اولاد مطیع وفرمانبردار سمجھی جائے گی۔

حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص اپنے ماں باپ کی طرف سے حج ادا کرے گا تو وہ ان کی طرف سے ادا ہو جائے گا اور ان کی ارواح کو بشارت دی جائے گی اور عند اللہ اولاد مطیع وفرمانبردار سمجھی جائے گی۔

مسئلہ:۔ نفل کے ذریعے بھی ایصال ثواب کیا جا سکتا ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ/ ج ۱/ص ۳۸۷/تفصیل دیکھئے مشکوٰۃ شریف/ص ۳۲/ کتاب العلم وترمذی/ ج ۱/ص ۸۵/ وشامی/ ج ۴/ص ۸۴۴)

میت کی طرف سے حج بدل کرنا

مسئلہ:۔ میت کی طرف سے حج بدل کر سکتے ہیں، اگر اس نے وصیت کی تھی تو اس کے تہائی ترکہ سے اس کا حج بدل ادا کیا جائے گا اور اگر تہائی سے ممکن نہ ہو تو پھر سب ورثاء بالغ اور حاضر ہوں اور کل مال سے حج بدل کی اجازت دے دیں تو کل مال سے بھی اس صورت میں ادا کیا جا سکتا ہے۔ اور اگر اس نے وصیت نہیں کی تھی تو پھر ورثاء کی صوابدید اور رضا پر ہے،

بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس صورت میں بھی اس کا حج قبول فرما کر اس کے گناہوں کو معاف فرمادے۔ (آپ کے مسائل / ج ۴/ ص ۴۰)

نوٹ:۔ میت کی طرف سے حج بدل کی تفصیل دیکھئے احقر کی مرتب کردہ مکمل و مدلل حج و عمرہ۔

میت کی طرف سے قربانی کرنا

میت کی طرف سے اور میت کے لئے قربانی کر سکتے ہیں اور اس کی چند صورتیں ہیں۔

(۱) میت نے وصیت کی ہو کہ میرے مال میں سے میری طرف سے قربانی کر دینا، اور وصیت کے مطابق اس کے مال میں سے قربانی کرے تو جائز ہے مگر اس قربانی کا تمام گوشت وغیرہ حقداروں (جو زکوۃ کے مستحق ہیں) صدقہ کر دینا واجب ہے۔

(۲) میت نے وصیت کی ہو یا نہ کی ہو ان کے عزیز و اقارب یا احباب وغیرہ اپنے پیسوں سے نفلی قربانی کر دیں تو یہ درست ہے اور اس کا گوشت امیر و غریب سب کھا سکتے ہیں۔

(۳) اپنے مال اور نام سے نفل قربانی کر کے اس کا ثواب ایک یا ایک سے زائد میت کو بخش دے تو بھی درست ہے اور اس کا گوشت بھی امیر و غریب سب کھا سکتے ہیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ / ج ۲/ ص ۸۶/ شامی / ج ۵/ ص ۲۹۳)

میت کے لئے قربانی بہتر ہے یا صدقہ کرنا

سوال:۔ میت کو ایصال ثواب کے لئے پیسہ صدقہ کرنا بہتر ہے یا ان پیسوں سے قربانی کر کے ایصال ثواب کرنا افضل ہے؟

جواب:۔ قربانی کے دنوں میں پیسہ وغیرہ صدقہ کرنے سے قربانی کرنا اور اس کا ثواب میت کو پہنچانا افضل ہے کیونکہ صدقہ وخیرات میں فقط مال کا ادا کرنا ہے اور قربانی میں مال کا ادا کرنا بھی ہے اور فدا کرنا بھی یعنی دو مقصد پائے جاتے ہیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ / ج ۲/ ص ۸۷)

ایصال ثواب کا عمدہ طریقہ

مسئلہ:۔ یہ طریقے ثواب رسانی کے لئے عمدہ اور مستحسن ہیں خواہ مدارس اسلامیہ میں طلبہ مساکین کی امداد کے لئے کچھ نقد و کپڑا وغیرہ دیدیں یا کتب حدیث و تفسیر وفقہ وغیرہ خرید کر مدرسہ میں وقف کردیں تاکہ طلبہ ان سے ہمیشہ نفع اٹھاتے رہیں اور میت کو ہمیشہ ثواب پہنچتا رہے۔ اور بلا تعیین تاریخ اور دن فقراء کو کھانا کھلانا اور ثواب میت کو پہنچانا بھی اچھا ہے۔
(فتاویٰ دار العلوم/ ج ۵/ص ۴۵۶/ بحوالہ رد المختار/ ج ۱/ص ۸۴۴)

تعزیتی جلسہ کرنا

مسئلہ:۔ کسی مسلمان کے انتقال پر میت کے متعلقین کی تعزیت کرنا یعنی تلقین صبر وغیرہ کرنا سنت سے ثابت ہے اگر وہاں خود جاکر تعزیت کا موقع نہ ہوتو خط کے ذریعہ سے بھی سلف صالحین سے تعزیت کرنا منقول ہے۔

جس کے انتقال سے بہت سے لوگوں کو صدمہ ہو یا بہت لوگ تعزیت کی ضرورت محسوس کریں اور سب کا وہاں پہنچنا دشوار ہوتو اس کے لئے آسان صورت یہ ہے کہ ایک جلسہ کرکے تعزیت کردی جائے اس میں بڑی جماعت سفر کی زحمت سے بچ جاتی ہے اور میت کے متعلقین پر کثیر مہمانوں کا بار بھی نہیں پڑتا اور مجمع عظیم کی متفقہ دعا بھی زیادہ مستحق قبول ہے، بظاہر اس میں (تعزیتی جلسہ کرنے میں) شرعاً کوئی قباحت نہیں، لیکن بہت جگہ اس نے محض رسم کی صورت اختیار کرلی ہے کہ مقصود یہ ہوتا ہے کہ اخبار میں نام آجائے گا اور ہماری شہرت ہوجائے گی اگر ہم نے تعزیتی جلسہ نہ کیا تو لوگ ملامت کریں گے وغیرہ وغیرہ اگر یہ صورت ہوتو پھر اس کو چھوڑنا چاہئے۔ (احسن الفتاویٰ/ ج ۴/ص ۲۳۴)

مسئلہ:۔ کسی وفات پر مجلس میں تین چار منٹ سکوت اختیار کرکے سوگ منانے کا طریقہ جائز نہیں ہے۔ اس میں نصاریٰ وغیرہ کے ساتھ مشابہت لازم آتی ہے، لہٰذا اس رواج کو ترک کردینا ضروری ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ/ ج ۱/ص ۳۸۵)

تعزیت کا مسنون طریقہ

مسئلہ:۔ تعزیت تین دن کے بعد جائز نہیں ہے، البتہ غائب تین روز کے بعد آئے تو بھی کرسکتا ہے۔ جماعت کی شکل میں آنے کا اہتمام درست نہیں، اتفاقاً ایک ساتھ ہو گئے، تو کوئی حرج نہیں، ہر ایک کیلئے مستقلاً الگ الگ تعزیت پیش کرنا مسنون ہے، البتہ اگر ایک گھرانے کا کوئی بڑا ہے اور اس کے ساتھ اس کے ماتحت لوگ بھی ہیں تو صرف بڑے ہی کی تعزیت کافی ہے، تعزیت کی دعا ہے: ''اَعْظَمَ اللّٰهُ اَجْرَكَ وَاَحْسَنَ عَزَائَكَ وَغَفَرَ لِمَيِّتِكَ''۔ اس سے زائد بھی ایسا مضمون بیان کیا جاسکتا ہے جس سے غم ہلکا ہو، تسکین اور فکر آخرت پیدا ہو، تعزیت کی دعا میں ہاتھ اٹھانا بدعت ہے۔

(احسن الفتاوی/ ج ۴/ص ۲۳۵/ کتاب الجنائز)

مسئلہ:۔ تعزیت کا سنت طریقہ یہ ہے کہ تدفین سے قبل یا (اگر موقع نہ ہو تو) تدفین کے بعد میت کے گھر والوں کے یہاں جا کر ان کو تسلی دے، ان کی دل جوئی کرے، صبر کی تلقین و ترغیب دے اور ان کے اور میت کے حق میں دعائیہ جملے کہے، الفاظ تعزیت اور اس کا مضمون متعین نہیں ہے، جدا جدا ہے، صبر اور تسلی کے لئے جو الفاظ زیادہ موزوں ہوں وہ جملے کہے۔

تعزیت کرنے کی احادیث شریف میں بڑی فضیلت آئی ہے، ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص مصیبت و پریشانی کے وقت اپنے بھائی کو تسلی دے اور اس کی تعزیت کرے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو بزرگی اور کرامت کا لباس پہنائیں گے۔

(ابن ماجہ شریف/ص ۱۱۶)

نیز حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص مصیبت زدہ کی تعزیت کرے اللہ تعالیٰ اس کو اتنا ثواب دے گا جتنا مصیبت زدہ کو (اس کے صبر کرنے پر)۔ (ترمذی شریف/ ج ۱/ص ۱۲۷)

مسئلہ:۔ مجبوری یا دوری کی بنا پر بذات خود حاضر نہ ہو سکے تو بذریعہ خط وغیرہ بھی تعزیت کرے کہ یہ بھی سنت ہے رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو ان کے صاحبزادے کی وفات پر تعزیتی خط لکھا تھا۔ (فتاوی رحیمیہ/ ج ۶/ص ۳۴۲/ بحوالہ حصن حصین/ص ۱۸۰/ پانچویں منزل)

تعزیت کی مدت

مسئلہ:۔ جس کے گھر موت ہوگئی ہو اس سے ماتم پرسی کرنا مستحب ہے، ماتم پرسی یعنی تعزیت کا وقت موت کے بعد تین دن تک ہے، اس کے بعد مکروہ ہے، بجز اس کے جب کہ ماتم پرسی کرنے والا یا جس سے ماتم پرسی کی جائے موجود نہ ہو، ایسی صورت میں تین دن کے بعد بھی تعزیت مکروہ نہیں ہے اور اس کے لئے خاص الفاظ مقرر نہیں ہیں بلکہ تقاضائے حال کے مطابق ماتم پرسی کی جائے۔ (کتاب الفقہ/ ج ا/ص ۸۶۸)

مسئلہ:۔ تعزیت میں تسلی کے کلمات ہوں یعنی اس قسم کے الفاظ کہ صبر کرو اللہ تعالیٰ تم کو اس صبر کا اجر دے گا وغیرہ، اور تعزیت کے لئے مسجد میں (اسی کام کے لئے باقاعدہ) بیٹھنا مکروہ ہے بلکہ گھر پر ہو۔ (فتاویٰ دار العلوم/ ج ۵/ص ۴۱۷/ وعلم الفقہ/ ج ۲/ص ۲۰۷)

موت یا کسی ایسے ہی شدید حادثہ کے وقت مصیبت زدہ کو تسلی دینا اور اس کے ساتھ اظہار ہمدردی اور اس کا غم ہلکا کرنے کی کوشش کرنا بلاشبہ مکارم اخلاق میں سے ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی اس کا اہتمام فرماتے تھے اور دوسروں کو اس کی ہدایت اور ترغیب بھی دیتے تھے چنانچہ: ''حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی مصیبت زدہ کی تعزیت کی تو اس کے لئے مصیبت زدہ کا سا ہی اجر ہے۔
(معارف الحدیث/ ج ۳/ص ۴۶۳/ بحوالہ جامع ترمذی شریف وابن ماجہ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تعزیتی مکتوب

حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ ان کے بیٹے کا انتقال ہوگیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تعزیت نامہ لکھوایا جس کا ترجمہ یہاں نقل کیا جاتا ہے: ''(شروع) اللہ کے نام کے ساتھ جو بڑا رحم کرنے والا ہے اور مہربان ہے اللہ کے رسول محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جانب سے معاذ بن جبلؓ کے نام، تم پر سلامتی ہو، میں پہلے تم سے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتا ہوں، جس کے سوا کوئی معبود نہیں، حمد وثناء کے بعد (دعا کرتا ہوں کہ) اللہ تعالیٰ تمہیں اجر عظیم عطا فرمائے

اور صبر کی توفیق دے اور ہمیں اور تمہیں شکر ادا کرنا نصیب فرمائے، اس لئے کہ بیشک ہماری جانیں، ہمارا مال اور ہمارے اہل وعیال (سب) اللہ بزرگ و برتر کے خوشگوار عطیے اور عاریت کے طور پر سپرد کی ہوئی امانتیں ہیں (اس اصول کے مطابق تمہارا بیٹا بھی تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی امانت تھا)"۔

اللہ تعالیٰ نے خوشی وعیش کے ساتھ تم کو اس سے نفع اٹھانے اور جی بہلانے کا موقع دیا اور (اب) تم سے اس کو اجر عظیم کے عوض میں واپس لے لیا ہے، اللہ تعالیٰ کی خاص نوازش اور رحمت وہدایت (کی تم کو بشارت ہے) اگر تم نے ثواب کی نیت سے صبر کیا، تم صبر (وشکر) کے ساتھ رہو۔ (دیکھو) تمہارا رونا دھونا تمہارے اجر کو ضائع نہ کردے کہ پھر تمہیں پشیمانی اٹھانی پڑے اور یاد رکھو! کہ رونا دھونا کسی میت کو لوٹا کر نہیں لاتا، اور نہ ہی غم واندوہ کو دور کرتا ہے اور جو ہونے والا ہے وہ تو ہو کر رہے گا اور جو ہونا تھا وہ ہو چکا۔ والسلام

رسول اللہ ﷺ کے اس مبارک تعزیت نامہ میں ہر اس صاحب ایمان بندہ کے لئے تعزیت ونصیحت اور تسلی وتشفی کا پورا سامان ہے جس کو کوئی صدمہ پہنچے، کاش اپنی مصیبتوں میں ہم رسول اللہ ﷺ کی اس ایمان افروز اور سکون بخش تعزیت سے سکون حاصل کریں اور صبر وشکر کو اپنا شعار بنا کر دنیا وآخرت میں اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت اور رحمت وہدایت سے بہرہ اندوز ہوں۔ (معارف الحدیث/ ج۳/ص ۴۶۸)

موت پر صبر کا اجر وثواب

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جب میں کسی ایمان والے بندے (بندی) کے کسی پیارے کو اٹھالوں، پھر وہ ثواب کی امید پر صبر کرے تو میرے پاس اس کے لئے جنت کے سوا کوئی معاوضہ نہیں۔

(ترمذی/ ج۱/ص ۱۹۸/ بخاری/ ج۱/ص ۱۷۵/ باب الجنائز ومعارف الحدیث/ ج۳/ص ۴۶۴)

☆☆

مرنے والے شوہر کی عدت

مسئلہ:۔ اگر شوہر کا انتقال چاند کی پہلی تاریخ کو ہوا اور عورت کو حمل نہیں ہے تو چاند کے حساب سے چار مہینے دس دن پورے کرنا ہوں گے۔ اور اگر پہلی تاریخ کے علاوہ کسی اور تاریخ میں ہوا تو ہر مہینہ تیس تیس دن کا لگا کر چار مہینے دس دن پورے کرنا ہوں گے یعنی پورے ایک سو تیس دن اور جس وقت وفات ہوئی جب یہ مدت گزر کر وہی وقت آئے گا عدت ختم ہو جائے گی۔

مسئلہ:۔ اگر عورت حمل سے تھی، اس حالت میں شوہر کا انتقال ہوا تو بچہ پیدا ہونے تک عدت رہے گی، اب مہینوں کا کچھ اعتبار نہیں، اگر شوہر کی موت کے تھوڑی دیر بعد بچہ پیدا ہو گیا تب بھی عدت ختم ہو گئی۔ (عالمگیری/ امداد الفتاویٰ/ احکام میت/ص ۱۲۶)

مسئلہ:۔ حاملہ عورت کی عدت بچہ پیدا ہونے سے ختم ہو جاتی ہے لیکن اگر حمل گر جائے تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر حمل کا کوئی عضو مثلاً منہ ناک، یا انگلی وغیرہ بن گیا تھا تب تو عدت ختم ہو گئی اور اگر کوئی عضو بالکل نہ بنا تھا صرف لوتھڑا یا گوشت کا ٹکڑا تھا، تو اس سے عدت ختم نہ ہوگی بلکہ یوں سمجھا جائے گا یہ عورت حمل سے نہیں تھی لہٰذا اس کی عدت پورے چار مہینہ دس دن ہوگی۔ (شامی/ ج ۲/ص ۸۳۱/ احکام میت/ص ۱۲۸)

مسئلہ:۔ رخصتی سے قبل ہی شوہر وفات پا گیا تب بھی عدت وفات بیوی پر واجب ہے۔

مسئلہ:۔ اگر کسی حاملہ کے پیٹ میں دو بچے تھے ایک پیدا ہو گیا دوسرا باقی ہے تو جب تک دوسرا بچہ پیدا نہ ہو عدت ختم نہ ہوگی۔ (شامی/ ج ۲/ص ۸۳۱/ احکام میت/ص ۱۲۹)

نوٹ:۔ یہ عدت موت والے شوہر کی ہے اس میں عورت کی عمر کی کوئی قید نہیں ہے چاہے کسی بھی عمر کی ہو اور طلاق والے شوہر کی عدت کا حساب الگ ہے۔ جب کوئی بیوہ ہو جائے تو ختم عدت پر رسم کے طور پر عورتیں جمع ہوتی ہیں جس کی صورت یہ ہوتی ہے بیوہ کے یہاں عدت کے ختم پر بہت سی عورتیں جمع ہوتی ہیں یوں کہتی ہیں کہ اس کو عدت سے نکالنے کے لئے آئی ہیں۔ اور بعض عورتیں عدت سے نکلنے کے لئے یہ ضروری سمجھتی ہیں کہ عورت عدت والے گھر سے نکل کر دوسرے گھر جائے اور اس کا بڑا اہتمام ہوتا ہے یہ دونوں باتیں غلط ہیں۔

مسئلہ یہ ہے کہ جب عدت کے چار ماہ دس دن گزر جائیں یا وضع حمل ہو جائے تو وہ عورت عدت سے خود بخود نکل جاتی ہے خواہ اسی گھر میں رہے۔

(اصلاح انقلابِ امت، احکام میت/ص ۱۴۱)

(بعض جگہ عدت والی عورت پوری ہونے پر والدین یا گھر کے افراد کپڑے وغیرہ دیتے ہیں یہ سب غیر شرعی چیزیں ہیں ان سے بچنا بہت ضروری ہے۔ رفعت قاسمی)

موت کے وقت مہر معاف کرنا

ایک کوتاہی جو بہت ہی عام ہے، وہ یہ ہے کہ جب کوئی عورت مرنے لگتی ہے تو اس سے کہتے ہیں کہ مہر معاف کردے اور وہ معاف کردیتی ہے اور خاوند اس معافی کو کافی سمجھ کر اپنے آپ کو مہر کے قرض سے سبکدوش سمجھتا ہے اگر کوئی وارث مانگے بھی تو نہیں دیتا۔

یاد رکھئے! اول اس وقت اس طرح معاف کرانا بڑی سنگدلی کی بات ہے، دوسرے اگر وہ پوری طرح ہوش میں ہو اور خوش دلی سے معاف بھی کردے تو مہر معاف نہ ہوگا۔ کیونکہ مرض الموت میں معافی بحکم وصیت ہے اور شوہر کے لئے وصیت نہیں کی جاسکتی ہے کیونکہ وارث کے حق میں وصیت باطل ہے البتہ عورت کے دوسرے وارث جو عاقل وبالغ ہوں وہ اپنا اپنا حصہ میراث اس مہر میں سے بخوشی چھوڑنا چاہیں تو چھوڑ سکتے ہیں۔ لیکن جو وارث مجنون یا نابالغ ہوں اس کا حصہ اس کی اجازت سے بھی معاف نہ ہوگا۔

(اصلاح انقلاب امت/ ج۱/ص ۲۳۸)

ایک کوتاہی بعض لوگوں میں یہ ہوتی ہے کہ جس کا انتقال ہونے لگے اگر اس شخص نے مہر نہ ادا کیا تو اس کی بیوی کو مجبور کرتے ہیں کہ اپنا مہر معاف کردے، حالانکہ بیوی اس پر بالکل (دل سے) راضی نہیں ہوتی مگر لوگوں کے اصرار یا رسم سے مجبور ہو کر شرما شرمی میں معاف کردیتی ہے، یاد رکھئے! اس طرح مہر معاف کرانا جائز نہیں بڑا ظلم ہے۔

(احکام میت/ص ۲۲۶)

مریض کا بیٹھ کر نماز پڑھنا

مسئلہ:۔ جو مریض قیام (کھڑے ہونے) سے عاجز ہے یعنی اگر قیام کرے تو گر جائے گا یا مرض کے بڑھ جانے یا اچھا نہ ہونے کا اندیشہ ہو یا بے حد تکلیف ہوتی ہو، اس کے لئے بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے لیکن اگر کھڑے رہنے کی استطاعت ہے تو بیٹھ کر پڑھنا جائز نہیں ہے، اگر تھوڑی دیر کھڑا رہ سکتا ہو تو اتنی دیر کھڑا رہے یہاں تک کہ اگر کھڑے ہو کر تکبیر تحریمہ کہنے کی طاقت ہو تو تکبیر تحریمہ کھڑا ہو کر کہے پھر بیٹھ جائے بعض مریض کھڑے ہوتے ہیں پھر بھی بیٹھ کر تکبیر تحریمہ کہتے ہیں یہ جائز نہیں ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ/ ج۱/ص۲۳۰/ شامی/ ج۱/ص۱۰۷)

مسئلہ:۔ بیمار معذور کے لئے بہتر طریقہ یہ ہے کہ نماز کے لئے چیت لیٹ کر دونوں پاؤں قبلہ جانب کرے، گھٹنے کھڑے رکھے اور سر کسی قدر اونچا کر لے، تا کہ رخ قبلہ کی جانب ہو جائے اگر چہ یہ بھی اختیار ہے کہ دائیں یا بائیں پہلو پر لیٹ کر نماز پڑھی جائے، تاہم دایاں پہلو بائیں سے افضل ہے لیکن یہ صورتیں اسی حالت میں ہیں جبکہ کوئی ایسا کرنے کے قابل ہو اگر ایسا کرنے سے معذور ہو تو جس طرح بھی ممکن ہو اسی طرح نماز ادا کرنی چاہئے۔
(کتاب الفقہ/ ج۱/ص۸۰۳)

اگر مرنے سے پہلے قضا نماز ادا نہ کر سکا

سوال:۔ اگر قضاء نماز ادا کرنے کی نوبت نہ آئے کہ مرض الموت میں گرفتار ہو جائے اور فدیہ کی طاقت نہ ہو تو مؤاخذہ سے بری ہونے کی کیا صورت ہے؟

جواب:۔ فوت شدہ نمازوں کا ادا کرنا یا فدیہ دینا بھی (مرنے کے بعد) موجب سقوط عذاب ہو سکتا ہے، باقی اللہ تعالیٰ کی مشیت پر ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَاءُ﴾۔ (فتاویٰ دار العلوم/ ج۴/ص۳۶۲)

مسئلہ:۔ اگر قضا نمازیں بکثرت ہوں جن کا شمار کرنا دشوار ہو تو چاہئے کہ خوب سوچ سمجھ کر ایک صحیح تخمینہ کرے مثلاً چودہ یا پندرہ سال کی عمر میں بالغ ہوا اور چار پانچ سال تک نمازیں نہیں

پڑھیں یا کبھی پڑھی اور کبھی چھوڑ دی اور یہ صورت اس شخص کے اندازہ میں مثلاً چار سال کی ہوئی تو اس شخص کو اپنے زعم (گمان) کے مطابق اس قدر نمازوں کو ادا کرنا چاہئے۔

آخر دنیا میں کسی شخص کا قرض ذمہ ہو اور تعداد یاد نہ ہو تو اندازہ تخمینہ سے ہی اس کو ادا کرتے ہیں کہ اس کا کچھ ذمہ باقی نہ رہے، ایسی ہی سوچ کر کہ کس قدر دنوں کی نمازیں قضاء ہوئی ہیں، ان کو ادا کرنا چاہئے اور مناسب یہ ہے کہ جس قدر ہو سکے زائد پڑھے کہ سراسر نفع ہی نفع ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم/ ج ۴/ص ۳۵۳/ ہدایہ/ص ۱۳۸۔ باب قضاء)

بے نمازی کی طرف سے فدیہ دیں تو وہ بری ہوگا یا نہیں؟

مسئلہ:۔ بلا وصیت میت کے اور بلا مال چھوڑنے کے ورثاء کے ذمہ کوئی کفارہ (مرنے والے کی طرف سے) واجب نہیں ہے اگر تبرعاً کفارہ اس کی نمازوں کا ادا کریں تو درست ہے اور بہت اچھا ہے، شاید اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں سے درگزر فرمادے اس میں کچھ حرج نہیں ہے اگر چہ یہ یقین نہیں ہے کہ میت بری ہو جائے گی مگر کچھ امید برأت کی ہے اور یہ فدیہ کا دینا نماز چھوڑنے پر دلیر نہیں بنا سکتا (مالداروں کو) کیونکہ اول تو تارکِ نماز کو کیا یقین ہے کہ اس کے ورثاء فدیہ ادا کریں گے یا نہیں، دوسرے بغیر وصیت بغیر مال کے چھوڑے، وارثوں کے تبرع (محض اپنی طرف) سے فدیہ ادا کرنے سے برأت یقینی نہیں ہے۔ بہر حال فریضہ کا چھوڑنا معصیت کبیرہ ہے، اس کا سوال ضرور ہوگا، باقی معافی اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔

﴿وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَاءُ﴾۔

(فتاویٰ دار العلوم/ ج ۵/ص ۳۶۵/ رد المختار/ ج ۱/ص ۶۸۵/ باب قضاء الفوائت)

میت کی طرف سے نماز روزہ ادا کرنا

مسئلہ:۔ اگر میت کے وارثین اس کے حکم سے اس کی فوت شدہ نمازوں کی قضاء کریں تو یہ نمازیں اس کی طرف سے درست نہیں ہوں گی، اس لئے کہ نماز عبادت بدنی ہے جس کے لئے ہر مکلّف کو حکم ہے کہ وہ خود ادا کرے، دوسرے کے ادا کرنے سے اس کی طرف سے

ادا نہیں ہوتی ہے، برخلاف حج کے اس میں وہ نیابت کو قبول کرتا ہے، یعنی اگر وارث میت کی طرف سے حج کر دے تو اس کے ذمہ سے فرض ساقط ہو جائے گا، اگرچہ میت نے اس کی وصیت نہ کی ہو۔ (درمختار / ج ۱ / ص ۶۷۳ / امداد الاحکام / ج ۱ / ص ۶۶۸)

مریض کا زندگی میں نمازوں کا فدیہ دینا کیسا ہے؟

مسئلہ:۔ شیخ فانی کو (بڑھاپے و زندگی کی آخری اسٹیج پر) روزہ کا فدیہ دینا درست ہے لیکن نماز کا فدیہ (بدلہ) خود اس کو (اپنی زندگی میں) دینا درست نہیں ہے اور نمازیں اس فدیہ سے ساقط (معاف) نہ ہوں گی کیونکہ نماز میں یہ وسعت ہے کہ اگر کھڑے ہو کر نہ پڑھ سکے تو بیٹھ کر پڑھے اور بیٹھ کر بھی نہ پڑھ سکے تو لیٹ کر پڑھے اور اگر رکوع وسجود کے ساتھ نہیں پڑھ سکتا تو اشارہ سے پڑھے، البتہ اس کے مرنے کے بعد جو نمازیں اس کے ذمہ رہ جائیں یا روزے رہ جائیں اور وصیت فدیہ دینے کی کرے اور مال بھی چھوڑے تو اس کے وارثوں کے ذمہ فدیہ ادا کرنا ضروری ہے اور حکم اس کا زکوٰۃ کا سا ہے کہ تملیک فقیر (ضرورت مند) اس میں ضروری ہے کہ اگر مدارس اسلامیہ میں طلبہ مساکین کے لئے دیا جائے تو یہ بھی درست ہے اور اس میں زیادہ ثواب ہے کیونکہ علم دین کیلئے طلبہ کی امداد ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم / ج ۴ / ص ۴۳۸ / بحوالہ ہدایہ / ج ۱ / ص ۲۰۴ / کتاب الصوم)

مسئلہ:۔ توبہ سے یا حج سے صرف گناہ معاف ہوتے ہیں، فرائض معاف نہیں ہوتے، جیسے اگر کسی نے حج کیا یا توبہ کر لی تو اس کے ذمہ قرض داروں کا قرض ایسا ہی واجب ہے جیسے حج کرنے سے پہلے تھا، اسی طرح حقوق اللہ کا بھی جو قرض ہے (نماز وغیرہ) وہ ادا کرنے سے ہی ادا ہوگا، توبہ سے نمازوں کی تاخیر کی معصیت معاف ہوگی اور فوراً ادا کرنا جو لازم ہوتا ہے، یہاں تک کہ اگر پھر قضا کرنے میں تاخیر کی تو از سر نو گنہگار ہوگا۔

(فتاویٰ دار العلوم / ج ۴ / ص ۳۳۷ / شامی / ج ۲ / ص ۲۷۶)

مسئلہ:۔ قضا شدہ نمازوں کا کفارہ ان کا ادا کرنا ہے اور حق تعالیٰ سے عجز اور ندامت کے ساتھ توبہ کرنا ہے، صدقہ دینا واجب نہیں ہے ہاں اگر صدقہ دے تو چونکہ صدقہ سے غضب الٰہی دفع

ہوتا ہے تو امید ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ کا جو غصہ سبب ترک نماز کے تھا وہ نہ رہے اور کسی غریب کی حاجت براری سے رحمت الٰہی متوجہ ہو جائے باقی اصل ادا کرنا نماز کا ہے، صدقہ دینے سے نماز (زندگی میں) ساقط نہ ہوگی۔ (فتاویٰ دار العلوم/ ج ۴/ص ۳۵۴)

مسئلہ:۔ قضا نماز، وروزے صرف توبہ سے معاف نہیں ہوتے بلکہ قضاء ان کی لازم ہے۔
(فتاویٰ دار العلوم/ ج ۴/ص ۳۶۳/ رد المحتار/ ج ۱/ص ۶۸۰)

مرض الموت میں خود فدیہ دینا

مسئلہ:۔ میت اگر اپنے مرض الموت میں خود اپنی نماز کا فدیہ دے گا تو یہ درست نہیں ہوگا، لہٰذا اس پر واجب یہ ہے کہ وہ وصیت کر جائے، البتہ روزہ کا فدیہ خود اپنی طرف سے اپنے مرض الموت میں دیدے گا تو یہ جائز ہوگا مگر اس کی صحت اس کی موت کے بعد ثابت ہوگی۔

مسئلہ:۔ نماز روزہ کے کفارہ میں کل فدیہ کی رقم ایک فقیر (حاجت مند، جو صاحب نصاب نہ ہو) کو دینا بھی درست ہے اور کسی کو بھی دے سکتا ہے۔ (درمختار/ ج ۱/ص ۶۷۴)

قضا نمازوں کا فدیہ کب ادا کیا جائے؟

زندگی میں تو نماز کا فدیہ ادا نہیں کیا جا سکتا، بلکہ قضا نمازوں کو ادا کرنا ہی لازم ہے، البتہ اگر کوئی شخص اسی حالت میں مر جائے کہ اس کے ذمہ قضاء نمازیں ہوں تو ہر نماز کا فدیہ صدقہ فطر کی طرح پونے دو سیر غلہ ہے، فدیہ ادا کرنے کے دن کی قیمت کا اعتبار ہے، اس دن غلہ کی جو قیمت ہو، اس کے حساب سے فدیہ ادا کیا جائے اور چونکہ وتر ایک مستقل نماز ہے اس لئے دن رات کی چھ نمازیں ہوتی ہیں اور ایک دن کی نماز قضا ہونے پر چھ صدقے لازم ہیں، میت اگر اس سے صیت کی ہو، تب تو تہائی مال سے یہ فدیہ ادا کرنا واجب ہے اور اگر وصیت نہ کی ہو تو وارثوں کے ذمہ واجب نہیں، البتہ تمام وارث عاقل و بالغ ہوں اور وہ اپنی اپنی خوشی سے فدیہ ادا کریں، تو توقع ہے کہ میت کا بوجھ اتر جائے گا۔ (آپ کے مسائل/ ج ۲/ص ۳۵۹)

نمازوں کا فدیہ کتنا ہے؟

مسئلہ:۔ کفارہ نمازوں کا مرنے کے بعد ورثاء کو دینا چاہئے۔ زندگی میں کفارہ کا حکم نہیں ہے اور کفارہ نماز کا پونے دوسیر گندم ہیں (یعنی ایک کلو چھ سو تینتیس گرام/۶۳۳ گرام) دن رات میں چھ نمازیں لینی چاہئیں یعنی مع وتر کے اور فدیہ میں اختیار ہے کہ خواہ گندم دے یا نقد، نقد روپیہ بہتر ہے کہ اس میں سب حوائج پوری ہوسکتی ہیں اور اگر دینی کتب خرید کر دینا چاہیں تو یہ بھی درست ہے لیکن پھر یہ ضروری ہوگا کہ وہ کتابیں (ضرورت مند غریب) طلباء کو تقسیم کردی جائیں اور ان کی ملک کردی جائیں، مدارس اسلامیہ میں جس طرح کتب وقف رہتی ہیں اس طریقے سے جائز نہیں ہے، اس سے کفارہ ادا نہ ہوگا، بلکہ مالک بنانا ضروری ہے۔ (فتاوی دارالعلوم/ ج ۴/ص ۳۶۴/ فتاوی محمودیہ/ ج ۱۳/ص ۵۰)

مسئلہ:۔ ہر روزہ کا فدیہ ایک نماز کے فدیہ کے برابر ہے اور اگر رمضان المبارک کے روزوں کے علاوہ اگر کوئی نذر (منت) مانی ہوئی تھی تو اس کا بھی فدیہ دینا ہوگا۔

مسئلہ:۔ زکوۃ جتنے سال کی رہی ہے اس کا حساب کر کے ادا کرنا ہوگا۔

مسئلہ:۔ حج فرض اگر میت ادا نہیں کرسکا تو میت کی بستی سے کسی کو حج بدل کے لئے بھیجا جائے گا اور پورا خرچہ دیا جائے گا۔

مسئلہ:۔ جتنے صدقۃ الفطر رہے ہوں ہر ایک کا فدیہ دینا ہوگا۔

مسئلہ:۔ قربانی فرض کوئی رہ گئی ہو تو ایک بکرے یا ایک حصہ کی قیمت کا صدقہ کرنا ہوگا۔

مسئلہ:۔ سجدہ تلاوت رہ گیا تو احتیاط اس میں ہے کہ ہر سجدہ کے بدلے ایک نماز کے فدیہ کے برابر صدقہ کیا جائے گا۔

مسئلہ:۔ اگر فوت شدہ نمازوں یا روزوں وغیرہ کی صحیح تعداد یاد نہ ہو تو تخمینہ سے حساب کیا جائے۔ (رسالہ حیلہ اسقاط از مفتی محمد شفیعؒ)

مسئلہ:۔ اس کا مصرف وہی ہے جو زکوۃ وصدقہ کا مصرف ہے اور زیادہ مستحق وہ لوگ ہیں جو زیادہ حاجت مند ہیں جیسے مقروض وغیرہ اور اگر مدرسہ میں طلبہ کے واسطے بھیجا جائے

تو بھی اچھا مصرف ہے، لیکن فیس منی آرڈر ڈرافٹ وغیرہ اس میں محسوب یعنی حساب میں شمار نہ ہوگا۔ (فتاویٰ دار العلوم/ ج ۴/ص ۳۶۹)

وصیت کے باوجود فدیہ نہ دیا تو؟

مسئلہ:۔ میت کے ورثا میت کے وصیت کر جانے اور مال کے چھوڑ جانے کے باوجود اگر وصیت کو ثلث مال میں سے پورا نہ کریں گے تو گنہگار ہوں گے اور میت بھی مواخذہ اخروی سے بری نہ ہوگا تاوقتیکہ اللہ تعالیٰ معاف نہ فرمادیں۔ (فتاویٰ دار العلوم/ ج ۴/ص ۳۶۸/ ردالمحتار/ ج ۱/ص ۶۸۵/ باب قضاء الفوائت وفتاویٰ محمودیہ/ ج ۷/ص ۹۸)

موت کی تیاری کا طریقہ

بشکریہ ماہنامہ الفرقان لکھنؤ جولائی/ ۱۹۷۷ء مطابق ۱۳۹۷ھ۔

نوٹ:۔ ۲۹/ ذیقعدہ/ ۱۳۶۱ھ/ کی شب میں برادر عزیز حاجی محمود حسین مرحوم مغفور کی تدفین کے وقت (جبکہ قبر کی تیاری میں کچھ دیر تھی) حضرت مولانا منظور نعمانی مرحوم ممبر مجلس شوریٰ دار العلوم دیوبند نے جو تقریر فرمائی تھی، بطور تبرک پیش ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُورَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ﴾۔ (آل عمران/ ۱۷۵)

محترم حاضرین! ابھی قبر کی تیاری میں کچھ دیر ہے ایک بھائی نے اسی وقت مجھ سے کہا ہے کہ اس وقفہ میں کچھ عرض کردوں اور ان کے اس کہنے ہی پر مجھے یاد آیا کہ یہ ایک طرح سنت نبوی بھی ہے۔ صحیح بخاری شریف میں تو ایک مستقل باب اس کے متعلق قائم کیا گیا ہے جس کا عنوان ہی ہے: ”**باب موعظ المحدث عندالقبر**“ بہرحال اس سنت کی ادائیگی کی نیت ہی سے میں چند کلمات عرض کرتا ہوں اللہ تعالیٰ قبول فرمائے مجھے اور آپ کو ان سے فائدہ پہنچائے۔

میں نے جو آیت سورۂ آل عمران کی جو ابھی تلاوت کی ہے اس کا ترجمہ یہ ہے کہ ''ہر جاندار کو موت کا مزہ چکھنا ہے'' اور تمہارے اعمال کے نتائج پوری طرح تم کو قیامت کے دن ہی ملیں گے، پس جو اس دن دوزخ کے عذاب سے بچ جائے اور جنت میں بھیج دیا جائے وہ ہی کامیاب ہوگا اور یہ دنیوی زندگی تو بس ایک دھوکے کا سودہ ہے۔

اس ترجمہ سے آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ اس آیت میں موت اور آخرت کا ذکر ہے اس کے پہلے جزو میں بتلایا گیا کہ ہر جاندار کو مرنا ہے اور ہر ذی حیات کو ایک دن ضرور موت آنی ہے۔ اور اگر قرآن حکیم میں اس کو نہ بھی بتلایا گیا ہوتا جب بھی ہم میں سے ہر ایک کو بطورِ خود یہ یقین ہے کہ ہر زندہ کو ایک دن مرنا ضرور ہے چنانچہ وہ انسان جو قرآن پر ایمان نہیں رکھتے ہیں، مرنے میں ان کو بھی کوئی شک نہیں ہے اور کیونکر کوئی شک کر سکتا ہے جبکہ اس دنیا کا پوری عمر کا تجربہ یہ بتلا رہا ہے کہ ہر زندگی کا انجام موت ہی پر ہوتا ہے۔

بہر حال یہ حقیقت ہے کہ ''ہر زندہ کو موت کا مزہ چکھنا ہے''۔ ایک یقینی بلکہ آنکھوں دیکھی حقیقت ہے جس سے کوئی کافر بھی انکار نہیں کر سکتا۔ لیکن انبیاءؑ اللہ تعالیٰ سے اطلاع پا کر موت سے آگے کے متعلق یہ بھی بتلاتے ہیں کہ موت فنا محض نہیں ہے بلکہ در حقیقت مرنے والے ایک عالم سے دوسرے عالم کی طرف منتقل ہو جاتا ہے اور ایک دن ایسا بھی آنے والا ہے کہ جس طرح روز مرہ انفرادی طور پر لوگ مرنے اور اس عالم سے اس دوسرے عالم کی طرف منتقل ہوتے رہتے ہیں، اسی طرح اس دن اس پورے عالم اور سارے جہان پر ایک دم فنا طاری کر دی جائے گی اور اس وقت جو بھی ذی حیات اس سارے سنسار اور ساری کائنات میں ہوں گے وہ سب موت کی گھاٹی سے اتار کر اس دوسرے عالم میں منتقل کر دیئے جائیں گے اس کے بعد یہ دنیا جس میں ہم آباد ہیں قطعی طور سے درہم برہم ہو جائے گی اور جو لوگ اس دنیا سے منتقل ہوتے رہے ہیں ان ہی سے ایک دوسرا عالم اللہ تعالیٰ قدرت سے برپا ہوگا۔ پھر یہاں جس نے جو برے یا بھلے عمل کئے ہیں اور جس طرح کی اچھی یا بری زندگی گزاری ہے وہاں اسی کے مطابق اس کو جزا یا سزا ملے گی۔

یہی مطلب ہے آیت اس جزو کا کہ: ﴿اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَکُمْ﴾ بہرحال ہماری یہ دنیا دار العمل ہے اور دار الجزاء وہ دوسرا عالم ہوگا جس میں ہم کو موت کے بعد پہنچنا ہے پھر وہاں ہم کو جو زندگی عطا ہوگی وہ یہاں کی سی محدود اور چند روزہ زندگی نہ ہوگی بلکہ ہمیشہ رہنے والی اور لامحدود ہوگی اور ہمارے اختیار میں ہے کہ خواہ اس لامحدود زندگی کو برے اعمال کر کے دکھ اور جہنم کی زندگی بنالیں یا برائیوں اور گناہوں سے پرہیز کر کے اور نیکیاں کر کے سکھ اور جنت کی زندگی بنالیں، غرض اپنے کو دوزخی یا جنتی بنانے والے خود ہم اور ہمارے اعمال ہی ہیں بالکل صحیح کہا ہے کہنے والے نے شعر:

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

جب یہ معلوم ہوگیا کہ بس یہی دنیا دار العمل ہے اور آئندہ ابدالآباد تک یہاں کے کئے ہوئے اعمال کے نتائج ہی سے ہمیں واسطہ پڑتا ہے تو سوچئے کہ کس قدر خطرناک غلطی اور کیسے خسارہ میں ہیں وہ لوگ جو اس زندگی کی مہلت کو غفلت میں گزار رہے ہیں اور یہاں سے جانے کے بعد جس دوسرے عالم میں ان کو ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہے وہاں کے راحت و آرام کے لئے وہ کوئی تیاری نہیں کر رہے ہیں بلکہ اس دنیا کی لذتوں اور یہاں کے دھندوں میں اس طرح منہمک ہیں کہ گویا ان کو ہمیشہ یہیں رہنا ہے اور کبھی موت نہیں آنی ہے۔

پیغمبر کیوں آئے؟

اس غفلت سے نکالنے کے لئے اور دنیا کے متوالوں کو آخرت کی یاد دلانے کے لئے اللہ تعالیٰ کے سارے پیغمبر آئے اور اللہ تعالیٰ کی تمام کتابوں میں یہ درس دیا گیا، لیکن انسان ایسا غافل اور ناعاقبت اندیش واقع ہوا ہے کہ اس کے باوجود وہ آخرت سے بالکل بے پرواہ ہو جاتا ہے اور اپنی موت کو بالکل بھلائے رہتا ہے۔ پھر اس کی غفلت کا انتہائی درجہ یہ ہے کہ وہ اپنے جیسے انسان کو روزمرہ مرتے اور اس دنیا سے سفر کرتے دیکھتا ہے لیکن پر بھی انبیاءؑ کے دیئے ہوئے اس سبق کو اور اپنی موت کو یاد نہیں کرتا۔ وہ اپنے سے زیادہ عمر والوں ہی

کونہیں بلکہ اپنے ہم عمروں، اپنے سے چھوٹوں، بلکہ اپنے گود کھلایوں تک کو دیکھتا ہے کہ وہ بیمار پڑے، بیماری نے شدت اختیار کی، حکیموں اور ڈاکٹروں کی ہزار کوششوں کے باوجود علاج سے کوئی فائدہ نہیں رہا اور کوئی دوا کام نہیں کر رہی، اب مریض کا آخری وقت قریب آ گیا، نزع اور جانکنی کا آغاز ہو گیا اور تھوڑی دیر کے بعد موت کے فرشتے نے آ کر روح کو قبض کرلیا، اب وہ ہم جیسا انسان بے جان لاشہ ہو کے رہ گیا۔ نہلانے والوں نے پلنگ سے اتار کر ایک ٹوٹے پھوٹے تختے پر جیسے چاہا نہلا دیا، کفنا دیا اور نماز جنازہ پڑھ کے کسی سنسان اور وحشت ناک جنگل میں ہزاروں ٹوٹی پھوٹی قبروں کے بیچ میں ایک قبر کھود کے دفنا دیا اور پچاسوں کوئنٹل مٹی اوپر سے ڈال کر سب اس مرنے والے کو اکیلا چھوڑ کے اپنے اپنے گھر چلے آئے۔

ذرا غور تو کیجئے ہر مرنے والے کی موت ہمارے لئے کتنا عبرت اور نصیحت کا سامان اپنے اندر رکھتی ہے، لیکن غافل انسان آئے دن قدرت کا یہ تماشہ دیکھتے ہیں اور کبھی یہ نہیں سوچتے کہ ان سب منزلوں سے ہم کو بھی گزرنا ہے اور ہماری زندگی کا انجام بھی بس یہی ہونا ہے۔ درحقیقت غفلت کا یہ درجہ کہ دوسروں کی موت دیکھ کر بھی اپنی موت یاد نہ آئے اور دوسروں کو دنیا سے جاتا دیکھ کر بھی سفر آخرت کی تیاری کی فکر پیدا نہ ہو، بالکل آخری درجہ ہے۔

موت تو سب سے بڑی مذکر ہے حدیث پاک میں ہے: ''کَفٰی بِالْمَوْتِ وَاعِظًا'' یعنی موت ہی انسان کے لئے کافی واعظ ہے، ایک دوسرے حدیث میں ازالۂ غفلت کی خاص تدبیر بیان کرتے ہوئے آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''اکثر ذکرھا ذم اللذات'' یعنی لذتوں کا خاتمہ کردینے والی موت کو بکثرت یاد کرو اس سے تمہارے دلوں کی غفلت دور ہو جائے گی اور آنحضرت ﷺ کا دستور تھا رات کا جب بیشتر حصہ گزرتا اور تھوڑا حصہ باقی رہتا تو آپ اپنے گھر والوں کو غفلت کی نیند سے اٹھاتے اور فرماتے۔

''اُذْکُرِ اللّٰہَ اُذْکُرِ اللّٰہَ جَاءَتِ الرَّاجِفَۃُ تَتْبَعُھَا الرَّادِفَۃُ،
جَاءَ الْمَوْتُ بِمَافِیْہِ جَاءَ الْمَوْتُ بِمَافِیْہِ''

''یعنی اٹھو اللہ کو یاد کرو، اللہ کو یاد کرو، دنیا کو تہ وبالا کردینے والا قیامت کا زلزلہ بس

آنے ہی والا ہے اس کے پیچھے جو آتا ہے وہ بھی آہی رہا ہے، دیکھو موت اپنی ساری سختیوں کے اور مصیبتوں کے ساتھ آ پہنچی، دیکھو موت سر پر آ گئی۔ غرض رسول اللہ ﷺ بھی غافلوں کو ہوشیار کرنے اور غفلت سے چونکانے کے لئے موت ہی کو یاد دلاتے تھے، لیکن ہماری غفلت اس درجہ کی ہے کہ موت سے بھی ہمارا نشہ نہیں اترتا اور اپنے جیسے دوسروں کو مرتا اور زمین میں دفن ہوتا دیکھ کر بھی ہم کو اپنی موت اور قبر کی بے چارگی وتنہائی یاد نہیں آتی اور ہم نہیں سوچتے کہ جب ہمارے لئے یہ وقت آئے گا جو یقیناً آنا ہے تو ہم پر کیا گزرے گی"۔

اپنی قبر کے لئے کیا کریں؟

محترم بزرگوں اور عزیز بھائیوں! اس وقت جب تک کہ ہم زندہ ہیں، تندرست ہیں، چلتے پھرتے ہیں، ہمارے لئے ممکن ہے اور ہمارے اختیار میں ہے کہ اپنی قبر میں آرام وراحت اور روشنی وانسیت کا انتظام کرلیں اور اس تنگ وتاریک کوٹھڑی کو اپنے لئے پُر بہار ووسیع گلزار بنالیں لیکن اگر ہم نے زندگی کی یہ مہلت یونہی غفلت میں گزاردی اور آخرت کی زندگی کے لئے جو کچھ کرنا چاہئے تھا وہ ہم نے نہ کیا، اللہ سے نہ ڈرے اور محاسبۂ آخرت سے بے پرواہ ہوکر ہم نے اللہ کی نافرمانیاں اور اس کے بندوں کی حق تلفیاں کرتے رہے تو یقین کیجئے کہ یہ قبر آپ کے لئے صرف ایک تنگ وتاریک کوٹھڑی ہی نہ ہوگی بلکہ یہ ایک چھوٹا سا دوزخ ہوگا جس میں آگ ہوگی اور طرح طرح کے زہریلے کیڑے مکوڑے ہوں گے جو کروٹ کروٹ آپ کو ڈسیں گے، پھر وہاں آپ کی کوئی خبر لینے نہ آئے گا کوئی یار ومددگار نہ ہوگا، آپ پیاسے ہوں گے تو کوئی آپ کو پانی دینے والا نہ ملے گا، آپ کے دائیں بائیں آگ بھڑکے گی تو کوئی اس کو بجھانے والا نہ ہوگا، آپ چیخیں چلائیں گے تو کوئی سننے والا نہ ہوگا، اور پھر یہ ایک دودن کی بات نہ ہوگی بلکہ اگر آپ کے اعمال رحمت اور معافی کے قابل نہ ہوئے تو قیامت تک قبر میں یہی عذاب مسلط رہے گا (اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ رکھے)۔

حدیث پاک میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اِنَّمَا الْقَبْرُ رَوْضَةٌ مِّنْ رِّيَاضِ الْجَنَّةِ اَوْ حُفْرَةٌ مِّنْ حُفَرِ النَّارِ"۔

''یعنی قبر یا تو جنت کے گلزاروں میں سے ایک گلزار ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے''۔

اور حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہر روز قبر پکارتی ہے۔

''اَنَابَیْتُ الْغُرْبَةِ، اَنَابَیْتُ الْوَاحِدَةِ، اَنَابَیْتُ التُّرَابِ، اَنَابَیْتُ الدُّوْدِ''۔

''یعنی میں بیگانگی اور ناشنائی کا گھر ہوں، میں تنہائی کی کوٹھڑی ہوں، میں خاک اور مٹی کا گھر ہوں، میں کیڑوں سے بھرا خزانہ ہوں''۔

آگے اسی حدیث میں ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا جب اللہ کا مؤمن بندہ دفن کیا جاتا ہے تو قبر محبت اور پیار کے ساتھ اس کا استقبال کرتی ہے اور وہ قبر اس کے لئے اتنی وسیع اور کشادہ کرتی جاتی ہے کہ جہاں تک اس کی نظر جاتی ہے وہ کشادگی ہی کشادگی دیکھتا ہے، لیکن اگر کوئی بدکردار اور خدا کا نافرمان بے ایمان دفن کیا جاتا ہے تو قبر کا معاملہ اس کے ساتھ گویا ایک بے درد دشمن کا سا ہوتا ہے وہ اس کے لئے انتہائی تنگ ہو جاتی ہے اور اس طرح اس کو بھینچتی ہے کہ اس کی اِدھر کی پسلیاں اُدھر چلی جاتی ہے اور اس قدر سخت زہریلے سانپ اس کے ڈسنے کے لئے مسلط کر دیئے جاتے ہیں کہ اگر ان میں سے ایک زمین میں پھنکارہ مار دے تو زمین ہمیشہ کے لئے بے گیاہ ہو جائے اور سبزہ اُگانے کی اس میں مطلق صلاحیت نہ رہے۔

مرنے کا ہم کو یقین ہے تو؟

اب ذرا سوچئے! جب ہم کو یقیناً مرنا اور قبر میں جانا ہے اور قبر میں ہمارے ساتھ جو معاملہ ہوگا اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے خبریں ہم کو دی ہے ہم ان کو بھی صحیح اور قطعی سمجھتے ہیں اور قبر کے بعد اگر خدانخواستہ ہم اپنی بداعمالیوں کے باعث جہنم میں بھیج دیئے گئے تو پھر وہاں قبر سے بھی سخت تر عذاب ہونے پر ہم یقین رکھتے ہیں تو پھر قبر و آخرت سے بے پرواہ ہو کر ہمارا غفلت کی زندگی گزارنا اور موت کو بھلا کر یہاں کی چند روزہ خوش عیشیوں میں مست و مگن رہنا خود اپنے اوپر کتنا بڑا ظلم ہے۔

بزرگواور عزیزوں! جو کچھ کرنا ہے اس زندگی میں کرلو! اسی وقت کرلو، معلوم نہیں کل کس وقت موت کا فرشتہ پیام اجل لے کر آ جائے اور پھر تم کچھ بھی نہ کرسکو۔ خدا کی قسم یہاں کی جو پوری زندگی ہم نے غفلت سے گزاری اور جس کے دن رات بلکہ جس کے مہینے اور برس ہم غفلت سے گزارتے چلے جارہے ہیں وہاں اس کا ایک ایک لمحہ بڑی حسرت سے یاد آئے گا اور پھر اگر ہم چاہیں گے اس غفلت کی تلافی کے لئے ہم کو ایک ہی دن یا تھوڑی ہی دیر کے واسطہ پھر دنیا میں بھیج دیا جائے، یا بس دو رکعت یا ایک سجدہ ہی کی مہلت اور دے دی جائے، یا صرف توبہ استغفار کے لئے صرف ایک لمحہ کے واسطہ ہم کو پھر دنیوی زندگی بخش دی جائے، تو ہم کو اس کا موقع نہ دیا جائے گا، ہم غافلوں اور مجرموں کے لئے وہ وقت بڑی رسوائی اور بڑی حسرت کا ہوگا، قرآن پاک میں اس ذلت وحسرت کی تصویر اس طرح کھینچی گئی ہے۔

﴿وَلَوْ تَرَى إِذِ الْمُجْرِمُونَ نَاكِسُو رُؤُوسِهِمْ عِندَ رَبِّهِمْ رَبَّنَا أَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحاً إِنَّا مُوقِنُونَ﴾۔ (السجدہ/آیت:۱۲)

''یعنی اس دنیا کے مجرم اللہ کے حضور میں اپنی مجرمانہ صورت میں سر جھکائے کھڑے ہوں گے اور اس وقت بڑی عاجزی اور آہ وزاری سے عرض کریں گے کہ خداوندا ب ہمارے آنکھ کان کھل گئے ہم نے سب کچھ آنکھوں سے دیکھ لیا اور کانوں سے سن لیا، اب بس یہ التجا ہے کہ ہمیں پھر سے دنیا میں بھیج دے، اب کے ہم نیک ہی کام کریں گے اب ہم کو پورا یقین آ گیا''۔

لیکن چونکہ ان کی یہ درخواست غلط اور بے محل ہوگی، اس لئے نہیں سنی جائے گی اور صاف کہہ دیا جائے گا۔

﴿فَذُوقُوا بِمَا نَسِيتُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَذَا إِنَّا نَسِينَاكُمْ وَذُوقُوا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُون﴾۔ (السجدہ/آیت:۱۴)

''یعنی تم جس طرح دنیا کی بدمستیوں میں گم ہو کر اس دن کی آمد کو بھولے ہوئے تھے آج ہم نے تم کو بھلا دیا اور نظر انداز کردیا ہے (یعنی اپنی رحمت سے محروم کردیا ہے)

لہٰذا دنیا میں تم نے جو غفلت کی زندگی گزاری اور ہماری احکام سے بے پرواہی برتی اب اس کے بدلے میں بس عذاب ہی عذاب چکھو اور اپنے کیۓ کو بھرو"۔

اور قرآن مجید میں ہی ایک دوسرے موقع پر فرمایا گیا ہے:

﴿حَتّٰى إِذَا جَاءَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ﴾۔ (المؤمنون/ آیت:۹۹)

ان آیات کا مطلب یہ ہے کہ جب ان مجرموں اور خدا فراموشوں پر موت طاری ہوتی ہے اور اپنی بدکرداریوں اور غفلت کیشیوں کے نتائج بد اپنی آنکھوں سے نظر آنے لگتے ہیں تو یہ گڑگڑا کر کہتے ہیں، خداوند! ذرا مجھے پھر اس دنیا میں واپس بھیج دے جس کو میں چھوڑ کر آرہا ہوں تا کہ میں اچھے عمل کرلوں، لیکن ہرگز ایسا نہ ہوگا، یہ اس کی صرف بکواس ہوگی جو وہ بکے گا۔ قیامت کے دن تک وہ عالم برزخ میں گرفتار رہے گا اور وہاں اپنے کرتوتوں کا مزہ چکھتا رہے گا پھر جب قیامت کا وقت آئے اور صور پھونک دیا جائے گا اور حشر ونشر سے ایک دوسرا عالم برپا کردیا جائے گا تو اس دن ان کے رشتے ناطے بھی نہ رہیں گے یعنی کوئی عزیز قریب پاس کردیا جائے گا تو اس دن ان کے رشتے ناطے بھی نہ رہیں گے یعنی کوئی عزیز قریب پاس بھی نہ پھٹکے گا اور نہ کوئی بات پوچھے گا اور بس فیصلہ یوں ہوگا جن کے پلے میں ایمان اور اعمال صالحہ کا وزن ہوگا وہ ہی نجات پاسکیں گے اور فلاح وکامرانی ان ہی کے لئے ہوگی اور جن کے پلوں میں یہ وزن نہ ہوگا یعنی جو ایمان صادق اور اعمال صالحہ کی دولت سے خالی دامن اس دنیا سے گئے ہوں گے وہ وہاں سخت خسارہ میں ہوں گے۔ ان کے لئے بس تپتا ہوا جہنم ہوگا جس میں وہ پڑے رہیں گے، دوزخ کی آگ ان کے چہروں کو جھلستی ہوگی، دوزخ میں ان کی صورتیں بہت بگڑی ہوئی اور ناقابل دید ہوں گی۔

غفلت سے بیدار ہوجاؤ

اللہ تعالیٰ نے بار بار یہ اعلان کردیا ہے کہ جس کو جو کچھ کرنا ہو اس دنیا کی زندگی میں کرلے، اس کے بعد کسی کو عمل کی مہلت ملنی نہیں ہے۔ پس اے خدا کے بندو! زندگی کی

اس مہلت کو جس کے متعلق یہ بھی معلوم نہیں کہ کس وقت ہم سے چھین لی جائے غنیمت جانو اوراس کی قدر و قیمت پہچانو، اگراب تک غفلت سے دن گزر رہے ہیں تو اب غفلت سے بیدار ہوجاؤ اور آخرت کی اوراس زندگی کے لئے جو حقیقی زندگی ہے تیاری میں لگ جاؤ۔ میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ آپ لوگ دنیا اور دنیا کی چیزوں سے الگ تھلک ہوکراور فقیری کا چولا پہن کر کسی جنگل میں جا بیٹھیں اور گھر بار آل اولاد کو چھوڑ کے بس تسبیح پڑھیں۔ نہیں، شریعت کا مطالبہ یہ نہیں ہے نہ خدا کو راضی کرنے اوراپنی آخرت کو درست کرنے کے لئے اس کی ضرورت ہے، اللہ تعالیٰ تو ہم سے صرف یہ چاہتا ہے کہ اس کی بھیجی ہوئی اوراس کے رسول کی لائی ہوئی ہدایت کے مطابق زندگی گزاریں، ہمارے دلوں میں ایمان ہو، ہمارے اعمال صالحہ ہوں، ہم دنیا کے سب ضروری کام کریں لیکن احکام الٰہی کے پابند ہوکر۔

بھائیو! یہ دنیا تو مؤمن کے لئے بھی ہےاور کافر کے لئے بھی ہے لیکن فرق یہ ہے کہ مومن احکام الٰہی کا پابند رہ کر اس دنیا میں تصرف کرتا اوراس کو برتتا ہےاور کافر اس پابندی کے بغیر اس سے لپٹتا ہے، تو اللہ کی رضا اور آخرت کی نجات وفلاح حاصل کرنے کے لئے اس کی ضرورت نہیں ہے آپ بالکل تارک الدنیا ہوجائیں بلکہ صرف اس کی ضرورت ہے کہ دنیا میں آپ جو کچھ کریں اللہ کے قانون کے ماتحت کریں اور صرف نماز روزہ ہی میں نہیں بلکہ کھانے پینے میں، تجارت اور سوداگری کرنے میں، اپنے چھوٹوں بڑوں اپنے عزیزوں دوستوں، اپنے پڑوسیوں اور عام انسانوں کے ساتھ معاملہ کرنے میں، غرض زندگی کے ہر شعبہ میں آپ اللہ کے احکام اوراس کی ہدایت کی اتباع کریں اور بس یہی حقیقت ہے ''اسلام'' کی جس پر نجات اُخروی اور رضائے الٰہی کا مدار ہے۔

غفلت دور کرنے کا طریقہ

میں جانتا ہوں اور مانتا ہوں کہ الحمدللہ ایک حد تک ایمان ہم میں ہے لیکن جو کمی ہے اور یقیناً بہت زیادہ کمی ہے، تو اس کا سبب وہ غفلت ہے جو ہمارے دلوں پر چھائی ہوئی

ہے جس کی وجہ سے نہ خدا کی گرفت اور اس کا محاسبہ ہمیں یاد آتا ہے اور نہ آخرت کی فکر کبھی ہمیں بے چین کرتی ہے، پس سب سے بڑا اور سب سے پہلا کام ہمارا اس غفلت کو زائل کرنا اور دلوں کو اللہ اور آخرت کی طرف متوجہ کرنا ہے اور یہ غفلت دور ہوسکتی ہے، بس بار بار اپنی موت کو یاد کرنے اور موت کے بعد قبر وحشر اور پھر آخرت میں پیش آنے والے واقعات کا دھیان کرنے سے پس میں آپ حضرات میں سے ہر ایک سے عرض کروں گا کہ اگر زیادہ نہیں تو دن رات میں کم از کم ایک وقت ضرور ایسا متعین کرلیں جس میں پوری یکسوئی کے ساتھ یہ سوچا کریں کہ ایک دن ضرور ہم بھی اسی طرح مرنے والے ہیں جس طرح دوسروں کو ہم مرتا ہوا دیکھتے ہیں پھر سوچیں کہ وہ وقت کتنا سخت ہوگا، پھر جب مجھے قبر میں اتار دیا جائے گا تو میرا کیا حال ہوگا، اس کے بعد قیامت تک کیسی گزرے گی پھر حساب کتاب کے وقت جب میرے گناہوں کی فہرست میرے سامنے ہوگی اور میرے خلاف میرے ہاتھ گواہی دیں گے تو میری کیسی رسوائی ہوگی اور اگر میں قابل مغفرت نہ ٹھہرا اور جہنم میں دالوادیا گیا تو وہاں میری کیا گت (حالت) بنے گی۔

اس طرح یہ تصور کر کے اللہ کے خوف کو دل میں پیدا کریں اور اسی کے ساتھ اپنے روزمرہ کے اچھے برے اعمال کا محاسبہ بھی کیا کریں، اس طرح انشاء اللہ چند روز عمل کرنے سے یہ غفلت دور ہوجائے گی۔ اور خدا نے چاہا تو ایک وقت یہ کیفیت ہوجائے گی کہ ہر کام کے وقت دل میں یہ کھٹک پیدا ہونے لگے گی کہ یہ اللہ کو راضی کرنے والا کام ہے یا ناراض کرنے والا کام ہے؟ اور اسی کیفیت کا نام تقویٰ اور خشیۃ اللہ ہے، جو ساری سعادتوں کی بنیاد ہے اور یہی ''ولایت'' کا مقام ہے۔

پھر آپ کو موت سے کوئی وحشت اور اس کے بعد آنے والی منزلوں میں کوئی دکھ اور کوئی اذیت نہ ہوگی بلکہ آپ خوشی اور مسرت کے ساتھ موت کا استقبال کریں گے اور ہر منزل میں اللہ کے فرشتے رضائے الٰہی کی بشارت سنا کر آپ کو مطمئن کریں گے اور مبارک باد دیں گے جیسا کہ قرآن پاک میں فرمایا گیا:

﴿أَلا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لاَ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُونَ ٥ الَّذِينَ آمَنُواْ وَكَانُواْ يَتَّقُونَ ٥ لَهُمُ الْبُشْرَى فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الآخِرَةِ لاَ تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ ذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾۔(یونس/آیت ۶۲۔۶۴)

''یعنی معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ والوں کو کوئی خوف وخطرہ نہیں، اور نہ کسی قسم کا رنج وغم ہی ان کو ہوگا، یہ وہ لوگ ہیں جو سچے مؤمن اور صاحبِ تقویٰ ہیں، ان کے لئے بشارت ہے دنیوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی''۔

بعض روایات میں آیا ہے کہ موت کا فرشتہ جب کسی مؤمن صادق اور نیک بندہ کے پاس روح قبض کرنے کے لئے آتا ہے تو پہلے ہی اس سے کہہ دیتا ہے: ''لاَ تَخَفْ مِمَّا اَنْتَ قَادِمٌ عَلَيْهِ ''یعنی جس دوسرے عالم میں تم کو اب جانا ہے، وہاں تمہارے لئے راحت ہی راحت ہے، تو اس سے مرنے والے کی ساری وحشت اور سارا ڈر ختم ہو جاتا ہے، پھر فرشتہ اس سے کہتا ہے: ''لاَتَحْزَنْ عَلَى الدُّنْيَا وَلاَعَلَى اَهْلِهَاوَ اَبْشِرْبِالْجَنَّةِ ''یعنی دنیا اور دنیا والے تمہارے اعزاء واقارب جو تم سے چھوٹ رہے ہیں ان کا کوئی صدمہ نہ کرو اور خوش ہو جاؤ کہ دنیا کے بدلے جنت اور اہل دنیا کے بدلے اہل جنت سے اب تمہارا واسطہ رہے گا، تو وہ مرنے والا ہنسی خوشی اس دنیا سے جانے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔

اور بعض روایات میں آتا ہے کہ اللہ سے خاص دلی لگاؤ رکھنے والے اس کے مومن صالح بندہ کے پاس موت کا فرشتہ جب آتا ہے تو پہلے اللہ کی طرف سے اس کو سلام پہنچاتا ہے اور کہتا ہے: ''رَبُّ يُقْرِءُ كَ السَّلاَمَ ''یعنی تمہارا رب تم کو سلام کہتا ہے۔

اب آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے جب اس قسم کے پیغامات کسی خوش نصیب بندہ کو پہنچاتے ہوں گے تو وہ کس قدر خوش اور مسرور ہوگا اور کیسا ہشاش بشاش اس دنیا سے جاتا ہوگا۔ اور اللہ کے نیک اور مخلص بندوں کو موت اور مرنے کے بعد کے متعلق یہ بشارت تو خود قرآن پاک سنا رہا ہے۔

﴿يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ٥ ارْجِعِي إِلَى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ٥ فَادْخُلِي فِي عِبَادِي ٥ وَادْخُلِي جَنَّتِي ﴾ ۔(الفجر/آیت:۲۷۔۳۰)

حضرات! اللہ کے یہ انعامات اور فرشتوں کی یہ بشارتیں حاصل کرنا ہم میں سے ہرایک کے لئے ممکن ہے، شرط صرف یہ ہے کہ ہم اپنی موجودہ غفلت کی حالت کو دور کر کے اللہ کا خوف اور تقویٰ اپنے اندر پیدا کرلیں اور پھر اپنی زندگی اس کی ہدایت کے مطابق گزاریں۔

کسی عارف نے خوب کہا ہے کہ تجھے کچھ یاد ہے کہ جس وقت تو نے دنیا میں پہلا قدم رکھا تھا تو تیرے سب گھر والے خوشیاں منا رہے تھے مگر تو رو رہا تھا، اب اس دنیا میں اس طرح اللہ والوں کی سی زندگی بسر کر کہ جس وقت تو اس دنیا سے کوچ کرنے لگے تو سب تیرے لئے رو رہے ہوں مگر تو خوش وخرم ہشاش وبشاش جا تا ہو کہ گویا قید خانہ سے چھوٹ کر اپنے گھر جا رہا ہے۔

تفسیر ابن جریر میں ایک روایت ہے کہ کسی مومن صادق اور بندۂ صالح کے پاس جب موت کے فرشتے پہنچتے ہیں تو پہلے اس سے کہتے ہیں کہ ''ہم تم کو لے چلیں یا اس دنیا میں چھوڑ دیں؟'' تو وہ کہتا ہے کیا آپ مجھے پریشانیوں اور مصیبتوں کے اس گھر میں چھوڑنا چاہتے ہیں۔ ''قَدِّمُوْنِیْ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی '' مجھے جلدی اللہ کی طرف لے چلو''۔ اور بعض اصحاب طمانیت کو موت کے وقت اس کی بھی مسرت ہوتی ہے کہ اب ہم اس عالم میں پہنچ جائیں گے جس میں رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحابِ کرامؓ اور حضرات انبیاء سابقین پہلے تشریف لے جا چکے ہیں اور وہاں انشاء اللہ ان حضرات کی زیارت وملاقات کی دولت نصیب ہوگی، چنانچہ شفاء قاضی عیاض میں منقول ہے کہ حضرت بلالؓ کی وفات کا جب وقت آیا تو ان کی بیوی کی زبان سے نکلا۔ ''وَاحَزَنَاہُ'' یعنی ہائے کیسا غم کا وقت ہے، حضرت بلالؓ نے فوراً کہا نہیں نہیں: ''وَاطَرَبَاہُ غَدًا اَلْقَی الْاَحِبَّۃَ مُحَمَّدًا وَحِزْبَہٗ '' بڑی خوشی کا موقع ہے، ہم کل انشاء اللہ اپنے گزر جانے والے دوستوں یعنی رسول اللہ ﷺ اور ان کے ساتھیوں سے

جاملیں گے، مگر یہ کیفیت اور یہ دولت جب ہی ہم کو حاصل ہوسکتی ہے ہم اپنے کو اس قابل بنالیں ورنہ اگر یونہی ہم غفلت کی زندگی گزارتے رہے، اور محاسبۂ آخرت سے بے پرواہ ہوکر شیطانی راہوں پر چلتے رہے جو ہمارا عام حال ہے تو ہمارے لئے پھر مصیبت ہی مصیبت اور حسرت ہی حسرت ہوگی۔

کیا پتہ کہ یہ دن زندگی کا آخری دن ہو؟

ہم میں سے بہت سے اس غلط فہمی میں ہیں کہ زندگی بھر تو خوب عیش کے گل چھرے اڑاتے رہیں جب موت کا وقت آئے گا تو توبہ کرلیں گے، اللہ غفور رحیم ہے، انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ یہ شیطانی وسوسہ ہے اول تو کسے خبر ہے کہ موت کا جب وقت آئے گا تو توبہ کی مہلت بھی مل سکے گی؟ اس کے علاوہ یہ کہ توبہ کی قبولیت اور عدم قبولیت کا قانون صاف صاف قرآن پاک میں بیان فرمادیا گیا ہے کہ توبہ قبول کرنے کی ذمہ داری ان لوگوں کی ہے جو نادانی سے برے کام کر بیٹھتے ہیں اور پھر جلدی سے اپنے کئے پر پچھتا کے سچے دل سے توبہ کرلیتے ہیں لیکن جو لوگ ایسے ڈھیٹے ہیں کہ ساری عمر تو بے باکی سے گناہ کرتے رہے اور جب موت سامنے آکھڑی ہوئی تو گڑگڑا کے توبہ کرنے لگے، ایسے نابکاروں کی توبہ کچھ بھی نہیں۔ قرآن حکیم نے نہایت واضح الفاظ میں یہ اعلان کردیا ہے۔

﴿إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَأُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْماً حَكِيْماً ۝ وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّئَاتِ حَتّٰى إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ إِنِّيْ تُبْتُ الْآنَ﴾، الخ۔ (النساء/آیت ۱۷۔۱۸)

''پھر یہ بھی تو کسی کو معلوم نہیں کہ موت میں کتنا وقت باقی ہے، کیا پتہ کہ یہ دن ہی زندگی کا آخری دن اور یہ رات ہی زندگی کی آخری رات ہو، آخر آئے دن ہم اور آپ یہ خبریں سنتے ہی رہتے ہیں کہ فلاں صاحب اچھے خاصے بیٹھے تھے اچانک ہارٹ فیل ہوگیا اور دو منٹ کے اندر ختم ہوگئے''۔

بہرحال ہردن بلکہ ہرگھڑی اور ہرلحہ توبہ واستغفار کی آخری مہلت سمجھنا چاہئے اور جلد سے جلد اللہ پاک سے اپنا معاملہ صاف کرلینا چاہئے، اب تک جو وقت غفلت میں گزرا اور جو سیاہ کاریاں اس غفلت میں ہم سے ہوئی ان کے لئے ٹوٹے ہوئے دل سے اللہ پاک سے معافی مانگی جائے اور آئندہ کے لئے دل کے پورے عزم کے ساتھ اس سے فرمانبرداری کا عہد کیا جائے اور اس سے پھر مغفرت ورحمت کی امید رکھی جائے، اگر ہماری یہ توبہ، یہ معافی طلبی سچے دل سے ہوگئی تو یقیناً وہ ہمارے سارے پچھلے گناہ معاف فرمادے گا، حدیث پاک میں ہے: ''اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَّاذَنْبَ لَهٗ ''۔یعنی گناہ سے سچی توبہ کرنے کے بعد آدمی بالکل بے گناہ ساہی ہوجاتا ہے بلکہ ایک حدیث میں یہاں تک آیا ہے ''کَیَوْمِ وَلَدَتْهُ اُمُّهٗ ''۔یعنی سچی توبہ کرنے کے بعد آدمی گناہوں سے ایسا پاک صاف ہوجاتا ہے جیسا کہ وہ اپنی پیدائش کے دن بے گناہ اس دنیا میں آیا تھا۔

اور قرآن پاک کے ایک اشارہ سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ توبہ کرنے والوں کے پہلے گناہ بھی نیکیوں سے بدل دیئے جاتے ہیں، سورۂ ''فرقان'' کی ایک آیت ہے:

﴿إِلَّا مَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلاً صَالِحاً فَأُولَٰئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَكَانَ اللَّهُ غَفُوراً رَّحِيماً﴾۔(الفرقان/آیت:۷۰)

اس آیت سے مفہوم ہوتا ہے جن خوش نصیبوں نے سچی توبہ کرکے اپنی باقی زندگی ''ایمان صادق'' اور ''عمل صالح'' کے ساتھ گزاری تو ان کے گناہوں کو بھی اللہ پاک نیکیوں سے بدل دے گا۔ اللہ اکبر! ٹھکانا ہے اس کی رحمت کا! لیکن یہ سمجھئے گا بس زبان سے کہہ دینے سے ''میری توبہ ہے''۔

یا ''اَسْتَغْفِرُاللّٰهَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْهِ '' کی تسبیح پڑھ لینے سے مستحق ہوجائیں گے۔ نہیں ہرگز نہیں! توبہ کی حقیقت یہ ہے کہ گزشتہ غلطیوں اور معصیتوں پر دل پوری طرح نادم پشیمان ہو اور آئندہ کے لئے دل سے یہ قطعی اور حتمی فیصلہ ہو کہ اب یہ غلطی اور معصیت نہ ہوگی۔

ہاں اگر لغزش بشری سے پھر وہی خطا ہو جائے تو پھر ایسی ہی توبہ کر لے، اللہ پاک بخشنے والا رحمت فرمانے والا ہے، بہر حال توبہ کے وقت دل کی ندامت و پشیمانی اور اپنی سابقہ غلط کاریوں پر رنج و ملال اور آئندہ کے لئے گناہوں سے اجتناب کا عزم ضروری ہے، اس کے بغیر صرف زبان سے ہزار بار بھی توبہ کی جائے تو بے سود ہے۔

خوب یاد رکھئے! انسان ہر ایک کو دھوکہ دے سکتا ہے اور خود بھی اپنے نفس کے فریب میں مبتلا ہو سکتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کو کوئی فریب نہیں دے سکتا۔ وہ "علیم بذات الصدور" ہے خوب جانتا ہے کہ آپ کی توبہ اور آپ کے طلب مغفرت صرف زبانی ہے یا دل سے بھی ہے۔

اب میں اس سلسلہ (تقریر) کو ختم کرتا ہوں اور آخر میں اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی اور مغفرت چاہتا ہوں اور آپ کیلئے بھی اس سے مغفرت و رحمت کی دعا کرتا ہوں، آپ بھی اپنے لئے اور میرے لئے اسی کی دعا فرمائیں اور خدا کی رحمت کے سپرد کرنے ہی کے لئے ہم آپ اس رات کے وقت یہاں جمع ہوئے ہیں۔ (اس کے بعد دعاء و استغفار پر یہ سلسلہ ختم ہو گیا)

موت کسی کو نہیں چھوڑے گی

آپ کے تعلقات اگر وسیع نہیں تو بھی اب تک آپ کے کتنے دوست عزیز آپ کی نظروں کے سامنے اس دنیا سے کوچ کر چکے ہیں، کیسے کیسے توانا و تندرست جوان، کیسے کیسے ورزشی، کسرتی پہلوان، کیسے کیسے نوعمر و نازک اندام و نونہال، کیسے کیسے ہنستے کھیلتے بچے جن کی موت آپ کے وہم و گمان میں بھی نہیں آئی ہوگی دیکھتے ہی دیکھتے چل بسے ہیں، نامور علماء جن کے علم و فضل کی شہرت سے ملک کی فضا گونج رہی تھی، ممتاز مصنفین جن کے قلم کی ایک ایک سطر کے لئے شوق و عقیدت کی آنکھیں کھلی رہتی تھیں، مشہور سرداران قوم جن کے ہر ہر نقش قدم کو آنکھوں سے لگانے کے لئے کروڑوں و عقیدت مند منتظر رہتے تھے، مقدس بزرگانِ دین جن کے زہد و تقویٰ پر انسانیت کو ناز تھا پیل فتن جو رستم و سہراب کا نام روشن کئے

ہوئے تھے۔

محبت کرنے والے شوہر جان نثار کرنے والی بیوی، ماما کی ماری ماں، سعادت مند فرزند، خدمت گزار بیٹی، جگری دوست، ان سب کے لئے شان وگمان یک بیک اٹھ جانے کی دردناک اور جگر خراش مثالیں کثرت سے آپ کی نظر سے گزر چکی ہیں۔ پھر یہ کیا ہے کہ یہ سب کچھ دیکھنے کے بعد بھی آپ بدستور اسی طرح غفلت و بے فکری اور بے حسی میں پڑے ہوئے ہیں۔

آپ زبان سے اقرار کرتے ہیں کہ موت کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے، ہر جگہ ہر وقت، ہر لمحہ ہر گھڑی ہر انسان کو موت کا نہ مٹنے والا پیام پہنچ سکتا ہے، لیکن اپنے دل میں موت کو آپ کبھی اپنے قریب نہیں پاتے موت جب قریب آپہنچتی ہے تو نہ جوان کو چھوڑتی ہے نہ بوڑھے کو نہ بچے کو نہ نیک کو نہ بد کو، نہ بیمار کو نہ تندرست کو۔

دوسروں کی مثالیں دیکھ کر مجبوراً آپ کو یہ کلیہ قائم کرنا پڑتا ہے، لیکن اس کلیہ سے اپنی ذات گرامی، اپنے وجود عزیز، اپنی جان شریں کو مستثنیٰ (الگ) کر لیتے ہیں، منصوبے بناتے ہیں کہ فلاں امتحان فلاں سال پاس کریں گے، فلاں سال تک اتنا روپیہ جمع کرلیں گے، فلاں سال لڑکے لڑکی شادی کریں گے، فلاں سال فلاں عہدوں سے پینشن لیں گے، فلاں سال اس قدر جائیداد خریدیں گے، فلاں سال کاروبار سے اتنا منافع حاصل کرلیں گے۔ موت اور پھر بے وقت موت کی گرم بازاری آپ ہر وقت دیکھتے ہیں پھر بھی آپ کے ذہن ہر وقت اس قسم کے منصوبے باندھتا رہتا ہے۔

آپ کی بھی تعزیت ہونے والی ہے

قریب آرہا ہے وہ دن جب آپ دوسروں کے مکان پر نہیں بلکہ دوسرے آپ کے مکان پر تعزیت کے لئے جمع ہوں گے، آپ کا بے حس وحرکت برف سے ٹھنڈا جسم کھرے تختہ پر غسل کے لئے پڑا ہوگا۔

جب آپ اس درجہ بے بس سے ہو جائیں گے خود بے کسی اور بے بسی کو بھی آپ

پر رحم آجائے گا، جب آپ کے بچے آپ کو بلبلا کر پکاریں گے اورآپ اشارہ تک نہ کرسکیں گے، جب آپ کی بیوی آپ کے غم میں روتے روتے دیوانی ہوجائے گی، آپ اس کا ایک آنسو بھی خشک نہ کرسکیں گے جب آپ کے بوڑھے والدین پچھاڑیں کھا کھا کر گریں گے، آپ انہیں مطلق تسلی نہ دے سکیں گے۔

جب آپ کا جسم کھری چارپائی پر ڈال کر اٹھایا جائے گا، جب دوسرے آپ کی نماز جنازہ پڑھیں گے، جب آپ تنگ وتاریک گڑھے (قبر) میں ڈال دیئے جائیں گے، جب آپ ہزاروں من (کوئنٹل) مٹی کے نیچے دبے ہوں گے۔

قریب آرہا ہے وہ وقت قریب آگئی ہے وہ گھڑی، آن پہنچی ہے نہ مٹنے والی ساعت تو آپ کی اپنی دلچسپی شگفتہ مجلسوں میں پربہار طرب انگیز محفلوں میں، رنگین وپرلطف جلسوں میں کبھی بھی اس وقت کو جب ان چہچہوں اور قہقہوں پر محض افسوس ہی افسوس ہوگا، کیا یاد کرلیتے ہیں "موت"۔

(ازمولانا عبدالماجد دریابادی مرحوم/ بشکریہ صدق جدید لکھنؤ)

۷/صفر المظفر ۱۳۹۷ھ/ مطابق ۲۸/ جنوری ۱۹۷۷ء)

(ختم شد)

﴿رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّئَاتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الأَبْرَار ٥ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّار﴾

محمد رفعت قاسمی

خادم دارالعلوم دیوبند

۲۷/ ذیقعدہ ۱۴۲۹ھ

مطابق ۲۷/ نومبر ۲۰۰۸ء بوقت شب جمعہ۔

☆تمت بالخیر☆

مکمل و مدلل

مسائلِ عُمرہ

قرآن وسنت کی روشنی میں

دارالعلوم دیوبند کے حضرات مفتیان کرام کے تصدیق کے ساتھ

تالیف

حضرت مولانا محمد رفعت صاحب قاسمی

مفتی ومدرس دارالعلوم دیوبند

ناشر

وحیدی کتب خانہ

میونسپل کابلی پلازہ قصہ خوانی بازار پشاور

نام کتاب: مکمل ومدلل مسائلِ عُمرہ

تالیف: حضرت مولانا محمد رفعت صاحب قاسمی مفتی ومدرس دارالعلوم دیوبند

کمپوزنگ: دارالترجمہ وکمپوزنگ سنٹر (زیرنگرانی ابوبلال برہان الدین صدیقی)

تصحیح ونظر ثانی: مولانا لطف الرحمٰن صاحب

زیرنگرانی وسٹنگ: برہان الدین صدیقی فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی ووفاق المدارس ملتان وخریج مرکزی دارالقراء مدنی مسجد نمک منڈی پشاور، ایم اے عربی پشاور یونیورسٹی

اشاعت اول: جمادی الاولی ۱۴۲۹ھ

ناشر: وحیدی کتب خانہ پشاور

استدعا: اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے کتابت، طباعت، تصحیح اور جلد سازی کے تمام مراحل میں پوری احتیاط کی گئی ہے لیکن پھر بھی انسان کمزور ہے اگر اس احتیاط کے باوجود بھی کوئی غلطی نظر آئے تو مطلع فرمائیں انشاء اللہ آئندہ ایڈیشن میں اصلاح کیا جائے گا۔

منجانب: عبدالوہاب وحیدی کتب خانہ پشاور

دیگر ملنے کے پتے

فہرست مضامین

☆☆☆

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

انتساب

میں اپنی

اِس کاوش

''مکمل ومدلل مسائل عمرہ''

کو اپنے کرم فرما استاذِ گرامی محترم

مربی ومشفق ومحسن من امام التفسیر وخطیب الزمان

فخر المحدثین حضرت مولانا سید ''انظر شاہ'' صاحب مسعودی

قدس سرہٗ شیخ الحدیث وصدر المدرسین دار العلوم (وقف) دیوبند وبانی جامعۃ

الامام ''محمد انور شاہ'' کشمیریؒ کی طرف منسوب کرنے کی سعادت حاصل کررہا ہوں۔

جن کی پیدائش ۱۴ شعبان المعظم / ۱۳۴۷ھ / مطابق ۲۶ / جنوری ۱۹۲۹ء

/ وفات ۱۹ / ربیع الثانی / ۱۴۲۹ھ مطابق ۲۶ / اپریل ۲۰۰۸ء

کو ہوئی۔ عمرہ کرنے والوں سے ایصال ثواب اور

رفع درجات کے لئے دعاء

کی درخواست

ہے۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے

سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ

یکے از شاگردانِ محدث کبیر

عرض مؤلف

نحمدهٔ ونصلی علیٰ رسوله الکریم

احقر نے اپنی مرتب کردہ کتاب ''مکمل و مدلل مسائل حج'' میں سے اس کتاب میں کم وبیش مسائل کے ساتھ عمرہ کرنے کے مسائل الگ مرتب کردیئے ہیں کیونکہ عمرہ کرنے والے حضرات پورے سال ہی عمرہ کرنے کے لئے جاتے رہتے ہیں تاکہ آسانی کے ساتھ عمرہ کرسکیں، مثلاً عمرہ کے فضائل، عمرہ کیا ہے، عمرہ کے شرائط وفرائض وواجبات، رمضان المبارک میں عمرہ کرنا حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا، عمرہ کے مکروہ ایام، عمرہ کا احرام کہاں سے باندھیں، عمرہ کرنے کا آسان طریقہ۔

مرحومین وزندہ حضرات کے لئے عمرہ کرنا، عمرہ میں طواف وداع، اور عام فہم مسائل یکجا آگئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں (آمین)

﴿ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّکَ أَنتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴾

محمد رفعت قاسمی

خادم دارالعلوم دیوبند

(یو، پی انڈیا)

۱۵/ ذی الحجہ ۱۴۲۹ھ

۱۴/ دسمبر ۲۰۰۸ء۔

ارشادگرامی

حضرت مولانا مفتی ظفیر الدین صاحب

مرتب فتاویٰ دارالعلوم ومفتی دارالعلوم دیوبند

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم:

مولانا قاری محمد رفعت قاسمی مدظلہ استاذ دارالعلوم دیوبند ایک عرصہ سے موجودہ زمانہ کی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے مختصر مسائل دینیہ کو الگ الگ کتابوں میں جمع کرکے شائع کررہے ہیں جو ملک وبیرونِ ملک میں عوام وخواص میں بے حد مقبول ہیں۔ (ماشاءاللہ)

اس وقت ان کی اس سلسلہ کی انیسویں کتاب ''مکمل ومدلل مسائل عمرہ'' سامنے ہے مولانا موصوف نے پہلی کتابوں کی طرح اس کتاب کو بھی بڑی محنت ولگن سے مرتب کیا ہے، عمرہ کے تمام تر ضرری مسائل یکجا کرنے کی سعی کی ہے، مختلف مستند کتب فتاویٰ کے ان مسائل کو حوالوں کے ساتھ جمع کیا ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد بھی کی ہے اور کارآمد مسائل جن کی عمرہ کرنے والوں کو ضرورت ہوتی ہے تقریباً وہ تمام اس کتاب میں کسی نہ کسی عنوان کے تحت جمع کردیئے ہیں، عمرہ کرنے والوں کے لئے بڑی سہولتیں پیدا ہوگئی ہیں، عمرہ کرنے والوں کو میرا مشورہ ہے کہ عمرہ کرنے سے پہلے اس کتاب کا بغور مطالعہ کریں اور اپنے ساتھ کتاب کو رکھیں تاکہ سنت کے مطابق عمرہ ہوسکے۔ دعاء ہے رب کریم مولانا موصوف کی خدمت جلیلہ کو قبول فرمائے اور زادِ آخرت بنائے۔ (آمین)

طالبِ دعا

محمد ظفیر الدین مفتی دارالعلوم دیوبند شعبان المعظم/۱۴۲۹ھ۔

رائے گرامی

مولانا مفتی محمود حسن صاحب بلند شہری مفتی دارالعلوم دیوبند

الحمدللّٰہ الی جعل بیتہ مثابۃ للناس وامنانحمدہٗ کماینبغی لجلال وجھہ الکریم وسلطانہ العظیم والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدنا محمد الذی انزل علیہ المناسک والقرآن المبین وعلیٰ اٰلہٖ وصحبہ الذین قاموا بالدین القویم ومن اتبعھم باحسان الی یوم الدین۔

کچھ عرصے قبل مولانا قاری محمد رفعت صاحب مدظلہٗ نے مسائل حج وعمرہ جمع فرمائے تھے (جو مدلل مفصل کتاب بن کر طبع ہوئے) وہ الحمدللہ بے حد مقبول ہوئے اس کتاب میں جو عمرہ سے متعلق احکام تھے ان کو مزید اضافہ کے ساتھ ترتیب دے کر موصوف مدظلہٗ الگ سے شائع کررہے ہیں تاکہ عمرہ کرنے والے حضرات کو سہولت تامہ حاصل ہوجائے مثل سابق احقر نے اس کا مسودہ بھی مکمل دیکھ لیا ہے اللہ پاک مؤلف کو دارین میں جزائے خیر عطاء فرمائے عافیت سے دینی خدمت انجام دینے کی توفیق عطا کرے اور کتاب کو شرف قبولیت سے نوازے۔

ایں دعاء ازمن واز جملہ جہاں آمین باد

فقط:

احقر محمود حسن بلند شہری غفر اللہ لہٗ ولوالدیہ واحسن الیہما والیہ

خادم التدریس والافتاء جامعہ دارالعلوم دیوبند

قبیل صلوٰۃ المغرب ۱۰ ذی الحجہ ۱۴۲۹ھ/ یوم الثلثاء۔

رائے گرامی

مولانا مفتی زین الاسلام صاحب قاسمی

نائب مفتی دارالعلوم دیوبند

حامداً ومصلیاً ومسلماً!

گرامی قدر! رفیق محترم مولانا قاری محمد رفعت قاسمی دام فیضہ وعم نفعہ کی کتاب ''مسائل حج وعمرہ'' طبع ہوکر منظر عام پر آچکی ہے جس سے عازمین حج وعمرہ کو پیش آنے والے مسائل میں پوری راہ نمائی حاصل ہورہی ہے۔ کتاب مذکور میں حج اور عمرہ کے مسائل ایک ساتھ ذکر کئے گئے تھے لیکن ضرورت محسوس ہوتی تھی کہ عمرہ کے مسائل علیحدہ سے طبع کئے جائیں کیونکہ عمرہ کرنے والوں کی تعداد عازمین حج سے کہیں زیادہ ہوتی جارہی ہے(اللھم بارک فیہ)اس لئے اس کے مسائل کا علیحدہ طبع ہوجانا زیادہ ضروری تھا تاکہ عمرہ کرنے والوں کو صرف عمرہ سے متعلق احکام ومسائل پڑھنے اور سمجھنے اور یادرکھنے میں سہولت ہو۔ نیز مختصر کتاب کا سفر میں ساتھ رکھنا آسان بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ مولانا موصوف کو جزائے خیر عطا فرمائے مولانا موصوف نے اپنے سلسلہ مسائل کی دیگر کتابوں کی طرح اس مجموعہ ''مسائل عمرہ'' میں بھی فقہ وفتاویٰ کی مستند کتابوں سے عمرہ کے متعلق ہر طرح کے جزئیات یکجا کردیئے ہیں بعض جگہ مولانا موصوف نے چند سطری توضیحی

فوائد بھی اپنے قلم سے رقم فرمادیئے ہیں۔

احقر نے اس مجموعہ کا من اولہ الیٰ آخرہ مطالعہ کیا ہے، ہر مسئلہ معتمد حوالوں سے مزین ہے اس لئے اس کے مستند ہونے میں کوئی شبہ نہیں اور پورے وثوق سے یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ عازمین عمرہ اس کتاب کا بار بار مطالعہ فرمائیں اور اپنے ہمراہ ساتھ رکھیں انشاء اللہ دوران سفر انہیں کامل راہنمائی اور بھرپور دستگیری حاصل ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اس مجموعے کو بھی مفید و مقبول بنائے۔

خاکپائے درویشاں

زین الاسلام قاسمی

۲۵/۱۰/۱۴۲۹ھ۔

....

"بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ"

سفر سے پہلے ضروری کام کی باتیں

مسئلہ:۔ عمرہ کا سفر ہر اعتبار سے بہت مبارک سفر ہے، اس مبارک سفر پر بڑے بڑے وعدے ہیں، آدمی ایسے مبارک اور مقدس مقامات پر پہنچتا ہے جہاں دعاؤں کی قبولیت کے وعدے ہیں۔ لہٰذا سفر سے پہلے اپنے رشتہ داروں اور متعلقین سے ملنا اور ایک دوسرے سے دعاؤں کی درخواست کرنا جائز ہے، خاص کر ان رشتہ داروں اور متعلقین سے جن سے بات چیت بند ہو اور آپس میں رنجش اور کدورت ہو ان سے مل کر معافی مانگ لینا اور دلوں کا صاف کر لینا بہت ضروری ہے، اسی طرح اگر کسی کا حق باقی ہے، کسی پر ظلم کیا ہو، قرض لیا ہو اور ابھی تک ادا نہ کر سکا ہو سفرِ حج سے پہلے پہلے اس کا حق ادا کر دینا یا اس کا انتظام کر دینا یا اس سے مہلت سے لے کر اس کو اطمینان دلانا ضروری ہے تاکہ اس مبارک سفر کی برکتیں پوری طرح حاصل کر سکے، جس قدر دل کی صفائی کے ساتھ اور حقوق العباد ادا کر کے حرمین شریفین کی حاضری ممنوعات ومکروہات سے بچتے ہوئے اور تمام آداب کی رعایت کرتے ہوئے ہوگی تو انشاء اللہ وہاں کی برکتیں خوب حاصل ہوں گی۔

فضائلِ حج میں ہے "اپنے سب پچھلے گناہوں سے توبہ اور کسی کا مال ظلم سے لے کر رکھا ہو اس کو واپس کرے اور کسی قسم پر ظلم کیا ہو تو اس سے معاف کرائے" اور جن لوگوں سے اکثر سابقہ پڑتا رہتا ہو ان سے کہا سنا معاف کرائے، اگر کچھ قرض اپنے ذمہ واجب ہو تو اس کو ادا کرے یا ادائیگی کا کوئی انتظام کرے۔

علماء نے لکھا ہے جس شخص پر ظلم کر رکھا ہو یا اس کا کوئی حق اپنے ذمہ ہو تو وہ بمنزلہ ایک قرض خواہ کے ہے جو اس سے یہ کہتا ہے تو کہاں جا رہا ہے؟ کیا تو اس حالت میں شہنشاہ کے دربار میں حاضری کا ارادہ کرتا ہے کہ تو اس کا مجرم ہے، اس کے حکم کو ضائع کر

رہا ہے، حکم عدولی کی حالت میں حاضر ہو رہا ہے، نہیں ڈرتا کہ وہ تجھ کو مردود کر کے واپس کر دے اگر تو قبولیت کا خواہشمند ہے تو اس ظلم سے توبہ کر کے حاضر ہو، اس کا مطیع وفرمانبردار بن کر پہنچ ورنہ تیرا یہ سفر ابتداء کے اعتبار سے مشقت ہی مشقت ہے اور انتہاء کے اعتبار سے مردود ہونے کے قابل ہے۔

نیز چلنے کے وقت مقامی رفقاء اعزاء واحباب سے ملاقات کر کے ان کو الوداع کہے اور ان سے اپنے لئے دعا کی درخواست کرے کہ ان کی دعائیں بھی اس کے حق میں خیر کا سبب ہوں گی۔ (فتاویٰ رحیمیہ/ ج ۱۰/ص ۱۸۰)

مسئلہ:۔ سفر حج میں جانے سے پہلے اپنی نیت خالص اللہ تعالیٰ اور ثواب آخرت کے لئے کریں۔

مسئلہ:۔ جس کسی کا مالی حق آپ کے ذمہ ہے اگر وہ مرگیا ہے تو اس کے وارثوں کو ادا کریں یا ان سے معاف کرائیں۔ اور اگر اصحاب حق بہت زیادہ ہیں اور ان کے پتہ وغیرہ معلوم نہیں تو جس قدر مالی حق ان کا آپ کے ذمہ ہے ان کی طرف سے صدقہ کر دیں اور اگر ہاتھ یا زبان سے ان کو تکلیف پہنچائی تھی تو ان کے لئے کثرت سے دعائے مغفرت کرتے رہیں۔ انشاء اللہ حقوق کے وبال سے نجات ہو جائے گی۔

مسئلہ:۔ بالغ ہونے کے بعد قضا شدہ نماز، روزہ، زکوٰۃ، اتنی مقدار میں ہے جن کو سفر حج وعمرہ سے پہلے آپ پورا نہیں کر سکتے یا لوگوں کے حقوق اتنے زیادہ آپ کے ذمہ ہیں کہ ان سب سے معاف کرانا یا ادا کرنا اس وقت اختیار میں نہیں ہے تو ایسا کیجئے کہ ان سب فرائض وحقوق کی ادائیگی یا معاف کرانے کا پختہ عزم ابھی سے کر لیجئے اور جس قدر ادا کیا جا سکے اس کو ادا کر دیجئے اور جو باقی رہ جائیں ان کے لئے ایک وصیت نامہ لکھئے اور اپنے کسی عزیز یا ہمدرد دوست کو وصی (ذمہ دار) بنا دیجئے کہ اگر آپ زندگی میں ادا نہ کر سکیں تو آپ کے بعد وہ ادا کر دیں۔ (احکام حج/مفتی محمد شفیع/ص ۲۳/ وہکذا کتاب الفقہ/ ج ۱/ص ۱۰۹۴)

عمرہ کے فضائل

حج اسلام کا عظیم الشان رکن ہے۔ اسلام کی تکمیل کا اعلان حجۃ الوداع کے موقع پر ہوا اور حج ہی سے ارکان اسلام کی تکمیل ہوتی ہے۔ احادیث طیبہ میں حج و عمرہ کے فضائل بہت کثرت سے ارشاد فرمائے گئے ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ ''جس نے محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے حج کیا پھر اس میں نہ کوئی فحش بات کی اور نہ نافرمانی کی وہ ایسا پاک وصاف ہو کر آتا ہے جیسا کہ ولادت کے دن تھا۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ سب سے افضل عمل کونسا ہے؟ فرمایا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لانا۔ عرض کیا گیا اس کے بعد، فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا، عرض کیا گیا اس کے بعد، فرمایا: حج مبرور۔ ایک عمرہ کے بعد دوسرا عمرہ درمیانی عرصہ کے گناہوں کا کفارہ ہے۔'' اور حج مبرور کی جزا جنت کے سوا کچھ اور ہو ہی نہیں سکتی''۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ: ''پے در پے حج وعمرے کیا کرو۔ کیونکہ یہ دونوں فقر اور گناہوں سے اس طرح صاف کر دیتے ہیں جیسے بھٹی لوہے اور سونے چاندی کے میل کو صاف کر دیتی ہے اور حج مبرور کا ثواب صرف جنت ہے''۔

اس مبارک سفر کے دوران تمام گناہوں سے پرہیز کرے اور عمر بھر کے لئے گناہوں سے بچنے کا عزم کرے اور اس کے لئے حق تعالیٰ شانہٗ سے خصوصی دعائیں بھی مانگیں۔ یہ بات خوب اچھی طرح ذہن میں رہنی چاہئے کہ حج مقبول کی علامت ہی یہ ہے کہ حج کے بعد آدمی کی زندگی میں انقلاب آجائے۔ جو شخص حج کے بعد بھی بدستور فرائض کا چھوڑنے والا اور ناجائز کاموں کا مرتکب ہے اس کا حج مقبول نہیں۔ آپ کا زیادہ سے زیادہ وقت حرم شریف میں گزرنا چاہئے اور سوائے بہت زیادہ ضرورت کے بازاروں کا گشت قطعاً نہیں ہونا چاہئے۔ دنیا کا ساز وسامان آپ کو مہنگا سستا، اچھا برا، اپنے وطن میں بھی مل سکتا ہے لیکن حرم شریف میں میسر آنے والی سعادتیں آپ کو کسی دوسری جگہ میسر

نہیں آئیں گی۔ وہاں خریداری کا اہتمام نہ کریں۔

نیز چونکہ حج کے موقع پر اطراف واکناف سے مختلف مسالک کے لوگ جمع ہوتے ہیں، اس لئے کسی کو کوئی عمل کرتا ہوا دیکھ کر وہ عمل شروع نہ کر دیں۔ بلکہ یہ تحقیق کرلیں کہ آیا یہ عمل آپ کے حنفی مسلک کے مطابق صحیح بھی ہے یا نہیں؟ مثلاً یہاں ایک مسئلہ ذکر کرتا ہوں۔

نماز فجر کے بعد اشراق تک اور نماز عصر کے بعد غروب آفتاب تک دوگانہ طواف پڑھنے کی اجازت نہیں۔ اسی طرح مکروہ اوقات میں بھی اس کی اجازت نہیں۔ لیکن بہت سے لوگ دوسروں کی دیکھا دیکھی پڑھتے رہتے ہیں۔ الغرض صرف لوگوں کی دیکھا دیکھی کوئی کام نہ کریں۔ بلکہ اہل علم سے مسائل کی خوب تحقیق کرلیا کریں۔ (آپ کے مسائل اوران کا حل/ ج ۴/ ہکذا معارف القرآن/ ج ۱/ ومعارف الحدیث/ ج ۴/ کتاب الحج، الترغیب والترہیب ومظاہر حق جدید۔ علم الفقہ/ ج ۵/ کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ/ ج ۱/ کتاب الحج وفضائل حج)

آنحضرت ﷺ نے فرمایا ''حج اور عمرہ ایک ساتھ کرو کیونکہ یہ دونوں تنگدستی اور گناہوں کو ایسے دور کر دیتے ہیں جیسے کہ بھٹی لوہے اور سونے اور چاندی کے میل کو دور کر دیتی ہے''۔ اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ حج وعمرہ سے نہ صرف گناہ معاف ہوتے ہیں بلکہ انسان سے ان دونوں کی برکت سے فقر وفاقہ بھی دور ہو جاتا ہے اور ظاہر وباطن اور دنیا وآخرت کی دولتوں سے، حج اور عمرہ کرنے والا مالا مال ہو جاتا ہے لیکن اخلاص کے ساتھ۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا رمضان میں عمرہ (کا ثواب) ایک حج کے برابر ہے اور ایک روایت میں ہے کہ اس حج کے برابر ہے جو میرے ساتھ کیا ہو۔ نیز حدیث شریف میں یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ حج وعمرہ کرنے والے اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں اگر وہ اللہ تعالیٰ سے کوئی دعا مانگتے ہیں تو وہ قبول فرماتے ہیں

اور اگر خطائیں معاف کرواتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی خطاؤں کو معاف کرتے ہیں۔
(معلم الحجاج/ص ۲۰۸/ وہکذا فی معارف القرآن ومعارف الحدیث والترغیب والترہیب/ ومظاہر حق جدید)

رمضان المبارک میں عمرہ کرنا؟

مسئلہ:۔ ایام حج یعنی نویں ذی الحجہ سے تیرہویں ذی الحجہ تک پورے سال میں صرف یہ پانچ دن ایسے ہیں جن میں عمرہ کرنا ناجائز اور ممنوع ہے اور ان پانچ دن کے علاوہ پورے سال میں جب بھی گنجائش ہو عمرہ کر سکتے ہیں مگر رمضان المبارک میں اعمال کا ثواب ستر گنا زائد ہو جاتا ہے اور بخاری شریف کی حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ''رمضان المبارک کا عمرہ پورے حج کے برابر ہوتا ہے''۔
(بخاری شریف/ ج۱/ص ۲۳۹/ ومسلم شریف/ ج۱/ص ۴۰۹)

مسئلہ:۔ جو شخص حج تمتع کرتا ہے اس کو حج سے پہلے شوال، ذی قعدہ اور ذی الحجہ کے پہلے عشرہ میں بار بار عمرہ کرنا بلا کراہت جائز اور درست ہے یعنی ایک عمرہ کرنے کے بعد دوسرا عمرہ حج سے پہلے کر سکتا ہے۔ (معلم الحجاج/ص ۲۲۱/ ورحمۃ اللہ الواسعہ/ ج۴/ص ۱۸۳)

مسئلہ:۔ بعض علماء کے نزدیک متمتع ارکانِ عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد جب دوسرا عمرہ کرے گا تو اس کے ذریعہ تمتع باطل ہو جائے گا، یہ اس لئے صحیح نہیں کہ جب دوسرا عمرہ کرے گا اس کے ذریعہ سے تمتع ہو جائے گا اور جب تیسرا عمرہ کرے گا تو اس کے ذریعہ سے تمتع ہو جائے گا۔ الغرض جتنے عمرے کرے گا ان میں سے آخر والے کے ذریعہ سے تمتع صحیح ہو جائے گا۔ (فتاویٰ محمودیہ/ ج۱۲/ص ۱۸۳)

مسئلہ:۔ مکی حضرات (مکہ والوں) کے لئے ایام حج کے علاوہ باقی سال کے تمام دنوں میں عمرہ کرنا بلا کراہت جائز اور درست ہے۔ (غنیۃ المناسک/ص ۱۵۵)

......

عمرہ کیا ہے؟

عمرہ کے لغوی معنی ''زیارت'' کے ہیں چنانچہ جب کوئی شخص کسی کی زیارت کرتا ہے تو کہا جاتا ہے ''اعمرہ'' یعنی میں اس کی زیارت کرتا ہوں اصطلاح شرع میں اس سے مراد اس خاص طریقہ سے خانہ کعبہ کی زیارت کرنا یعنی میقات یا حل سے احرام باندھ کر بیت اللہ کا طواف وسعی کرنے کے ہیں۔

مسئلہ:۔حنفیہ کے نزدیک زندگی میں ایک بار عمرہ کرنا بشرط استطاعت وقدرت سنت مؤکدہ ہے فرض نہیں ہے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد مبارک ہے: ''الحج مکتوب والعمرۃ تطوع'' یعنی حج فرض ہے اور عمرہ تطوع ہے (یعنی رضا کارانہ یا نفل عبادت ہے)۔

اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ﴿اَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ﴾ میں شروع کرنے بعد اسے پورا کرنے کا حکم ہے اور کوئی بھی عبادت شروع کی جائے تو اس کو پورا کرنا واجب ہو جاتا ہے خواہ وہ نفل ہی عبادت ہو۔ اس آیت سے عمرہ کی فرضیت پر استدلال نہیں کیا جا سکتا۔ رہی حج کی فرضیت وہ تو اللہ تعالیٰ کے ارشاد سے ثابت ہے: ﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ﴾ اس کے علاوہ دوسرے دلائل بھی ہیں جو حج کے بیان میں بتائے گئے ہیں۔

ابورزین العقیلی سے راویت ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ کے پاس آئے کہ میرا باپ عمر رسیدہ ہے نہ تو حج کر سکتا ہے نہ عمرہ کر سکتا ہے اور نہ سفر کرنے کے قابل ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا ''باپ کی طرف سے تم حج وعمرہ کرلو''۔ اس حدیث شریف کو بخاری، مسلم، ابوداؤد، ونسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے اس کو صحیح بتایا ہے۔

(کتاب الفقہ/ ج١/ص١١٢٣)

مسئلہ:۔رمضان المبارک میں عمرہ کی زیادہ تاکید اس بنا پر ہے کہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ''عمرۃ فی رمضان تعدل حجۃ'' یعنی رمضان المبارک میں عمرہ کرنا

حج کے برابر ہے۔
(کتاب الفقہ/ ج ۱/ص ۱۲۷۱ و ہکذا معلم الحجاج/ص ۲۰۶/ ومظاہر حق/ ج ۳/ص ۲۶۲)
مسئلہ:۔عمرہ سے حلال ہوکر حدود میقات سے باہر ہوجائے تو واپسی کے وقت احرام ضروری ہے، میقات کی حد سے اگر باہر نہیں گیا تو احرام کی ضرورت نہیں۔
(فتاویٰ رحیمیہ/ ج ۵/ص ۲۲۶)
مسئلہ:۔احرام عمرہ میں سعی کے بعد قصر یا حلق (بال کٹوانا ومنڈوانا) کرانا چاہئے۔
(معلم الحجاج/ ج ۵/ص ۱۷۷)
مسئلہ:۔کثرت سے عمرہ کرنا مکروہ نہیں بلکہ مستحب اور افضل ہے نیز طواف کثرت سے کرنا بمقابلہ زیادہ عمرہ کرنے کے افضل ہے۔(معلم الحجاج/ص ۱۷۷)
مسئلہ:۔تلبیہ عمرہ میں عمرہ کا طواف شروع کرنے تک تلبیہ پڑھا جاتا ہے۔
(معلم الحجاج/ص ۱۰۴)

عمرہ اور حج میں کیا فرق ہے؟

مسئلہ:۔عمرہ سنت یا واجب ہون کی شرائط حج کے مثل ہیں اوراس کے احرام کے احکام بھی مثل حج کے احرام کے ہیں، جو چیزیں وہاں حرام ومکروہ ومسنون اور مباح ہیں وہ یہاں بھی ہیں۔ البتہ ان امور میں حج اور عمرہ میں فرق ہے۔ حج کے لئے ایک خاص وقت معین ہے، عمرہ تمام سال ہوسکتا ہے صرف پانچ روز یعنی نویں ذی الحجہ سے تیرہ تک مکروہ تحریمی ہے۔

حج فرض ہے، عمرہ فرض نہیں۔ حج فوت ہوجاتا ہے عمرہ فوت نہیں ہوتا۔ حج میں وقوف عرفہ اور وقوف مزدلفہ اور نمازوں کا اکٹھا پڑھنا اور خطبہ ہے۔ عمرہ میں یہ چیزیں نہیں ہیں۔ حج میں طواف قدوم اور طواف وداع ہوتا ہے۔ عمرہ میں دونوں نہیں ہوتے نیز عمرہ فاسد کرنے سے یا جنابت کی حالت میں طواف کرنے سے بکری ذبح کرنا کافی ہے۔

اور حج میں کافی نہیں۔ عمرہ کی میقات تمام لوگوں کے لئے حل ہے بخلاف حج کے، کہ اہل مکہ مکرمہ کو حج کا احرام حرم شریف میں باندھنا ہوتا ہے، البتہ آفاقی شخص جب باہر سے آئے اور عمرہ کا ارادہ ہو تو اپنی میقات سے احرام باندھ کر آئے۔ عمرہ میں طواف شروع کرنے کے وقت تلبیہ بند کیا جاتا ہے اور حج میں جمرہ اخری کی رمی شروع کے وقت موقوف کیا جاتا ہے۔ (معلم الحجاج/ص۲۰۴/ وہکذا فی مظاہر حق/ ج۳/ص۲۷۰)

مسئلہ:۔ آفاقی شخص اگر عمرہ کی نیت سے مکہ مکرمہ آئے تو اپنی میقات سے عمرہ کا احرام باندھ کر آئے۔

مسئلہ:۔ مکہ مکرمہ سے عمرہ کرنے والوں کے لئے عمرہ کے احرام کی میقات حل ہے، اس لئے حل میں جا کر جس جگہ چاہے احرام باندھے لیکن افضل تنعیم (مسجد عائشہؓ) ہے یا اس کے بعد جعرانہ سے احرام باندھے۔ (معلم الحجاج/ص۲۰۷)

مناسکِ عمرہ ایک نظر میں

احرام۔ طواف مع رمل واضطباع۔ سعی۔ سر منڈوانا۔

اشہر حج میں عمرے کرنا؟

سوال:۔ ایک شخص نے حج کے مہینوں میں جا کر عمرہ ادا کیا اور وہ حج تک وہاں ٹھہرتا ہے تو کیا اس دوران وہ مزید عمرے کر سکتا ہے یا نہیں؟

جواب:۔ حج تمتع کرنے والے کے لئے حج وعمرہ کے درمیان اور عمرے کرنا جائز ہے۔

(آپ کے مسائل/ ج۴/ص۵۱)

مسئلہ:۔ آفاقی کے لئے ایک عمرہ سے زائد عمرہ کرنا اشہر حج میں جائز ہے نیز حج تمتع کرنے والا ایک عمرہ کرنے کے بعد دوسرا عمرہ حج سے پہلے کر سکتا ہے۔

(فتاوی رحیمیہ/ ج۶/ص۳۹۷/ وہکذا فی آپ کے مسائل/ ج۴/ص۵۰)

عمرے کے مکروہ ایام

مسئلہ:۔یوم عرفہ (نویں ذی الحجہ) سے تیرہ ذی الحجہ تک پانچ دن حج کے ہیں۔ ان دنوں میں عمرہ کی اجازت نہیں۔اس لئے عمرہ ان دنوں مکروہ تحریمی ہے۔
(آپ کے مسائل/ ج ۴/ص ۵۰)

احرام باندھنے کے بعد جو عمرہ نہ کر سکے؟

سوال:۔میں نے عمرہ کرنے کے لئے احرام باندھا لیکن طبیعت خراب ہونے کی وجہ سے عمرہ ادا نہ کر سکا اور وہ احرام عمرہ ادا کئے بغیر کھول دیا، میرے لئے کیا حکم ہے؟
جواب:۔آپ کے ذمہ احرام توڑ دینے کی وجہ سے دم (حدود حرم میں ایک بکری ذبح کرنا) واجب ہے اور عمرہ کی قضا بھی لازم ہے۔ (آپ کے مسائل/ ج ۴/ص ۵۰)

جدہ میں رہنے والا اشہر حج میں عمرہ کر سکتا ہے؟

سوال:۔ہم لوگ جدہ میں بغرض ملازمت مقیم ہیں یہاں والوں کے قول کے مطابق ہم لوگ ''حلی'' ہیں یعنی حرم سے باہر میقات کے اندر مقیم ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ حلی اشہر حج میں عمرہ نہیں کر سکتا صحیح کیا ہے؟
جواب:۔اگر اسی سال حج کا ارادہ ہے تو عمرہ کرنا مکروہ ہے، اگر حج کا ارادہ نہیں ہے تو مکروہ نہیں ہے۔
مسئلہ:۔مکہ والوں کو اور جو شخص مکہ والوں کے حکم میں ہے یعنی داخل میقات پر رہنے والا (یا عین میقات پر رہنے والا) اور جو شخص پہلے اشہر حج (شوال، ذی قعدہ، اور ذی الحجہ کا پہلا عشرہ) سے مقیم مکہ ہے جیسے کہ آفاقی اشہر حج سے پہلے حلال ہو مکہ مکرمہ میں رہا ہو پھر اس پر اشہر حج آ گیا ہو تو ان کو عمرہ کرنا اشہر حج میں مکروہ ہے جو کہ اسی سال حج کرنا چاہے اور اگر اس سال حج نہ کرے تو عمرہ اشہر حج میں کرنا ان سب پر مکروہ نہیں ہے۔اسی سال حج کا

ارادہ ہوتے ہوئے عمرہ کیا تو دم جبر لازم ہوگا۔ (فتاویٰ رحیمیہ/ج ۵/ص ۲۲۲ بحوالہ شامی/ج ۲/ص ۲۰۸/وزبدۃ المناسک/ج ۱/ص ۲۵۵/ودرمختار مع شامی/ج ۲/ص ۲۷۰)

ایام حج میں عمرہ کرنا

مسئلہ:۔ عمرہ تمام سال میں کرنا جائز ہے، صرف حج کے پانچ دن ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، میں عمرہ کا احرام باندھنا مکروہ تحریمی ہے، اگر ان ایام میں احرام نہیں باندھا بلکہ پہلے سے احرام بندھا ہوا تھا تو پھر مکروہ نہیں ۔ مثلاً کوئی شخص پہلے سے احرام باندھ کر آیا اس کو حج نہیں ملا اور اس نے ان ایام میں عمرہ کرلیا تو مکروہ نہیں ہے لیکن اس کے لئے مستحب یہ ہے کہ ان پانچ روز کے بعد عمرہ کرے۔ (فتاویٰ رحیمیہ/ج ٦/ص ۴۰۵/وہکذا فی معلم الحجاج/ص ۲۲۳)

مسئلہ:۔ اگر کسی شخص نے ان پانچ روز میں عمرہ کا احرام باندھ لیا تو احرام باندھنے کی وجہ سے اس پر عمرہ کرنا لازم ہوگیا، مگر چونکہ ان ایام میں عمرہ کا احرام باندھنا مکروہ تحریمی ہے اس لئے اس پر عمرہ کا ترک کرنا واجب ہے تاکہ گناہ سے بچ جائے اور ان ایام کے گذرنے کے بعد عمرہ کی قضاء اور ایک دم واجب ہوگا اور اگر عمرہ ترک نہیں کیا انہی ایام (پانچ دنوں) میں کرلیا تو عمرہ ہوگیا لیکن ایک دم مکروہ کے ارتکاب کی وجہ سے واجب ہوگا اور اگر ان ایام میں احرام تو عمرہ کا باندھا مگر عمرہ کے افعال ان ایام میں نہیں کئے بلکہ ایام تشریق کے بعد کئے تو عمرہ ہوگیا اور دم بھی واجب نہیں ہوگا، مگر ایسا کرنا مکروہ ہے کیونکہ احرام کھولنا اسی صورت میں واجب تھا۔ (معلم الحجاج/ص ۲۰٦)

حج کے مہینوں میں عمرہ کرنے والے پر حج؟

سوال:۔ شوال، ذی قعدہ، ذی الحجہ، اشہر حج (حج کے مہینے) ہیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ اگر ان مہینوں میں کوئی شخص عمرہ ادا کرتا ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ حج بھی ادا کرے۔ اگر ہم شوال یا ذی قعدہ میں عمرہ کرکے ریاض آجائیں (حدود حرم سے باہر) اور دوبارہ حج کے موقع پر جائیں تو اس وقت نیت حج تمتع کی ہوگی یا حج مفرد کی۔ حج تمتع کے لئے دوبارہ

عمرہ کی ضرورت ہوگی یا پہلا عمرہ کافی ہے؟
جواب:۔آفاقی شخص (جومیقات کے حدود سے باہر رہتا ہو جیسے ہندوستانی، پاکستانی، مصری، شامی، عراقی، ایرانی وغیرہ) اگر اشہر حج میں عمرہ کر کے اپنے وطن لوٹ جائے تو دوبارہ اس کو حج یا عمرہ کے لئے آنا ضروری نہیں اور اگر وہ اسی سال حج بھی کرے تو اس پہلے عمرہ کی وجہ سے متمتع نہیں ہوگا۔ نہ اس کے ذمہ تمتع کا دم لازم ہوگا اگر ایسا شخص تمتع کرنا چاہتا ہے تو اس کو دوبارہ عمرہ کا احرام باندھ کر آنا ہوگا۔ (آپ کے مسائل/ ج ۴/ص ۶۷)

عمرہ کے بعد کون سا حج کہلائے گا؟

سوال:۔ میں شوال میں ہی ایک عمرہ اپنی طرف سے کروں گا اور اس کے بعد حج کرنے کا ارادہ ہے۔اس کی نیت کس طرح ہوگی اور یہ حج کون سی قسم سے ہوگا؟
جواب:۔نیت تو جس طرح الگ عمرے کی اور الگ حج کی ہوتی ہے اسی طرح ہوگی، مسائل بھی وہی ہیں۔البتہ یہ حج تمتع بن جائے گا اور دس ذی الحجہ کو سر منڈوانے سے پہلے قربانی لازم ہوگی جس کو ''دم تمتع'' کہتے ہیں۔ (آپ کے مسائل/ ج ۴/ص ۶۶)
مسئلہ:۔حج تمتع کرنے والے پر طواف قدوم واجب نہیں، عمرہ کرنے کے بعد جس قدر چاہے طواف نفل کر سکتا ہے۔ (معلم الحجاج/ص ۲۲۱)

کیا عمرہ حج کا بدل ہے؟

مسئلہ:۔یورپ و امریکہ جاتے آتے ہوئے اگر عمرہ کی سعادت نصیب ہو جائے تو عمرہ کر لینا چاہئے لیکن عمرہ حج کا بدل نہیں ہے۔جس شخص پر حج فرض ہو اس کو حج کرنا ضروری ہے محض عمرہ کرنے سے فرض ادا نہیں ہوگا۔
(آپ کے مسائل/ ج ۴/ص ۴۹/ وہکذا احسن الفتاویٰ/ ج ۴/ص ۱۵۹)

ملازمت کا سفر اور عمرہ؟

سوال:۔ ہم لوگ ملازمت کے سلسلے میں سعودی عرب جدہ میں آئے اور پھر ایک ہزار میل دور کام کے لئے چلے گئے تو کیا پہلے ہمیں عمرہ کرنا چاہئے تھا یا بعد میں؟

جواب:۔ چونکہ آپ کا یہ سفر عمرہ کے لئے نہیں تھا بلکہ ملازمت کے لئے تھا، اس لئے آپ جب بھی چاہیں عمرہ کر سکتے ہیں۔ پہلے عمرہ کرنا آپ کے لئے ضروری نہیں تھا خصوصاً جب اس وقت آپ کو مکہ مکرمہ جانے کی اجازت ملنا بھی دشوار تھا۔ (آپ کے مسائل/ج۴/ص۵۱)

عمرہ کا ثواب مرحومین کو کس طرح کیا جائے؟

سوال:۔ میں عمرہ اپنی مرحومہ والدہ کی طرف سے کرنا چاہتا ہوں عمرہ اپنی طرف سے کر کے ثواب ان کو بخش دوں؟ یا عمرہ ان کی طرف سے کروں؟

جواب:۔ دونوں صورتیں صحیح ہیں۔ آپ کے لئے آسان یہ ہے کہ عمرہ اپنی طرف سے کر کے ثواب بخش دیں اور اگر ان کی طرف سے عمرہ کرنا ہو تو احرام باندھتے وقت یہ نیت کریں کہ اپنی والدہ مرحومہ کی طرف سے عمرہ کا احرام باندھتا ہوں یا اللہ! یہ عمرہ میرے لئے آسان فرما اور میری والدہ مرحومہ کی طرف سے اس کو قبول فرما۔

(آپ کے مسائل/ج۴/ص۵۱)

مسئلہ:۔ اگر کوئی شخص عمرہ کرتے وقت دل میں یہ نیت کرے کہ اس عمرہ کا ثواب میرے فلاں رشتے دار یا دوست (زندہ، مرحوم) کو ملے تو اس کو مل جاتا ہے جس طرح دوسرے نیک کاموں کا ایصال ثواب ہو سکتا ہے عمرہ کا بھی ہو سکتا ہے۔

(آپ کے مسائل/ج۴/ص۵۱)

مسئلہ:۔ عمرہ زندوں کی طرف سے بھی کیا جا سکتا ہے جن کی طرف سے کیا جائے ان پر حج فرض نہیں ہو جاتا جب تک وہ صاحب استطاعت نہ ہو جائیں۔

(آپ کے مسائل/ج۴/ص۳۶)

مسئلہ:۔نفل عمرہ نماز کی مانند ہے ایک عمرہ کے ثواب میں ایک سے زیادہ کو شامل کیا جاسکتا ہے لیکن اگر چند لوگوں نے آپ سے عمرہ کرنے کی درخواست کی ہو کہ ہماری طرف سے عمرہ کرنا تب تو ہر ایک کے لئے علیحدہ علیحدہ کرنا ہوگا۔(فتاویٰ رحیمیہ/ ج۵/ص۲۲۶)

شرائط عمرہ

مسئلہ:۔عمرہ کی شرطیں وہی ہیں جو حج کی ہیں اور عمرہ کا صرف ایک رکن ہے اور وہ ''طواف کے چکروں کی بیشتر تعداد ہے'' یعنی چار چکر۔ رہا احرام تو وہ رکن نہیں ہے بلکہ شرط ہے اور صفا مروہ کے درمیان سعی کرنا واجب ہے۔اور بال کٹوانے یا منڈوانے کی بھی وہ ہی حیثیت ہے جو سعی کی ہے یعنی صرف واجب ہے رکن نہیں ہے۔
(کتاب الفقہ/ ج۱/ص۱۱۲۳)

مسئلہ:۔عمرہ کے صرف تین کام ہیں: (۱)۔ایک یہ کہ میقات سے یا اس سے پہلے عمرہ کا احرام باندھے۔(۲)۔دوسرے مکہ مکرمہ پہنچ کر بیت اللہ شریف کا طواف کرے۔(۳)۔ تیسرے صفا و مروہ کے درمیان سعی کرے اس کے بعد سر کے بال کٹوا کر یا منڈوا کر احرام ختم کردے۔(احکام حج /ص۲۷/ حضرت مولانا مفتی شفیع وہکذا فی عالمگیری اردو/ص۳۹ کتاب الحج)

فرائض اور واجباتِ عمرہ

مسئلہ:۔عمرہ میں دو فرض ہیں: ایک احرام دوسرا طواف اور احرام کے لئے تلبیہ اور نیت دونوں فرض ہیں اور طواف کے لئے نیت فرض ہے۔ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا، سر کے بال منڈوانا یا کتروانا واجب ہے۔(معلم الحجاج/ص۲۰۵)

عمرہ کا احرام کہاں سے باندھا جائے؟

سوال:۔(۱): اگر کوئی شخص ''حج کے ارادہ سے نہیں جاتا'' بلکہ صرف عمرہ کا ارادہ رکھتا ہے اور باوجود آفاقی ہونے کے حدود حرم سے باہر مثلاً جدہ میں احرام باندھ سکتا ہے یا نہیں؟

(۲): نیز جدہ میں ایک دو روز قیام کرنے کے بعد عمرہ کا ارادہ ہو تو اس پر ''اہلِ حل'' کا اطلاق ہوگا یا نہیں؟

جواب:۔(۱): جو شخص بیرون ''حل'' سے مکہ مکرمہ جانے کا ارادہ رکھتا ہے اس کو میقات سے بغیر احرام کے گزرنا جائز نہیں بلکہ حج یا عمرہ کا احرام باندھنا اس پر لازم ہے۔ اگر بغیر احرام کے گزر گیا تو میقات کی طرف واپس لوٹ کر میقات سے احرام باندھنا ضروری ہے اگر واپس نہ لوتا تو دم لازم ہوگا۔

(۲): جو شخص مکہ مکرمہ کے قصد سے گھر سے چلا ہے اس کا جدہ میں ایک دو روز ٹھہرنا لائق اعتبار نہیں اور وہ اس کی وجہ سے ''اہل حل'' میں شمار نہیں ہوگا۔ ہاں اگر کسی کا ارادہ جدہ جانے کا ہی تھا وہاں پہنچ کر مکہ مکرمہ جانے کا قصد ہوا تو اس پر ''اہلِ حل'' کا اطلاق ہوگا۔ اس مسئلہ کو سمجھنے کے لئے چند اصطلاحات ذہن میں رکھئے گا۔

(۱): میقات: مکہ مکرمہ کے اطراف میں چند جگہیں مقرر ہیں۔ باہر سے مکہ مکرمہ جانے والے شخص کو ان جگہوں سے احرام باندھنا لازم ہے بغیر احرام کے ان سے آگے بڑھنا ممنوع ہے۔ (۲): آفاقی: جو شخص میقات سے باہر رہتا ہو۔ (۳): حرم: مکہ مکرمہ کے حدود جہاں شکار کرنا، درخت کا ٹنا وغیرہ ممنوع ہے۔ (۴): حل: حرم سے باہر اور میقات کے اندر کا حصہ ''حل'' کہلاتا ہے۔

(آپ کے مسائل/ ج ۴/ص ۹۲/ وفتاوی رحیمیہ/ ج ۵/ص ۲۱۸)

مسئلہ:۔ جو لوگ میقات کے اندر رہتے ہیں وہ عمرہ یا حج کا احرام حرم کے باہر جہاں سے چاہیں باندھ سکتے ہیں، ''حل'' کی کل زمین ان کے حق میں میقات ہے۔

(فتاوی رحیمیہ/ ج ۵/ص ۲۲۳)

طائف سے بغیر احرام کے عمرہ کرنا؟

سوال:۔ جو حضرات سعودی عرب میں جدہ اور طائف میں لازم ہیں اگر وہ عمرہ کی نیت سے خانہ کعبہ جاتے ہیں تو میقات سے احرام باندھنا پڑھتا ہے۔ یہاں پر مقیم حضرات بغیر

احرام کے طواف کرنے چلے جاتے ہیں کیا حکم ہے؟

جواب:۔آپ کا سوال بہت اہم ہے اس سلسلے میں چند مسئلے اچھی طرح ذہن نشین کرلیں۔

(۱):۔مکہ شریف کے چاروں طرف کچھ علاقہ ''حرم'' کہلاتا ہے۔ جہاں شکار کرنا اور درخت کاٹنا ممنوع ہے۔''حرم'' سے آگے کم وبیش فاصلے پر کچھ جگہیں مقرر ہیں جن کو''میقات'' کہا جاتا ہے اور جہاں حاجی لوگ احرام باندھتے ہیں۔

(۲):۔جو لوگ ''حرم'' کے علاقہ میں رہتے ہیں یا میقات سے اندر رہتے ہوں وہ تو جب چاہیں مکہ مکرمہ میں احرام کے بغیر جاسکتے ہیں لیکن جو شخص میقات کے باہر سے جائے اس کے لئے میقات پر حج یا عمرہ کا احرام باندھنا لازم ہے۔ گویا ایسے شخص پر حج یا عمرہ لازم ہو جاتا ہے خواہ اس شخص کا مکہ مکرمہ جانا حج وعمرہ کی نیت سے نہ ہو بلکہ محض کسی ضروری کام سے مکہ مکرمہ جانا چاہتا ہو یا صرف حرم شریف میں نماز جمعہ پڑھنے یا صرف طواف کرنے کے لئے جانا چاہتا ہو۔ الغرض خواہ کسی مقصد کے لئے بھی مکہ مکرمہ میں جائے وہ میقات سے احرام کے بغیر نہیں جاسکتا۔

(۳):۔اگر کوئی شخص میقات سے احرام کے بغیر گزر گیا تو اس پر لازم ہے کہ مکہ شریف میں داخل ہونے سے پہلے پہلے میقات پر واپس لوٹے اور وہاں سے احرام باندھ کر جائے۔

(۴):۔اگر وہ واپس نہیں لوٹا تو اس کے ذمہ ''دم'' واجب ہوگا۔

(۵):۔جو شخص میقات سے بغیر احرام مکہ مکرمہ چلا جائے اس پر حج یا عمرہ لازم ہے اگر کئی بار بغیر احرام کے میقات سے گزر گیا تو ہر بار ایک حج یا عمرہ واجب ہوگا۔

ان مسائل سے معلوم ہوا کہ جو لوگ میقات سے باہر رہتے ہیں وہ صرف طواف کرنے کے لئے مکہ مکرمہ نہیں جاسکتے بلکہ ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ میقات سے عمرہ کا احرام باندھ کر جایا کریں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ جتنی بار بغیر احرام کے جاچکے ہیں ان پر اتنے دم اور اتنے ہی عمرے واجب ہوں گے۔

(۶):۔ جدہ میقات سے باہر نہیں ہے لہٰذا جدہ سے بغیر احرام کے مکہ مکرمہ آنا صحیح ہے جبکہ طائف میقات سے باہر ہے لہٰذا وہاں سے بغیر احرام کے آنا صحیح نہیں ہے۔
(آپ کے مسائل/ ج ۴/ ص ۹۵/ وہکذا فی احسن الفتاویٰ/ ج ۴/ ص ۵۱۷/ وکتاب الفقہ/ ج ۱/ ص ۱۱۰)

ایک احرام سے کتنے عمرے کئے جاسکتے ہیں؟

سوال:۔ میں پانچ عمرے ادا کرنا چاہتا ہوں۔ ان عمروں کے لئے حدود حرم کے باہر تنعیم یا جعرانہ جا کر عمرہ کا احرام باندھا جائے گا۔ کیا پانچ مرتبہ یعنی ہر عمرہ کے لئے علیحدہ علیحدہ یا ایک مرتبہ احرام باندھ کر ایک دن میں ایک مرتبہ عمرہ کیا جائے یا اسی احرام میں ایک دن میں دو یا تین مرتبہ عمرہ کیا جاسکتا ہے؟

جواب:۔ ہر عمرہ کا الگ احرام باندھا جاتا ہے۔ احرام باندھ کر طواف سعی کر کے بال کٹوا کر احرام کھول دیتے ہیں اور پھر تنعیم یا جعرانہ جا کر دوبارہ احرام باندھتے ہیں۔ ایک احرام کے ساتھ ایک سے زیادہ عمرے نہیں ہو سکتے اور عمرہ (یعنی طواف سعی) کرنے کے بعد جب تک (حلق یا قصر کے ذریعہ) بال کٹوا کر احرام نہ کھولا جائے دوسرے عمرے کا احرام باندھنا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ:۔ جو شخص عمرہ ادا کرنے کے بعد مدینہ طیبہ چلا جائے اور عصر و مغرب کی نمازیں پڑھنے کے بعد میقات سے گزر کر جدہ واپس آجائے اور رات گزار کر صبح پھر مکہ مکرمہ عمرہ کرنے کے لئے روانہ ہوا اور مکہ مکرمہ جانے کا قصد تھا تو میقات پر اس کے لئے احرام باندھنا ضروری تھا اور اس کے کفارہ کے طور پر دم واجب ہے اور اگر اس وقت جدہ آنے ہی کا ارادہ تھا، یہاں آکر عمرہ کا ارادہ ہوا تو دم لازم نہیں ہے۔
(آپ کے مسائل/ ج ۴/ ص ۹۵/ وہکذا فتاویٰ رحیمیہ/ ج ۸/ ص ۲۹۰)

عمرہ کرنے کا طریقہ

عمرہ حج اصغر ہے یعنی چھوٹا حج، جو ہر زمانہ میں ہوسکتا ہے علاوہ ایام حج کے، اس کے لئے کوئی مہینہ تاریخ اور دن مقرر نہیں ہے جب اور جس وقت جی چاہے میقات یا حل سے احرام باندھے اور احرام کے محرمات ومکروہات سے بچے اور مکہ مکرمہ میں انہی آداب کو ملحوظ رکھ کر مسجد حرام میں باب السلام یا باب العمرۃ سے (یا جس گیٹ سے بھی موقع ہو) داخل ہو اور ''اضطباع'' یعنی احرام کی چادر کو داہنی بغل کے نیچے سے نکال کر بائیں کندھے پر ڈال کر طواف کرے اور جب پہلی بار کالی پٹی پر کھڑے ہو کر حجر اسود کا استلام یعنی اس کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرے تو جو تلبیہ احرام باندھنے کے وقت شروع کیا تھا وہ بند کر دے نیز طواف میں ''رمل'' یعنی طواف کے پہلے تین چکروں میں اکڑ کر شانہ ہلاتے ہوتے قریب قریب قدم رکھ کر ذرا تیزی سے چلنا (صرف مردوں کے لئے ہے) اگر بھیڑ نہ ہو اور چلنے میں کوئی دشواری بھی نہ ہو ورنہ جیسے موقعہ ہو طواف کرے۔ اور طواف کے بعد دوگانہ طواف نفل پڑھ کر حجر اسود کی طرف ہاتھ سے پہلے کی طرح اشارہ کر کے باب الصفا سے نکل کر حج کی طرح سعی کرے اور سعی کر کے مروہ (یا دُکان یا قیام گاہ) پر بال منڈوا کر یا کٹوا کر حلال ہو جائے یعنی عام کپڑے پہن لے احرام کی پابندیاں ختم ہو گئیں اور سعی کے بعد دو رکعت نفل پڑھنا مستحب ہے بس عمرہ ہو گیا۔ (معلم الحجاج/ص ۲۰۴)

نوٹ:۔ طواف کے بعد دو رکعت نفل پڑھنا واجب اور سعی کے بعد مستحب ہے۔

عمرہ سے فارغ ہو کر حلق سے پہلے کپڑے پہننا؟

سوال:۔ میں نے آخری دن جب عمرہ کیا تو فلائٹ کی جلدی میں تھا اسی جلدی میں عمرہ سے فارغ ہو کر پہلے حلق کرانے کے بجائے پہلے احرام کھول کر کپڑے پہن کر بال کٹوائے۔ کیا حکم ہے؟

جواب:۔ اس غلطی کی وجہ سے آپ کے ذمہ دم لازم نہیں آیا بلکہ صدقہ فطر کی مقدار صدقہ

آپ پر لازم ہے اور یہ صدقہ آپ کسی بھی جگہ دے سکتے ہیں۔
(آپ کے مسائل/ ج ۴/ص ۱۰۳)
مسئلہ:۔ حج و عمرہ دونوں ہی میں بال منڈوانا افضل ہے لیکن اگر عمرہ اعمال حج شروع ہونے کے کچھ ہی قبل کرے تو افضل بال کٹوانا ہے تاکہ حج میں بال منڈوا سکے، اس لئے کہ حج عمرہ سے بہتر ہے تو بہتر کام بہتر وقت میں کرنا چاہئے اور اگر عمرہ ایام حج سے بہت پہلے کرے تو ایسی صورت میں سر منڈوالے تاکہ فضیلت کو پاسکے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے بال منڈوانے والوں کے لئے تین مرتبہ مغفرت و رحمت کی دعا فرمائی جبکہ بال کٹوانے والوں کے لئے صرف ایک بار، اس لئے بال منڈوانا ہی افضل ہے۔
(حج بیت اللہ کے اہم فتاویٰ/ص ۵۹)

عمرہ میں طوافِ وداع کا کیا حکم ہے؟

سوال:۔ عمرہ میں طوافِ وداع کیا واجب ہے؟
جواب:۔ عمرہ میں طوافِ وداع واجب نہیں ہے، البتہ افضل ہے، اس لئے اگر کوئی شخص بغیر طواف وداع کئے رخصت ہو جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ لیکن حج میں طواف وداع واجب ہے جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ''تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک روانہ نہ ہو جب تک خانہ کعبہ کا طواف نہ کر لے''، اس کے مخاطب حجاج تھے۔
(حج بیت اللہ کے اہم فتاویٰ/ص ۵۶ و ہکذا فی آپ کے مسائل/ ج ۴/ص ۱۰۹)
مسئلہ:۔ عمرہ کا طواف پورا یا اکثر یا کم اگرچہ ایک ہی چکر ہو، اگر جنابت (ناپاکی) یا حیض یا نفاس کی حالت میں یا بے وضو کیا تو دم واجب ہوگا اور اگر طواف کا اعادہ کر لیا تو دم ساقط ہو جائے گا۔
مسئلہ:۔ عمرہ کے کسی واجب کے ترک کرنے سے بدنہ یعنی پورا اونٹ، پوری گائے یا صدقہ واجب نہیں ہوتا بلکہ صرف دم یعنی ایک بکری یا ساتواں حصہ گائے کا یا اونٹ کا واجب ہوتا ہے، لیکن عمرہ کے احرام میں ممنوعاتِ احرام کے ارتکاب سے مثل احرام حج کے دم

یا صدقہ واجب ہوتا ہے۔ (احکام حج/ص ۱۰۶)

عمرہ میں وقوفِ عرفہ نہ ہونے کی وجہ؟

سوال:۔حج کے بنیادی ارکان دو ہیں وقوف عرفہ اور طواف زیارت اور اس کے بعد سعی کرنا اور عمرہ حج اصغر ہے پھر اس میں صرف ایک رکن طواف سعی کیوں ہے؟ اس میں وقوف عرفہ کیوں نہیں؟

جواب:۔عمرہ میں وقوف عرفہ اس وجہ سے مشروع نہیں کیا گیا کہ عمرہ کرنے کا کوئی وقت متعین نہیں۔ ایام حج کے علاوہ پورے سال عمرہ کیا جا سکتا ہے، اس لئے میدانِ عرفات میں اجتماعی طور پر جمع ہونے کی کوئی صورت نہیں اور انفرادی وقوف میں کچھ فائدہ نہیں۔

اور اگر یہ کہا جائے کہ حج کی طرح عمرہ کے لئے بھی وقت مقرر کیا جائے تو اس میں کیا حرج ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ پھر وہ عمرہ کہاں رہے گا۔ وہ تو حج ہو جائے گا۔ اور سال میں دو مرتبہ لوگوں کو حج کی دعوت دینے میں جو زحمت ہے وہ کسی سے مخفی نہیں ہے اور اصل بات یہ ہے کہ عمرہ میں مقصود بالذات بیت اللہ کی تعظیم اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر بجالانا اور یہ مقصد صرف طواف سے پورا ہو جاتا ہے اس کے لئے میدان عرفات میں جمع ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ (رحمۃ اللہ الواسعۃ/ ج ۴/ص ۲۱۲)

احرام کی حکمت؟

احرام حج وعمرہ کے لئے مثل تکبیر تحریمہ کے ہے جس طرح نیت خالص کر کے اللہ اکبر کہہ کر نمازی نماز شروع کرتا ہے اور بہت سی چیزیں اس کے لئے نماز کی حالت میں ناجائز ہو جاتی ہیں اسی طرح حج وعمرہ کے لئے احرام وتلبیہ ہے۔

احرام سے بندہ حج وعمرہ کے ارادہ کی پختگی اور اخلاص وعظمت کا اظہار اور اپنی عبودیت اور عاجزی کی صورت اختیار کرتا ہے دل وزبان سے اقرار کرتا ہے تمام لذات وآرائش وزیبائش کو چھوڑ کر صرف دو کپڑے پہن لیتا ہے اور اپنے آپ کو میت یعنی مردوں

جیسا بنالیتا ہے نیز خاص لباس (احرام) میں یہ بھی حکمت ہے کہ امیر وغریب، شاہ وگدا خدا کے دربار میں ایک لباس میں حاضر ہوتے ہیں کسی کو فخر کا موقع نہیں ملتا۔ شریعت نے اس لباس یعنی احرام کو پسند کیا، سادگی وصفائی اور سہولت میں یہ بے نظیر ہے، اور طبی حیثیت سے بھی مفید ہے۔ (معلم الحجاج/ص ۱۱۱/ ورحمۃ اللہ الواسعۃ/ ج ۴/ص ۱۸۹)

احرام میں کیسا جوتا پہنا جائے؟

مسئلہ:۔ موزے اور ایسا جوتا جو قدم کے بیچ میں ابھری ہوئی ہڈی کو چھپالے یہ احرام میں ممنوع ہے، اگر ایسا جوتا یا موزہ ایک دن یا ایک رات پہنے رہا تو دم واجب ہے اور اس سے کم میں صدقہ بقدر صدقۃ الفطر۔ (احکام حج/ص ۹۵)

مسئلہ:۔ بعض لوگ احرام میں ایسا سلیپر یا جوتا استعمال کرتے ہیں جس سے قدم کے بیچ کی ہڈی (جو نیچے سے اوپر کی جانب ہے اور اٹھی ہوئی ہے) چھپ جاتی ہے، ایسا سلیپر اور جوتا احرام میں مردوں کو استعمال کرنا جائز نہیں جس سے یہ ہڈی چھپ جائے اس لئے یا تو اتنا حصہ کاٹ دیا جائے یا اس کے اگلی جانب کپڑا دیدے تاکہ ہڈی کھلی رہے۔

(معلم الحجاج/ص ۳۵۸/ وہکذا فی فتاوی دار العلوم/ ج ۶/ص ۵۵۵)

حاصل یہ کہ احرام کی حالت میں دونوں ٹخنے اور پیروں کے اوپر جہاں بال اگتے ہیں جو ابھرا ہوا حصہ ہے اس کا کھلا رہنا ضروری ہے۔ پس احرام کی حالت میں مردوں کو بہتر تو ہوائی چپل پہننا ہے اور اگر جوتا یا چپل ایسا ہو جو ٹخنوں اور مذکورہ پیروں کے بالائی حصہ کو نہ چھپاتا ہو تو اس کا پہننا بھی درست ہے، البتہ اگر ایڑی، پنجہ انگلیاں چھپی رہیں تو کوئی حرج نہیں۔ (محمد رفعت قاسمی)

احرام کی حالت میں پھول وغیرہ کا استعمال؟

مسئلہ:۔ احرام پہننے کے بعد گلے میں پھولوں کا ہار ڈالنا مکروہ ہے، عام طور پر لوگ اس طرف خیال نہیں کرتے ہیں اور خوشبودار پھول قصداً سونگھنا بھی مکروہ ہے مگر اس سے کچھ

لازم نہیں آتا۔ (احکام حج / ص ۹۴)

مسئلہ:۔احرام کی حالت میں خوشبو کو چھونا یا سونگھنا خوشبو والے کی دُکان پر خوشبو سونگھنے کے لئے بیٹھنا، خوشبودار میوہ اور خوشبودار گھاس کو سونگھنا اور چھونا مکروہ ہے، اگر بلا ارادہ خوشبو آجائے تو کچھ حرج نہیں ہے۔ (معلم الحجاج / ص ۱۱۴)

مسئلہ:۔احرام کی حالت میں پھول اور خوشبودار پھل سونگھنے سے کوئی جزا واجب نہیں ہوتی لیکن سونگھنا مکروہ ہے۔ (معلم الحجاج / ص ۲۲۷ / وہکذا کتاب الفقہ / ج ۱ / ص ۱۰۵۶)

مسئلہ:۔احرام کی حالت میں عطر والے کی دُکان پر بیٹھنے سے کوئی مضائقہ نہیں البتہ سونگھنے کی نیت سے بیٹھنا مکروہ ہے۔ (معلم الحجاج / ص ۲۲۹)

مسئلہ:۔احرام کی حالت میں ایسے مکان میں داخل ہوا جس میں کسی چیز کی دھونی دی گئی تھی اور احرام والے کے کپڑوں میں خوشبو آنے لگی اور خوشبو کپڑوں کو بالکل نہیں لگی تو کچھ بھی واجب نہیں ہے۔ (معلم الحجاج / ص ۲۳۰)

مسئلہ:۔احرام کی حالت میں خوشبو یعنی عطریات (وغیرہ) کا سونگھنا یا اس کا پاس رکھنا مکروہ ہے۔ (کتاب الفقہ / ج ۱ / ص ۱۰۵۶)

مسئلہ:۔حالت احرام میں حجر اسود کا بوسہ نہ لیں اور نہ ہاتھ لگائیں کیونکہ اس پر خوشبو لگی ہوتی ہے۔ (معلم الحجاج / ص ۲۳۲)

احرام کی چادریں کیسی ہوں؟

مسئلہ:۔احرام کا کپڑا ساتھ لینا ضرور خیال رکھیں احرام کی ایک چادر اوڑھنے کے لئے (تقریباً ڈھائی میٹر) اور ایک چادر تہبند باندھنے کے لئے (تقریباً سوا میٹر) سفید لٹھے کا ہونا بہتر ہے تیز گرمی و تیز سردی کے ایام میں دو بڑے تولیئے کا احرام بہتر ہے جو چادر اور تہبند کا کام دے سکیں اور اگر اللہ تعالیٰ نے وسعت دی ہے تو دو تین احرام رکھ لیں کہ ایک میلا ہو جائے تو دوسرا استعمال کر سکے۔ (احکام حج / ص ۲۴)

مسئلہ:۔احرام کی چادر اتنی لمبی ہو کہ داہنے کندھے سے نکال کر بائیں کندھے پر سہولت

سے آجائے اورتہبند اتنالمباہوکہ ستر (ناف سے لے کر گھٹنے تک) اچھی طرح چھپ جائے۔ (معلم الحجاج/ص ۱۰۵)

مسئلہ:۔احرام کے لئے یہ ضروری نہیں کہ ایک ہی چادراورایک ہی لنگی اول سے آخرتک بدن پر رہے بلکہ چادراور لنگی کو بدلتے رہنا جائز ہے۔ (امدادالاحکام/ ج ۲/ص ۱۷۷)

مسئلہ:۔مردوں کے لئے احرام دوچادروں کی شکل میں ہوتا ہے، مردوں کواحرام کی حالت میں سلے ہوئے کپڑے پہننا ممنوع ہے۔ (آپ کے مسائل/ ج ۴/ص ۲۵۴)

مسئلہ:۔سفید کپڑا احرام کا ہونا مستحب ہے۔ ورنہ سیاہ وغیرہ بھی جس میں خوشبو نہ ہو جائز ہے۔ (امدادالاحکام/ ج ۲/ص ۱۶۴/ بحوالہ ردالمختار/ ج ۲/ص ۲۵۴)

مسئلہ:۔احرام اگر سیاہ یادوسرے کسی رنگ کا ہوتو بھی جائز ہے۔ (گوافضل سفید ہے) سردی کے وقت گرم چادراور کمبل سے بھی یہ کام (احرام کا) لیا جاسکتا ہے اورتولیہ سے بھی ۔ (احکام حج/ص ۳۱)

مسئلہ:۔احرام میں ایک کپڑا بھی (جب کہ ناف سے گھٹنے تک چھپ جائے) کافی ہے اور دو سے زائد بھی جائز ہیں ۔ (معلم الحجاج/ص ۱۰۵)

احرام کی چادر لنگی کی طرح سینا؟

سوال:۔احرام کی چادر لنگی کی طرح سلی ہوئی ہوتو اس کے استعمال کی گنجائش ہے یانہیں؟ کیونکہ بعض لوگوں کو کھلی چادر بطور لنگی استعمال کرنے کی عادت نہیں ہوتی، ستر کھلنے کا اندیشہ ہوتا ہے، خاص کر سونے کی حالت میں تو کیا احرام کی لنگی کو سی سکتے ہیں؟

جواب:۔ستر (ناف سے لے کر گھٹنے تک کا حصہ کھلنے کا اندیشہ ہوتو احرام کی چادر سی لینے کی گنجائش ہے بلاضرورت سینا مکروہ ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ/ ج ۸/ص ۲۸۶/ بحوالہ غنیۃ المناسک/ص ۴۷)

مسئلہ:۔تہبند کے دونوں ملوں کو آگے سے سینا مکروہ ہے اگر کسی نے ستر عورت (ناف سے

لے کر گھٹنے تک) کی خاطر حفاظت کی وجہ سے سی لیا تو دم واجب نہ ہوگا۔
(معلم الحجاج/ص۱۱۴)

مسئلہ:۔ایک چادر احرام کے لئے ناکافی ہو اس لئے دو چادروں کو (آپس میں ملا کر) سی لیا ہو تو ایسی سلی ہوئی چادر سے احرام باندھ سکتا ہے نیز سلے ہوئے کپڑے (فرش کی چادر وغیرہ) پر محرم سو سکتا ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ/ج۵/ص۲۱۹)

مسئلہ:۔گو افضل یہی ہے کہ احرام میں بالکل سلائی نہ ہو لیکن اگر دو پاٹوں کے جوڑنے کو سلائی کی جائے تب بھی جائز ہے۔
(امداد الفتاویٰ/ج۲/ص۱۶۴/بحوالہ رد المختار/ج۲/ص۲۵۴/وہکذا فی معلم الحجاج/ص۱۰۵)

مسئلہ:۔احرام کی چادر (لنگی) میں نیفہ موڑ کر کمر بند ڈال کر باندھنا مکروہ ہے نیز احرام کی چادر میں گرہ دے کر گردن پر باندھنا۔ چادر اور تہبند میں گرہ لگانا یا سوئی اور پن وغیرہ لگانا، تاگے یا رسی سے باندھنا مکروہ ہے۔ (معلم الحجاج/ص۱۱۴)

مسئلہ:۔احرام کی چادر تہبند میں روپیہ یا گھڑی رکھنے کے لئے جیب لگانا جائز ہے۔
(معلم الحجاج/ص۱۱۵)

احرام کی نیت کے ضروری مسائل

مسئلہ:۔صرف حج کی نیت دل میں کر لینے سے احرام درست نہیں ہوتا بلکہ تلبیہ اور کوئی ذکر جو اس کے قائم مقام ہو کرنا ضروری ہے اسی طرح بلا نیت کے محض تلبیہ پڑھ لے تب بھی محرم نہ ہوگا۔ خلاصہ یہ کہ احرام کے لئے نیت اور تلبیہ دونوں کا ہونا ضروری ہے۔

مسئلہ:۔احرام کی نیت دل سے ہونا ضروری ہے زبان سے کہنا صرف مستحسن ہے جس چیز کا احرام باندھنا ہے اس کی دل میں نیت کرنی چاہئے۔ (معلم الحجاج/ص۱۰۲)

مسئلہ:۔احرام دو باتوں سے بندھتا ہے ایک نیت کرنا دوسرے اس کے ساتھ تلبیہ کہنا اور اگر کسی نے صرف نیت کی تلبیہ نہ پڑھا یا تلبیہ پڑھا لیکن نیت نہیں کی تو احرام نہ

ہوگا۔ (کتاب الفقہ / ج۱/ص ۱۰۴۵)

مسئلہ:۔صرف نیت کرنے سے احرام شروع نہیں ہوتا بلکہ الفاظ تلبیہ پڑھنے سے شروع ہوتا ہے، تلبیہ کے الفاظ پڑھتے ہی احرام شروع ہوجاتا ہے اس لئے تلبیہ پڑھنے سے پہلے سر کو چادر وغیرہ سے کھول دیا جائے۔ (احکام حج /ص ۳۲)

(بعض مرتبہ جہاز لیٹ بھی ہوجاتے ہیں احرام میں رہنا اور احرام کی پابندی کرنا بہت مشکل ہوجاتا ہے، اس لئے گھر یا ائیر پورٹ پر دو رکعت نفل پڑھ کر احرام باندھ لیں لیکن نیت وتلبیہ جہاز میں سوار ہونے کے بعد ہی پڑھیں تاکہ مذکورہ ودیگر پریشانی نہ ہو۔ (محمد رفعت قاسمی)

تلبیہ کے ضروری مسائل

مسئلہ:۔تلبیہ یعنی پوری لبیک کا زبان سے کہنا شرط ہے اگر دل سے کہہ لیا تو کافی نہ ہوگا۔

مسئلہ:۔گونگے کو زبان ہلانی چاہئے گو الفاظ نہ کہہ سکے۔

مسئلہ:۔ہر ایسا ذکر جس سے حق تعالیٰ کی تعظیم مقصود ہو تلبیہ کے قائم مقام ہوسکتا ہے جیسے ''لا الٰہ الا اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر'' وغیرہ۔

مسئلہ:۔تلبیہ اردو فارسی ترکی سب زبانوں میں جائز ہے، مگر عربی میں پڑھنا افضل ہے۔

مسئلہ:۔اگر کوئی اور دوسرا ذکر احرام کے وقت کرے گا تو احرام صحیح ہوجائے گا لیکن تلبیہ چھوڑنا مکروہ ہے۔

مسئلہ:۔احرام باندھنے کے وقت تلبیہ یا کوئی ذکر ایک مرتبہ پڑھنا فرض ہے اور اس کی تکرار (بار بار پڑھنا) سنت ہے۔ جب تلبیہ کہے تو تین مرتبہ کہے۔

مسئلہ:۔تغیر حالات مثلاً صبح وشام اٹھتے بیٹھتے باہر جاتے وقت اندر آنے کے وقت، لوگوں سے ملاقات کے وقت، رخصت کے وقت، سوکر اٹھتے وقت، سوار ہونے کے وقت، سواری سے اترتے ہوئے، بلندی پر چڑھنے کے وقت، نشیب میں اترتے ہوئے وغیرہ اوقات میں تلبیہ مستحب اور مؤکد ہے۔ یعنی اور مستحبات کے مقابلہ میں اس کی تاکید زیادہ ہے۔

مسئلہ:۔تلبیہ کے درمیان کلام نہ کیا جائے اور جو شخص تلبیہ پڑھ رہا ہو اس کو سلام کرنا مکروہ ہے۔
مسئلہ:۔اگر چند آدمی ساتھ ہوں تو ایک ساتھ مل کر تلبیہ نہ کہیں علیحدہ علیحدہ کہیں۔
مسئلہ:۔تلبیہ میں آواز بلند کرنا مسنون ہے لیکن اتنی زیادہ نہیں کہ جس سے اپنے آپ کو یا نمازیوں کو یا سونے والوں کو تکلیف ہو۔
مسئلہ:۔مسجد حرام ''منیٰ'' عرفات اور مزدلفہ میں بھی تلبیہ پڑھو لیکن مسجد میں زور سے نہ پڑھو۔
مسئلہ:۔طواف اور سعی میں تلبیہ نہ پڑھو نیز عورت کو تلبیہ زور سے پڑھنا منع ہے۔
(معلم الحجاج/ص ۱۰۴)

احرام کہاں سے باندھیں؟

اگر سیدھے مکہ مکرمہ جانے کا ارادہ ہو تو جہاز میں سوار ہونے سے پہلے ایئرپورٹ پر احرام باندھیں اور تلبیہ پڑھنا شروع کردیں۔ اگر جہاز پر سوار ہونے سے پہلے احرام نہیں باندھا ہے تو جدہ پہنچنے سے تقریباً ایک گھنٹہ قبل ضرور احرام باندھ لیں، ورنہ میقات سے بالا احرام آگے بڑھنے کے جرم میں دم (قربانی) واجب ہوجائے گی۔
(اس لئے کہ ہندوستان وغیرہ سے جانے والا ہر ہوائی جہاز قرن المنازل کی میقات یا اس کی محاذات سے گذر کر جدہ پہنچتا ہے اس مقام سے گذرنے سے پہلے حجاج کو بہرحال احرام باندھ لینا ضروری ہے)۔
☆ اگر پہلے مدینہ منورہ جانے کا نظام ہو تو یہاں سے احرام باندھنے کی ضرورت نہیں بلکہ جب مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ جانا ہو تو ذوالحلیفہ سے احرام باندھا جائے گا۔

احرام باندھنے کا مسنون طریقہ

☆ احرام باندھنے سے پہلے مستحب ہے کہ حجامت بنوالی جائے، ناخن کترلیں، بغل اور زیر ناف بال صاف کرلیں۔ اس کے بعد احرام کی نیت سے غسل کرلیں اگر غسل کا موقع یا انتظام نہ ہو تو وضو کرلیں۔

☆ غسل یا وضو کے بعد مرد حضرات سلا ہوا کپڑا اتار دیں اور تہبند باندھ لیں، اور اس پر ایک چادر اوڑھ لیں اور خوشبو لگائیں، مگر کپڑے پر داغ نہ لگنے پائے، یہ دونوں چادریں سفید اور نئی ہوں تو بہتر ہے۔ (اگر تہبند کو درمیان سے سی لیا جائے تو بھی جائز ہے اور جو حضرات بلا سلی لنگی پہننے کے عادی نہیں ہیں انہیں سلی ہوئی لنگی پہننی چاہیے تاکہ کشفِ عورت کا اندیشہ نہ ہو یعنی ناف سے لے کر گھٹنہ تک حصہ نہ کھلے)۔

☆ خواتین احرام کے لئے سلے ہوئے کپڑے نہیں اتاریں گی بلکہ ان کا احرام صرف یہ ہے کہ وہ اپنا سر ڈھانک لیں اور چہرہ کھولے رکھیں۔

☆ احرام کی تیاری کے بعد اگر مکروہ وقت نہ ہو تو دو رکعت نماز نفل احرام کی نیت سے پڑھیں۔ بہتر ہے کہ پہلی رکعت میں سورۂ کافرون اور دوسری رکعت میں سورۂ اخلاص پڑھی جائے واضح رہے کہ اس نماز کو پڑھتے وقت چادر وغیرہ سے سر ڈھانک لینا افضل ہے کیونکہ ابھی احرام کی پابندیا شروع نہیں ہوئیں۔

☆ اگر اس وقت خواتین ناپاکی کے ایام میں ہوں تو نماز نہ پڑھیں بلکہ ویسے ہی احرام کی نیت کر کے تلبیہ پڑھ لیں۔

☆ اس کے بعد مرد بلند آواز سے اور عورتیں آہستہ آواز سے تین مرتبہ تلبیہ پڑھیں۔ تلبیہ کے الفاظ یہ ہیں: **"لبیک اللھم لبیک، لبیک لاشریک لک لبیک، ان الحمد والنعمة لک والملک، لاشریک لک"۔**

(حاضر ہوں اے اللہ میں حاضر ہوں، حاضر ہوں آپ کا کوئی شیرک نہیں ہے۔ میں حاضر ہوں، ساری تعریفیں اور سب نعمتیں صرف آپ ہی کے لئے ہیں اور ساری بادشاہی بھی آپ ہی کے اختیار میں ہے، آپ کا کوئی شریک نہیں)۔

☆ نیت کے ساتھ تلبیہ کہنے کے بعد اب باقاعدہ محرم بن گئے اور احرام کی ساری پابندیاں شروع ہوگئیں۔ یاد رہے کہ احرام کرنے کے لئے نہ صرف نیت کافی ہے اور نہ ہی صرف تلبیہ بلکہ تلبیہ اور ایک نیت ساتھ ہونا شرط ہے۔

☆ تلبیہ کے بعد جو چاہے دعا مانگیں یہ دعا مانگنی مستحب ہے:

''اللھم انی اسئلک رضاک والجنة واعوذبک من غضبک والنار''۔

(اے اللہ! میں آپ کی خوشنودی اور جنت کا طلب گار ہوں اور آپ کے غصے اور دوزخ سے پناہ چاہتا ہوں)۔

☆ احرام شروع ہونے کے بعد بہت سی چیزیں جو پہلے سے حلال تھیں وہ بھی حرام ہو جاتی ہے مثلاً خوشبو لگانا، بدن کی ہیئت پر سلا ہوا لباس پہننا، بال یا ناخن کاٹنا، سر یا منہ کو ڈھانکنا، جوں مارنا، شکار کرنا، بیوی سے جماع کرنا یا بے حیائی کی باتیں کرنا وغیرہ۔

(ان کی تفصیل مسائل حج کی کتابوں میں دیکھ کر یاد کرنی چاہئے اور ان سب پابندیوں کا خاص خیال رکھنا چاہئے۔ محمد رفعت قاسمی)

☆ حج تمتع کی صورت میں مکہ معظمہ پہنچ کر طواف شروع کرنے سے پہلے تلبیہ پڑھنا بند کر دیا جائے اور حج افراد اور حج قران میں یہ تلبیہ ۱۰ ذی الحجہ کو جمرہ عقبہ (جسے بڑا شیطان بھی کہا جاتا ہے) کی رمی تک جاری رہے گا اور جب تک بھی تلبیہ کا حکم باقی رہے کثرت سے اور پورے ذوق شوق سے تلبیہ پڑھنے کو جاری رکھا جائے اور پڑھتے وقت اس کے معنی کا ضرور استحضار رکھیں اور یہ تصور کریں کہ ایک عاشق بے نوا اپنے مہربان آقا کے دربار میں کھنچا چلا جا رہا ہے۔

بیت اللہ میں حاضری

☆ مکہ معظمہ پہنچنے اور رہائش وغیرہ کے متعلق انتظامات مکمل ہونے اور فی الجملہ یکسوئی میسر آنے پر اب حرم شریف میں حاضری کے لئے تیار ہو جائیے۔

☆ بیت اللہ شریف پر نظر پڑتے ہی خوب دلجمعی اور گریہ وزاری کے ساتھ دعا کریں، یہ قبولیت کا موقع ہے۔

طواف کرنے کا طریقہ

مسئلہ:۔ طواف کے معنی کسی چیز کے گرد گھومنے کے ہیں۔ طواف کی نیت کر کے بیت اللہ کے گرد (چاروں طرف) سات مرتبہ گھومنے کو طواف کہتے ہیں اور ایک چکر کو ''شوط'' کہتے ہیں بیت اللہ کے سوا کسی چیز یا کسی مقام کا طواف کرنا جائز نہیں ہے۔

طواف کے لئے نیتِ طواف فرض ہے بغیر نیت کے کتنے ہی چکر لگائے طواف نہیں ہوگا، طواف کی نیت (عربی کے علاوہ بھی کسی زبان میں) اس طرح کرے ''یا اللہ میں تیری رضا کے لئے طواف کا ارادہ کرتا ہوں۔ اس کو میرے لئے آسان کردے اور قبول فرما''۔ دل سے یہ نیت کرنا فرض ہے اور زبان سے کہہ لینا بھی افضل ہے۔

خانہ کعبہ کے جس کونہ میں حجر اسود لگا ہوا ہے اس کے بالکل سامنے زمین پر ایک کالے رنگ کی پٹی صحن کے فرش پر تقریباً ایک بالشت چوڑی چلی گئی ہے کو ہِ صفا کی طرف گویا یہ نشان بنا ہوا ہے کہ حجر اسود کا سامنا ہے۔ (کالی پٹی ختم کردی گئی باب الصفاء کی طرف مطاف کے اخیر میں کافی اونچائی پر ہری لائٹ ہے اور اب یہی نشان ہے) آپ مسجد حرام میں چاہے جس دروازہ سے بھی آئیں ہوں اس پٹی پر آکر ٹھہرنا ہے اور تلبیہ موقوف کرنا ہے۔ طواف کی نیت کرنے کے بعد احرام کی چادر کے داہنے پلے کو اپنی داہنی بغل کے نیچے سے نکال کر بائیں کندھے کے اوپر ڈال لیں اس کو ''اضطباع'' کہتے ہیں اور یہ طواف کے پورا ہونے تک رہے گا اور اس پٹی پر آکر اس طرح کھڑے ہوں کہ حجر اسود آپ کے سامنے ہو اور آپ اس پٹی سے ذرا سے بائیں جانب کھڑے ہو کہ داہنا قدم تو پٹی سے ملا ہوا ہو اور بایاں قدم اس سے لگ اس طور پر کہ داہنا مونڈھا حجر اسود کے کنارے کے سامنے پڑتا ہو اور بدن حجر اسود کے بغل میں بائیں جانب پڑے یعنی آپ حجر اسود کے بالمقابل بنی ہوئی پٹی پر اس طرح کھڑے ہو جائیں کہ حجر اسود آپ کے چہرہ کے سامنے ہو جائے پھر: ''بسم اللہ اللہ اکبر و للہ الحمد'' پڑھتے ہوئے اس طرح

دونوں ہاتھ اٹھائے جیسے نماز میں اٹھاتے ہیں یعنی دونوں کانوں تک ہاتھ اٹھائیں اور دونوں ہاتھ کی ہتھیلیاں خانہ کعبہ اور حجر اسود کی طرف رہیں پھر ہاتھوں کو چھوڑ دیں اس عمل کو استقبال کہتے ہیں اور یہ صرف شروع میں کرنا ہے باقی چکروں میں استقبال نہیں کیا جائے گا۔ یعنی تکبیر تحریمہ کی طرح کانوں تک ہاتھ اٹھا کر نہیں چھوڑے جائیں گے بلکہ ''استلام'' کریں گے یعنی دونوں ہاتھ حجر اسود کے سامنے اس طرح پھیلائیں کہ دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں کا رُخ حجر اسود کی طرف رہے اور ہاتھوں کی پشت اپنے چہرہ کی طرف رکھیں۔

ہاتھ اٹھاتے ہوئے یہ پڑھیں ''بسم اللہ اللہ اکبر و للہ الحمد '' یہ پڑھ کر اپنی ہتھیلیوں کو بوسہ دیں اور چومتے وقت چٹخارے کی آواز پیدا نہ ہو، اس عمل کو ''استلام'' کہتے ہیں۔

''استلام'' سے فارغ ہو کر طواف شروع کر دیں چونکہ آپ کا طواف عمرہ کا طواف ہے اور اس طواف کے بعد آپ کو سعی بھی کرنی ہے اس لئے اس طواف کے شروع کے تین چکروں میں ''رمل'' کریں گے ''رمل'' کا مطلب یہ ہے کہ (اگر ممکن ہو بھیڑ نہ ہو موقع بھی ہو تو) دونوں شانے ہلاتے ہوئے پہلوانوں کی طرح سینہ تان کر قریب قریب قدم رکھتے ہوئے قدرے تیزی سے چلیں۔ پہلے تین چکروں میں رمل کے بعد آخر کے چار چکروں میں اعتدال کے ساتھ چلیں۔ ان چکروں میں ''رمل'' نہیں کیا جائے گا۔ اور عورتیں کسی بھی چکر میں رمل نہیں کریں گی۔

ہر چکر کے پورا ہونے پر حجر اسود کا ''استلام'' کریں گے یعنی جب لوٹ کر حجر اسود پر پہنچے تو پھر ''بسم اللہ اللہ اکبر و للہ الحمد '' کہہ کر حجر اسود کو بوسہ دینے ہاتھ لگانے اور ہاتھ کو بوسہ دینے کا وہی عمل کریں جو پہلے کیا تھا اس طرح ایک شوط (چکر) پورا ہو گیا اب اسی طرح سات چکر حجر اسود سے شروع کر کے حجر اسود تک کریں گے تو ایک طواف

مکمل ہوگا۔ سات چکر پورے کرنے کے بعد آٹھویں مرتبہ بھی حجر اسود کا استلام یعنی دونوں ہاتھوں کی ہتھیلی حجر اسود کی طرف کر کے ہاتھ چوم لیں گے۔ اور یہ استلام ہر چکر کے شروع میں ہوگا اور آخری چکر پورا کر کے حجر اسود کا استلام کر کے واپس جاتا ہے گویا ایک طواف میں آٹھ استلام ہوں گے۔

(احکام حج/ص ۴۵/ وہکذا کتاب الفقہ/ ج ۱/ص ۱۰۹۵/ ورحمۃ اللہ الواسعۃ/ ج ۴/ص ۲۰۸)

طواف کے ہر چکر میں نئی دعا پڑھنا؟

مسئلہ:۔ طواف کے سات چکر ہوتے ہیں اور ہر چکر میں نئی دعا پڑھنا کوئی ضروری نہیں۔ بلکہ جس دعا یا ذکر میں خشوع زیادہ ہو اس کو پڑھے۔ آنحضرت ﷺ سے ''رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان، **ربنا اتنا فی الدنیا حسنة وفی الأخرة حسنة وقنا عذاب النار**'' منقول ہے۔

طواف کے سات چکروں کی دعائیں کتابوں میں جو لکھی ہیں یہ آنحضرت ﷺ سے منقول نہیں، بعض بزرگوں سے منقول ہیں۔ عام لوگ نہ تو ان کا صحیح تلفظ کر سکتے ہیں نہ ان کے معنی و مفہوم سے واقف ہیں۔ اور پھر طواف کے دوران چلا چلا کر پڑھتے ہیں جس سے دوسروں کو بھی تشویش ہوتی ہے اور بعض حضرات قرآن مجید کی تلاوت بلند آواز سے کرتے ہیں ایسا کرنا نامناسب ہے۔ تیسرا کلمہ درود شریف یا کوئی دعا جس کے دل لگے زیر لب (ہلکی آواز جس سے دوسروں کو تکلیف یا تشویش نہ ہو) پڑھتے رہنا چاہئے۔

(آپ کے مسائل/ ج ۴/ص ۱۱۲/ واحکام حج/ص ۴۷)

مسئلہ:۔ مقامات حج میں کوئی دعا معین کرنا اچھا نہیں ہے، جس میں دل لگے اور جس کی ضرورت سمجھے وہ دعا کرے کیونکہ الفاظ معینہ کی پابندی سے رقت قلب اور خشوع اکثر نہیں رہتا اس لئے بہتر یہ ہے کہ اپنی زبان اور اپنے محاورہ میں دعا کرے۔

(احکام حج/ص ۴۸)

طواف کے بعد کی دو رکعت کا حکم؟

مسئلہ:۔طواف کے ہر سات چکر کے بعد دو رکعت نماز پڑھنا واجب ہے خواہ وہ طواف فرض ہو یا واجب یا سنت یا نفل۔ اور افضل یہ ہے کہ طواف اور دو رکعت نفل بلا انقطاع ادا کئے جائیں جبکہ مکروہ وقت نہ ہو۔ اور اگر مکروہ وقت ہو تو بعد میں کسی وقت بھی دو رکعت نماز پڑھنا لازم ہے خواہ وطن واپس آ کر ہی پڑھے، گو اس میں تاخیر مکروہ ہے۔

(کتاب الفقہ/ ج۱/ص ۱۰۷۵/ و ہکذا احکام حج/ص۴۹)

مسئلہ:۔اگر کسی نے مکہ مکرمہ میں نماز طواف نہیں پڑھی تو اس کو ادا کرنا واجب ہے اس کے ذمہ سے ساقط نہ ہوگی تمام زندگی میں ادا کر سکتا ہے۔

(معلم الحجاج/ص۱۳۳/ وحج بیت اللہ کے اہم فتاویٰ/ص۵۳)

(ہر طواف کے بعد دو رکعت پڑھنا واجب ہے اور حرم شریف میں پڑھنا سنت ہے یعنی جہاں پر شکار کرنا جائز نہیں، اس لئے مسجد حرام کے علاوہ اپنے ہوٹل و قیام گاہ میں بھی پڑھ سکتے ہیں اور اگر دو رکعت نفل طواف پڑھنا ہی یاد نہیں رہا بھول گئے اور اپنے وطن پہنچ گئے تو اپنے وطن میں ہی پڑھ لے۔ اس پر تاخیر کی وجہ سے کوئی دم وغیرہ نہیں ہوگا واجب ادا ہو جائے گا)۔ (محمد رفعت قاسمی)

کیا مقام ابراہیم پر نفل ادا کرنا ضروری ہے؟

سوال:۔ بعض یہ جانتے ہوئے کہ مجمع زیادہ ہے مگر مقام ابراہیم پر طواف کی واجب نفل پڑھنے لگتے ہیں۔ جس سے ان کو بھی چوٹ وغیرہ لگنے کا اندیشہ ہے نیز ضعیف و مستورات کے زخمی ہونے کا احتمال ہے۔ کیا یہ نماز ہجوم سے ہٹ کر نہیں پڑھی جا سکتی؟

جواب:۔ ہجوم سے ہٹ کر ضرور پڑھی جا سکتی ہے۔ اور اگر مقام ابراہیم پر نماز پڑھنے سے اپنے آپ کو یا کسی دوسرے کو ایذا پہنچنے کا اندیشہ ہو تو مقام ابراہیم پر نماز نہ پڑھی جائے کیونکہ کسی کو ایذاء پہنچانا حرام ہے۔

مسئلہ:۔اگر جگہ ہو(اور کسی کو تکلیف بھی نہ پہنچے) تو مقام ابراہیم پر طواف کی دو رکعت نفل پڑھنا افضل ہے یا حطیم میں گنجائش ہو تو جہاں پڑھ لے ورنہ کسی جگہ بھی پڑھ سکتا ہے بلکہ سارے حرم شریف میں کہیں بھی پڑھے یا مسجد حرم شریف سے باہر اپنے قیام گاہ پر پڑھے تب بھی جائز ہے کوئی کراہت نہیں ہے۔(آپ کے مسائل/ج۴/ص۱۱۴)

مسئلہ:۔طواف کے بعد دو رکعت مقام ابراہیم کے پیچھے ہونے کا یہ مطلب ہے کہ مقام ابراہیم نمازی اور بیت اللہ کے درمیان آجائے مقام ابراہیم سے جتنا قریب ہو سکے بہتر ہے اور اگر کچھ فاصلہ بھی ہو تو کچھ مضائقہ نہیں۔لوگوں کو تکلیف دے کر آگے پہنچنا جہالت ہے۔

مسئلہ:۔ازدحام کے وقت بالکل قریب جانے میں اپنے کو تشویش اور دوسرے کو ایذا ہوتی ہو تو اس سے بہتر یہ ہے کہ کچھ فاصلہ سے پڑھ لے۔

مسئلہ:۔دوگانہ طواف کے لئے جس کو مقام ابراہیم کے قریب جگہ مل جائے تو اس کو چاہئے کہ مختصر قرأت کے ساتھ دو رکعت پڑھے اور مختصر دعا کر کے جگہ چھوڑ دے تا کہ دوسروں کو تکلیف نہ ہو طویل دعا یا اور نوافل نہ پڑھے۔(احکام حج/ص۵۰/حضرت مفتی شفیع)

متعدد طواف کی ایک ساتھ نفل پڑھنا؟

مسئلہ:۔اگر کوئی شخص چند طواف مسلسل کرے اور پھر ہر طواف کے لئے دو دو رکعت مسلسل پڑھے تو ایسا کرنا مکروہ ہے البتہ جن اوقات میں طواف کی دو رکعت پڑھنا مکروہ ہے ان اوقات میں اس طرح مسلسل طواف کرنا اور پھر (مکروہ وقت نکلنے کے) بعد میں ہر طواف کے لئے دو دو رکعت پڑھنا مکروہ نہیں ہے۔(فتاویٰ محمودیہ/ج۳/ص۱۸۳/ واحکام حج/ص۵۰)

معذور شخص طواف کے نفل کیسے پڑھے؟

مسئلہ:۔معذور جیسے فرض نماز پڑھتا ہے ویسے ہی دوگانہ طواف پڑھے یعنی کھڑے ہو کر۔اگر اس کی طاقت واستطاعت نہ ہو تو پھر بیٹھ کر پڑھ لے۔اور طواف خود یا کسی کے

سہارے سے کرے یا وہیل چیر پر جیسے عام معذور لوگ وہاں کرتے ہیں کرے۔
(آپ کے مسائل/ ج ۴/ص ۱۱۳)

طواف کے نفل ممنوع ہے اوقات میں پڑھنا؟

مسئلہ:۔امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ممنوع اوقات یعنی عصر کے بعد سے مغرب تک فجر کے بعد سے اشراق تک اورزوال کے وقت دوگانہ ادا کرنا جائز نہیں ہے اس دوران جتنے طواف کئے ہوں، مکروہ وقت ختم ہونے کے بعدان کے دوگانہ طواف الگ الگ ادا کرے۔(آپ کے مسائل/ ج ۴/ص ۱۱۴/ وفتاویٰ محمودیہ/ ج ۳/ص ۱۸۲)

مسئلہ:۔اگر یہ دوگانہ مکروہ وقت میں پڑھا تو بلا اتفاق ادا نہیں ہوگا۔ درمیان میں مکروہ وقت کا خیال آجائے تو منقطع کردے یعنی توڑ دے اور اگر تمام کرلیا تو مکروہ وقت گزرنے کے بعد دوبارہ پڑھے۔
(احسن الفتاویٰ/ ج ۴/ص ۵۲۷/ بحوالہ ردالمختار/ ج ۱/ص ۲۴۶/ ومعلم الحجاج/ص ۱۳۳)

نفل بھول کر دوسرا طواف شروع کردیا؟

مسئلہ:۔طواف کے بعد دو رکعت پڑھنا بھول جائے اور دوسرا طواف شروع کردے، اگر دوسرے طواف کا ایک چکر پورا ہونے سے پہلے پہلے یاد آجائے تو اس کو چھوڑ کر دو رکعت پڑھ لے، اگر ایک چکر پورا ہونے کے بعد یاد آئے تو یہ طواف پورا کرلے اس کے بعد دو رکعت پہلے طواف کے لئے پڑھے اور دو رکعت دوسرے طواف کے لئے پڑھے۔
(فتاویٰ محمودیہ/ ج ۳/ص ۱۸۳/ وہکذا معلم الحجاج/ص ۱۳۳)

طواف کے ضروری مسائل

مسئلہ:۔طواف شروع کرنے سے پہلے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھانا جیسا کہ نماز میں اٹھاتے ہیں صرف پہلی بار ہے سات مرتبہ نہیں ہے ''استلام'' یعنی دونوں ہاتھوں کی

ہتھیلیوں کا رخ حجر اسود کی طرف رہے گویا حجر اسود پر رکھے ہوئے ہیں اور ہاتھوں کی پشت اپنے چہرہ کی طرف رکھے اس کے بعد ہاتھوں کو بوسہ دینا آٹھ مرتبہ ہے۔
(آپ کے مسائل / ج ۴ / ص ۱۰۰ / واحکام حج / ص ۴۶)

مسئلہ:۔ حجر اسود کا ''استلام'' یعنی بوسہ دینا پہلی مرتبہ اور آٹھویں مرتبہ باتفاق سنت مؤکدہ ہے۔ بیچ والے چکروں میں زیادہ تاکید نہیں ہے۔ (احکام حج / ص ۴۷)

مسئلہ:۔ جس طواف کے بعد سعی ہوتی ہے اس میں اول کے تین چکروں میں ''رمل'' بھی ہوتا ہے اور جس طواف کے بعد سعی نہیں ہوتی اس میں رمل نہیں ہوتا۔

مسئلہ:۔ اگر طواف رمل کے ساتھ شروع کیا اور ایک دو چکر کے بعد اتنا ہجوم ہو گیا کہ رمل نہیں کر سکتا تو رمل چھوڑ دے اور طواف پورا کر لے۔

مسئلہ:۔ کسی مرض یا بڑھاپے کی وجہ سے اگر رمل نہیں کر سکتا تو کچھ حرج نہیں ہے۔

مسئلہ:۔ سارے طواف یعنی ساتوں چکروں میں رمل کرنا مکروہ ہے۔ لیکن کرنے سے کوئی جزا واجب نہیں ہوگی۔ (معلم الحجاج / ص ۱۳۴)

(رمل طوف کے شروع کے صرف تین چکروں میں مردوں کے لئے ہے اگر پہلے چکر میں بھول جائے تو صرف دو چکر میں کرے اور اگر دوسرے میں بھی بھول گیا تو صرف تیسرے چکر میں کرے اور اگر تیسرے میں بھی بھول گیا تو اب رمل نہیں ہے، جس طرح شروع کے تین چکروں میں رمل کرنا مسنون ہے اسی طریقے سے آخر کے چار چکروں میں رمل نہ کرنا مسنون ہے یعنی ایک سنت چھوٹ گئی تو دوسری سنت کو نہیں چھوڑنا چاہئے، ہاں ''اضطباع'' آخر طواف تک رہے گا اور دو رکعت نماز طواف پڑھتے وقت اضطباع ختم کر کے یعنی مونڈھے ڈھانک کر تب نماز پڑھے لیکن سر کھلا رہے گا کیونکہ حالتِ احرام میں سر نہیں ڈھانکنا چاہئے۔ غرض یہ کہ اگر رمل یا اضطباع یا استلام چھوٹ جائے تو کوئی جزاء وغیرہ لازم نہیں ہے)۔ (محمد رفعت قاسمی)

مسئلہ:۔ طواف کی جگہ بیت اللہ کے چاروں طرف مسجد کے اندر اندر ہے، چاہے بیت اللہ

سے قریب ہو یا دور اور چاہے ستون وغیرہ کو درمیان میں لے کر طواف کرے، طواف ہو جائے گا، نیز اگر کوئی مسجد حرام کی چھت پر چڑھ کر طواف کرے اگر چہ بیت اللہ شریف سے اونچا ہو جائے تب بھی طواف ہو جائے گا لیکن مسجد حرام سے باہر نکل کر اگر طواف کرے گا تو طواف نہ ہوگا۔ (معلم الحجاج/ص ۱۳۷)

مسئلہ:۔طواف میں سجدہ کی جگہ پر نظر رکھنا مستحب ہے، بیت اللہ کی طرف یا کسی دوسری طرف نظر کرنا خلاف استحباب ہے۔ (احسن الفتاویٰ/ ج ۴/ص ۵۴۸/ بحوالہ غنیۃ/ص ۶۵)

مسئلہ:۔طواف میں بالکل خاموش رہنا اور کچھ نہ پڑھنا بھی جائز ہے نیز طواف کرتے وقت دعا پڑھنا یا دعا کرنا ہو تو دعا میں ہاتھ نہ اٹھائیں۔ (معلم الحجاج/ص ۱۳۷)

مسئلہ:۔طواف کرتے ہوئے قرآن مجید کی تلاوت کر سکتے ہیں مگر ذکر افضل ہے، تلاوت کرنا ہو تو بلند آواز سے نہ کرے۔ (فتاویٰ رحیمیہ/ ج ۸/ص ۲۸۷/ واحکام حج/ص ۴۹)

مسئلہ:۔ذکر یا دعا یا قرآن شریف کی تلاوت بلند آواز سے کرنا یا کسی اور وجہ سے آواز کو بلند کرنا جس سے طواف کرنے والوں کو اور نمازی کو تشویش ہو مکروہ ہے۔

(عمدۃ الفقہ/ ج ۴/ص ۱۸۹)

مسئلہ:۔طواف کی ابتدا حجر اسود سے کی جائے۔ اگر کسی نے نہیں کی تو قیام مکہ کے دوران دوبارہ طواف کرنا واجب ہے۔ اور اگر طواف دوبارہ نہ کیا اور حج سے واپس آ گیا تو قربانی دینا واجب ہے۔

مسئلہ:۔طواف شروع کرنے کے وقت افضل یہ ہے کہ پورا جسم حجر اسود کے سامنے ہو یہاں تک کہ کوئی حصہ بدن کا اس کے مقابل ہونے سے نہ رہ جائے۔

مسئلہ:۔واجبات میں سے ہے کہ باب کعبہ کے قریب دائیں جانب سے طواف کرے اور کعبہ کو اپنی بائیں جانب رکھے۔ کیونکہ کعبہ امام کے مانند ہے اور مقتدی اکیلا ہو تو امام کے دائیں جانب کھڑا ہوتا ہے۔ اگر طواف اس کے الٹ کیا یعنی بائیں طرف سے شروع کیا

اور کعبہ کو دائیں جانب رکھا تو دوبارہ طواف کرنا یا دم دینا واجب ہے۔
(کتاب الفقہ/ ج ا/ص ۱۰۷۴)

مسئلہ:۔ مریض ومعذور کو طواف کرانے کے لئے اجرت پر طواف کرانا جائز ہے۔
(معلم الحجاج/ص ۱۳۶)

مسئلہ:۔ طواف کے لئے لباس، بدن اور جگہ کا نجاست سے پاک ہونا سنت مؤکدہ ہے۔ اگر کسی نے طواف کیا اور اس کا لباس تمام نجس تھا تو سنت ترک ہوئی لیکن اس پر کوئی تاوان نہیں ہے۔ (کتاب الفقہ/ ج ا/ص ۱۰۷۴)

مسئلہ:۔ اگر طواف کرنے والے نے طواف کی نیت نہیں کی اور طواف کرنے والا معذور و بیہوش نہیں تھا اس نے خود نیت طواف کی کرلی تو طواف ہوگیا اور اگر بیہوش تھا تو طواف نہیں ہوا، طواف کرانے والا نیت کرلیتا تو طواف ہوجاتا۔ (معلم الحجاج/ص ۱۳۶)

مسئلہ:۔ ستر عورت جس طرح نماز میں واجب ہے، طواف میں بھی واجب ہے، لہٰذا بدن کے جن حصوں کا ڈھکنا واجب ہے، اگر ان میں سے کسی عضو کا چوتھائی حصہ کھلا رہ گیا تو واجب ترک ہوگیا، لہٰذا پھر سے طواف کرنا یا قربانی دینا واجب ہے۔
(کتاب الفقہ/ ج ا/ص ۱۰۷۴)

مسئلہ:۔ طواف میں اگر عورت مرد کے ساتھ ہوجائے تو طواف فاسد نہیں ہوتا نہ مرد کا نہ عورت کا۔ (معلم الحجاج/ص ۱۳۶)

طواف افضل ہے یا عمرہ کرنا؟

مسئلہ:۔ زیادہ طواف کرنا افضل ہے مگر شرط یہ ہے کہ عمرہ کرنے پر جتنا وقت خرچ ہوتا ہے اتنا وقت یا اس سے زیادہ طواف پر خرچ کرے۔ ورنہ عمرہ کی جگہ ایک دو طواف کرلینے کو افضل نہیں کہا جاسکتا ہے۔ (آپ کے مسائل/ ج ۴/ص ۲۸)

مسئلہ:۔ باہر کے رہنے والوں کے لئے نفلی طواف نماز سے افضل ہے۔
(معلم الحجاج/ص ۱۵۰)

طواف کے علاوہ کندھے ننگے رکھنا؟

سوال:۔حج یا عمرہ میں جو احرام باندھتے ہیں اس میں اکثر لوگ کندھا کھلا رکھتے ہیں، اس کے لئے کیا حکم ہے؟

جواب:۔شرعی مسئلہ یہ ہے کہ حج وعمرہ کے جس طواف کے بعد صفاومروہ کی سعی ہو اس طواف میں ''رمل'' اور ''اضطباع'' کیا جائے۔ اور رمل سے مراد ہے پہلوانوں کی طرح کندھے ہلا کر قدرے تیز تیز چلنا (صرف شروع کے تین چکروں میں اگر جگہ وموقع ہو تو) اور اضطباع سے مراد داہنا کندھا کھولنا ہے۔ ایسے طواف کے علاوہ خصوصاً نماز میں کندھے ننگے رکھنا مکروہ ہے۔ (آپ کے مسائل/ ج ۴/ص ۹۰)

مسئلہ:۔عام حالات میں اضطباع یعنی دائیں بغل سے احرام کی چادر نکال کر بائیں کندھے پر ڈالنا نہ کیا جائے، خاص کر نماز میں اضطباع نہ کرے، جس طواف کے بعد سعی کرنا ہو اس طواف میں اضطباع مسنون ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ/ ج ۸/ص ۳۰۱/ بحوالہ ردالمختار/ ج ۲/ص ۲۲۹)

سعی کیا ہے؟

مسئلہ:۔صفاومروہ کی دو پہاڑیاں جو مسجد حرام کے قریب ہی ہیں (اب انہیں مسجد حرام میں ہی شامل کرلیا گیا ہے) ''سعی'' کے لفظی معنی دوڑنے کے ہیں اور شرعاً صفاومروہ کے درمیان مخصوص طریقہ پر سات چکر لگانے کو سعی کہتے ہیں۔ یہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ ہاجرہ علیہا السلام کے ایک خاص عمل کی یادگار ہے اور عمرہ اور حج دونوں میں یہ سعی کرنا واجب ہے۔ (احکام حج /ص ۵۳)

مسعیٰ (سعی کرنے کی جگہ) کی لمبائی/ ۳۹۴.۵ میٹر ہے۔ یہ پیمائش صفا کی بلندی پر دیوار سے شروع ہو کر مروہ کی بلندی پر دیوار تک ہے۔ مسعیٰ پٹی کا عرض (چوڑائی) بیس میٹر ہے، اب مزید اضافہ چوڑائی میں کردیا گیا ہے۔ (تاریخ مکہ/ص ۹۴)

سعی کے شرائط وآداب

مسئلہ:۔سعی کا طواف کے بعد ہونا شرط ہے اگر کوئی طواف سے پہلے سعی کرلے تو وہ سعی معتبر نہیں طواف کے بعد دوبارہ سعی کرنی ہوگی۔

مسئلہ:۔سعی طواف کے بعد فوراً کرنا ضروری نہیں مگر طواف کے متصل کرنا سنت ہے، اگر تکان یا کسی دوسری ضرورت کی وجہ سے درمیان میں کچھ وقفہ کرلے تو مضائقہ نہیں، بلا عذر تاخیر مکروہ ہے۔(معلم الحجاج/ص۱۴۳/ وکتاب الفقہ/ ج۱/ص ۱۰۷۷)

مسئلہ:۔سعی پیدل کرنا واجب ہے کوئی عذر ہو تو سواری وغیرہ پر بھی کرسکتے ہیں اگر بلا عذر کے سواری پر سعی کی تو دم یعنی قربانی واجب ہے۔(احکام حج/ص ۵۴)

سعی میں تاخیر اور چکروں میں فاصلہ کرنا؟

مسئلہ:۔سعی ہمارے نزدیک واجب ہے طواف کے بعد فوراً کرنا سنت ہے واجب نہیں، اگر کسی عذر یا تکان کی وجہ سے فوراً طواف کے بعد سعی نہ کرسکے تو مضائقہ نہیں۔ بلا عذر تاخیر مکروہ ہے۔(معلم الحجاج/ص۱۴۳/ وکتاب الفقہ/ ج۱/ص ۱۰۷۷)

مسئلہ:۔طواف زیارت، حلق، رمی، قربانی۔حج کے یہ سارے اعمال ایام نحر کے اندر اندر کرنا واجب ہے لیکن صفا و مروہ کے درمیان سعی کا ایام نحر کے اندر کرنا نہیں بلکہ بعد میں کرنا بھی جائز ہے لہٰذا اگر کسی عذر یا تھکاوٹ دو کرنے کے لئے آرام کرنا چاہے تو آرام کرسکتا ہے، آج نہیں تو کل یا دس پندرہ دن کے بعد بھی سعی کرنا جائز ہے اسی طرح سعی کے ساتوں چکروں کو پے در پے (مسلسل) کرنا سنت ہے واجب نہیں لہٰذا اگر چند چکر کے بعد تھکاوٹ کی وجہ سے بقیہ چکر موقوف کردیا بعد میں کسی موقع پر ان چکروں کی تکمیل کی جائے تو سعی مکمل اور صحیح ہوجائے گی اور اس پر کوئی جرمانہ بھی واجب نہیں ہوگا۔

مسئلہ:۔اگر کسی نے متفرق طور پر سعی کی مثلاً ایک دن میں سعی کا ایک چکر اور سات دن

میں سات چکر کرنا بھی جائز ہے لیکن ایسا کرعذر کی وجہ سے بلا کراہت جائز ہے اور بلا عذر خلافِ سنت ہے۔ (غنیۃ المناسک/ص ٦٨ / وہکذا معلم الحجاج/ص ۱۴۷/ واحکام حج/ص ۴۳)

سعی کرنے کا مسنون طریقہ

جس طواف کے بعد سعی ہوتو چاہئے کہ طواف سے فارغ ہوکرحجراسود کا "استلام" کرے جیسے طواف کے شروع میں اورطواف کے آخر میں استلام کیا تھا (ہاتھوں کوحجراسود کے مقابل کر کے ان کو بوسہ دے اوربسم اللہ اکبر لاالٰہ الااللہ کہے) یہ دونوں استلام ایک مرتبہ سعی کرنے والوں کے لئے مستحب ہے۔ استلام کرنے کے بعد آنحضرت ﷺ کی سنت کے مطابق باب الصفاسے باہر آئے اور کسی دوسرے دروازے سے جائے تو یہ بھی جائز ہے اور پھر صفا پر اتنا چڑھے کہ بیت اللہ شریف نظر آسکے صفاومروہ کے درمیان سات چکر سعی کا ارادہ کرتا ہوں اس کو میرے لئے آسان اورقبول فرما۔ (نیت زبان سے یا دل میں کسی بھی زبان میں کرسکتا ہے عربی زبان میں ضروری نہیں) اور یہ نیت دل میں کرنا کافی ہے مگر زبان سے بھی کہنا افضل ہے پھر دونوں ہاتھوں کواس طرح اٹھائے جیسے دعا میں اٹھائے جاتے ہیں (تکبیر تحریمہ کی طرح نہ اٹھائے جیسے بہت سے ناواقف لوگ کرتے ہیں) اورتکبیروتہلیل یعنی "لاالٰہ الااللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ لہ الملک ولہ الحمد یحیی ویُمیت وھوعلٰی کل شیءٍ قدیر" بلندآواز سے کہےاوردرودشریف آہستہ آوازہ سے پڑھے پھر خوب خشوع وخضوع سے اپنے لئے اوردوسروں کے لئے دعا مانگے یہ بھی قبولیتِ دعا کا مقام ہےاور جو چاہے دعا مانگے۔اوردعا مانگنا سعی کے آداب میں ہے۔

اب سعی شروع کرےاور یہ بات ذہن میں رہے کہ اضطباع کیا تھا یہ اضطباع ختم ہوگیا طواف کی دورکعت نماز پڑھنے سے پہلے پہلے، لہٰذا اسی حال میں یعنی مونڈھا ڈھکے ہوئے کی حالت میں سعی کرے، لوگوں کی دیکھادیکھی سعی میں اضطباع نہ کرے۔

پھر ذکر کرتا ہوا صفا سے مروہ کی طرف چلے تھوڑی دور چل کر وہ نشانات آجائیں گے جس کو کتابوں میں ''میلین اخضرین'' کہا گیا ہے اب وہاں نہ ستون ہے نہ پتھر ہے اب تو صرف ہرے رنگ کی ٹیوب لائٹ کی پٹی دیواروں اور چھت پر نظر آئے گی۔ یہ ٹیوب لائٹ کی ہری پٹی دو جگہ چھت پر ہیں، ان دونوں جگہوں کے درمیان ہے۔ یہاں صرف مردوں کو جب یہ کچھ فاصلہ پر رہ جائے تو دوڑ کر چلے مگر متوسط طریقے سے دوڑے۔ (عورتوں کو دوڑنا نہیں ہے) جب دونوں میلوں سے نکل جائے تو اس کے بعد مروہ تک کی مسافت اپنی چال اور میانہ روی سے چل کر پورا کرنا یہاں تک کہ مروہ پر پہنچے۔ اور کشادہ جگہ پر رُک جائے ذرا داہنی جانب کو مائل ہوکر خوب بیت اللہ شریف کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو اور پھر جس طرح صفا پر ذکر اور دعا کی تھی یہاں پر بھی کرے، یہاں بھی دعا قبول ہوتی ہے۔ یہ صفا سے مروہ تک ایک شوط (چکر) ہوگیا اس کے بعد مروہ سے پھر صفا کی طرف چلے اور دونوں میلوں کے درمیان پہلے کی طرح مرد دوڑ کر چلیں اور پھر صفا پر پہنچ کر پھر اسی طرح دعا اور ذکر کریں جیسے شروع میں کیا تھا۔ یہ مروہ سے صفا تک دو پھیرے ہو گئے۔ اسی طرح سات پھیرے کرے پھر سعی کے سات پھیرے پورے کرنے کے بعد دو رکعت نماز نفل مسجد حرام میں پڑھے۔ طواف کے بعد دو رکعت نماز جو ہے وہ واجب ہے لیکن سعی کے بعد دو رکعت نماز مستحب ہے۔ اگر کسی نے نہیں پڑھی تو قضاء نہیں کرنی نیز یہ نماز مروہ پر ادا نہیں کرنی اگر پڑھنی ہو تو مسجد حرام میں یا قیام گاہ پر۔

مسئلہ:۔ طواف میں ایک شوط مکمل ہوتا ہے خانہ کعبہ کے چاروں طرف ایک چکر لگانے کے بعد اور سعی میں صفا سے مروہ تک ایک شوط اور مروہ سے صفا تک دوسرا شوط ہوتا ہے۔ پورا پھیرا کرنے کا نام شوط نہیں ہے۔

(احکام حج /ص ۵۶/ وہٰکذا معلم الحجاج /ص ۱۴۲/ وکتاب الفقہ / ج ۱/ص ۱۰۷۵)

صفا کے بجائے مروہ سے سعی کرنا؟

مسئلہ:۔صفا سے سعی کرنا واجب ہے اگر بجائے صفا کے مروہ سے سعی شروع کی تو واجب چھوٹنے کی وجہ سے پہلا چکر غیر معتبر ہے۔اس کے بعد سات چکر پورے کرلے۔اگر اس وقت ساتواں چکر نہیں کیا تو بعد میں جب چاہے ایک چکر کرلے، البتہ سعی حج کی تکمیل سے قبل وقوفِ عرفات کرلیا تو پوری سعی دوبارہ کرے، اگر نہیں کی تو دم واجب ہے۔

(احسن الفتاویٰ/ ج ۴/ص ۵۱۸/ و حج بیت اللہ کے اہم فتاویٰ/ص ۵۸)

مسئلہ:۔سعی صفا سے شروع کرنا اور مروہ پر ختم کرنا ہے۔اگر مروہ سے کسی نے ابتداء کی تو یہ پھیرا سعی کا شمار نہ ہوگا بلکہ صفا سے لوٹ کر دوبارہ آئے گا تو سعی شروع ہوگی اور سات چکر اس پھیرے کے علاوہ کرنے ہوں گے جو مروہ سے شروع کیا تھا۔(معلم الحجاج/ص ۱۴۶)

سعی کے ضروری مسائل

مسئلہ:۔سعی کو صفا سے شروع کرنا اور مروہ پر ختم کرنا واجب ہے۔(معلم الحجاج/ص ۱۴۴)

مسئلہ:۔نفلی طواف تو ہوتا ہے لیکن نفلی سعی نہیں ہوتی۔(معلم الحجاج/ص ۱۵۰)

سعی کی غلطی کا حکم؟

مسئلہ:۔اگر پوری سعی، یا اکثر چکر سعی کے بلا عذر ترک کئے یا بلا عذر سوار ہوکر کئے تو حج ہوگیا لیکن دم واجب ہوگا اور پیدل اعادہ کرنے سے دم ساقط ہوجائے گا اور اگر عذر کی وجہ سے سوار ہوکر سعی کی تو کچھ واجب نہ ہوگا۔اور اگر ایک یا دو یا تین چکر سعی کے چھوڑ دیئے یا بلا عذر سوار ہوکر کئے تو ہر چکر کے بدلے صدقہ لازم ہوگا۔(احکام حج/ص ۱۰۳)

مسئلہ:۔سعی کا ایک چکر چھوڑ دیا تو صدقہ دے، اسی طرح دو یا تین چکر چھوڑ دیئے تو ہر چکر کے عوض میں صدقہ واجب ہے۔

(احسن الفتاویٰ/ ج ۴/ص ۵۱۸/ و ہکذا حج بیت اللہ کے اہم فتاویٰ/ص ۵۸)

مسئلہ:۔ اگر سواری پر سعی کر رہا ہے یعنی وہیل چیئر وغیرہ پر تو دونوں سبز میلوں کے درمیان سواری کو تیز کر دے بشرطیکہ دوسرے لوگوں کو اس سے تکلیف وایذاء نہ پہنچے۔ اور نہ اپنے کو تکلیف ہو۔

مسئلہ:۔ پیدل یا سواری کا دوڑانا سعی میں اس حد تک سنت ہے کہ دوسروں کو تکلیف دینے کا سبب نہ بنے۔ (احکام حج/ص ۵۷)

مسئلہ:۔ میلین اخضرین (سبز ٹیوب) کے درمیان زیادہ تیز دوڑ نا مسنون نہیں بلکہ متوسط طریقے سے اتنا تیز چلنا چاہئے کہ رمل سے زیادہ اور بہت دوڑنے سے کم رفتار ہو (یہ حکم مردوں کے لئے ہے)۔

مسئلہ:۔ میلین کے درمیان ہر چکر میں جھپٹ کر تیز چلنا مسنون ہے۔

مسئلہ:۔ میلین کے درمیان جھپٹ کر نہ چلنا یا تمام سعی میں جھپٹ کر چلنا بُرا ہے لیکن اس سے دم یا صدقہ واجب نہیں ہوتا۔

مسئلہ:۔ اگر ہجوم کی وجہ سے میلین کے درمیان دوڑنے میں دوسروں کو یا اپنے نفس کو تکلیف ہو تو دوڑنا سنت نہیں ہے جہاں موقع پائے دوڑے یا تیز چلنے والوں کی طرح حرکت کرے۔ (معلم الحجاج/ص ۱۴۵)

مسئلہ:۔ اگر سعی کرتے ہوئے جماعت کھڑی ہو جائے یا نماز جنازہ ہونے لگے تو سعی چھوڑ کر نماز میں شریک ہو جائے اور پھر باقی پھیرے بعد میں پورے کرلے اسی طرح اگر کوئی عذر پیش آجائے تو باقی پھیرے پورے کرسکتا ہے۔

مسئلہ:۔ جائز بات چیت کرنا جو مشغول کرنے والی اور خشوع وخضوع کے منافی نہ ہو اور ایسا کھانا پینا جو سعی کے چکروں میں موجب فصل نہ ہو مباح ہے۔ (معلم الحجاج/ص ۱۴۹)

(طواف وسعی نماز کی طرح نہیں ہے کہ ضروری بات چیت وغیرہ سے ٹوٹ جائے)۔

مسئلہ:۔ سعی کے سات چکر ہیں صفا سے مروہ تک ایک چکر ہوتا ہے اور مروہ سے صفا تک دوسرا چکر ہوتا ہے اسی طرح سات چکر ہونے چاہئیں۔ (معلم الحجاج/ص ۱۴۴)

مسئلہ:۔خود سعی کرنا اگر چہ (معذوری میں) کسی سواری پر سوار ہوکر کرے نیز سعی میں نیابت جائز نہیں ہے مگر یہ کہ احرام سے پہلے کوئی شخص بیہوش ہوگیا تو اس کی طرف سے دوسرا شخص سعی کرسکتا ہے بشرطیکہ سعی کے وقت تک ہوش نہ آیا ہو۔(معلم الحجاج/ص ۱۴۶)

مسئلہ:۔ستر عورت یعنی ناف سے مردوں کو گھٹنے تک ڈھکنا گو ہر حال میں یہ ستر ڈھکنا فرض ہے مگر یہاں احرام میں اور زیادہ اہتمام کی ضرورت ہے۔(معلم الحجاج/ص ۱۴۹)

(کیونکہ بعض مرتبہ احرام ہوا سے اڑنے لگتا ہے یا سوتے وقت بے پردگی ہو جاتی ہے)۔

مسئلہ:۔سعی میں باوضو ہونا اور کپڑوں کا پاک ہونا مستحب ہے اور اس کے بغیر بھی سعی ہو جاتی ہے۔(احکام حج/ص ۵۹/ وحج بیت اللہ کے اہم فتاویٰ/ص ۵۵)

مسئلہ:۔سعی کے دوران وضو شرط نہیں ہے اگر بغیر وضو کے سعی کرلی تو ادا ہو جائے گی اور یہی حکم وقوف عرفات کا ہے۔ (آپ کے مسائل/ ج ۴/ص ۱۰۹/ وہکذا فتاویٰ رحیمیہ/ ج ۸/ص ۳۱۹)

مسئلہ:۔اگر طواف وسعی کے درمیان بہت زیادہ فاصلہ ہو جائے تب بھی کوئی جزا واجب نہیں ہوتی ۔(معلم الحجاج/ص ۱۴۳)

مسئلہ:۔طواف کے بعد سعی ہو اور سعی کے سات چکر ہوں ۔ان میں سے ہر پھیرا واجب ہے۔

مسئلہ:۔سعی پیدل ہو اگر بلا عذر سوار ہوکر سعی کی تو دوبارہ سعی کرنا یا دم دینا لازم ہے۔

مسئلہ:۔سعی طواف کے بعد ہے اگر سعی طواف سے پہلے کرلی اور طواف بعد میں کیا تو وہ سعی شمار میں نہیں آئے گی ۔اور جہاں تک ممکن ہو اس کو پھر کرنا واجب ہے۔

(کتاب الفقہ/ ج ۱/ص ۱۰۷۷/ وہکذا معلم الحجاج/ص ۱۴۸)

مسئلہ:۔صفا ومروہ کے درمیان سعی میں نیابت جائز نہیں ہے اگر عذر ہو تو سعی سواری پر کی جاسکتی ہے۔(غنیۃ المناسک/ص ۷۰)

سعی سے فارغ ہوکر کیا کرنا چاہئے؟

مسئلہ:۔ اگر احرام صرف عمرہ کا ہے یا حج میں تمتع کا ہے تو اب احرام اور عمرہ کے افعال تمام ہو گئے یعنی اب عمرہ کے تین عمل مکمل ہو گئے۔ ایک احرام، دوسرے طواف، تیسرے سعی۔

(مستحب یہ ہے کہ آپ مطاف میں دو رکعت نماز پڑھیں اور طواف کے بعد جو دو رکعت نماز ہے وہ واجب ہے لیکن سعی کے بعد دو رکعت نماز جو ہے وہ مستحب ہے۔ اگر کسی نے ادا نہیں کی تو اس کی قضا نہیں کرنی ہے اور یہ نماز مروہ پر نہیں پڑھنی بلکہ مطاف پر آ کر ادا کرے)۔

اب صرف آخری کام رہ گیا حلق یعنی بال منڈوانا یا قصر بال چھوٹے کروانا۔ مرد نائی کی دُکان پر جا کر اپنے بال منڈوائے یا چھوٹے کروائے یا ساتھ میں کچھ ساتھی ہوں وہ آپس میں مونڈ لیں تو بھی جائز ہے۔ اس میں بعض لوگوں کو غلط فہمی ہوتی ہے کہ اگر دو ساتھی ہیں تو ایک دوسرے کے بال کیسے بنائیں؟ لہٰذا پہلے نائی سے ایک بنوائے تب وہ دوسرے کے بنائے، یہ غلط بات ہے، بلکہ جب وہ سب کام عمرہ کے یا حج کے کر چکا ہے اور صرف اب احرام کھولنا باقی ہے تو اب اس کے لئے سب جائز ہے چاہے تو اپنے ساتھی کے پہلے بنا دے یا خود اپنے بنا لے یا ساتھی اس کے پہلے بنا دے ہر صورت جائز ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

عورت کے بال کاٹنے کی یہ صورت ہوگی کہ سر کے سب بال اکٹھا کر کے آخر کے مٹھی میں پکڑے جو دو چار بال کچھ لمبے ہوں ان کو پہلے کاٹ کر نکال دے پھر اس کے بعد تقریباً انگلی کے ایک پوروے کے برابر قینچی سے چاہے عورت خود ہی کاٹ لے یا اس کا شوہر یا ایک عورت دوسری عورت کے بال کاٹ دے لیکن کسی غیر محرم سے نہ کٹوائے اور نہ مسجد میں بال گرائے بلکہ اپنے کمرہ پر یا مروہ کے باہر بال کاٹنے کی جگہ پر کاٹے اور حدودِ حرم میں ہی بال کاٹنا ضروری ہے۔

غرض بال کاٹنے کے بعد عمرہ عمل مکمل ہو گیا۔ حج تمتع میں دو چیزیں تھیں ایک حج

دوسرے عمرہ تو عمرہ کا عمل پورا ہو گیا۔ اب آپ مکہ مکرمہ میں مقیم ہیں اس میں آپ کی حیثیت اب وہی ہے جو کسی مکہ مکرمہ کے باشندے کی۔ مکہ کے باشندہ کی طرح وہاں پر رہنا ہے مکہ مکرمہ میں جس طریقے سے مکی شخص حج کا احرام اپنے گھر سے باندھتا ہے اسی طریقے سے آپ کو اپنی قیام گاہ سے حج کا احرام باندھنا ہے۔

بہرحال مکہ مکرمہ میں جو قیام ہے اس قیام کے دوران نفل طواف کثرت سے کریں، نماز باجماعت کا پورا اہتمام کریں کم از کم ایک قرآن کریم حرم میں ختم کرنے کی کوشش کریں اور موقع بہ موقع مکہ والوں کی طرح مسجد عائشہ جاکر نفلی عمرہ کی نیت سے احرام باندھ کر نفلی عمرہ کی سعادت کبریٰ حاصل کرتے رہیں نیز مکہ مکرمہ کے قیام کے زمانہ میں جو نفلی طواف کئے جائیں گے ان میں اضطباع اور رمل نہیں ہوگا۔ اضطباع اور رمل ہر اس طواف کے بعد ہوتا ہے جس طواف کے بعد سعی ہوتی ہے لیکن نفلی طواف کے بعد بھی دو رکعت پڑھنا واجب ہے۔ (محمد رفعت قاسمی)

بال کتروانے سے منڈوانا افضل کیوں ہے؟

قربانی کے بعد احرام کھولا جاتا ہے۔ احرام کھولنے کا افضل طریقہ حلق یعنی سر منڈوانا۔ قصر کرانا یعنی سر کے بالوں کو چھوٹا کرانا دوسرا طریقہ ہے، یہاں افضل طریقہ کی حکمت بیان کی گئی ہے۔ جس طرح نماز کے تحریمہ سے نکلنے کا طریقہ سلام پھیرنا ہے، اسی طرح احرام سے نکلنے کا طریقہ سر منڈوانا ہے اور یہ طریقہ دو وجہوں سے تجویز کیا گیا۔

پہلی وجہ احرام سے نکلنے کا یہ مناسب طریقہ ہے وقار کے خلاف نہیں ہے، اس لئے یہ طریقہ متعین کیا گیا ہے کیونکہ اگر لوگوں کو آزاد چھوڑ دیا جاتا کہ وہ جس طرح چاہیں منافی احرام عمل کے ذریعہ احرام سے نکل سکتے ہیں تو معلوم نہیں لوگ کیا کیا حرکتیں کرتے۔ کوئی جماع کرتا، کوئی شکار کرتا، اور کوئی کچھ اور عمل کرتا۔ جیسے نماز سے نکلنے میں آزادی دیدی جائے کہ لوگ کوئی بھی منافی نماز عمل کر کے نماز سے نکل سکتے ہیں، تو لوگ معلوم نہیں کیا کیا مناسب اور نا مناسب حرکتیں کر کے نماز سے نکلیں گے۔

اس لئے سلام پھیرنے کے ذریعہ نماز سے نکلنا واجب کیا گیا، کیونکہ یہ ایک باوقار طریقہ ہے اور فی نفسہٖ بھی ایک ذکر ہے اسی طرح احرام سے نکلنے کے لئے بھی ایسی راہ تجویز کی گئی جو متانت کے منافی نہیں ہے۔

دوسری وجہ احرام میں سر مٹی سے بھر جاتا ہے بالوں کی جڑوں میں میل جم جاتا ہے اس لئے سر میل کچیل سے اسی وقت دور ہوسکتا ہے جب کہ سر منڈوادیا جائے اس لئے یہ افضل ہے۔ (رحمۃ اللہ الواسعۃ / ج ۴/ص ۲۰۷)

نیز جب بادشاہوں کے دربار جاتے ہیں تو صفائی کا خوب اہتمام کرتے ہیں حجاج احرام کھول کر طواف زیارت کے لئے دربار خداوندی میں حاضری دیں گے پس ان کو بھی خوب صاف ہو کر حاضر ہونا چاہئے اور سر منڈوانے سے سر کا میل کچیل اچھی طرح صاف ہو جاتا ہے، اس لئے یہ افضل ہے۔

ایک وجہ یہ بھی ہے کہ سر منڈا کر احرام کھولنے کا اثر کئی دن تک باقی رہتا ہے جب تک بال بڑھ نہیں جائیں گے ہر دیکھنے والا محسوس کرے گا کہ اس نے حج کیا ہے پس اس عبادت (حج) کی شان بلند ہوگی اس لئے قصر سے حلق افضل ہے۔

(رحمۃ اللہ الواسعۃ / ج ۴/ص ۲۴۸)

جس کے سر پر بال نہ ہو تو کیا کرے؟

سوال:۔ ایک شخص حج کے لئے گیا اس نے کئی عمرے کئے چونکہ ہر روز یا دوسرے روز عمرہ کرتا تھا اس لئے بہت معمولی بال کٹتے تھے، قریب ایک سوت کے یا اس سے کم نظر آتے تھے۔ کیا یہ حلق صحیح ہوا یا نہیں؟

جواب:۔ صورت مسئولہ میں جب پہلے حلق کرانے کی وجہ سے سر پر بال نہیں تو صرف استرہ یا اس کے قائم مقام مشین پھیر دینا کافی ہے اور یہ پھیرنا واجب ہے۔ اور جو مقدار بال کاٹنے کی پوروے کے برابر لکھی ہے وہ اس صورت میں ہے کہ سر پر بال ہوں۔

(فتاویٰ رحیمیہ / ج ۴/ص ۴۰۷/ و ہکذا فتاویٰ عالمگیریہ / ج ۱/ص ۱۴۹)

احرام کھولنے کے لئے کتنے بال کاٹنا ضروری ہے؟

سوال:۔ عمرہ پر لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ عمرہ کرنے کے بعد بال کاٹے بغیر احرام کھول دیتے ہیں یا بعض لوگ چاروں طرف سے معمولی بال کاٹ لیتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ سر کے بال چوتھائی کاٹنے کا حکم ہے جو کہ اس طرح پورا ہو جاتا ہے اور بعض لوگ مشین سے کاٹتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟ ان کا احرام اتارنا کیا دم وغیرہ کے لازم کرتا ہے یا نہیں اور مسنون طریقہ کیا ہے؟

جواب:۔ حج وعمرہ کا احرام کھولنے کے لئے چار صورتیں اختیار کی جاتی ہیں، ہر ایک کا حکم الگ الگ لکھتا ہوں۔ اول یہ ہے کہ حلق کرایا جائے یعنی استرے سے سر کے سب بال اتار دیئے جائیں، یہ صورت سب سے افضل ہے اور حلق کرانے والوں کے لئے آنحضرت ﷺ نے تین مرتبہ رحمت کی دعا فرمائی ہے جو شخص حج وعمرہ پر جا کر بھی آنحضرت ﷺ کی دعائے رحمت سے محروم رہے۔ اس کی محرومی کا کیا ٹھکانا؟ اس لئے حج وعمرہ پر جانے والے تمام حضرات کو مشورہ دوں گا کہ وہ آنحضرت ﷺ کی دعا سے محروم نہ رہیں بلکہ حلق کرا کر احرام کھولیں۔

دوسری صورت یہ ہے کہ قینچی یا مشین سے پورے سر کے بال اتار دیئے جائیں، یہ صورت بغیر کراہت کے جائز ہے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ کم سے کم چوتھائی سر کے بال کاٹ دیئے جائیں، یہ صورت مکروہ تحریمی اور ناجائز ہے کیونکہ ایک حدیث شریف میں اس کی ممانعت آئی ہے مگر اس سے احرام کھل جائے گا۔ اب خود سوچئے کہ جو شخص حج وعمرہ جیسی مقدس عبادت کا خاتمہ ایک ناجائز فعل سے کرتا ہے ان کا حج وعمرہ کیا قبول ہوگا؟

چوتھی صورت میں جب کہ چند بال ادھر سے چند ادھر سے کاٹ دیئے جائیں جو چوتھائی سر سے کم ہو اس صورت میں احرام نہیں کھلے گا بلکہ آدمی بدستور احرام میں رہے گا اور اس کو ممنوعات احرام کی پابندی لازم ہوگی اور سلا ہوا کپڑا پہننے اور دیگر ممنوعات

کا ارتکاب کرنے کی صورت میں اس پر دم لازم ہوگا۔

آج کل بہت سے ناواقف لوگ دوسروں کی دیکھا دیکھی اسی چوتھی صورت پر عمل کرتے ہیں۔ مسئلہ کی رو سے یہ لوگ ہمیشہ احرام میں رہتے ہیں اسی احرام کی حالت میں تمام ممنوعات کا ارتکاب کرتے ہیں وہ اپنی ناواقفی کی وجہ سے سمجھتے ہیں کہ ہم نے چند بال کاٹ کر احرام کھول دیا حالانکہ ان کا احرام نہیں کھلا اور احرام کی حالت میں خلاف احرام چیزوں کا ارتکاب کر کے اللہ تعالیٰ کے قہر اور غضب کو مول لیتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ ہزاروں لوگوں میں کوئی ایک آدمی ہوگا جس کا حج وعمرہ شریعت کے مطابق ہوتا ہے باقی لوگ سیر سپاٹا کر کے آجاتے ہیں اور حاجی کہلاتے ہیں۔ عوام کو چاہئے کہ حج وعمرہ کے مسائل اہل علم سے سیکھیں اور ان پر عمل کریں محض دیکھا دیکھی سے کام نہ چلائیں۔ (آپ کے مسائل/ ج ۴/ص ۱۲۴)

کیا تمام سر کے بال برابر کرنا واجب ہے؟

مسئلہ:۔ اگر انگلی کے پورو ے کی لمبائی کے برابر بال کاٹے جاسکتے ہوں تو چوتھائی سر کے بال پورو ے کی لمبائی کے برابر کاٹنے سے حلال ہو جائے گا مگر پوری یعنی تمام سر کے بال برابر کرنا واجب ہے (چند بال ادھر اُدھر سے نہ کاٹے جائیں) اور اگر پورو ے کی لمبائی کے برابر بال نہ کاٹے جاسکتے ہوں یعنی بال چھوٹے ہوں تو منڈوانا ضروری ہے۔ بغیر منڈوائے احرام نہ کھلے گا۔ تفصیل بالا کے مطابق سر کے بال کاٹ کر یا منڈوا کر حلال ہوں اور جتنی بار شرعی طریقہ سے حلال ہوئے بغیر احرام کھلا ہے ہر بار کے لئے دم دیں اور احرام کھولنے کے بعد محظورات (ممنوعات) احرام میں سے جتنے افعال بھی کئے ہوں ان پر کوئی دم وغیرہ نہیں ہے۔ (احسن الفتاویٰ/ ج ۴/ص ۵۳۶)

....

احرام کھولنے کا کیا طریقہ ہے؟

مسئلہ:۔احرام کھولنے کے لئے حلق یعنی استرے سے سر کے بال صاف کردینا افضل ہے اور قصر (بال کتروانا، چھوٹے کروانا) جائز ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک احرام کھولنے کے لئے یہ شرط ہے کہ کم سے کم چوتھائی سر کے بال ایک پورے کے برابر کاٹ دیئے جائیں اگر سر کے بال چھوٹے ہوں اور ایک پورے سے کم ہوں تو استرے سے صاف کرنا ضروری ہے اس کے بغیر احرام نہیں کھلتا۔ (آپ کے مسائل/ ج ۴/ص ۱۰۲)

مسئلہ:۔اگر کسی دوا یا صابن وغیرہ سے سر کے بال کو ختم کردے تب بھی کافی ہے۔ نیز اگر سر پر بال ہی نہیں یا گنجا ہے تو صرف استرہ پھیر لینا کافی ہوگا اگر سر پر زخم ہو اور استرہ بھی نہ پھیر سکے تو اس سے یہ واجب ہی ساقط ہے۔

(فتاویٰ محمودی/ ج ۱۳/ص ۱۸۰/ وہکذا معلم الحجاج/ص ۱۷۶)

مسئلہ:۔قصر (بال چھوٹے کروانا) اسی وقت ہوسکتا ہے جب سر کے بال انگلی کے پورے کے برابر ہوں لیکن اگر بال اس سے چھوٹے ہوں تو حلق متعین ہے قصر صحیح نہیں، اس لئے جو حضرات بار بار عمرہ کرنے کا شوق رکھتے ہوں ان کو لازم ہے کہ ہر عمرہ کے بعد حلق کرائیں۔قصر سے ان کا احرام نہیں کھلے گا۔ (آپ کے مسائل/ ج ۴/ص ۱۴۲)

مسئلہ:۔اگر مشین ایسی ہے کہ چھوٹے سے چھوٹا بال بھی کاٹ دیتی ہے تو ٹھیک ہے سب عمرے درست ہوں گے البتہ ایسی حالت میں احتیاط یہ ہے کہ استرہ پھیر دیا کریں۔

(جب کہ بال بہت ہی چھوٹے ہوں اور مشین میں نہ آتے ہوں)۔

(فتاویٰ محمود/ ج ۳/ص ۱۸۳)

مسئلہ:۔اگر کوئی جنگل یا کسی جگہ میں چلا گیا کہ وہاں پر استرہ یا قینچی نہیں ہے تو عذر معتبر نہیں ہے، جب تک سر منڈائے یا کتروائے گا نہیں حلال نہیں ہوگا۔ (معلم الحجاج/ص ۱۷۶)

احرام کی حالت میں ایک دوسرے کے بال کاٹنا؟

سوال:۔قربانی سے فراغ ہوکر بال کٹوانے کے لئے ہم نے حجام کو تلاش کیا لیکن کوئی حجام (نائی) نہیں مل سکا۔ اس پر میرے دوست نے خود ہی میرے بال کاٹ دیئے جبکہ وہ احرام میں تھا تو کیا حکم ہے؟

جواب:۔احرام کھولنے کی نیت سے محرم یعنی احرام والا خود بھی اپنے بال اتار سکتا ہے اور کسی دوسرے محرم کے بال بھی اتار سکتا ہے۔آپ کے دوست نے آپ کا احرام کھولنے کے لئے جو آپ کے بال اتار دیئے تو ٹھیک کیا اس کے ذمہ دم واجب نہیں ہوا۔

(آپ کے مسائل/ ج ۴/ص ۱۴۳)

مسئلہ:۔حلق سے پہلے کے تمام ارکان سے دونوں فارغ ہو چکے ہوں اور اب صرف حلق (بال کاٹنے) ہی باقی ہوں تو اس وقت ایک دوسرے کا حلق جائز ہے۔

(احسن الفتاویٰ/ ج ۴/ص ۵۱۲/ بحوالہ غنیۃ/ص ۹۳/ وہکذا فتاویٰ رحیمیہ/ ج ۳/ص ۱۱۵)

مسئلہ:۔احرام کھولنے کے لئے شوہر اپنی بیوی کے اور باپ اپنی بیٹی کے بال کاٹ سکتا ہے۔عورتیں یہ کام آپس میں خود بھی کرلیا کرتی ہیں۔(آپ کے مسائل/ ج ۴/ص ۱۴۴)

مسئلہ:۔حاجی متمتع ہو یا قارن یا مفرد، جب وہ حلق سے پہلے کے تمام ارکان ادا کر چکا ہو اور سر منڈا کر حلال ہونے کا وقت آ گیا ہو اسی طرح دوسرا محرم بھی تمام ارکان ادا کر چکا ہو تو اب خود اپنے بال کاٹنا یا دوسرے کے بال کاٹنا اس کے حق میں محظورات احرام میں سے نہیں ہے لہٰذا یہ محرم اپنا خود بھی حلق کر سکتا ہے اور اپنا حلق کرانے سے پہلے دوسرے محرم کے بال بھی کاٹ سکتا ہے۔

بخاری شریف/ ج ۱/ص ۳۸۰/ میں صلح حدیبیہ کے تعلق سے ہے کہ "صلح مکمل ہوگئی اور آپ ﷺ نے قربانی کی اور حلق کیا تو آپ ﷺ کو دیکھ کر صحابہ کرامؓ نے بھی قربانی کی اور ایک دوسرے کا حلق کیا باوجود یہ کہ وہ محرم تھے"۔اس حدیث شریف سے ثابت

ہوتا ہے کہ قربانی کے بعد محرم ایک دوسرے کا حلق کرسکتا ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ/ ج ۸/ص ۲۹۶/ بحوالہ غنیۃ المناسک/ص ۹۳/ وہکذا معلم الحجاج /ص ۱۹۲/ زبدۃ المناسک/ص ۱۷۷/ وفتاویٰ محمودیہ/ ج ۱۷/ص ۱۹۲)

حرم سے باہر حلق کیا تو کیا حکم ہے؟

سوال:۔ایک شخص نے عمرہ کیا اس کے بعد جدہ آگیا اور جدہ میں آکر سر منڈوایا جو کہ حدود حرم سے باہر ہے۔اس کے لئے کیا حکم ہے؟

جواب:۔عمرہ یا حج کے احرام سے حلال ہونے کے لئے حدود حرم میں حلق یا قصر ضروری ہے اگر حدود حرم سے باہر سر منڈوایا تو دم لازم ہوگا۔

مسئلہ:۔اگر حج یا عمرہ میں حرم سے باہر حلق کیا تو دم دے اور ایسا ہی جو حج میں ایام نحر کے بعد حلق کرے تو دم دے۔

مسئلہ:۔اگر عمرہ کے احرام سے حلال ہونے کے لئے حرم سے باہر سر منڈوایا یا حج کے احرام سے حلال ہونے کے لئے حرم سے باہر ایام نحر کے بعد منڈوایا تو دم واجب ہوگا۔اور دو دم واجب ہوں گے ایک حرم سے باہر سر منڈوانے کا دوسرا تاخیر کا۔

صورتِ مسئولہ میں جبکہ جدہ میں پہنچ کر سر منڈوایا تو ایک دم لازم ہوگا اور یہ دم حرم میں ہی ذبح کرنا ضروری ہے۔(منیٰ تمام ذبح گاہ ہے اور اسی طرح مکہ کے گلی کوچے)۔(فتاویٰ رحیمیہ/ ج ۵/ص ۲۳۴/ بحوالہ زبدۃ/ ج ۶/ص ۸۶/ ومعلم الحجاج/ ص ۲۴۷/ وہدایہ اولین/ص ۲۵۶)

مسئلہ:۔حجامت دسویں سے بارہویں تک کرائیں خواہ دن میں یا رات میں، رمی اور قربانی کے بعد بال کٹوانا حرم میں بھی ضروری ہے اگر مذکورہ وقت کے اور حرم کے علاوہ کسی دوسرے وقت اور جگہ میں حجامت کرائے گا تو حلال تو ہو جائے گا لیکن دم واجب ہوگا۔

(معلم الحجاج/ص ۱۷۶)

مسئلہ:۔عمرہ کرنے والا یا حج کرنے والا اگر حدود حرم سے باہر نکل جائے اور پھر حرم واپس آکر سر منڈوائے تو کچھ واجب نہ ہوگا لیکن اگر حاجی ایام نحر کے بعد آکر سر منڈوائے تو ایک دم تاخیر کا واجب ہوگا۔(معلم الحجاج/ص ٢٤٧)

زیارت روضۂ مقدسہ کے فضائل

حضرت سید المرسلین کی زیارت سرمایہ سعادتِ دنیا وآخرت ہے اور اہل ایمان کی محبت کا مقصد اصلی اور حقیقی غایت ہے اس کے فضائل بیان کرنے کی چنداں حاجت نہیں۔ مگر اس بارگاہِ رحمت کرامت کی فیاضی کا مقتضی ہے کہ جو لوگ آستانہ عالی کی زیارت کے لئے جاتے ہیں ان کے لئے علاوہ اس دولت بے بہا یعنی دیدار جمال بے مثال روضۂ سرور انبیاء کے اور بھی بڑے بڑے اعلیٰ مدارج کا وعدہ کیا گیا ہے نمونہ کے طور پر دو چار حدیثیں لکھی جاتی ہیں۔

(١) نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص میری زیارت کے لئے آئے اور میری زیارت کے سوا اس کو کوئی کام نہ ہو تو میرے اوپر ضروری ہے کہ میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں۔

(٢) نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص حج کرے پھر بعد میری وفات کے میری قبر کی زیارت کرے وہ مثل اس شخص کے ہوگا جس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔

(٣) نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص حج قصد کرکے میری زیارت کو آئے وہ قیامت کے دن میرے پڑوس میں ہوگا اور جو شخص حرمین میں سے کسی مقام میں مرجائے گا اس کو اللہ قیامت کے دن بے خوف لوگوں میں اٹھائے گا۔

(٤) نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص بعد وفات میری زیارت کرے گا گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی اور جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے قیامت کے دن میری شفاعت واجب ہوگئی اور میری امت میں جس کسی کو مقدور ہو تو پھر وہ میری زیارت نہ کرے تو اس کا عذر نہیں (سنا جائے گا)

حضرت ابن عمرؓ کی عادت تھی کہ جب کسی سفر سے آتے تو سب سے پہلے روضۂ مقدسہ پر حاضر ہو کر جناب نبوی علیہ السلام میں سلام عرض کرتے۔

حضرت عمر بن العزیزؒ شام سے مدینہ منورہ قاصد بھیجا کرتے تھے اس لئے کہ وہ ان کا سلام بارگاہ رسالت میں پہنچا دے اور یہ زمانہ جلیل القدر تابعین کا تھا۔ اسی قسم کی اور بھی بہت سی روایتیں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ اور تابعین اس زیارت پر کیسے دلدادہ تھے اور اس کے لئے کتنا اہتمام کرتے تھے اور درحقیقت مؤمن کے لئے حق سبحانہٗ کے دیدار کے بعد اس سے زیادہ اور کونسی دولت اور نعمت ہو سکتی ہے کہ وہ اپنی آنکھوں سے اس قبۂ نور کی زیارت کرے اور اس بیکس بیکساں تکیہ گاہ ہر دو جہان کی خدمت میں سلام عرض کرے اور اس کے جواب سے مشرف ہو۔ (علم الفقہ / ج ۵/ص ۸۵)

روضہ کی زیارت کئے بغیر آجانا؟

سوال:۔ اگر کوئی حج کے لئے جائے اور زیارتِ روضہؐ کئے بغیر آجائے تو اس کا حج مکمل ہو جائے گا یا نہیں؟

جواب:۔ آنحضرت ﷺ کے روضۂ اطہر کی زیارت کئے بغیر جو شخص واپس آجائے حج تو اس کا ادا ہو گیا لیکن اس نے بے مروتی سے کام لیا اور زیارت شریفہ کی برکت سے محروم رہا۔ یوں کہہ لیجئے کہ آنحضرت ﷺ کے روضۂ اطہر کی زیارت کے لئے جانا ایک مستقل عمل مندوب ہے جو حج کے اعمال میں تو داخل نہیں مگر جو شخص حج پر جائے اس کے لئے یہ سعادت حاصل کرنا آسان ہے۔ اس لئے حدیث شریف میں فرمایا ''جس شخص نے بیت اللہ شریف کا حج کیا اور میری زیارت کو نہ آیا اس نے مجھ سے بے مروتی کی''۔

(آپ کے مسائل / ج ۴/ص ۱۵۱)

مسئلہ:۔ جو شخص حج کرے اور مجبوراً پیسے خرچہ کی کمی کی وجہ سے مدینہ منورہ نہ جا سکے تو اس کا حج کامل اور پورا ہونے میں کچھ شبہ اور تردد نہیں ہے، البتہ استطاعت کے باوجود اگر مدینہ شریف نہ جاتا تو برا تھا اور بڑی محرومی قسمت کی بات تھی، لیکن جب خرچہ کی کمی کی وجہ سے

مجبور رہا تو اس پر کچھ مؤاخذہ نہیں ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم/ ج ٦/ ص ۵۸۱/ ومشکوٰۃ شریف ص ۳۵۲)

مسجد نبوی میں کیا چالیس نمازیں پڑھنا ضروری ہے؟

سوال:۔ عمرہ ادا کر کے مسجد نبوی ﷺ میں حاضری دی اور واپس آ گیا یعنی مدینہ طیبہ میں چالیس نمازیں پوری نہیں کی کیا کوئی گناہ ہے؟

جواب:۔ گناہ تو کوئی نہیں مگر مسجد نبوی ﷺ میں اس طرح چالیس نمازیں پڑھنے کی ایک خاص فضیلت ہے کہ تکبیر تحریمہ فوت نہ ہو۔ یہ فضیلت حاصل نہیں ہوئی۔

ایک حدیث شریف میں مسجد نبوی ﷺ میں چالیس نمازیں تکبیر تحریمہ کے ساتھ ادا کرنے کی خاص فضیلت آئی ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں ''حضرت انسؓ آنحضرت ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جس شخص نے میری مسجد میں چالیس نمازیں اس طرح ادا کیں کہ اس کی کوئی بھی نماز (باجماعت) فوت نہ ہو اس کے لئے دوزخ سے اور عذاب سے برأت لکھی جائے گی۔ اور نفاق سے بری ہوگا۔

(مسند احمد/ ج ۳/ ص ۱۵۵/ آپ کے مسائل/ ج ۴/ ص ۱۵۳/ وفتاویٰ محمودیہ/ ج ۳/ ص ۱۸٦)

روضۂ اقدس ﷺ کی زیارت کا طریقہ

واضح ہو کہ فقہاء نے نبی ﷺ کی قبر مبارک اور دوسری مساجد کے لئے مندرجہ ذیل آدابِ زیارت مقرر کئے ہیں۔ انہوں نے بتایا ہے کہ جب کوئی شخص زیارت نبوی ﷺ کے لئے جانے کا ارادہ کرے تو تمام راستے کثرت سے سلام اور درود پڑھتا ہوا جائے اور مکہ سے مدینہ کو جائے تو جب مدینہ منورہ کی فصیل نظر آئے تو حضور ﷺ پر درود و سلام بھیجے اور یوں کہے: ''**اللّٰھم ھذا حرم نبیک فاجعلہ وقایۃ لی من النار واماناً من العذاب وسوء الحساب**''۔

(بارِالٰہا یہ تیرے نبی کا حرم ہے، اس کی برکت سے مجھے نارِ جہنم سے بچالے

نیز عذاب اور سختی محاسبہ سے امان میں رکھ) اور چاہئے کہ مدینے میں داخل ہونے سے پہلے اگر موقع ہوتو پھر داخل ہونے کے بعد غسل کرے اور خوشبو لگائے اور اپنا بہترین لباس زیب تن کرے اور مدینے میں عاجزی، سکون اور وقار کے ساتھ داخل ہو۔ اگر جگہ وموقع ہوتو حضورﷺ کے منبر کے پاس دو رکعت نماز پڑھے (نماز کے لئے) اس طرح کھڑا ہونا چاہئے کہ منبر کا ستون دائیں شانے کے محاذ ہو۔ حضورﷺ اس جگہ کھڑے ہوتے تھے۔ یہ جگہ قبر شریف اور منبر کے درمیان ہے۔ (ورنہ جہاں بھی جگہ ملے تو دو رکعت شکرانہ کی پڑھے) پھر اللہ تعالیٰ نے (یہاں تک پہنچنے کی) توفیق جو عطا فرمائی اس کا سجدۂ شکر بجالائے اور جو دل چاہے دعا مانگے۔ پھر وہاں سے چل کر آنحضرتﷺ کی قبر کی جانب آئے اور حضورﷺ کے سرہانے کی طرف قبلہ رُو ہو کر کھڑا ہو پھر قبر کے تین چار ہاتھ کے فاصلہ پر پہنچ جائے، اس سے آگے نہ بڑھے اور قبر کی دیوار پر ہاتھ نہ رکھے اور اس طرح ادب سے کھڑا ہو جیسے نماز میں کھڑے ہوتے ہیں اور وہاں پر حضورﷺ کی شکل مبارک کا تصور کرے کہ گویا وہ اپنے مرقد میں سو رہے ہیں اور گویا اس کی موجودگی کو جانتے ہیں اور اس کی بات سن رہے ہیں پھر کہے: ''السلام علیک یانبی اللہ ورحمۃ وبرکاتہٗ اشھدانک رسول اللہ فقدبلغت الرسالۃ وادیت الامانۃ''۔

(یعنی السلام علیک یانبی اللہ ورحمۃ وبرکاتہٗ، میں اس امر کا گواہ ہوں کہ بلاشبہ آپﷺ اللہ کے رسولﷺ ہیں۔ آپﷺ نے حق رسالت پورا کردیا اور اللہ کی امانت ادا کردی۔ امت کو نصیحت فرمائی)

یا اللہ! قبر نبی علیہ السلام پر ہماری اس حاضری کو آخری موقعہ نہ بنا بلکہ اے ذوالجلال والاکرام ہمیں پھر واپس آنے کی توفیق عطا فرما)۔ اور اس دعا کے وقت نہ آواز بہت اونچی کرے اور نہ بالکل دھیمی ہو، اس کے بعد اس کا سلام پہنچایا جائے جس نے اپنا سلام پہنچانے کی درخواست کی ہو۔ اس کے لئے یوں کہنا چاہئے:

''السلام علیک یارسول اللہ من فلان ابن فلان یستشفع بک الی ربک فاشفع لہٗ ولجمیع المؤمنین''۔(یعنی اے رسول اللہ! آپ پر فلاں بن فلاں کی جانب سے سلام ہو۔ وہ آپ کے پروردگار کی بارگاہ میں آپ کی شفاعت کا طالب ہے۔ پس اس کی اور تمام مسلمانوں کی شفاعت فرمائیں) پھر جدھر حضور ﷺ کا چہرہ ہے اس طرف قبلہ کی جانب پشت کر کے کھڑا ہواور جونسا درود چاہے پڑھے اور پھر کوئی ہاتھ بھر ہٹ کر حضرت صدیقؓ کے سر کے سامنے جائے اور تب یہ کہے:

''السلام علیک یاخلیفۃ رسول اللہ السلام علیک یاصاحب رسول اللہ فی الغار السلام علیک یارفیقہ فی الاسفار''۔

(یعنی اے خلیفۂ رسول اللہ آپ پر سلام ہو۔ اے غار میں رسول اللہ ﷺ کا ساتھ دینے والے آپ پر سلام ہو اور حضور ﷺ کے شریک سفر رہنے والے آپ پر سلام ہو) اس کے بعد وہاں سے ہٹ کر حضرت عمرؓ کی قبر کی طرف آنا چاہئے وہاں پر یوں کہنا چاہئے:

''السلام علیک یاامیر المؤمنین السلام علیک یامظھر الاسلام، السلام علیک یامکسر الاصنام، جزاک اللہ عناافضل الجزاء ورضی اللہ عنہ''۔(یعنی اے امیر المؤمنین آپ پر سلام ہو۔اے اسلام کے پشت پناہ آپ پر سلام ہو، اے بتوں کو توڑنے والے آپ پر سلام ہو۔ اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے آپ کو بہترین اجر عطا فرمائے اور اس سے راضی ہو جس نے آپ کو خلیفہ بنایا)۔(اس کے بعد جو دعا یاد ہو وہ کرے اور جو جی چاہے دعا مانگے)

زیارت قبر نبوی ﷺ سے فارغ ہوکر (قبرستان) بقیع کی جانب جانا اور قبروں اور مزارات پر حاضر ہونا چاہئے۔ یہاں پر حضرت عباسؓ حسنؓ بن علیؓ زین العابدینؒ ان کے فرزند محمد باقر اور ان کے بیٹے جعفر صادق، امیر المؤمنین سیدنا عثمانؓ اور نبی ﷺ کے فرزند ابراہیمؓ اور متعدد ازواج نبی ﷺ اور آپ ﷺ کی پھوپھی صفیہؓ نیز دوسرے بہت سے صحابہؓ وتابعین بالخصوص امام مالکؒ اور سیدنا نافعؒ کے مزارات کی زیارت کی جائے۔

اور مستحب یہ ہے کہ جمعرات کے روز شہدائے اُحد بالخصوص سید الشہداء سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزار کی زیارت کی جائے اور وہاں پر کہے: ''**سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقب الدار، سلام علیکم دار قوم مؤمنین وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون**''

(یعنی اے اہل قبور! وہ صبر و استقامت جس کا تم نے مظاہرہ کیا اس پر تمہیں سلام ہو۔ دارِ آخرت کیسی جگہ ہے، ایمان والوں کی اس اقامت گاہ پر سلام ہو ہم بھی انشاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں)۔ یہاں پر آیت الکرسی اور سورۂ اخلاص (**قل ھو اللہ احد**) پڑھنی چاہئے اور ہفتہ کے روز مسجد قبا پر آنا مستحب ہے۔

مستحب یہ ہے کہ جب تک مدینہ میں رہنا ہو تمام نمازیں مسجد نبوی ﷺ میں ادا کی جائیں اور جب اپنے شہر میں واپسی کا ارادہ ہو تو دو رکعت نماز وداع مسجد میں ادا کی جائے اور جو مراد ہو اس کے لئے دعا مانگی جائے اور پھر حضور ﷺ کی قبر پر آکر دعائیں مانگے۔ اللہ دعاؤں کا قبول کرنے والا ہے۔ (آمین)۔

(کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ/ ج۱/ص ۱۱۸۰)

(اور یہ تصور اور خیال کرتے ہوئے کہ میں بارگاہِ عالی کے مقام میں حاضر ہوں کہ آقا ﷺ میری گزارش بہ نفس نفیس سن رہے ہیں۔ پورے ادب کے ساتھ ہلکی آواز سے صلوٰۃ وسلام کا نذرانہ پیش کرے۔ اور شفاعت کی درخواست پیش کرے۔ صلوٰۃ وسلام کے صیغے مختصر بھی ہیں اور طویل بھی جس طرح کا ذوق ہو اسے اختیار کرے البتہ عام لوگوں کے لئے مختصر سلام بہتر ہوگا۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ)۔

''اے اللہ کے رسول آپ پر درود وسلام''۔

(الصلوٰۃ والسلام علیک یاحبیب اللہ)۔

''اے اللہ کے محبوب آپ پر درود وسلام''

(الصلوٰۃ والسلام علیک یاخیر خلق اللہ)۔

''اے اللہ کی مخلوق میں سب سے بہتر آپ پر درود وسلام''۔

(السلام علیک ایھاالنبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ)۔

''اللہ کے نبی آپ پر سلام اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں''۔

طویل سلام کا ذوق ہو تو حج وزیارت پر لکھی جانے والی کتابوں کی طرف رجوع کیا جائے۔

مدینہ منورہ میں قیام کے ایک ایک لمحہ کو غنیمت سمجھا جائے جس قدر ہو سکے طاعت وعبادت میں صرف کرے۔ ہر نماز جماعت کے ساتھ مسجد نبوی ﷺ میں ادا کرے بلکہ کوشش کرے کہ ریاض الجنہ یا اس حصے میں پڑھے جو حضور اقدس ﷺ کے زمانہ میں مسجد تھی۔ درود شریف کا ورد ہر وقت جاری رکھے۔ کثرت کے ساتھ روضۂ اقدس ﷺ حاضری دیتا رہے۔ اور سلام عرض کرتا رہے۔ کیونکہ پھر یہ دولت کہاں نصیب ہوگی۔ اور زیادہ سے زیادہ وقت مسجد نبوی ﷺ میں گزارے۔

اکثر ہجوم کی وجہ سے مواجہہ شریف میں پہنچ کر سکون واطمینان سے صلوٰۃ وسلام اور عرض ومناجات کا موقع نہیں مل پاتا ہے۔ البتہ تجربہ کے مطابق مندرجہ ذیل اوقات میں اس کا موقع مل سکتا ہے۔ (۱) عشاء کے تقریباً ایک گھنٹہ بعد۔ (۲) فجر کے ڈیڑھ گھنٹہ بعد۔ (۳) ظہر کے ایک گھنٹہ بعد۔

اگر مواجہہ شریف میں اطمینان وسکون کے ساتھ صلوٰۃ وسلام کا موقع نہ مل سکے تو مسجد نبوی ﷺ میں جس جگہ سے بہ سہولت ہو سکے صلوٰۃ وسلام اور درود شریف کا ورد رکھے۔

مدینہ منورہ میں قیام کے دوران ہر نماز کے بعد کوشش کرے کہ احادیث مبارکہ میں وارد شدہ درود وسلام کے چالیس صیغے ایک بار پڑھ لے۔ انشاء اللہ اس کے بہت فوائد محسوس کرے گا۔ یا نماز میں پڑھے جانے والا درود شریف ہی پڑھتا رہے۔

(آپ سے التجا ہے کہ آپ جب روضۂ اقدس ﷺ پر اپنا اور اپنے اقارب واحباب کا درود وسلام پیش فرمائیں تو اس گنہگار کا درود وسلام بھی پہنچا دیں۔ جو شخص

میرے سلام ودرود کو میرے آقا تک پہنچائے اللہ تعالیٰ اس کو جزائے خیر عطا فرمائے)۔آمین (محمد رفعت قاسمی)

یادرکھنے کی باتیں

روضۂ اقدس (مقصودہ شریف) کا طول شمالاً جنوباً ۱۶ میٹر یعنی تقریباً ۵۲ فٹ اور شرقاً وغرباً ۱۵ میٹر تقریباً ۴۸ فٹ ہے۔ چاروں گوشوں میں سنگ مرمر کے بڑے بڑے ستون ہیں جن کی بلندی چھت کے برابر ہے۔

۹۸۰ھ میں سلطان سلیم ثانی نے روضۂ اقدس کا قابل رشک گنبد بنوایا، اسے رنگین پتھروں سے سجایا اور پھر زردوزی نے اس کے حسن کو اوراجاگر کردیا، گنبد پر سبز رنگ کرایا، جبکہ پہلے گنبد کا رنگ سفید تھا اسی دن سے عاشقان رسول ﷺ اس بے نظیر قبۂ مبارک کو گنبد خضراء کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

یہاں ایک بات یادرکھنے کی ہے کہ حضور پاک کے مزار مبارک کے سامنے تین جالیاں ہیں اور تینوں میں سوراخ ہیں۔ عام لوگ بلکہ اکثر عرب حضرات بھی اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ پہلی جالی میں حضور پاک ﷺ دوسری جالی میں حضرت ابوبکرؓ اور تیسری میں حضرت عمر فاروقؓ آرام فرمارہے ہیں۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ درمیان والی ہی میں تینوں آرام فرمارہے ہیں۔ درمیان والی جالی میں ایک سوراخ رکھا گیا ہے۔ یہ آپ ﷺ کے چہرۂ مبارک کے سامنے ہے اسی سوراخ سے تھوڑا ہٹ کر حضور اکرم ﷺ کا سینۂ مبارک ہے جہاں پر حضرت ابوبکر صدیقؓ کا سر ہے، یہاں بھی ایک گول سوراخ ہے جو حضرت ابوبکرؓ کے چہرہ مبارک کے سامنے ہے اور حضرت ابوبکرؓ کے سینے کے پاس حضرت عمر فاروقؓ کا سر ہے، ان کے چہرۂ مبارک کے سامنے بھی ایک گول سوراخ بنا ہوا ہے۔ گویا درمیان کی جالی میں تینوں آرام فرمارہے ہیں۔

جب آپ درمیان کی جالیوں کے سامنے کھڑے ہوں گے تو اس جگہ کی پہچان یہ

ہے کہ درمیان کی جالی میں بائیں ہاتھ پر ایک گول سوراخ ہے۔ یہ حضور علیہ کے چہرۂ مبارک کے سامنے ہے، اس کے ساتھ ہی ملا ہوا ایک دروازہ ہے جو بند رہتا ہے۔ اس کے فوراً بعد دائیں ہاتھ کی ہی طرف ایک گول سوراخ ہے یہ حضرت عمر کے چہرۂ مبارک کے سامنے ہے۔ (محمد رفعت قاسمی)

☆......☆......☆

(۱)　اوقات نماز میں مسجد حرام میں باجماعت نماز ادا کرنا افضل ترین عبادت ہے جس کا ثواب ایک لاکھ نماز کے برابر ہے۔

(۲)　بقیہ اوقات میں حج وعمرہ کے ارکان کی ادائیگی کے علاوہ طواف کعبہ کا اہتمام کثرت سے کرنا چاہئے۔

(۳)　کچھ حضرات تاریخی حوالہ سے بعض مقامات دیکھنے کا ذوق رکھتے ہیں، انہیں چاہئے کہ ان مقامات پر کوئی ایسا عمل نہ کریں جو شرک وبدعت کے زمرے میں آتا ہو۔

زبان عشق و مجذوبی کے دعوے اور ہوتے ہیں
پیغمبر کی اطاعت کے تقاضے اور ہوتے ہیں

ان مقامات کو چومنا، ان سے چمٹنا یا اپنے مزعومہ مقاصد کے لئے دھاگے باندھنا، یہاں رقعے پھینکنا اور پیسے رکھنا کہ اس سے مرادیں پوری ہوں گی یہ سب کچھ شرعی طور پر درست نہیں اس لئے کہ ہمارے پیارے نبی رحمۃ اللعالمین شفیع المذنبین علیہ نے یہاں ایسا کرنے کا حکم نہیں دیا اور پھر آپ علیہ کے سچے عاشق ومحب حضرات صحابہ کرام واولیائے عظام نے اپنے طور پر ایسا نہیں کیا۔ اندریں صورتِ حال کسی شرکیہ عمل کو توحید کا عنوان نہیں دیا جاسکتا تو کسی بدعت پر نام نہاد محبت کا لیبل لگا دینے سے وہ سنت نہیں بن جاتا بلکہ سچی محبت کا تقاضا ہے کہ توحید وسنت پر قائم رہیں اور شرک وبدعت سے بچیں۔

مسجد نبوی کے مخصوص سات ستون

ستون حنانہ

یہ محراب النبی ﷺ کے قریب ہے حضور اقدس ﷺ اس ستون کے پاس کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ یہیں وہ کھجور کا تنہ دفن ہے جو لکڑی کا منبر بن جانے کے بعد آپ کے فراق میں بچوں کی طرح رویا تھا۔

ستون عائشہؓ

ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ: ''میری مسجد میں ایک ایسی جگہ ہے کہ اگر لوگوں کو وہاں نماز پڑھنے کی فضیلت کا علم ہو جائے تو وہ قرعہ اندازی کرنے لگیں''۔ (طبرانی)
اس جگہ کی نشاندہی حضرت عائشہ نے فرمائی تھی۔ ستون عائشہؓ اسی مقام پہ بنا ہوا ہے۔

ستون ابولبابہؓ

ایک صحابی حضرت ابولبابہؓ سے ایک قصور سرزد ہو گیا تھا۔ انہوں نے اپنے آپ کو یہاں بنے ہوئے ستون سے اس نیت سے باندھ لیا تھا کہ جب تک اللہ کی جانب سے میرا قصور معاف نہیں ہوگا تب تک میں اپنے آپ کو اسی سے باندھ کر رکھوں گا۔ چنانچہ ایک موقع وہ آیا کہ نبی کریم ﷺ نے ابولبابہ کو ان کے قصور کی معافی کی خوشخبری سنائی۔
اب اسی مقام پر ایک ستون بنا ہوا ہے جسے ستون ابولبابہ کہتے ہیں۔

ستون سریر

اس جگہ نبی اکرم ﷺ اعتکاف فرماتے تھے اور رات کو یہیں آپ ﷺ کے لئے بستر بچھا دیا جاتا تھا۔

ستون حرس

اس مقام پر حضرت علیؓ اکثر نماز پڑھا کرتے تھے اور اسی جگہ بیٹھ کر سرکار دوعالم ﷺ کی پاسبانی کیا کرتے تھے۔اس کو ستون علیؓ بھی کہتے ہیں۔

ستون وفود

اس جگہ نبی اکرم ﷺ باہر سے آنے والے وفود سے ملاقات فرماتے تھے۔

ستون تہجد

نبی کریم ﷺ اس جگہ تہجد کی نماز ادا فرمایا کرتے تھے۔ یہ تمام ستون مسجد کے اس حصہ میں ہیں جو حضور اقدس ﷺ کے زمانے میں تھی۔ ان ستونوں کے پاس جا کر دعا واستغفار کیجئے اور جب بھی موقع ملے ان کے پاس نوافل ادا کیجئے۔ یہ بڑے متبرک مقامات ہیں۔

اصحابِ صفہ

صفہ سائبان کو اور سایہ دار جگہ کو کہا جاتا ہے قدیم مسجد نبوی کے شمال مشرقی کنارے پر مسجد سے ملا ہوا ایک چبوترا تھا، یہ جگہ اس وقت بابِ جبرئیل سے اندر داخل ہوتے وقت مقصورہ شریف کے شمال میں محراب تہجد کے بالکل سامنے ۲ فٹ اونچے کٹہرے میں گھری ہوئی ہے اس کی لمبائی ۴۰×۴۰ فٹ ہے اس کے سامنے خدام بیٹھے رہتے ہیں اور یہاں لوگ قرآن پاک کی تلاوت میں مصروف رہتے ہیں اگر آپ یہاں بیٹھ کر تلاوت کرنا چاہیں تو مشکل ہی سے جگہ مل سکے گی، یہاں وہ مسلمان رہتے تھے جس کا کوئی گھر بار نہ تھا، نہ ہی بیوی بچے اور نہ کوئی اور۔ یہ اہل صفہ کہلاتے تھے اس لئے اس جگہ کو

''صفہ'' کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ یہ لوگ رسول اللہ ﷺ سے دین کی تعلیم حاصل کرتے اور وقتاً وقتاً تبلیغِ اسلام کے لئے دوسرے مقامات پر جاتے تھے۔ یوں تمام صحابہؓ کی زندگی بہت سادہ تھی، مگر اصحاب صفہ کی زندگیوں میں اور بھی فقر و سادگی اور دنیاوی چیزوں سے بے نیازی اور بے تعلقی پائی جاتی تھی۔ یہ لوگ دن رات تزکیۂ نفس اور کتاب و حکمت کے حصول کی خاطر فیضان مصطفوی سے فیض یاب ہونے کے لئے خدمت نبوی ﷺ میں حاضر رہتے تھے۔ نہ انہیں تجارت سے کوئی مطلب تھا اور نہ زراعت سے کوئی سروکار۔ ان حضرات نے اپنی آنکھوں کو آپ ﷺ کے دیدار، کانوں کو آپ کے کلمات اور جسم و جان کو آپ کی صحبت کے لئے وقف کر رکھا تھا۔ یہ لوگ دین کی دولت سے مالامال تھے، مگر دنیاوی زندگی میں افلاس و ناداری کا یہ عالم تھا کہ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں:

''میں نے ستر اصحاب صفہ کو دیکھا جن کے پاس چادر تک نہیں تھی صرف تہبند تھا یا فقط کمبل، چادر کو گلے میں اس طرح باندھ کر لٹکا لیتے کہ وہ پنڈلیوں تک اور بعض کے گھٹنوں تک پہنچ جاتی تھی اور ہاتھ سے اسے تھامے رکھتے کہ کہیں ستر کھل نہ جائے۔

(بخاری شریف/ ج ۱/ ص ۶۳)

....

احادیث سے ثابت شدہ درودوں کا مجموعہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سَلامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی وَسَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ۔(القرآن کریم)

(۱) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ وَّاَنْزِلْہُ الْمُقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَکَ۔(طبرانی)

(۲) اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّامَّۃِ وَالصَّلٰوۃِ الْقَائِمَۃِ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَارْضَ عَنْہُ رِضًا لا تَسْخَطُ بَعْدَہٗ۔(مسند احمد)

(۳) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ وَصَلِّ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ، وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ۔(ابن حبان)

(۴) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَاصَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَابَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ فِی الْعَالَمِیْنَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔(شعب الایمان للبیہقی)

(۵) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَاصَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ،اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ،اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَابَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

(بخاری شریف)

(۶) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَاصَلَّیْتَ عَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ، وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَابَارَکْتَ عَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔(مسلم شریف)

(٧) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَاصَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَابَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔ (ابن ماجہ)

(٨) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَاصَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ، وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَابَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔ (نسائی)

(٩) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَاصَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَابَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔ (ابوداؤد)

(١٠) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَاصَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَابَارَكْتَ عَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔ (ابوداؤد)

(١١) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَاصَلَّيْتَ عَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَابَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ فِى الْعَالَمِيْنَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔ (مسلم شریف)

(١٢) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ كَمَاصَلَّيْتَ عَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ كَمَابَارَكْتَ عَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔ (ابوداؤد شریف)

(١٣) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ كَمَاصَلَّيْتَ عَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ كَمَابَارَكْتَ عَلٰى آلِ

اِبْرَاهِيْمَ اِنَّکَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔ (مسلم شریف)

(۱۴) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِنِالنَّبِيِّ وَّاَزْوَاجِهٖ امهات المؤمنين وَذُرِّيَّتِهٖ واهل بيتهٖ، كَمَاصَلَّيْت عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ اِنَّکَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔ (ابوداؤد شریف)

(۱۵) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَاصَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِکْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَابَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَتَرَحَّمْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَاتَرَحَّمْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ ۔ (طبری)

(۱۶) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَاصَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّکَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ، اَللّٰهُمَّ بَارِکْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَابَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّکَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ، اَللّٰهُمَّ تَرَحَّمْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَاتَرَحَّمْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّکَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ، اَللّٰهُمَّ تَحَنَّنْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَاتَحَنَّنْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّکَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ، اَللّٰهُمَّ سَلِّمْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَاسَلَّمْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّکَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔ (سعایہ)

(۱۷) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِکْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ وَّارْحَمْ مُحَمَّدًا وَّآلَ مُحَمَّدٍ كَمَاصَلَّيْتَ وَبَارَكْتَ وَتَرَحَّمْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ فِى الْعَالَمِيْنَ اِنَّکَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔ (سعایہ)

(۱۸) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَاصَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّکَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ، اَللّٰهُمَّ بَارِکْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَابَارَكْتَ عَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّکَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔ (صحاح ستہ)

(۱۹) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ۔ (حصن حصین)

(۲۰) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِنِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدِنِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔ (نسائی)

(۲۱) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ۔ (نسائی)

(۲۲) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِنِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰى مُحَمَّدِنِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔ (بیہقی)

(۲۳) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اَهْلِ بَيْتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ، اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْنَا مَعَهُمْ، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اَهْلِ بَيْتِهٖ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلَيْنَا مَعَهُمْ، صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَصَلَوَاتُ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مُحَمَّدِنِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ۔ (دار قطنی)

(۲۴) اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ صَلَوَاتِكَ وَرَحْمَتَكَ وَبَرَكَاتِكَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا جَعَلْتَهَا عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ، وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ۔ (مسند احمد)

(۲۵) وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ۔ (نسائی)

صِیَغُ السَّلَامِ

(۲۶) اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّیِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَاالنَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَاوَعَلٰی عِبَادِاللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ، اَشْھَدُاَنْ لَّآاِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًاعَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔(بخاری)

(۲۷) اَلتَّحِیَّاتُ الطَّیِّبَاتُ الصَّلَوٰتُ لِلّٰہِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَاالنَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ، اَلسَّلَامُ عَلَیْنَاوَعَلٰی عِبَادِاللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ، اَشْھَدُاَنْ لَّآاِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًاعَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔(نسائی)

(۲۸) اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ الطَّیِّبَاتُ الصَّلَوٰتُ لِلّٰہِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَاالنَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَاوَعَلٰی عِبَادِاللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ، اَشْھَدُاَنْ لَّآاِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًاعَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔(نسائی)

(۲۹) اَلتَّحِیَّاتُ الْمُبَارَکَاتُ الصَّلَوٰتُ الطَّیِّبَاتُ لِلّٰہِ، سَلَامٌ عَلَیْکَ اَیُّھَاالنَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ، وَسَلَامٌ عَلَیْنَاوَعَلٰی عِبَادِاللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ، اَشْھَدُاَنْ لَّآاِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًاعَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔(نسائی)

(۳۰) بِسْمِ اللّٰہِ وَبِاللّٰہِ لتَحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّیِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَاالنَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ، اَلسَّلَامُ عَلَیْنَاوَعَلٰی عِبَادِاللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ، اَشْھَدُاَنْ لَّآاِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًاعَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ،اَسْأَلُ اللّٰہَ الْجَنَّةَ وَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ النَّارِ۔(نسائی)

(۳۱) اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ الزَّاکِیَاتُ لِلّٰہِ، الطَّیِّبَاتُ الصَّلَوٰتُ لِلّٰہِ اَلسَّلَامُ

عَلَيْکَ اَيُّهَا النَّبِىُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ، اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ (مؤطا امام مالک)

(۳۲) بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ خَيْرِ الْاَسْمَاءِ التَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ الطَّيِّبَاتُ وَالصَّلَوٰتُ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْکَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، اَرْسَلَهٗ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا، وَاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا، اَلسَّلَامُ عَلَيْکَ اَيُّهَا النَّبِىُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِىْ وَاهْدِنِىْ۔ (معجم طبرانی)

(۳۳) اَلتَّحِيَّاتُ الطَّيِّبَاتُ وَالصَّلَوٰتُ وَالْمُلْکُ لِلّٰهِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْکَ اَيُّهَا النَّبِىُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ۔ (ابوداؤد)

(۳۴) بِسْمِ اللّٰهِ التَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ الصَّلَوٰتُ لِلّٰهِ الزَّاكِيَاتُ لِلّٰهِ، اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِىِّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ، شَهِدْتُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ شَهِدْتُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ (مؤطا امام مالک)

(۳۵) اَلتَّحِيَّاتُ الصَّلَوٰتُ الزَّاكِيَاتُ لِلّٰهِ، اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْکَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، اَلسَّلَامُ عَلَيْکَ اَيُّهَا النَّبِىُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ۔ (مؤطا مالک)

(۳۶) اَلتَّحِيَّاتُ الطَّيِّبَاتُ الصَّلَوٰتُ الزَّاكِيَاتُ لِلّٰهِ، اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ، اَلسَّلَامُ عَلَيْکَ اَيُّهَا النَّبِىُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ۔ (مؤطا امام مالک)

(۳۷) اَلتَّحِیَّاتُ الصَّلَوٰتُ لِلّٰہِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَاالنَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَاوَعَلٰی عِبَادِاللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ۔(طحاوی)

(۳۸) اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ الصَّلَوٰتُ الطَّیِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَاالنَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ، اَلسَّلَامُ عَلَیْنَاوَعَلٰی عِبَادِاللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ، اَشْھَدُاَنْ لَّاۤاِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًاعَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔(ابوداؤد)

(۳۹) اَلتَّحِیَّاتُ الْمُبَارَکَاتُ الصَّلَوٰتُ الطَّیِّبَاتُ لِلّٰہِ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَاالنَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَاوَعَلٰی عِبَادِاللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ، اَشْھَدُاَنْ لَّاۤاِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًارَّسُوْلُ اللّٰہِ۔(مسلم شریف)

(۴۰) بِسْمِ اللّٰہِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ۔(المستدرک للحاکم)

....

﴿اُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعاً وَّخُفْيَةً إِنَّهُ لاَ يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ﴾

''پکارو! اپنے رب کو گڑگڑا کر اور چپکے چپکے، بے شک وہ
زیادتی کرنے اور حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا''

الحصن الوافی بالدعاء الکافی

یعنی

قرآن وحدیث سے ثابت دعاؤں کا مجموعہ

جامع و مرتب

مولانا مفتی محمود حسن صاحب مدظلہ بلند شہری
مفتی دار العلوم دیو بند

حسبِ فرمائش

مولانا قاری محمد رفعت صاحب قاسمی

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمدلله وحدهٗ والصلوٰة والسلام علٰی من لانبی بعدهٗ !

قرآن کریم اور حدیث شریف میں جو دعائیں وارد ہوئی ہیں وہ انتہائی جامع ہونے کے ساتھ ساتھ دنیا و آخرت کی سعادت اور تمام شرور وفتن سے حفاظت کی ضامن ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ اللہ پاک وحدہٗ لاشریک لہٗ علام الغیوب کے کلام اور سید المرسلین ﷺ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے کلماتِ طیبات میں جو نور و تاثیر اور جامعیت ہوتی ہے وہ کسی دیگر شخص کے کلام میں نہیں ہو سکتی۔

اسی طرح درود وسلام کے وہ صیغے جو نبی کریم ﷺ کی لسانِ مبارک سے نکلے ہوئے ہیں ان کو حرز جان بنانا کثرت سے ان کو اختیار کرنا جس قدر اجر وثواب کا باعث ہے وہ حدِ احصاء سے خارج ہے۔

پس حج وعمرہ جیسے بابرکت سفر میں جانے والے حضرات اداءِ مناسک سے بچے ہوئے اوقات میں کثرت سے مذکورہ دعاؤں اور درود شریف (صلوٰۃ وسلام) کے صیغوں کو اپنا اپنا وِرد اور وظیفہ بنالیں تو بے شمار حسنات کے حقدار ہو جائیں گے۔

نیز اس کے علاوہ اوقات میں بھی اپنے گھروں اور دیگر مقامات میں ان کا اہتمام کرتے رہنا نیکیوں کا بہت بڑا ذخیرہ جمع کرنا ہے۔ قرآن شریف اور احادیث مبارکہ سے جو دعائیں نقل کی گئی ہیں ان کا سہل زبان میں ترجمہ بھی کر دیا گیا ہے اس کو وقتاً فوقتاً مطالعہ کرنے، دیکھنے اور سنتے رہنے سے دعاؤں کا انشاء اللہ استحضار کامل ہوگا۔ آداب دعاء کو ملحوظ رکھ کر دعاء اور اپنی اپنی حاجتیں رب کریم سے طلب کرتے رہنا (خواہ اپنی زبان میں بھی ہو) سعادت دارین کا سبب اور شرور وآفات سے حفاظت کا مؤجب ہے اور دعاء و درود شریف سے غفلت برتنا بہت بڑی محرومی ہے۔ خاص طور پر مدینۂ طیبہ

(زادہا اللہ شرفاوکرامۃً) کے سفروقیام میں تو جس قدر بھی درودوسلام کی کثرت ہوسکے نعمت عظیمہ ہے۔ اور مقاماتِ مقدسہ میں پہنچ کر غیرضروری اورلایعنی کاموں میں وقت کوضائع کرنا تو جس قدر حرمان نصیبی ہے وہ بیان سے باہر ہے۔

''اسال اللہ الکریم رب العرش العظیم ان یجلعہ خالصاً لوجھہ ورضائہ وان ینفعناواخواننا واخواتنا المسلمین والمسلمات ان ینفع بہ من کتبہ اوقرأہ اوطبعہ وقسمہ بین المسلمین وصلی اللہ علٰی سیدناونبینا محمد وعلٰی آلہٖ وصحبہٖ وسلم تسلیماکثیرا، واٰخر دعوانا ان الحمدللہ رب العٰلمین''۔

ہٰذا ما کتبہ احقر الزمن العبد محمود حسن بلندشہری
۱۳/ ذی الحجہ/ ۱۴۲۹ھ۔

ایک ضروری تنبیہ

بعض لوگ طواف وسعی کرتے ہوئے قرآن شریف یادعاء کی کتاب دیکھ کرزورزور سے پڑھتے ہیں یہ جائز نہیں بلکہ حرام ہے کیونکہ دوسرے حضرات کا خشوع خضوع فوت ہوجاتا ہے اور بعض مرتبہ دوسروں کوسخت تکلیف پہنچتی ہے پس ایسا ہرگز نہ کیا جائے البتہ آہستہ آواز سے ذکرودعاء میں مشغول رہنا بغیر ہاتھ میں کتاب لئے بلاکراہت درست ہے اس کا خاص طور پر ہر شخص کولحاظ رکھنا واجب ہے۔

محمود حسن غفرلہٗ بلندشہری

الدّعاء من القرآن الکریم

اَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم ٥

''پناہ مانگتا ہوں میں اللہ کی شیطان مردود سے''۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ٥

''شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے''۔

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ٥ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ٥ مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ ٥ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ٥ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ٥ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ ٥ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ﴾

ترجمہ:۔ تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں، جو سارے جہاں کا پالنے والا ہے، بے حد مہربان اور نہایت رحم والا ہے، روزِ جزا کا مالک ہے، تیری ہی ہم عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں، دکھا ہم کو سیدھا راستہ، ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے فضل فرمایا، جن پر نہ تیرا غصہ ہوا اور نہ ہی وہ گمراہ ہوئے۔

﴿رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ٥ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَکَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِنَا اُمَّۃً مُّسْلِمَۃً لَّکَ وَاَرِنَا مَنَاسِکَنَا وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ﴾۔ (البقرہ/ رکوع:۱۴)

ترجمہ:۔ اے ہمارے پروردگار قبول کر ہم سے (حج و دیگر عبادات) بے شک تو ہی سننے والا جاننے والا ہے، اے ہمارے پروردگار ہم کو اپنا حکم بردار بنادے، اور ہماری اولاد میں بھی ایک جماعت کو اپنی فرماں بردار بنادے اور سکھلا دے ہم کو حج کے قاعدے اور معاف فرمادے ہم کو، بے شک تو بہت قبول کرنے والا ہے توبہ کا اور بڑا مہربان ہے۔

﴿رَبَّنَا آتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْآخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ (البقرہ)

ترجمہ:۔اے ہمارے پروردگار دنیا میں بھی ہم کو خوبیاں عطا فرما اور آخرت میں بھی خوبیوں سے نوازیئے اور دوزخ کے عذاب سے ہم کو بچا لیجئے۔

﴿رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْراً وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِيْن ﴾۔(البقرہ)

ترجمہ:۔اے ہمارے پروردگار ہمارے دلوں میں صبر ڈال دے اور ہمارے پیروں کو جمائے رکھ، اور مدد فرما ہماری اس بے ایمان قوم کے مقابلہ میں۔

﴿رَبَّنَا لاَ تُؤَاخِذْنَا إِن نَّسِيْنَا أَوْ أَخْطَأْنَا رَبَّنَا وَلاَ تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْراً كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِيْنَ مِن قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلاَ تُحَمِّلْنَا مَا لاَ طَاقَةَ لَنَا بِهِ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا أَنتَ مَوْلاَنَا فَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِيْنَ ﴾۔(البقرہ)

ترجمہ:۔اے ہمارے پروردگار نہ پکڑ ہم کو اگر ہم بھولیں یا چوکیں، اے ہمارے پروردگار نہ رکھ ہم پر بھاری بوجھ جیسا کہ ہم سے پہلی امتوں پر رکھا تھا، اے ہمارے پروردگار نہ اٹھوایئے ہم سے ایسا بوجھ کہ جس کے اٹھانے کی ہم میں طاقت نہیں، اور ہم سے درگذر فرمایئے اور ہم پر رحم کیجئے آپ ہی ہمارے پالنہار ہیں پس بے ایمان لوگوں کے مقابلہ میں ہماری مدد کیجئے۔

﴿رَبَّنَا إِنَّنَا آمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾۔(آل عمران)

ترجمہ:۔اے ہمارے رب ہم ایمان لائے ہیں، پس ہمارے گناہوں کو بخش دے اور دوزخ کے عذاب سے بچا۔

﴿رَبِّ هَبْ لِيْ مِن لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً إِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَاءِ﴾۔

(آل عمران)

ترجمہ:۔اے ہمارے رب مجھ کو اپنی طرف سے پاکیزہ اولاد عطا فرما بے شک تو سننے والا ہے دعا کا۔

﴿ رَبَّنَا آمَنَّا بِمَا أَنزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُولَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ ﴾۔ (آل عمران)

ترجمہ:۔اے ہمارے پروردگار ہم ایمان لائے ان تمام چیزوں پر جو آپ نے نازل کی ہیں اور ہم رسول کے تابع ہوئے سو لکھ دیجئے ہم کو ماننے والوں میں۔

﴿ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَإِسْرَافَنَا فِي أَمْرِنَا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ﴾۔ (آل عمران)

ترجمہ: اے ہمارے رب بخش دے ہمارے گناہ اور ان زیادتیوں کو بھی جو ہم سے ہمارے کاموں میں ہوئیں اور ثابت قدم رکھ ہم کو اور مدد دے ہم کو بے ایمانوں کے مقابلہ میں۔

﴿ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذا بَاطِلاً سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّار 0 رَبَّنَا إِنَّكَ مَن تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ أَخْزَيْتَهُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنصَار 0 رَبَّنَا إِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُنَادِي لِلإِيمَانِ أَنْ آمِنُوا بِرَبِّكُمْ فَآمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّئَاتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الأَبْرَار 0 رَبَّنَا وَآتِنَا مَا وَعَدتَّنَا عَلَى رُسُلِكَ وَلاَ تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّكَ لاَ تُخْلِفُ الْمِيعَاد ﴾۔ (آلِ عمران)

ترجمہ:۔اے ہمارے رب آپ نے ان (زمین و آسمان) کو بے کار پیدا نہیں کیا آپ پاک ہیں سب عیبوں سے، سو ہم کو بچا لیجئے دوزخ کے عذاب سے، اے ہمارے رب جس کو آپ نے دوزخ میں ڈال دیا سو اس کو تو رسوا کر دیا، اور گنہگاروں کا کوئی مددگار (آپ کے بالمقابل) نہیں ہے، اے ہمارے رب ہم نے ایک پکارنے والے کی پکار کو سنا ایمان لانے کی خاطر کہ ایمان لاؤ اپنے پروردگار پر پس ہم ایمان لے آئے اے ہمارے رب ہمارے گناہوں کو بخش دے اور ہم سے ہماری برائیاں دور فرما اور ہم کو نیک لوگوں کے ساتھ موت دے، اے ہمارے رب اور دے ہم کو جو آپ نے ہم سے اپنے رسولوں کی معرفت وعدہ کیا اور قیامت میں ہم کو رسوا نہ کیجئے گا بے شک آپ وعدہ خلافی

نہیں فرماتے۔

﴿إِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِیْفاً وَمَا أَنَاْ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ﴾۔(الانعام)

ترجمہ:۔میں نے اپنے چہرہ کواسی کی طرف متوجہ کردیا کہ جس نے آسمان وزمین بنائے یکسوہوکراور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔

﴿إِنَّ صَلاَتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ O لاَ شَرِیْکَ لَہُ وَبِذٰلِکَ أُمِرْتُ وَأَنَاْ أَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ﴾۔(الانعام)

ترجمہ:۔ بے شک میری نماز میری قربانی میرا جینا اورمرنا اللہ ہی کے لئے ہے جوتمام جہانوں کا پالنے والا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اوراسی کا مجھ کوحکم ہوا ہے اور میں (محمدﷺ) سب سے پہلے فرمانبرداروں میں ہوں۔

﴿رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَکُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِیْنَ﴾۔(الاعراف)

ترجمہ:۔اے ہمارے رب ہم نے اپنی جانوں پرظلم کیااوراگرتو نے ہم کونہ بخشا اورہم پررحم نہ کیاتو بےشک ہم تباہ ہوجائیں گے۔

﴿الْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدَانَا لِھٰذَا وَمَا کُنَّا لِنَھْتَدِیَ لَوْلا أَنْ ھَدَانَا اللّٰہُ﴾۔(الاعراف)

ترجمہ:۔شکر ہے اللہ کا کہ جس نے ہم کو یہاں (جنت میں) پہنچادیااورہم نہ تھے راہ پانے والے اگرراہ نہ دکھاتا اللہ۔

﴿رَبَّنَا لاَ تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِیْنَ﴾۔(الاعراف) ترجمہ:۔اے میرے رب مجھ کوقوم ظالمین کے ساتھ مت کر۔

﴿رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْراً وَتَوَفَّنَا مُسْلِمِیْنَ﴾۔(الاعراف)

ترجمہ:۔اے ہمارے رب ہم پرصبر کے دہانے کھول دے اوروفات دے ہم کو

فرمانبردار ہونے کی حالت میں۔

﴿حَسْبِيَ اللّٰهُ لا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ﴾۔(التوبۃ)

ترجمہ:۔اللہ مجھ کو کافی ہے، کسی کی بندگی نہیں اس کے علاوہ اسی پر میں نے بھروسہ کیا اور وہی عرش عظیم کا مالک ہے۔

﴿رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ٥ وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ﴾۔(یونس)

ترجمہ:۔اے ہمارے رب نہ آزما ہم پر اس ظالم قوم کا زور اور ہم کو اپنی مہربانی سے بے ایمانوں سے نجات دے دیجئے۔

﴿قَالَ رَبِّ إِنِّيْ أَعُوذُ بِكَ أَنْ أَسْأَلَكَ مَا لَيْسَ لِيْ بِهِ عِلْمٌ وَإِلَّا تَغْفِرْ لِيْ وَتَرْحَمْنِيْ أَكُن مِّنَ الْخَاسِرِيْنَ﴾۔(ھود)

ترجمہ:۔اے میرے رب میں آپ کی پناہ لیتا ہوں کہ میں آپ سے (نامناسب بات کا) سوال کروں کہ جس کا مجھ کو علم نہیں اور اگر آپ نے مجھ کو نہ بخشا اور نہ رحم کیا تو میں نقصان والوں میں سے ہو جاؤں گا۔

﴿إِنَّمَا أَشْكُو بَثِّيْ وَحُزْنِيْ إِلَى اللّٰهِ﴾۔(یوسف)

ترجمہ:۔میں اپنا اضطراب اور غم اللہ ہی کے سامنے کھولتا ہوں (بیان کرتا ہوں)۔

﴿فَاطِرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ أَنتَ وَلِيِّيْ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ تَوَفَّنِيْ مُسْلِماً وَأَلْحِقْنِيْ بِالصَّالِحِيْنَ﴾۔(یوسف)

ترجمہ:۔اے آسمان وزمین کے پیدا کرنے والے آپ ہی دنیا و آخرت میں میرے کارساز ہیں موت دے مجھ کو مسلمان ہونے کی حالت میں اور مجھ کو نیک بختوں میں ملا دیجئے۔

﴿رَبِّ اجْعَلْ هَـٰذَا الْبَلَدَ آمِناً وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَن نَّعْبُدَ الْأَصْنَامَ﴾۔(ابراہیم)

ترجمہ:۔اے رب کر دے اس شہر (مکہ) کو امن والا اور مجھ کو اور میری اولاد کو بتوں کی پوجا سے دور رکھ۔

﴿رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلاةِ وَمِن ذُرِّيَّتِي رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاء ۝ رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ﴾۔(ابراہیم)

ترجمہ:۔اے میرے رب مجھ کو اور میری اولاد کو نماز کا قائم کرنے والا بنائے رکھئے اے ہمارے رب اور دعا قبول کیجئے، اے ہمارے رب مجھ کو اور میرے ماں باپ کو اور تمام مومنین کو قیامت کے دن بخش دیجئے۔

﴿رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا﴾۔(بنی اسرائیل)

ترجمہ:۔اے میرے رب ان (والدین) پر رحم کر جیسا کہ مجھ کو چھوٹا سا ہونے کی حالت میں انہوں نے مجھ کو پالا تھا۔

﴿رَّبِّ أَدْخِلْنِي مُدْخَلَ صِدْقٍ وَأَخْرِجْنِي مُخْرَجَ صِدْقٍ وَاجْعَل لِّي مِن لَّدُنكَ سُلْطَاناً نَّصِيراً﴾۔(بنی اسرائیل)

ترجمہ:۔اے میرے رب داخل کر مجھ کو سچا داخل کرنا اور نکال مجھ کو سچا نکالنا اور عطا کر مجھ کو اپنے پاس سے حکومت کی مدد۔

﴿رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي ۝ وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي ۝ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّن لِّسَانِي ۝ يَفْقَهُوا قَوْلِي﴾۔(طٰہٰ)

ترجمہ:۔اے میرے رب کشادہ کر دے میرے سینہ کو اور آسان کر میرے کام کو اور میری زبان سے گرہ کھول دیجئے تاکہ سمجھیں میری بات کو۔

﴿رَّبِّ زِدْنِي عِلْماً﴾۔(طٰہٰ) ترجمہ:۔اے رب بڑھا میرے علم کو۔

﴿لَّا إِلَهَ إِلَّا أَنتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنتُ مِنَ الظَّالِمِينَ﴾۔(الانبیاء)

ترجمہ:۔کوئی حاکم نہیں علاوہ آپ کے آپ بے عیب ہیں، میں ہی بے شک

گنہگاروں میں سے تھا۔

﴿رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْداً وَأَنتَ خَيْرُ الْوَارِثِيْنَ﴾۔(الانبیاء)

ترجمہ:۔اے میرے رب مجھ کو اکیلا نہ چھوڑ اور آپ سب سے بہتر وارث ہیں۔

﴿فَلَا تَجْعَلْنِیْ فِیْ الْقَوْمِ الظَّالِمِيْنَ﴾۔(المؤمنون)

ترجمہ:۔اے میرے رب مجھ کو نہ کیجئے ان گنہگاروں میں سے۔

﴿رَّبِّ أَعُوذُ بِکَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ ٥ وَأَعُوذُ بِکَ رَبِّ أَن يَحْضُرُونِ﴾۔(المؤمنون)

ترجمہ:۔اے میرے رب پناہ چاہتا ہوں میں آپ کی شیاطین کی چھیڑ چھاڑ سے اور پناہ چاہتا ہوں اس سے کہ وہ میرے پاس حاضر ہوں۔

﴿رَبَّنَا آمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَأَنتَ خَيْرُ الرَّاحِمِيْنَ﴾۔
(المؤمنون)

ترجمہ:۔اے ہمارے رب ہم ایمان لائے پس ہم کو معاف کر دیجئے اور ہم پر رحم کیجئے اور آپ سب رحم کرنے والوں میں بہتر ہیں۔

﴿رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَأَنتَ خَيْرُ الرَّاحِمِيْنَ﴾۔(المؤمنون)

ترجمہ:۔اے ہمارے رب ہم کو معاف کر دیجئے اور ہم پر رحم کیجئے اور آپ سب رحم کرنے والوں میں بہتر ہیں۔

﴿رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَاماً ٥ إِنَّهَا سَاءَتْ مُسْتَقَرّاً وَمُقَاماً﴾۔(الفرقان)

ترجمہ:۔اے ہمارے رب ہم سے دوزخ کا عذاب ہٹا دیجئے، بے شک اس کا عذاب چمٹنے والا ہے، اور وہ (جہنم) ٹھہرنے اور رہنے کی بہت بری جگہ ہے۔

﴿رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ إِمَاماً﴾۔(الفرقان)

ترجمہ:۔اے ہمارے رب عطا کر ہم کو ہماری بیویوں اوراولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک اور ہم کو پرہیز گاروں کا پیشوا بنا دیجئے۔

﴿رَبِّ هَبْ لِیْ حُكْماً وَّأَلْحِقْنِیْ بِالصَّالِحِيْنَ ٥ وَاجْعَل لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِیْ الْاٰخِرِيْنَ٥ وَاجْعَلْنِیْ مِن وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيْمِ﴾۔(الشعراء)

ترجمہ:۔اے میرے رب مجھ کو حکم (درجاتِ قرب) عطا کر اور مجھ کو نیکیوں میں ملا دے اور میری سچائی بعد میں آنے والوں کے لئے رہنما بنا دے اور مجھ کو نعمت کے باغوں کا وارث بنا دیجئے۔

﴿رَبِّ أَوْزِعْنِیْ أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْ أَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحاً تَرْضَاهُ وَأَدْخِلْنِیْ بِرَحْمَتِكَ فِیْ عِبَادِكَ الصَّالِحِيْنَ﴾۔(النمل)

ترجمہ:۔اے میرے رب مجھ کو ایسی قسمت دے کہ تیرے احسانات کا شکر کرتا رہوں کہ جو تو نے احسانات مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کئے ہیں اور یہ کہ میں نیک کام کرتا رہوں کہ جو تجھے پسند ہیں اور اپنی مہربانی سے مجھ کو نیک بختوں میں داخل کردے۔

﴿رَبِّ إِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ فَغَفَرَ لَهُ إِنَّهُ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ﴾۔(القصص)

ترجمہ:۔اے میرے میں نے برا کیا اپنی جان کے ساتھ پس مجھے بخش دے پس اللہ نے بخش دیا بے شک وہی بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿رَبِّ نَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِيْنَ﴾۔(القصص)

ترجمہ:۔اے میرے رب اس ظالم قوم سے مجھ (موسیٰؑ) کو نجات عطا کر۔

﴿رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصَّالِحِيْنَ﴾۔(الصافات)

ترجمہ:۔اے میرے رب مجھ کو ایک نیک بیٹا عطا کردے۔

﴿سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ ٥ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ ٥ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾۔(الصافات)

ترجمہ:۔پاک ذات ہے تیرے رب کی اور وہ پروردگار عزت والا پاک ہے ان باتوں سے کہ جن کو وہ (مشرکین) بیان کرتے ہیں اور سلام ہے رسولوں پر اور سب خوبیاں اللہ ہی کے لئے ہیں کہ جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔

﴿رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَى وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحاً تَرْضَاهُ وَأَصْلِحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِي إِنِّي تُبْتُ إِلَيْكَ وَإِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ﴾۔(الاحقاف)

ترجمہ:۔اے میرے رب میری قسمت میں کر اس بات کو کہ میں تیرے احسان کا شکرادا کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر کئے اور یہ کہ میں نیک کام ایسے کرتا رہوں کہ جن سے تو راضی رہے اور مجھ کو اچھی اولاد عطا کر میں نے توبہ کی تیری طرف اور بے شک میں تیرے فرمانبرداروں میں سے ہوں۔

﴿رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِّلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَؤُوفٌ رَّحِيمٌ﴾۔(الحشر)

ترجمہ:۔اے ہمارے پروردگار ہم کو اور ہمارے ان سب بھائیوں کو بخش دے جو ہم سے پہلے ایمان لائے اور نہ رکھ بیر ہمارے دلوں میں ایمان والوں کا اے رب تو ہی نرمی والا مہربان ہے۔

﴿رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَإِلَيْكَ أَنَبْنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ﴾۔(الممتحنہ)

ترجمہ:۔اے ہمارے رب ہم نے تجھ پر بھروسہ کیا اور تیری طرف رجوع ہوئے اور تیری طرف ہی سب کو لوٹنا ہے۔

﴿رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِينَ كَفَرُوا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾۔(الممتحنہ)

ترجمہ:۔اے ہمارے رب مت بنا ہم کو بے ایمانوں کا فتنہ (ہم پر ان کو مسلط نہ کر) اور ہم کو معاف کر دے۔

﴿رَبَّنَا أَتْمِمْ لَنَا نُورَنَا وَاغْفِرْ لَنَا إِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾۔(التحریم)

ترجمہ:۔اے ہمارے رب ہم کو ہماری (ہدایت کی) روشنی پوری فرما اور ہم کو بخش دے، بے شک تو سب کچھ کر سکتا ہے۔

﴿رَبِّ ابْنِ لِي عِندَكَ بَيْتاً فِي الْجَنَّةِ﴾۔(التحریم)

ترجمہ:۔اے میرے رب اپنے پاس جنت میں میرا گھر بنا دیجئے۔

﴿رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَن دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِناً وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِينَ إِلَّا تَبَاراً﴾۔(نوح)

ترجمہ:۔اے میرے رب مجھ کو اور میرے والدین کو اور ہر اس شخص کو جو میرے گھر میں بحالت ایمان داخل ہو اور تمام مؤمن مرد اور عورتوں کو بخش دے اور گنہگاروں پر بڑھتی ہوئی رکھ بربادی کو۔

﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۞ مِن شَرِّ مَا خَلَقَ ۞ وَمِن شَرِّ غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ ۞ وَمِن شَرِّ النَّفَّاثَاتِ فِي الْعُقَدِ ۞ وَمِن شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ﴾۔(الفلق)

ترجمہ:۔تو کہہ میں پناہ میں آیا صبح کے رب کی، ہر چیز کی بدی سے جو اس نے بنائی اور بدی سے اندھیرے کی جب سمٹ آئے اور بدی سے ان عورتوں کی جو گرہوں میں پھونک ماریں، اور بدی سے برا چاہنے والے کی ٹوک لگانے۔

﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۞ مَلِكِ النَّاسِ ۞ إِلَهِ النَّاسِ ۞ مِن شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ۞ الَّذِي يُوَسْوِسُ فِي صُدُورِ النَّاسِ ۞ مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ﴾۔
(الناس)

ترجمہ:۔تو کہہ میں پناہ میں آیا لوگوں کے رب کی، لوگوں کے بادشاہ کی۔ لوگوں کے معبود کی، بدی سے اس کی جو پھسلائے اور چھپ جائے، وہ جو خیال ڈالتا ہے لوگوں کے دل میں جنوں میں سے اور آدمیوں میں سے۔

الدّعاء من الاحادیث

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا کَثِیْرًا وَّ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْلِیْ مَغْفِرَۃً مِّنْ عِنْدِکَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّکَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ۔

(بخاری حدیث نمبر/۸۳۴/ ومسلم حدیث نمبر/ ۲۷۰۵)

ترجمہ:۔اے اللہ! میں نے اپنی جان پر بہت ظلم کیا اور تیرے سوا کوئی گناہوں کے بخشنے والا نہیں۔پس اپنی خصوصی مغفرت کے ذریعہ میری مغفرت فرما اور مجھ پر رحم فرما، بیشک آپ ہی بہت بخشنے والے مہربان ہیں۔

اَللّٰھُمَّ اَسْلَمْتُ وَجْھِیْ اِلَیْکَ وَفَوَّضْتُ اَمْرِیْ اِلَیْکَ وَاَلْجَأْتُ ظَھْرِیْ اِلَیْکَ رَھْبَۃً وَّرَغْبَۃً اِلَیْکَ لَامَلْجَاَ وَلَامَنْجَاَ مِنْکَ اِلَّا اِلَیْکَ اٰمَنْتُ بِکِتَابِکَ الَّذِیْ اَنْزَلْتَ وَنَبِیِّکَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ۔

(بخاری حدیث نمبر/ ۲۴۷/ ومسلم حدیث نمبر/ ۲۷۱۰/ وابوداؤد حدیث نمبر/ ۵۰۴۵)

ترجمہ:۔اے اللہ! میں نے اپنی جان تیرے سپرد کی اور تجھ ہی کو اپنا معاملہ سونپ دیا اور تیرا ہی سہارا لیا تجھ سے ڈر کر اور تیری نعمتوں کو چاہتے ہوئے، تیرے علاوہ کوئی پناہ کی جگہ اور جائے نجات نہیں۔ میں تیری نازل کردہ کتاب پر ایمان لایا اور تیرے بھیجے ہوئے رسول کی اطاعت کی۔

اَللّٰھُمَّ اَسْلَمْتُ نَفْسِیْ اِلَیْکَ وَفَوَّضْتُ اَمْرِیْ اِلَیْکَ وَوَجَّھْتُ وَجْھِیْ اِلَیْکَ وَاَلْجَأْتُ ظَھْرِیْ اِلَیْکَ رَغْبَۃً وَّرَھْبَۃً اِلَیْکَ لَامَلْجَاَ وَلَامَنْجَاَ مِنْکَ اِلَّا اِلَیْکَ اٰمَنْتُ بِکِتَابِکَ الَّذِیْ اَنْزَلْتَ وَنَبِیِّکَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ۔ (بخاری حدیث نمبر/۶۳۱۳ / ومسلم/۲۷۱۰)

ترجمہ:۔اے اللہ! میں نے اپنے آپ کو تیرے سپرد کیا اور تجھ ہی کو اپنا معاملہ سونپا اور تیری ہی طرف اپنا رخ کیا اور تیرا ہی سہارا لیا، تیری نعمتوں کی طرف راغب ہو کر اور تیرے خوف سے، تیرے علاوہ کوئی جائے پناہ اور جائے نجات نہیں میں تیری اتاری

ہوئی کتاب پر ایمان لایا اور تیرے بھیجے ہوئے رسول کی فرمانبرداری کی۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِیْ قَلْبِیْ نُوْرًا وَّفِیْ بَصَرِیْ نُوْراً وَّفِیْ سَمْعِیْ نُوْراً وَّعَنْ یَمِیْنِیْ نُوْراً وَّعَنْ یَّسَارِیْ نُوْراً وَّفَوْقِیْ نُوْراً وَتَحْتِیْ نُوْراً وَّاَمَامِیْ نُوْراً وَّخَلْفِیْ نُوْراً وَّاجْعَلْ لِیْ نُوْراً۔ (بخاری نمبر/ ۶۳۱۶ /مسلم/ ۷۶۳)

ترجمہ:۔اے اللہ! میرے دل میں نور ڈال دے اور میری آنکھوں اور میرے کانوں کو پرنور کردے اور میرے دائیں اور میرے بائیں اور میرے اوپر اور میرے نیچے اور آگے اور میرے پیچھے نور کردے اور مجھے اور منور کردے۔

اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ نُوْرُ السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِیْهِنَّ وَلَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ قَیِّمُ السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِیْهِنَّ وَلَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ الْحَقُّ وَوَعْدُکَ حَقٌّ وَقَوْلُکَ حَقٌّ وَّلِقَاءُ کَ حَقٌّ وَّالْجَنَّةُ حَقٌّ وَّالنَّارُ حَقٌّ السَّاعَةُ حَقٌّ وَّالنَّبِیُّوْنَ حَقٌّ وَّمُحَمَّدٌ حَقٌّ اَللّٰھُمَّ لَکَ اَسْلَمْتُ وَعَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ وَبِکَ اٰمَنْتُ وَاِلَیْکَ اَنَبْتُ وَبِکَ خَاصَمْتُ وَاِلَیْکَ حَاکَمْتُ فَاغْفِرْلِیْ مَاقَدَّمْتُ وَمَااَخَّرْتُ وَمَااَسْرَرْتُ وَمَااَعْلَنْتُ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَااِلٰهَ اِلَّااَنْتَ۔ (بخاری حدیث نمبر/ ۶۳۱۷ /مسلم/ ۷۶۹)

ترجمہ:۔اے اللہ! تیرے ہی لئے تمام تعریفیں ہیں، تو ہی آسمانوں، زمینوں اور ان کے درمیان کی چیزوں کو منور کرنے والا ہے اور تمام تعریفیں تیرے ہی لئے ہیں، تو ہی آسمانوں زمینوں اور ان کے درمیان کی چیزوں کو قائم کرنے والا ہے اور ساری تعریفیں تیرے ہی لئے ہیں تو حق ہے اور تیرا قول حق ہے اور تیرا وعدہ حق ہے اور تیری ملاقات حق ہے اور جنت حق ہے اور جہنم حق ہے، قیامت حق ہے اور انبیاء حق ہیں حضرت محمد ﷺ حق ہیں۔ اے اللہ! تیرے ہی اطاعت کی اور تجھ ہی پر بھروسہ کیا اور تجھ پر ہی ایمان لایا اور تیری ہی طرف رجوع کیا اور تیری ہی مدد سے دشمنوں سے جھگڑا کیا فیصلہ کے لئے تجھ ہی کو حاکم بنایا اس لئے میرے سارے گناہ بخش دے جو میں نے پہلے کئے اور جو بعد میں

کئے اور جو چھپ کر کئے اور جو کھلے عام کئے، تو ہی آگے بڑھانے والا ہے اور تو ہی پیچھے ہٹانے والا ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ۔ (بخاری حدیث نمبر/۸۴۴/مسلم/۵۹۳)

ترجمہ:۔کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کے لئے بادشاہت ہے اور اسی کے لئے سب تعریفیں ہیں، وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اے اللہ! جو چیز تو عطا کردے کوئی اس کا منع کرنے والا نہیں اور جس چیز کو تو نہ دے اس کا کوئی دینے والا نہیں اور تیرے قہر سے دولت مند کو اس کی دولت کبھی نفع نہیں دیتی (بچا نہیں سکتی)۔

اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِيْ مَا كَانَتِ الْحَيَاةُ خَيْرًا لِّيْ وَتَوَفَّنِيْ اِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِّيْ۔ (بخاری حدیث نمبر/۶۳۵۱/مسلم/۲۶۸۰)

ترجمہ:۔اے اللہ! مجھ کو زندہ رکھ جب تک زندگی میرے لئے بہتر ہے اور مجھ کو وفات دیدے جب وفات میرے لئے بہتر ہو۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحُزْنِ وَالْعَجْزِ وَالْكَسْلِ وَالْبُخْلِ وَالْجُبْنِ وَضَلَعِ الدَّيْنِ وَغَلَبَةِ الرِّجَالِ۔ (بخاری حدیث نمبر/۶۳۶۹)

ترجمہ:۔اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں فکر و پریشانی اور رنج وغم سے، عاجزی اور سستی سے کنجوسی اور بزدلی سے، قرض کے بوجھ اور لوگوں کے غالب آجانے سے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسْلِ وَالْجُبْنِ وَالْهَرَمِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ۔

(بخاری حدیث نمبر/۶۳۶۷/مسلم/۲۷۰۶)

ترجمہ:۔اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں عاجزی اور کاہلی سے، بزدلی اور حد سے زیادہ بڑھاپے سے اور میں قبر کے عذاب سے تیری پناہ کا طالب ہوں اور

زندگی اور موت کے ہر فتنہ سے تیری ہی پناہ لیتا ہوں۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ خَطِیْئَتِیْ وَجَهْلِیْ وَإِسْرَافِیْ فِیْ اَمْرِیْ كُلِّهٖ وَمَاأَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّیْ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ خَطَایَایَ وَعَمَدِیْ وَجَهْلِیْ وَهَزْلِیْ وَكُلُّ ذَالِكَ عِنْدِیْ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ، مَاقَدَّمْتُ وَمَاأَخَّرْتُ وَمَااَسْرَرْتُ وَمَااَعْلَنْتُ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔

(بخاری حدیث نمبر/ ۶۳۹۸/ مسلم/ ۲۷۱۹)

ترجمہ:۔اے اللہ! تو معاف فرمادے میری خطاؤں کو، میری نادانیوں کو اور میرے اپنے تمام کاموں میں بے اعتدالیوں کو اور ان تمام باتوں کو جنہیں تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے اے اللہ! تو میرے بے ارادہ کئے ہوئے قصداً کئے ہوئے، نادانی سے کئے ہوئے اور ہنسی دل لگی میں کئے ہوئے تمام گناہوں کو معاف فرمادے۔اے اللہ! تو میرے اگلے اور پچھلے گناہوں کو اور ان کو جو چھپ کر کیے ہوں اور جو کھلم کھلا ہوئے ہوں معاف فرمادے اور تو جس کو چاہے آگے بڑھادے اور جس کو چاہے پیچھے ڈال دے اور تو ہی ہر چیز پر قادر ہے۔

اَللّٰهُمَّ اَصْلِحْ لِیْ دِیْنِی الَّذِیْ هُوَعِصْمَةُ اَمْرِیْ وَاَصْلِحْ لِیْ دُنْیَایَ الَّتِیْ فِیْهَامَعَاشِیْ وَاَصْلِحْ لِیْ اٰخِرَتِی الَّتِیْ فِیْهَامَعَادِیْ وَاجْعَلِ الْحَیَاةَ زِیَادَةً لِیْ فِیْ كُلِّ خَیْرٍ وَاجْعَلِ الْمَوْتَ رَاحَةً لِیْ مِنْ كُلِّ شَرٍّ۔

(مسلم حدیث نمبر/ ۲۷۲۰)

ترجمہ:۔اے اللہ! تو میرا دین سنوار دے جو میرے ہر کام کی پشت پناہ ہے اور میری دنیا بھی سدھار دے جس میں میرے گذر بسر کا سامان ہے اور میری آخرت کو درست فرمادے جہاں مجھے لوٹ کر جانا ہے اور زندگی کو میرے لئے ہر بھلائی میں ترقی کا ذریعہ بنا اور موت کو ہر برائی سے نجات کا سبب بنا۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِیْ قَلْبِیْ نُوْراً وَّفِیْ لِسَانِیْ نُوْراً وَّفِیْ بَصَرِیْ نُوْراً وَّفِیْ سَمْعِیْ نُوْراً وَّعَنْ یَّمِیْنِیْ نُوْراً وَّعَنْ یَّسَارِیْ نُوْراً وَّمِنْ فَوْقِیْ نُوْراً وَّمِنْ تَحْتِیْ نُوْراً وَّمِنْ اِمَامِیْ نُوْراً وَّمِنْ خَلْفِیْ نُوْراً وَّاجْعَلْ لِیْ فِیْ نَفْسِیْ نُوْراً وَّاَعْظِمْ لِیْ نُوْراً۔ (مسلم حدیث نمبر/۷۶۳)

ترجمہ:۔اے اللہ! میرے دل کو منور کردے اور میری زبان اور آنکھوں اور کانوں کو پرنور بنادے اور میرے دائیں اور بائیں اوپر اور نیچے، میرے آگے اور پیچھے نور کردے اور مجھے منور کردے اور میرے نور میں اضافہ فرمادے۔

اَللّٰھُمَّ احْفِظْنِیْ بِالْاِسْلَامِ قَائِماً وَّاحْفِظْنِیْ بِالْاِسْلَامِ قَاعِداً وَّاحْفِظْنِیْ بِالْاِسْلَامِ رَاقِداً وَلَا تُشْمِتْ لِیْ عَدُوًّا وَلَا حَاسِداً اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ مِنْ کُلِّ خَیْرٍ خَزَائِنُہٗ بِیَدِکَ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ کُلِّ شَرٍّ خَزَائِنُہٗ بِیَدِکَ۔ (المستدرک/ج۱/ ۵۲۵)

ترجمہ:۔اے اللہ! تو کھڑے ہونے کی حالت میں بھی اسلام کے ذریعے میری حفاظت فرما، اور بیٹھنے کی حالت میں بھی اسلام کے ذریعہ میری حفاظت فرما، اور سونے کی حالت میں بھی اسلام کے ذریعے میری حفاظت فرما (اٹھتے بیٹھتے، سوتے، جاگتے ہر حالت میں اسلام کی پناہ میں رکھ) اور کسی دشمن اور حاسد کو مجھ پر ہنسنے کا موقع نہ دے، اے اللہ! میں تجھ سے وہ تمام بھلائیاں چاہتا ہوں جن کے خزانے تیرے ہاتھ میں ہیں اور تیری ان تمام برائیوں سے پناہ چاہتا ہوں جن کے خزانے تیرے ہاتھ میں ہیں۔

اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مِسْکِیْنًا وَاَمِتْنِیْ مِسْکِیْناً وَاحْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَۃِ الْمَسَاکِیْنِ۔ (ترمذی حدیث نمبر/۵۳۵۳/ حاکم/ ج۴/۳۲۲)

ترجمہ:۔اے اللہ تو مجھے فقر و مسکنت کے ساتھ زندہ رکھ اور فقر و مسکنت کی حالت میں موت دے اور مساکین کے ساتھ مجھے (قبروں سے اٹھا کر) جمع کر۔

اَللّٰھُمَّ اسْتُرْ عَوْرَتِیْ وَاٰمِنْ رَوْعَتِیْ وَاقْضِ عَنِّیْ دِیْنِیْ۔

(طبرانی فی الکبیر حدیث نمبر/۳۷۱۰)

ترجمہ:۔ اے اللہ! تو میرے عیوب کی پردہ پوشی فرما، اور مجھے خوف سے مامون کردے اور میرے قرض کی ادائیگی فرمادے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ وَوَسِّعْ لِیْ فِیْ دَارِیْ وَبَارِکْ لِیْ فِیْمَارَزَقْتَنِیْ۔ (احمد۴/۶۳)

ترجمہ:۔ اے اللہ! تو میرے گناہوں کو بخش دے اور میرے گھر میں وسعت فرما اور میرے رزق میں برکت عطا فرما۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ وَخَطَایَایَ کُلَّھَا اَللّٰھُمَّ اَنْعِشْنِیْ وَاجْبُرْنِیْ وَاھْدِنِیْ لِصَالِحِ الْاَعْمَالِ وَالْاَخْلَاقِ فَاِنَّہٗ لَایَھْدِیْ لِصَالِحِھَا وَلَایَصْرِفُ سَیِّئَھَااِلَّا اَنْتَ۔ (طبرانی فی الکبیر/ ۸/ ۷۸۱۱)

ترجمہ:۔ اے اللہ! تو میرے تمام گناہوں اور خطاؤں کو بخش دے، اور میرا مرتبہ بلند فرما، اور میری کمی کی تلافی فرما، اور مجھے نیک کاموں اور اچھی عادتوں کی ہدایت کر، کیونکہ تو ہی نیک باتوں کی ہدایت کرتا ہے اور بری باتوں سے روکتا ہے (تیرے سوا کسی میں طاقت نہیں ہے)۔

اَللّٰھُمَّ اقْسِمْ لَنَامِنْ خَشْیَتِکَ مَایَحُوْلُ بِہٖ بَیْنَنَاوَبَیْنَ مَعَاصِیْکَ وَمِنْ طَاعَتِکَ مَاتُبَلِّغُنَابِہٖ جَنَّتَکَ وَمِنَ الْیَقِیْنِ مَاتُھَوِّنُ بِہٖ عَلَیْنَامُصِیْبَاتِ الدُّنْیَا وَمَتِّعْنَا بِاَسْمَاعِنَاوَاَبْصَارِنَاوَقُوَّتِنَامَااَحْیَیْتَنَا وَاجْعَلْہُ الْوَارِثَ مِنَّاوَاجْعَلْ ثَارَنَا عَلٰی مَنْ ظَلَمَنَا وَانْصُرْنَاعَلٰی مَنْ عَادَانَا وَلَاتَجْعَلْ مُصِیْبَتَنَافِیْ دِیْنِنَاوَلَاتَجْعَلِ الدُّنْیَااَکْبَرَھَمِّنَا وَلَامَبْلَغَ عِلْمِنَا وَلَاتُسَلِّطْ عَلَیْنَامَنْ لَّایَرْحَمُنَا۔ (ترمذی حدیث نمبر/۳۵۰۲)

ترجمہ:۔ اے اللہ! تو ہم کو اپنا اتنا خوف عطا فرما جو ہمارے اور تیری نافرمانیوں

کے درمیان حائل ہو جائے اور اتنی اطاعت کر دے جو ہم کو تیری جنت تک پہنچادے اور اتنا یقین عطا فرما جو ہم پر دنیوی مصائب آسان بنادے۔ اور ہمارے کانوں، ہماری آنکھوں اور ہماری قوت سے نفع عطا فرما جب تک تو ہم کو زندہ رکھے اور تو اس کو ہمارا وارث بنادے اور ہمارا بدلہ ان سے لے لے جنہوں نے ہم پر ظلم کیا اور ہمارے دشمنوں پر ہماری مدد فرما اور ہماری مصیبت کو ہمارے دین میں نہ کرنا اور دنیا کو ہمارا بڑا غم اور ہمارے علم کا منتہا نہ بنانا اور ایسے لوگوں کو ہم پر مسلط نہ فرمانا جو ہم پر رحم نہ کریں۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْجُوْعِ فَاِنَّهٗ بِئْسَ الضَّجِیْعُ وَاَعُوْذُبِکَ مِنَ الْخِیَانَةِ فَاِنَّهَابِئْسَتِ الْبِطَانَةُ۔ (ابوداؤد حدیث نمبر/ ۱۵۴۷)

ترجمہ:۔ اے اللہ! تو مجھے پناہ دے بھوک (پیاس) سے کیونکہ یہ برے ساتھی ہیں اور تو مجھ پناہ دے خیانت سے، اس لئے کہ یہ بدترین چھپا ہوا ساتھی ہے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْعِفَّةَ وَالْعَافِیَةَ فِیْ دِیْنِیْ وَدُنْیَایَ وَاَهْلِیْ وَمَالِیْ اَللّٰهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَتِیْ وَاٰمِنْ رَوْعَتِیْ وَاحْفَظْنِیْ مِنْ بَیْنِ یَدَیَّ وَمِنْ خَلْفِیْ وَعَنْ یَّمِیْنِیْ وَعَنْ شِمَالِیْ وَمِنْ فَوْقِیْ وَاَعُوْذُبِکَ اَللّٰهُمَّ اَنْ اُغْتَالَ مِنْ تَحْتِیْ۔

(بزار بحوالہ کشف الاسرار حدیث نمبر/ ۳۱۹۶)

ترجمہ:۔ اے اللہ! میں دنیا وآخرت میں اور اپنے اہل ومال میں تجھ سے عفت وعافیت کا طالب ہوں۔ اے اللہ میرے عیوب چھپادے اور خوف کی چیزوں سے مجھ کو امن دے دے اور میرے آگے، پیچھے، دائیں بائیں اور میرے اوپر سے میری حفاظت فرما۔ اور اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس سے کہ میں اپنے نیچے سے کسی عذاب سے ہلاک کر دیا جاؤں (دھنسا دیا جاؤں)۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْهُدٰی وَالتُّقٰی وَالْعِفَافَ وَالْغِنٰی۔

(مسلم حدیث نمبر/ ۲۷۲۱)

ترجمہ:۔ اے اللہ! میں تجھ سے ہدایت، پرہیز گاری اور پارسائی اور (مخلوق

سے) بے نیازی کا سوال کرتا ہے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنَ الْخَیْرِ کُلِّہٖ عَاجِلِہٖ وَآجِلِہٖ مَاعَلِمْتُ مِنْہُ وَمَالَمْ اَعْلَمْ وَاَعُوْذُبِکَ مِنَ الشَّرِّ کُلِّہٖ عَاجِلِہٖ وَآجِلِہٖ مَاعَلِمْتُ مِنْہُ وَمَالَمْ اَعْلَمْ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ خَیْرِ مَاسَئَلَکَ بِہٖ عَبْدُکَ وَنَبِیُّکَ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَااسْتَعَاذَبِہٖ عَبْدُکَ وَنَبِیُّکَ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْجَنَّۃَ وَمَاقَرَّبَ اِلَیْھَا مِنْ قَوْلٍ اَوْعَمَلٍ وَاَعُوْذُبِکَ مِنَ النَّارِ وَمَاقَرَّبَ اِلَیْھَا مِنْ قَوْلٍ اَوْعَمَلٍ وَاَسْئَلُکَ اَنْ تَجْعَلَ کُلَّ قَضَاءٍ قَضَیْتَہٗ لِیْ خَیْراً۔ (ابن ماجہ حدیث نمبر/ ۳۸۴۶)

ترجمہ:۔ اے اللہ! میں تجھ سے ہر قسم کی خیر وخوبی جلد آنے والی بھی اور دیر میں آنے والی بھی جو میں جانتا ہوں وہ بھی اوجو میں نہیں جانتا ہوں وہ بھی، طلب کرتا ہوں اور تیری پناہ لیتا ہوں ہر قسم کے شر سے جلد آنے والے سے بھی اور دیر میں آنے والے سے بھی، جو میں جانتا ہوں اس سے بھی اور جو میں نہیں جانتا ہوں اس سے بھی۔ اے اللہ! میں تجھ سے وہ تمام بھلائیاں مانگتا ہوں جو تجھ سے تیرے بندے اور تیرے نبی حضرت محمد ﷺ نے مانگی ہیں اور میں تجھ سے ہر اس شر سے پناہ مانگتا ہوں جس سے تیرے بندے اور تیرے نبی حضرت محمد ﷺ نے پناہ مانگی ہے۔ اے اللہ! میں آپ سے جنت کا سوال کرتا ہوں اور ہر اس قول یا عمل کا جو مجھے جنت سے قریب تر کردے اور میں تیری پناہ چاہتا ہوں جہنم سے اوہر اس قول یا عمل سے جو مجھے جہنم سے قریب تر کردے اور میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو اپنا ہر فیصلہ میرے حق میں بہتر بنادے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ وَرَحْمَتِکَ فَاِنَّہٗ لَایَمْلِکُھَا اِلَّااَنْتَ۔ (طبرانی ۱۰/ ۱۰۳۷۹)

ترجمہ:۔ اے اللہ! میں آپ سے آپ کے فضل اور رحمت کا خواستگار ہوں، اس لئے کہ اس کے مالک صرف آپ ہیں۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِرِضَاکَ مِنْ سَخَطِکَ وَبِمُعَافَاتِکَ مِنْ عُقُوْبَتِکَ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْکَ لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْکَ اَنْتَ کَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ۔ (ابوداؤد حدیث نمبر/۱۴۲۷/ ترمذی/ ۳۵۶۶)

ترجمہ:۔اے اللہ! میں تیری رضا کی پناہ لیتا ہوں ناراضگی سے اور تیرے عفو ودرگذر کی تیری سزا سے، اور میں پناہ لیتا ہوں تیری (رحمت) کی تیرے (عذاب) سے، میں تو تیری تعریف کا حق نہیں ادا کر سکتا۔ بس تو ایسا ہی ہے جیسے تو نے اپنی تعریف کی ہے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْبَرَصِ وَالْجُنُوْنِ وَالْجُذَامِ وَمِنْ سَیِّءِ الْاَسْقَامِ۔ (احمد/۳/۱۹۲/ ابوداود/۵۵۴)

ترجمہ:۔اے اللہ! تو مجھے پناہ دیدے برص سے اور دیوانگی سے اور کوڑھ سے اور تمام بری (اور موذی) بیماریوں سے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ التَّرَدِّیْ وَالْهَدْمِ وَالْغَرْقِ وَالْحَرِیْقِ وَاَعُوْذُبِکَ اَنْ یَتَخَبَّطَنِیَ الشَّیْطَانُ عِنْدَ الْمَوْتِ وَاَعُوْذُبِکَ اَنْ اَمُوْتَ فِیْ سَبِیْلِکَ مُدْبِرًا وَاَعُوْذُبِکَ اَنْ اَمُوْتَ لَدِیْغًا۔ (ابوداؤد حدیث نمبر/۱۵۵۲)

ترجمہ:۔اے اللہ! میں تیری پناہ کا طالب ہوں (کسی اونچی جگہ سے) گر کر مرنے سے اور (کسی عمارت وغیرہ کے نیچے) دب کر مرنے سے اور ڈوب کر مرنے سے اور جل کر مرنے سے اور میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس سے کہ شیطان مرتے وقت میرے ہوش وحواس خبط کردے اور میں اس سے پناہ چاہتا ہوں کہ تیری راہ میں (جنگ سے) پیٹھ پھیر کر بھاگتا ہوا مروں اور اس سے پناہ چاہتا ہوں کہ سانپ، بچھو کے کاٹے سے مروں۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِکَ وَتَحَوُّلِ عَافِیَتِکَ وَفَجْاَةِ نِقْمَتِکَ وَجَمِیْعِ سَخَطِکَ۔ (مسلم حدیث نمبر/ ۲۷۳۹)

ترجمہ:۔اے اللہ! بیشک میں پناہ چاہتا ہوں تیری (دی ہوئی ہر) نعمت کے زوال سے اور تیری (دی ہوئی) صحت وعافیت کے تغیر سے اور تیری ناگہانی پکڑ سے اور

تیری تمام تر ناراضگیوں اور غصہ سے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ سَمْعِیْ وَمِنْ شَرِّ بَصَرِیْ وَمِنْ شَرِّ لِسَانِیْ وَمِنْ شَرِّ قَلْبِیْ وَمِنْ شَرِّ مَنِیِّیْ۔

(ابوداؤد حدیث نمبر/۱۵۵۱/ترمذی/۳۴۹۲)

ترجمہ:۔اے اللہ! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اپنے کانوں کے شر سے اور اپنی آنکھوں کے شر سے، اپنی زبان کے شر سے، اپنے دل کے شر سے اور اپنی منی (حیوانی شہوت) کے شر سے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ عِلْمٍ لَّایَنْفَعُ وَعَمَلٍ لَّا یُرْفَعُ وَدُعَاءٍ لَّایُسْمَعُ۔(مسلم حدیث نمبر/۲۷۲۲)

ترجمہ:۔اے اللہ! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں ایسے علم سے جو نفع نہ پہنچائے اور اس عمل سے جو (تیری بارگاہ میں) قبول نہ ہو اور اس دعا سے جو سنی نہ جائے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّیْنِ وَغَلَبَةِ الْعَدُوِّ وَشَمَاتَةِ الْاَعْدَاءِ۔(احمد۲/۱۷۳/ حاکم/۱/۵۳۱)

ترجمہ:۔ اے اللہ! میں قرض کے بوجھ، دشمن کے غلبہ اور دشمنوں کی ہنسی سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ مُنْکَرَاتِ الْاَخْلَاقِ وَالْاَعْمَالِ وَالْاَھْوَاءِ۔(ترمذی حدیث نمبر/۳۵۹۱)

ترجمہ:۔اے اللہ! تو مجھے پناہ دیدے برے اخلاق، اعمال خواہشات اور امراض سے (تو مجھے ان سے محفوظ رکھ)۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ یَوْمِ السُّوْءِ وَمِنْ لَیْلَةِ السُّوْءِ وَمِنْ سَاعَةِ السُّوْءِ وَمِنْ صَاحِبِ السُّوْءِ وَمِنْ جَارِ السُّوْءِ فِیْ دَارِ الْمُقَامَةِ۔

(طبرانی فی الکبیر/۱۷/۸۱۰)

ترجمہ:۔اے اللہ! میں تیری پناہ کا طالب ہوں برے دن سے بری رات سے اور بری گھڑی سے اور جائے قیام (وطن) کے برے پڑوسی سے۔

اَللّٰھُمَّ مُصَرِّفَ الْقُلُوْبِ صَرِّفْ قُلُوْبَنَا عَلٰی طَاعَتِکَ۔
(مسلم حدیث نمبر/۲۶۵۴)

ترجمہ:۔اے اللہ! دلوں کو پھیرنے والے ہمارے دلوں کو اپنی طاعت پر لگا دے۔

یَامُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِکَ۔ (ترمذی حدیث نمبر/۲۱۴۰)

ترجمہ:۔اے دلوں کو الٹ پلٹ کرنے والے ہمارے دل کو اپنے دین پر جما دے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْکَسْلِ وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَالْھَرَمِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ وَفِتْنَةِ الدَّجَّالِ اَللّٰھُمَّ اٰتِ نَفْسِیْ تَقْوٰھَا وَزَکِّھَا اَنْتَ خَیْرُ مَنْ زَکّٰھَا اَنْتَ وَلِیُّھَا وَمَوْلَاھَا اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ عِلْمٍ لَّایَنْفَعُ وَمِنْ قَلْبٍ لَّایَخْشَعُ وَمِنْ نَفْسٍ لَّاتَشْبَعُ وَمِنْ دَعْوَةٍ لَّایُسْتَجَابُ لَھَا۔
(مسلم حدیث نمبر/۲۷۲۲)

ترجمہ:۔اے اللہ! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں عاجزی اور کاہلی سے، بزدلی اور کنجوسی سے برے بڑھاپے اور قبر کے عذاب اور دجال کے فتنہ سے۔ اے اللہ! تو میرے نفس کو پرہیزگاری عطا فرما اور تو اس کو پاک صاف کردے اور تو ہی اس کو بہترین پاک صاف کرنے والا ہے۔ تو ہی اس کا مالک و آقا ہے۔ اے اللہ! میں پناہ چاہتا ہوں بے نفع علم سے، اور نہ ڈرنے والے دل سے اور کبھی آسودہ نہ ہونے والے نفس سے اور اس دعا سے جو قبول نہ ہو۔

اَللّٰھُمَّ بِعِلْمِکَ الْغَیْبِ وَقُدْرَتِکَ عَلَی الْخَلْقِ اَحْیِنِیْ مَاعَلِمْتَ الْحَیَاةَ خَیْراً لِّیْ وَتَوَفَّنِیْ اِذَاعَلِمْتَ الْوَفَاةَ خَیْراً لِّیْ اَللّٰھُمَّ وَاَسْئَلُکَ خَشْیَتَکَ فِی الْغَیْبِ وَالشَّھَادَةِ وَاَسْئَلُکَ کَلِمَةَ الْحَقِّ فِی الرِّضَاءِ وَالْغَضَبِ وَاَسْئَلُکَ الْقَصْدَ فِی الْفَقْرِ وَالْغِنٰی وَاَسْئَلُکَ نَعِیْماً لَا یَنْفَدُ

وَاَسْئَلُکَ قُرَّةَ عَيْنٍ لاَ تَنْقَطِعُ وَاَسْئَلُکَ الرِّضَاءَ بَعْدَالْقَضَاءِ وَاَسْئَلُکَ بَرْدَالْعَيْشِ بَعْدَالْمَوْتِ وَاَسْئَلُکَ لَذَّةَ النَّظْرِ اِلٰى وَجْهِکَ وَالشَّوْقَ اِلٰى لِقَائِکَ فِيْ غَيْرِ ضَرَّاءِ مُضِرَّةٍ وَلاَفِتْنَةٍ مُضِلَّةٍ اَللّٰهُمَّ زَيِّنَابِزِيْنَةِ الْاِيْمَانِ وَاجْعَلْنَا هُدَاةً مُهْتَدِيْنَ۔ (حاکم/۱/۵۲۴)

ترجمہ:۔ اے اللہ! تو اپنے علم غیب اور مخلوق پر اپنی قدرت کے وسیلے سے مجھے اس وقت تک زندہ رکھ جب تک تیرے علم میں میرے لئے زندہ رہنا بہتر ہے اور اس وقت تو مجھے (دنیا سے) اٹھا لے جب تیرے علم میں میرے لئے مرجانا بہتر ہے۔ اے اللہ! میں تجھ سے تنہائی میں بھی اور سب کے سامنے بھی تجھ ہی سے ڈرنے کا سوال کرتا ہوں۔ اے اللہ! میں تجھ سے خوشنودی اور ناراضگی (دونوں حالتوں میں) حق بات کہنے کی توفیق مانگتا ہوں اور میں تجھ سے فقر وغنی (دونوں حالتوں میں) میانہ روی کا طالب ہوں۔ اور میں تجھ سے کبھی ختم نہ ہونے والی نعمتوں کا طالب ہوں اور میں تیرے فیصلہ پر راضی ہونے کی (توفیق) اور مرنے کے بعد پر سکون زندگی کا خواستگار ہوں اور تیرے دیدار کی لذت اور تیری ملاقات کے شوق کی دعا کرتا ہوں کسی ضرر رساں بدحالی اور گمراہ کن فتنے کے بغیر اے اللہ! تو ہم کو (نور) ایمان کی زینت سے آراستہ کردے اور ہمیں ہدایت یافتہ رہنما بنادے۔

اَللّٰهُمَّ رَبَّ النَّاسِ مُذْهِبَ الْبَأْسِ اِشْفِ اَنْتَ الشَّافِيْ لاَشَافِيَ اِلاَّاَنْتَ اِشْفِهٖ شِفَاءً لاَيُغَادِرُسَقَماً۔ (ابوداؤد حدیث نمبر/۳۸۹۰/ بخاری/۲/۸۴۷)

ترجمہ:۔ اے اللہ! لوگوں کے رب، تکلیف کو دور کرنے والے! تو شفا عطا فرما تو ہی شفا دینے والا ہے، تیرے سوا کوئی شفا دینے والا نہیں تو اس کو ایسی شفا عطا فرما جو کسی بیماری کو نہ چھوڑے۔

اَللّٰهُمَّ رَبَّ جِبْرِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ وَرَبَّ اِسْرَافِيْلَ اَعُوْذُبِکَ مِنْ حَرِّالنَّارِ وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ۔

ترجمہ:۔اے اللہ! جبرائیلؑ اور میکائیلؑ کے رب اور اسرافیل کے رب تو مجھے جہنم کی تپش سے اور قبر کے عذاب سے پناہ دے۔

اَللّٰهُمَّ كَمَا حَسَّنْتَ خَلْقِي فَحَسِّنْ خُلُقِيْ۔

ترجمہ۔اے اللہ! جس طرح تونے میرے جسم کو حسین بنایا میرے اخلاق کو بھی حسین بنا۔

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ عَدَدَمَاخَلَقَ وَالْحَمْدُلِلّٰهِ مِلْءَ مَاخَلَقَ وَالْحَمْدُلِلّٰهِ عَدَدَ مَافِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْحَمْدُلِلّٰهِ مِلْءَ مَافِي السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَدَدَ مَااَحْصٰى كِتَابُهٗ وَالْحَمْدُلِلّٰهِ مِلْءَ مَااَحْصٰى كِتَابُهٗ وَالْحَمْدُلِلّٰهِ عَدَدَ كُلِّ شَيْءٍ وَالْحَمْدُلِلّٰهِ مِلْءَ كُلِّ شَيْءٍ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ مِثْلُهَا۔

ترجمہ:۔اللہ ہی کے لئے تمام تعریفیں ہیں اس کو مخلوق کی شمار کے برابر اور اللہ ہی کے لئے سب تعریفیں ہیں اس کی مخلوق کو بھر دینے کے برابر، اور اللہ کی ہی ساری تعریفیں ہیں آسمان اور زمین کی سب چیزوں کے شمار کے برابر، اور اللہ ہی کی کل تعریفیں ہیں آسمانوں اور زمین کی سب چیزوں کو بھر دینے کے برابر، اور اللہ ہی کے لئے سب تعریفیں ہیں اس چیز کے شمار کے برابر جس کا اس کی کتاب احاطہ کئے ہوئے ہے، اور اللہ ہی کی ساری تعریفیں ہیں اس چیز کو بھر دینے کے برابر جس کا اس کی کتاب احاطہ کئے ہوئے ہے، اور تعریف ہے اللہ کے لئے ہر چیز کی تعداد کے برابر، اور تعریف ہے اللہ کی ہر چیز کو بھر دینے کے برابر اور اسی طرح (الحمدللہ کے بعد ہر جگہ) سبحان اللہ کہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى وَسَلَّمَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ
وَصَحْبِهٖ وَمَنْ تَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ
وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

☆☆☆

مآخذ ومراجع کتاب

نام کتاب	مصنف ومؤلف	مطبع
معارف القرآن	مفتی محمد شفیع صاحب مفتی اعظم پاکستان	ربانی بک ڈپو دیوبند
معارف الحدیث	مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ	الفرقان بک ڈپو نیا گاؤں لکھنؤ
فتاویٰ دار العلوم	مفتی عزیز الرحمٰن صاحب سابق مفتی اعظم دیوبند	مکتبہ دار العلوم دیوبند
فتاویٰ محمودیہ	مفتی محمود صاحب مفتی اعظم دیوبند	مکتبہ محمودیہ جامع مسجد شہر میرٹھ
فتاویٰ عالمگیری	علماء وقت عہد اورنگ زیب	شمس پبلشرز دیوبند
کفایت المفتی	مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی	کتب خانہ اعزازیہ دیوبند
عزیز الفتاویٰ	مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب	کتب خانہ اعزازیہ دیوبند
امداد المفتین	مفتی محمد شفیع صاحب مفتی اعظم پاکستان	کتب خانہ اعزازیہ دیوبند
امداد الفتاویٰ	مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ	ادارہ تالیفات اولیاء دیوبند
فتاویٰ رشیدیہ کامل	مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ	کتب خانہ رحیمیہ دیوبند
کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ	علامہ عبد الرحمٰن الجزریؒ	اوقاف پنجاب لاہور پاکستان
جواہر الفقہ	مفتی محمد شفیع صاحب مفتی اعظم پاکستان	عارف کمپنی دیوبند
رد المختار	علامہ ابن عابدین	پاکستانی
بہشتی زیور	مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ	مکتبہ تھانوی دیوبند
معارف مدینہ	افادات مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ	مدرسہ امداد الاسلام صدر بازار میرٹھ ندوۃ المصنفین دہلی

نام کتاب	مصنف ومؤلف	مطبع
الترغیب والترہیب	مولانا ذکی الدین عبدالعظیم المنذری	
احسن الفتاویٰ	فقیہ العصر مفتی رشید احمد صاحب	سعید کمپنی کراچی (پاکستان)
نظام الفتاویٰ	حضرت مولانا نظام الدین صاحب صدر مفتی دارالعلوم دیوبند	اسلامی فقہ اکیڈمی دہلی
فتاویٰ محمدیہ	مولانا سید اصغر حسین میاں صاحبؒ	کتب خانہ اعزازیہ دیوبند
الجواب المتین	ایضاً	ایضاً
رکن دین	مولانا رکن الدین رحمہ اللہ	اشاعت الاسلام دہلی
اسرار شریعت	مولانا محمد فضل صاحب	پنجاب پاکستان
کیمیائے سعادت	حجۃ الاسلام امام غزالیؒ	ادارہ رشیدیہ دیوبند
غنیۃ الطالبین	شیخ عبدالقادر جیلانیؒ	مسلم اکیڈمی سہارنپور
اشرف الجواب	حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ	اشرف المواعظ دیوبند
المصالح العقلیہ	ایضاً	ایضاً
اغلاط العوام	ایضاً	کتب خانہ اعزازیہ دیوبند
فضائل نماز	شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا سہارنپوریؒ	دارالاشاعت دہلی
نماز مسنون	مولانا صوفی عبدالحمید صاحب	اعتقاد پبلشنگ ہاؤس دہلی
مظاہر حق جدید	نواب قطب الدین خان رحمہ اللہ	
آپ کے مسائل اور انکا حل	حضرت مولانا محمد یوسف صاب لدھیانوی	کتب خانہ نعیمیہ دیوبند
امدادالاحکام	مرتبہ مولانا ظفر صاحب عثمانی ومولانا عبدالکریم صاحب	مکتبہ دارالعلوم کراچی
حجۃ اللہ البالغہ	شیخ الاسلام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ	دارالکتاب دیوبند